كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

الحمد لله والمنة کہ کتاب کشف النقاب عن مسئلة فاتحة الکتاب فی رد فصل الخطاب

المسمٰی بہ

انوار نعمانیہ

من تصنیف

فاضل اجل عالم اکمل مولانا مولوی محمد فضل الدین صاحب گجراتی سلمہ ربہ

سنہ ۱۳۰۷ ہجری المقدس

مطابق سنہ ۱۸[illegible]ء

در مطبع اسلامیہ واقع لاہور باہتمام مولوی کرم بخش مالک و مہتمم طبع شد

فہرس مطالب کشف النقاب عن مسئلۃ فاتحۃ الکتاب المسمیٰ بانوار سنیۃ النعمانیۃ

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین آمین

تمت

صحت نامہ کتاب ہذا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	قلت	قل
۵	۱۰	پشاور	اور پشاور
۷	۳	عقب	عقل
۸	۲	عدۃ	عدۃ
〃	[illegible]	منہا	منتہا
〃	۱۵	معاجرین	معاصرین
۹	۴	میرتہ	سیرتہ
۱۰		لم تنزل	لم تنزل
〃	۱۸	ایدہ	یدہ
۱۱	۷	الکروری	الکردری
〃	۲۱	لہم او بالفہم	داو بلغہم
۱۲	۱۱	لنارہ	نہارہ
〃	〃	خلیفہ	وظیفہ
〃	۱۸	للخلیفہ	للخلیقہ
〃	۱۹	باغنا اللہ	باغنا اللحن
۱۳	۲	من قبول شہادۃ [illegible] / قبول شہادۃ کرنا	منع قبول شہادتین
〃	۷	فستر	فسترہ
〃	۹	ہوئی	ہوئی
۱۴	۱۱	ما انتکم	ما آتکم الرسول
۱۵	۳	ان	ان ہی
〃	۵	دیا	یا
〃	۱۸	جو اس	اس
۱۶	۴	اقدامہ اتدو	اقدامہ
〃	۱۱	لصحیہ	لصحتہ
۱۷	۷	مدت	مسند
〃	〃	عن	من
〃	۹	دنا قضا	فقنا قضا
〃	۱۵	قضا	قضا
۱۸	۱	قضا	قضا
〃	۹	قال النبی	قال رایت النبی
۱۹	۲	تم میں	تم میں سے
۲۱	۶	دیکھو	دیکھئے
〃	۱۸	نقا	تنا
۲۳	۳	عقی	علی
۲۵	۹	بالحسن	بالحس
〃	۱۲	کقضایا	بقضایا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۱۴	ہزا	ہزہ
۲۶	۲۱	حرسی	جَرَسیّ
۲۷	۵	نہیں	نفیں
〃	۱۴	بغرض	بفرض
۲۸	۱۳	نکتہ	ملکۃ
۳۰	۱	اور شرح غریب	او شرح غریب
〃	۲	اخیار	اخبار
〃	۱۲	مدلس حدیث	مدلس کی حدیث
〃	۲۰	رواۃ	روایۃ
۳۱	۱۰	صحہ	صحتہ
〃	۱۵	اکملی	المکی
۳۲	۲۰	روایۃ	روایتہ
〃	۲۱	روایتہ	روایتہ
۳۳	۱۸	تعیمن	تعیین
〃	〃	تخصص	تخصیص
۳۴	۲	بنم	لیتم
〃	۱۳	الاورا	ورا
〃	۲۱	عنہا	تما
۳۵	۱۰	بسیج	بستیج
〃	۱۵	(نازعنہا)	نازعتہا
〃	۲۱	سمحو	سمعوا
۳۶	۲	کتیبۃ	قتیبۃ
〃	۴	رحدکم	احدٌ
۳۷	۱۸	فقہ	فقیہ
۳۸	۹	او الطحاوی	والطحاوی
۴۰	۲۰	جس طرح	جرح
۴۱	۷	النہایۃ	البنایۃ
〃	۶	عبارت	عبارات
〃	۱۴	الہمدانے	الہمدانی
۴۳	۳	صراحتًا	صراحۃً
〃	۸	علاج نہیں	علاج ہی نہیں
〃	۱۹	فاصنع	فاصبغ
۴۶	۱۲	آیات	اثبات
۴۸	۱۳	الافی	فی
〃	۱۴	ودع	داع
۵۰	۱	فرضیت	فرضیت فاتحہ
〃	۱۴	رواہ	ورواہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳	۱۵	نہم	نُہم
۵۵	۵	عمر	عُمَر
〃	۸	صحتا	صحتہا
〃	۱۱	حسنہ	حسنہ
۵۷	۵	بھی	ہی
〃	۱۲	نہیں	ہو
〃	۱۴	الکاملۃ	الکامل
۵۹	۸	النفی	فنفی
۶۰	۱	باہے	ہے
〃	۳	بھی	ہی
〃	۱۴	خاتمہ	فاتحہ
۶۱	۱۰	اُسی	اُس
۶۲	۱۲	بانسول	یاشمول
۶۳	۲	اعلم	تکلم
〃	۷	والا محدج	والولد مخدج
〃	۹	والا مخدج	والولد مخدج
〃		الیہ	الید
〃	۱۱	ابو حاور	ابو حاتم
〃	۱۳	البادیہ	البَادیۃ
〃	۱۷	اس محاورہ دیا (صلوفیلاج) ہیں	اس محاورہ میں (صلوفلاج) خداج
۶۵	۹	وعن	عن
〃	۱۰	ثواب	ثواب
〃	۲۱	والا	الّا
۶۶	۱۱	اور اُن سے	اور دل سے
۶۷	۱	کا	کے
۶۸	۱۵	آتی	آتی ہے
۶۹	۱۴	یہ حال	بہرحال
〃	۱۱	بجادرست	بجا و درست
۷۰	۳	ہی	بھی
〃	۴	〃	〃
۷۱	۸	اتفاقًا	انصافًا
۷۲	۵	عریض	عریضہ
۷۳	۳	المشہورہ	المشہورۃ
۷۵	۱	منظور	منضود
〃	۸	واشتراط	اشتراط
۷۸	۱۲	فی النہار	فی نصف النہار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۳	بعنی صحیح حقیقی	بعنی حقیقی	۱۱۵	۱۲	بھی	نے بھی	۱۴۶	۱۸	سحو ہو	فترکہ
〃	۵	لیصلح	لیصح	۱۱۸	۱۲	مطلقا	مطلقاً	۱۴۷	۳	ہیں	ہے
۸۴	۲۱	اہل	من اہل	۱۱۹	۷	حدث	حدیث	〃	۱۴	عن	من
۸۵	۱۳	کنتم	کتبھم	۱۲۱	۳	محال	محل	۱۴۹	۱۴	ہندنا	عندنا
〃	۱۷	فی	وفی	〃	۱۸	صحابہ خلفاء	خلفاء	〃	۱۶	اُس ہیں	تو اُس میں
۸۶	۷	سخ	اسخ	۱۲۲	۷	کے	کا	۱۵۱	۵	اول	اُولیٰ
〃	۱۶	دین	زین	〃	۹	کرتا	کرنا	〃	۱۸	علی کل الجزأ	کُل علی الجزأ
〃	۱۷	راقد	واقد	۱۲۵	۸	میں سے	میں	〃	۲۰	قطعہ	قطعیۃ
۸۷	۷	وثقۃ	ثقۃ	۱۲۶	۲	ایسی	ایسی ہی	۱۵۳	۱	ہے اور	اور
۸۸	۱۳	کلمہ	حکمہ	۱۲۸	۱۷	کل	کی	〃	۲	نہوئی	نہولے
〃	۱۷	استبنی	انبثنی	〃	۲۰	اوہی	انھی ہی	〃	۱۶	جن	جنس
۸۹	۸	جواب	جواب سوال	〃	۲۱	پ	پھر	۱۵۴	۴	بیانہا	ہہنا
〃	۹	نتقول	فنقول	〃	〃	سبیل	سیل	۱۵۵	۳	ہیں	ہوں
〃	۱۵	ذکر کرنا	کرنا	۱۲۹	۴	لکھے	کہتے	〃	۵	ہیں	مخرج
۹۱	۲	سے	کی	〃	۶	جواب کا	کا جواب	〃	۱۰	تحقیقات	تخصیصات
۹۲	۲	حقیقتاً	حقیقۃً	۱۳۱	۱۵	فیا	وفیہا	〃	۱۲	〃	〃
〃	۸	سوداد اور سورد	سواد اور سوارد	۱۳۲	۲۱	قال	قال کان	〃	۱۶	بڑا بہت	بہت بڑا
〃	۱۰۹	وبل ﷺ	الآن ﷺ	〃	〃	ابن زیادؒ	زیادؒ	۱۵۶	۳	لسعی	لیسعی
۹۳	۹	یہی	ہی	۱۳۴	۱۰	خانصاحبؒ	خان صاحب لکھتے ہیں	〃	۸	فیعطی	فیغطی
〃	۱۱	ہے	ہیں	۱۳۶	۱۲	تضع منافیہ	تقع منافیۃ	۱۵۷	۶	دوبارہ	دوبار
۹۴	۱۸	کمثل	بمثل	۱۳۷	۹	صراحتاً	صراحۃ	۱۵۸	۱۹	المسکوت	السکوت
۹۵	۵	اصلیہا	صلیہا	۱۳۹	۳	زیادہ	زیادۃ	〃	۲۰	المشکوت	السکوت
〃	۱۲	بار	بامر	〃	〃	〃	〃	۱۶۰	۱۳	ضبادت	عبارت
۹۶	۳	فرضیتا	فرضیتہا	〃	۶	〃	〃	۱۶۱	۱۲	قال	[illegible]
〃	۱۳	حضرتؓ	حضرتؓ نے	〃	۱۵	نہ ہو	ہو	۱۶۲	۷	صاحب	کلام صاحب [illegible]
۹۷	۲	لئے	لئے کیا کہ	۱۴۰	۱۸	وہی ہی	وہی	〃	۸	نقر	نظر
۹۸	۱۶	امالک	امامک	۱۴۱	۵	تعلیمہ	تعلمہ	۱۶۴	۱۸	انہ من	انہ قال
〃	۱۸	الصلوۃ	الکلام	۱۴۴	۹	ثما قرأ	ثم اقرأ	۱۶۵	۱۳	[illegible]	کی
〃	۲۰	المانین	المامین	〃	۱۱	کلاما	کلام	۱۶۷	۲	فی	نے
۱۰۰	۷	فعلا	نعلان	〃	۱۳	میسرۃ	میسّرۃ	〃	۱۲	بھی	ہے
۱۰۴	۵	بینہا	ہہنا	〃	۱۸	م یسر	ما تیسر	۱۶۸	۱۰	رنگ	زنگ
۱۰۹	۱	تکلم	تکلم فیہ	〃	〃	لشارع	الشارع	۱۶۹	۱	من	منع
۱۱۱	۲۱	یالیس	بالیس	〃	۲۰	اعتبار	اختیار	〃	۷	اور کچھ	کچھ اور
۱۱۲	۱۴	طرق	طلیق	〃	۲۱	قبل	قول	〃	۱۰	تاتا	ماتنا
۱۱۳	۸	لاعمر	عمر	۱۴۵	۱۰	اتیمی	التیمی	۱۷۰	۳	واصلا	أصلاً
〃	۲۱	تغتی	تغت	〃	۱۳	ہے	بھی ہے	〃	۶	بکلام	من کلام
۱۱۴	۹	وقع	رقع	〃	〃	یہ کلام	یہ کلام	〃	۱۱	بجواب	پس جواب
〃	۱۹	بالفاطمہ	بالفاطمہ	۱۴۶	۱۲	سکتی	سکتیں	〃	۱۲	کلام کی نہ ہو منافی	[illegible]
〃	۲۰	لا	الا	〃	۱۵	وجد	وجہ	۱۷۱	۴	بھی	ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۲	۳	او	و
〃	۷	واخذ	واحد
〃	۱۱	للاکثر	لاکثر
۱۷۳	۱۹	قرأ	قرأکا
۱۷۴	۱۶	حدیث روایت	حدیث
〃	۲۱	بھی	ہی
۱۷۵	۳	ہے	سے
〃	۸	رحمۃ اللہ علیہ شرح	شرح
۱۷۶	۶	ہاں	وہاں
〃	۱۱	ہنا	نہاد
〃	۲۰	اللفعہ	القصّۃ
۱۷۷	۱۳	کیتے	کہتے
۱۷۸	۴	اخواتنا	اخواننا
۱۷۹	۱۳	یجہران	یجہرون
۱۸۰	۱۲	بہ مختصراً	یہ مختصر حال
〃	۱۶	نماد	نماز
۱۸۱	۳	سے	بھی
۱۸۲	۱۸	من الحفاظ والحفاظ	من الحفاظ
〃	〃	بعلی	یعلیٰ
۱۸۳	۳	ذکر	ذاکرًا
۱۸۴	۲	النظر	النضر
۱۸۹	۸	بسارہ	اشارۃ
۱۹۰	۸	فجر	ضحی
۱۹۲	۱۵	مازاد	مع مازاد
۱۹۲	۲۱	التعنوط	التغوّط
۱۹۴	۷	الامام	الامّ
۱۹۶	۲۱	حاجب	صاحب
۱۹۸	۱۲	النہری	النَّہری
۲۰۴	۱۶	ہیں	بیّن
〃	۲۱	وہاں بھی	وہاں
۲۰۵	۶	حجر	حجرنے
۲۰۶	۲	البکاء	البکائی
〃	۷	عبداللہ عمر	عبداللہ بن عمر
〃	۱۳	حال جو	جو
۲۰۸	۱۹	ابوشیبہ	ابوحباب
〃	۲۰	نسختہ	نسخۃ
۲۰۹	۱۰	امین	یمین
۲۱۰	۳	اور بہت	بہت
〃	۷	سنہ	سبہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	۱۶	تفہموا	ان تفہموا
۲۱۲	۴	ووجوب	وجوب
۲۱۳	۱۱	وما	ما
〃	۱۵	وبہایہ	بدایہ
۲۱۴	۱۲	ہے	کی ہے
۲۱۵	۹	بیشتر	پیشتر
۲۱۶	۴	اجنا	واجتنبا
〃	۲۰	فانا	فانہ
〃	〃	السقیطفۃ	السقیفۃ
〃	۲۱	فانہم انتہ	فافہم انتہے
۲۱۷	۱	المجتہدین	المجتہدین
〃	۹	لما	ممّا
〃	۱۰	العبلی	العینی
۲۱۹	۲۱	کیا	کیا
۲۲۱	۷	ان تنحوا	ان تفہموا
〃	〃	تعقلوا	ان تعقلوا
۲۲۲	۱۳	الا	الامام
۲۲۵	۱	ہوتے ہیں	ہونے میں
〃	۱۲	لیست	لیت
۲۲۶	۳	لتہذیب	التہذیب
〃	۱۰	میں کے	کی
〃	۱۴	اور کچھ نہیں	ہیں تو یہ ترجیح صحیح ہے انقول یہ کون کہتا ہے کہ ترجیح عام قرأۃ فاتحہ کا موجب ہی آتا ہیں [illegible]
۲۲۸	۶	منقدآلی	منقذی
〃	۸	قوۃ	قوت
۲۲۹	۳	بدکا	کلمہ کا
〃	۱۹	بل	ہل
۲۳۰	۱۹	حدیث اثار	آثار
〃	۲۱	شبر	شبیرہ
۲۳۱	۱۰	پیر	پر
〃	۲۱	بالسنۃ	بالسنۃ کی
۲۳۲	۵	مراجعتہ	مراجعۃ
〃	۸	امام شافعیہ	شافعیہ
۲۳۴	۱۲	ولا یکرہ	لا یکرہ
۲۳۵	۶	روابتہ	روایۃ
۲۳۸	۹	العبید	العبد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۰	۵	کے لئے	کے
〃	۱۵	انسبات	اسبات
〃	۲۱	ہوچکا	ہوچکی
۲۴۳	۷	فالامور	فالمامور
〃	۲۱	دوان	دونہ
۲۴۶	۳	جی	ہے
۲۴۷	۶	روایت	اصح روایت
〃	۱۷	بنصہ	بنفسہ
۲۵۰	۱۷	فیہ	فتنۃ
۲۵۱	۱۶	فیقرأ	فقیرا ترک
〃	۱۷	الامامت	الامت
〃	۲۱	اور	اور خلفاء محدثین کے امام المسلمین فخر الدین احمد امام بخاری اور مسلم کو بھی شیخین کہتے اور ایس
۲۵۳	۱۹	خفر	حفر
۲۵۴	۱۰	نحفر	یحفر ک
〃	۱۴	ارشاد	ارشاداً
۲۵۵	۲	حفرہ	حفرۃ
〃	۱۳	لئے	لئے آؤ
۲۵۸	۲	فاتحہ کا	فاتحہ
〃	۱۶	کنیت	رکنیت
۲۵۹	۱۱	نقصان	النقصان
۲۶۰	۶	اور اصل	در اصل
۲۶۱	۷	تقرب	لتقرب
۲۶۲	۳	اور دلائل	دلائل
〃	۱۲	لفظ	ولفظ
〃	۱۶	اروی	ازدری
۲۶۳	۲۰	کسی	تحقیق کسی
۲۶۴	۲	شرح	شرح میں
〃	۷	لاتغتر	ولاتغتر
〃	۱۹	کان	کان کا
۲۶۵	۲	لموظب	المواظبۃ
〃	۱۳	الیغرا	یغرہ
۲۶۸	۱۳	فلاخیر	فلاضیر
〃	۱۵	کے ماہرین	ماہرین
۲۶۹	۱۲	محول	مقبول محول
〃	۱۵	ولا	الا
〃	۱۸	عقلی	عقلی کا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۱	۳	مبتنی	متبنی
〃	۹	النہب	الذہب
۲۷۲	۱۰	مفہوما	مفہوم
〃	۲۰	کتاب	کتب
[illegible]	[illegible]	جنکو	بلکہ
۲۷۳	۶	زرمہ	ازرتہ
〃	۱۳	والنظام	النظام
۲۷۴	۳	تقیید	تعلیہ
〃	۱۸	سے حدیث	حدیث
۲۷۵	۱۲	الشیرار	الشیرازیاری
۲۷۷	۱۳	الضعیف	الضعف
۲۷۸	۱۰	کیار	من کیار
〃	۱۴	واکتب	وکتب
〃	۲۱	عبادات	عبارات
۲۷۹	۷	ہیں	ہے
〃	۱۶	مطروح	مطروح ہے
۲۸۰	۹	ا	اول ا
۲۸۱	۱۲	فلا ورد	فلا ورود
۲۸۴	۱۶	واقعہ	واقعی
۲۸۵	۱۰	تبادر	تتبادر
〃	۲۱	منشا	انحلال منشاء
۲۸۷	۱۲	جیب	حبیب
۲۸۸	۲۰	سو	سور
۲۸۹	۵	السیب	المسیّب
〃	۷	سلیمان	وسلیمان
〃	۹	دعیت	ما وعیت
۲۹۰	۷	النہایۃ	البنایۃ
〃	۱۹	حسین	حسنؓ
۲۹۱	۱۶	بتبیہ	بعینہ
۲۹۲	۵	دفعۃ	رکعتہ
۲۹۴	۲	بلغت	بلغتہ
〃	۱۸	حاجتہ	حاجۃ
۲۹۵	۱	ہی	بھی
۲۹۷	۱۲	یشعی	لیتفق
۲۹۹	۴	نہ ہونا	ہونا
۳۰۱	۱	ذکرہ	ذکرہ فی التعلیق
〃	۹	فی آخرین	الا فی آخرین
۳۰۲	۶	فی النبایہ	فی البنایۃ
〃	۱۶	فی الہنایۃ	فی البنایۃ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۲	۱۷	رعایۃ	راویۃ
۳۰۴	۱	رواہ البخاری	البخاری
〃	۵	بروایتہ	بروایۃ
۳۰۸	۶	فصرف	فتصرف
〃	۲۱	اسی	اس
۳۰۹	۳	یعضن	بعض
۳۱۰	۶	اور	اور اگر
〃	۱۸	ہی	ہی ہے
۳۱۴	۱۳	فرمائی	فرمائے
۳۱۵	۱۵	لایرمی	لایری
۳۱۷	۱۸	عشرو	وعشرہ
〃	۱۹	سے	وہذا
۳۲۰	۷	اعلکم	آغلکم
〃	۲۱	سبکی	جسکی
۳۲۱	۱۷	بالدلیل	مطالبۃ الدلیل
۳۲۲	۲۱	کئے جاویں	کیا جاوے
۳۲۳	۱۹	برید	بن یزید
۳۲۷	۱	اینہ	انبہ
〃	۲	السامی لہم	الساجی لہم
۳۲۸	۲۰	عقلاً اوراشارۃ	عقداً اوراشارہ
۳۲۹	۹	فعل	بصورۃ فعل
۳۳۱	۱	قدرے	قدرے زیادہ
〃	۶	اس	اس اثر کو
۳۳۳	۱۰	ادا	روایۃ
۳۳۴	۱	حظر	حفر
۳۳۶	۲	اسکے	بدون اسکے
۳۳۹	۲	ابوبکر	ابوبکرہ
〃	۴	نوشلار	نوش دارو
〃	۱۶	زیادہ	زیادۃ
〃	۱۷	بر	[illegible]
۳۴۰	۱۱	بہوسو	ہوبہو
۳۴۲	۳	میں بحر	یبیح نحر
۳۵۵	۲۱	نقلاہ	تقلدہ
۳۵۶	۱۳	شروط	شروع
۳۶۱	۱۵	عباداً	عبادانی
۳۶۴	۱۶	والاّ	والاَّ
۳۶۵	۱۶	وسات	اساءت

تمت صحت نامہ کتاب انوار نعمانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی حبیبہ و محبوبہ محمد سید الانبیاء و المرسلین و علی آلہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ المکرمین و المعظمین و ازواجہ امہات المؤمنین و علی اتباعہ و اولیاء امتہ اجمعین **اما بعد** عبد الضعیف الراجی برحمت ربہ المعین **محمد فضل الدین** متوطن گجرات وفقہ اللہ باعمال الخیر و الحسنات خدمت میں صاحبان اہل اسلام خصوصاً حنفیہ کرام کی گذارش کرتا ہے یا اندنوں قدوۃ الاحباب بکرمت مآب **شیخ غلام محمد** صاحب نے اس گمنام سے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا استفسار کیا خاکسار نے حسب تحقیق حنفیہ کے جس کا استنباط از روئے آثار و اخبار بدرجہ غایت اکمل و اقوی ہے جواب دیا انہوں نے وہ جواب بجنسہ مولوی حکیم **نور الدین** صاحب کو دکھلایا مولوی صاحب موصوف نے اُس فتوے کی تردید میں ایک رسالہ مسمی بہ **فصل الخطاب** مرتب و مدون فرما کر چھپوایا اور اکناف عالم و اطراف ہند و پنجاب میں ذائع و شائع کر دیا فقیر کو ہرچند قلت فرصت و کثرت اشغال و عدم موجودگی اسباب فراغت اور بہم نہ ہونا کتب دینیہ فقہیہ وغیرہ کا سد راہ تحریر جواب تھا۔ مگر الحمد للہ کہ توفیق الٰہی نے دستگیری فرمائی جو صورت مراد کی آئینہ تمنا میں نظر آئی کہ بطور جواب الجواب یہ رسالہ ہدایت مقالہ الملقب بکشف النقاب عن مسئلہ فاتحہ الکتاب و المسمی بہ **انوار نعمانیہ** حیز تالیف و احاطہ تحریر میں آیا۔ اور اکثر علمائے نامدار و فضلائے تقوی شعار وفقہم اللہ لما تحب و ترضی کے ملاحظہ سے گذرا انہوں نے ملاحظہ فرما کر تحسین کی اور صدائے احسنت آفرین بلند فرمائی حق سبحانہ تعالی مسلمانان کو اس کے مطالعہ سے محظوظ کرے اور توفیق عمل کی عطا فرمائے اور اس مسکین کے تسکین کے لئے موجب کفارہ معاصی و سیآت و باعث ارتقائے مدارج صلاح و طاعات ہو۔ و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب اور میں اپنے دینی بھائیوں سے امید کرتا ہوں کہ میرے سہو و زلات کو عفو او معاف فرماویں۔ لانہ قل من یعصیم عن ذلک فقط

قولہ کئی آدمی عامل بالحدیث اور کئی مقلد رہتے تھے۔ الی آخر ما قال اور شہر مین بھی عاملین بالحدیث کی صرف زبانی مذمت کیا کرتے **اقول** وباللہ التوفیق عامل بالحدیث **ایک** تو یہ طائفہ ظاہریہ کا جو درحقیقت تابعان **داؤد ظاہری** کے (کو فی المولد ۲۰۲ھ سنہ یا ۲۰۱ سنہ یا ۲۰۰ سنہ علی الاختلاف) ہین۔ اور اونکا جمود ظاہریہ محضہ پر ہے۔ اونکی مذمت اور برائی تو محدثین اور فقہا اہل سنت رحمہم اللہ نے بہت بڑھ کر فرمائی ہے۔ اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ یہ فرقہ سخیفہ اکثر مسائل شرعیہ اجماعیہ مین اہل سنت وجماعت بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مخالف ہین اسکا ثبوت معائنہ **نووی شرح صحیح مسلم** وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر خوف طوالت کا نہوتا۔ تو عبارات محدثین اور فقہاء کرام کی بسط تام سے نقل کیجاتین۔ اما الجلم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے نقل عبارت ایک دو کتاب کی ہدیہ ناظرین ہوتی ہے **دراسات اللبیب** کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ لا

شك أن علماء الأمة ممن تعلق بالحديث لكن ثم طائفة تسمى ظاهرية

وهو في التحقيق عبارة من أصحاب داؤد الظاهري خاصة وعن كل

من كان على الظاهرية المحضة التي تسمى جامدة في اطلاق العلماء - و

ذلك لعدم قولهم بالقياس مطلقاً حتى في العلة المنصوصة والجلية بل

ما يترأى من قولهم انهم لا يقولون بالاستنباط رأساً - وهو مما لا يعبأ

بهم ولا باقوالهم ائمة الحديث والفقه - حتى قال الشيخ الامام

السيوطي وغيره ان الاجماع لا ينخرق بخلافهم - ومن هم مردد

بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط واعمال الفكر والفهم

في كتاب الله وسنة رسول الله - فاهل الظاهر الذين قال فيهم بعض اهل

الاصول من الحنفية ان حكمهم حكم البغاة - ان ارادوا به تلك الطائفة

المخصوصة فلكلامهم وجهٌ على انه كما لا يخرق الاجماع خروج اهل البغي عن حكمه كذلك خروج هؤلاء انتهى - **خلاصہ ترجمہ** یہ امر بلا ریب ثابت ہے کہ منجملہ متعلقین حدیث کریم کے ایک ایسا گروہ ہے جو اونکو ظاہریہ کہا جاتا ہے - اور وہ گروہ بنظر تحقیق اصحاب داؤد ظاہری کے بالخصوص - اور جو لوگ کہ ظاہریت مخصہ پر جسکو اطلاقات علما مین جامدہ کہتے ہیں - جامد ہون - مراد ہیں یہ طائفہ علی الاطلاق قیاس کے قائل نہیں - حتی کہ علت منصوصہ جلیہ میں بہی بلکہ اونکے اقوال سے تو یہ مفہوم اور مترشح ہوتا ہے کہ وہ سرے سے استنباط کی ہی منکر ہیں - اس لئے ائمہ حدیث اور فقہ کے اونکے اقوال کی کچھہ پروا نہیں کرتے - حتی کہ امام سیوطی شافعی وغیرہ نے کہا ہے کہ اونکا خلاف خارق اجماع نہین ہے اور اونکا مذہب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مردود و مطرود ہے - اس لئے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ تو (ہر دو با علی ندا) ناطق بالاستنباط ہین - پس جن حنفیہ اصولیوں نے یہ کہا ہے کہ حکم ظاہریہ کا حکم بغاۃ کا ہے - اگر اونہوں نے یہی فرقہ مراد رکہا ہے - تو اونکا کلام درست ہے بایں معنی کہ جیسا خروج اہل بغاوت کا خارق اجماع امت کا نہین ہے - ویسا ہی اس فرقہ کا خروج خارق اجماع نہیں و

فی القواصم والعواصم للحافظ ابی بکر بن العربی عند ذکر الظاهرية - هي امة سخيفة تسوّرت على مرتبة ليست لها وتكلمت بكلام لم تفهمه تلقفوه من اخوانهم الخوارج حين حكّم علي رضي الله تعالى يوم صفين الى اخر ما قال كان من بادية اشبيلية - يعرف بابن حزم نشاء وتعلق بمذهب الشافعي رحمه الله ثم انتسب الى داؤد ثم خلع الكل واستقل بنفسه وزعم انه امام الائمة يضع ويرفع ويحكم ويشرع - ينسب الى دين الله ما ليس فيه ويقول عن العلماء ما لم يقولوا تنفيرًا للقلوب منهم انتهى - ذكره الفاضل اللكهنوي فی

مسوداتی عبیر الکی ع...

بعض تصانیفہ **خلاصہ ترجمہ** کا یہ (یعنی ظاہریہ) ایک گروہ ضعیفہ ہے۔
اونہون نے اپنے لئے ایسے مرتبہ کا ادعا اور اظہار کیا (یعنے بیہودہ) کہ وہ اون
کے لائق نہ تہا۔ اور بے تک باتیں کہنے لگے۔ ان باتوں کو اپنے بہائیوں خارجیوں
سے حاصل کیا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جنگ صفین میں اپنی اظہار
حکومت کا کیا۔ باویہ شبیلیہ میں مشہور ابن حزم تہا۔ ابتداً مذہب امام شافعی رحمہ
اللہ سے تعلق رکہتا تہا۔ پہر اوسکو ترک کیا اور داؤد ظاہری کیطرف منسوب ہوا۔
ازاں بعد اوس کو بھی چھوڑ چھاڑ بالاستقلال بزعم خود مدعی انا امام الائمۃ کا ہوا۔
اور اللہ کے دین کیطرف وہ باتیں منسوب کیں جو اوس میں نہ تہیں۔ اور لوگوں کے
دلوں کو نفرت دلانے کے لئے علماء کیطرف وہ باتیں منسوب کیں جو وہ اون کے
قائل نہ تہے۔ **قال النووی** قال اصحابنا وغیرہم من العلماء التغوط
فی الماءِ کالبول فیہ واقبح۔ وکذلک اذا بال فی اناءٍ ثم صبّہ فی الماء وکذا
اذا بال بقرب النہر بحیث یجری الیہ فکلہ مذموم قبیح منہی عنہ علی
التفصیل المذکور۔ ولم یخالف فی ہذا احد من العلماء الا ما حکی عن داؤد بن
علی الظاہری۔ ان النہی مختص ببول الانسان بنفسہ وان الغائط لیس کالبول۔ و
کذا اذا بال فی اناءٍ ثم صبّہ فی الماء اوبال بقرب الماء۔ وہذا الذی ذہب الیہ
خلاف اجماع العلماء۔ وہو اقبح ما نقل عنہ فی الجمود علی الظاہر انتہی **خلاصہ
ترجمہ** نووی شارح صحیح مسلم نے **ص** ۱۳۸ میں کہا ہے کہ ہماری اصحاب وغیرہم
من العلماء نے فرمایا ہے کہ پانی (یعنی راکد دائم) میں پاخانہ مثل بول بلکہ اوس سے اقبح
(یعنی بدتر) ہے۔ اور ایسا ہی ہے باسن میں پیشاب کر کر پانی میں ڈالنا۔ اور ایسا
ہی نہر کے ایسا قریب پیشاب کرنا جو نہر کیطرف جاری ہو۔ یہ کل امور مذموم اور قبیح
اور منہی عنہ علی التفصیل المذکور ہیں۔ اور ان امور میں کسی عالم کا اختلاف نہیں

الا ما حکی عن داؤد بن علی الظاہری - کہ نفی (یعنی جو حدیث میں وارد ہے - کہ (لا یبولن احدکم فی الماء الدائم) مختص ببول انسان بنفسہ ہے - اور غائط بول جیسا نہیں (یعنی کھڑے پانی میں آدمی کو بول کرنا منع ہے - مگر پائیخانہ جائز ہے) اور ایسا ہی ہے برتن میں پیشاب کر کر پانی میں ڈالنا - اور قریب پانی کے پیشاب کرنا - اور یہ امور جنکو داؤد ظاہری نے اختیار کیا ہے خلاف اجماع علما کا ہے اور یہ بہت قبیح ہے منجملہ اون امور کے جو اوس کے جمود علی الظاہر میں منقول ہیں

دوسرا فرقہ وہ گروہ جو راویان اخبار نبوی اور جامعان آثار مصطفوی ہیں - شان بلیغ اور مرتبہ رفیع اونکا احاطہ تحریر اور تقریر سے افزوں اور برتر ہے کیف لا ہم خیار العلماء - سادات ھذہ الامۃ - وورثۃ العلوم النبویۃ - واھل السنۃ والجماعۃ - یقولون بوجوہ الاستنباط قال الشیخ علی القاری الحنفی الھروی المتوفی سنہ ۱۰۱۴ نزیل مکۃ) فی تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ - اذ من العلوم ان اھل القرآن اھل اللہ واھل الحدیث اھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - و انشدوا فی ھذا المعنی شعر اھل الحدیث ھموا اھل النبی وان ؛ لم یصحبوا نفسہ انفاسہم صحبوا ؛ اماتنا اللہ علی محبۃ المحدثین واتباعھم من الائمۃ المجتھدین وحشرنا مع العلماء العاملین تحت لواء سید المرسلین والحمد للہ رب العالمین آمین یارب العالمین انتہی بلفظہ - اقول وادعوک یا الہ السموات والارضین ان تحشرنی واحبائی فی زمرتھم انک مجیب الدعوات - اور قاضی بیضاوی رحمہ اللہ علیہ نے **مفاتیح شرح مصابیح** میں لکھا ہے - انتہی رئیس العلوم الدینیۃ ورأسھا ومبنی قواعد الاحکام الشرعیۃ واساسھا ھو علم الحدیث - بحر عمیق لا نھایۃ لاسرار علومہ - ولا ادراک لحقائق معانیہ - ان ھو الا وحی یوحیٰ علمہ شدید القوی - فالویل کل الویل لمن

یتعاطاہ ویرید ان یخوض فیہ وھو رجل وقد جمع السلف طرفا من

سُننہ واٰثارہ علیہ السلام فی کتبھم علیٰ قدر الطاقۃ انتہی حاصلہ -

سیوم وہ فرقہ مدعی عمل بالحدیث کا ہے - کہ کوئی اون میں سے اپنے آپ کو محمدی کہلاتا ہے - غیر مقلد کہنے سے گھبراتا ہے - اور کوئی نام اپنا عامل بالحدیث بتاتا ہے لامذہب کہنے سے تھرتھراتا ہے - اور کوئی التقلید شرک فی النبوۃ کا دعوی دار ہے اور کسی کا اشتہار مطاعن ابوحنیفہ ہی شعار ہے - اور کسی کو غیر مقلد کہنا خوش آتا ہے - وہابی کہنے سے جوش میں آتا ہے - اور کوئی مقلدین کو مصداق آیۃ بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا کا جو شان کفار میں ہے ٹھہراتا ہے - اور کوئی محمل اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ کا جسکی مصداق مشرکین ہیں مقلدین کو بناتا ہے اور کوئی امام صاحب کو قلیل البضاعۃ فِی الرِّوَایَۃ کا (کہ کل کائنات احادیثیں امام سے مروی ہیں) دھبہ لگاتا ہے - اور کوئی قلۃ عربیت وانہٗ امامُ اَہْلِ الرَّاْیِ کا نقارہ بجاتا ہے - اور کوئی مرجیت کی نسبت کرتا ہے - اور کوئی انہ کان کثیر التعبد حتی انہ کان یحیی اللیل کلہ وھو بدعۃ ضلالۃ کا فتویٰ دے رہا ہے - اور کوئی اَنّ کثیرا من تلامذتہ کانوا وضاعین کا الزام لگا رہا ہے - اور کوئی انہ یقدم القیاس علی السنۃ النبویۃ کا دم بھرتا ہے - واللہ متم نورہ ولو کرہ الکارھون علیٰ ھذا القیاس طرح طرح کی واہی تباہی خرافات - اور نامرضیہ سخیفہ کلمات ائمۂ دین اور مقلدین پر بہتان باندھے جاتے ہیں - اس فرقہ کی بُرائی کے لئے **تحفۃ العرب والعجم** جس میں نواب قطب الدین مرحوم مؤلف مظاہر الحق نے مواہیر علماء حرمین شریفین - اور مواہیر مشاہیر علماء ہند - اور اعیان فضلاء پنجاب لاہور ملتان - پشاور ثبت کرا کر طبع کرایا ہے - کفایت کرتا ہے - قابل ملاحظہ ہے - اہل انصاف کہ دور از اعتساف ہیں فداحسبتہ للہ نظر منصفانہ فرمادیں - کہ عمل بالحدیث

فرقہ عامل بالحدیث کے بیان میں

اسی کا نام ہے کہ ائمہ دین متین - اور علما اسلام کی برائی اور مذمت جہانتک ہوسکے قلم وزباں سے فرق نہ کیا جاوے - اور پیشینیانکو توہین اور دشنام سے یاد کیا جاوے - یا برعکس ؎ برعکس نہند نام زنگی کافور - کے قبیلہ سے ہے - کیا بخاری کی حدیث جو ص ۱۸۷ میں ہے لاتسبوا الاموات وانتم شهداء الله فی الارض ص ۱۸۲ قابل عمل نہیں - اور مسلم کی حدیث جو ص ۵۸ میں ہے سباب المسلم فسوق + وایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه جو ص ۵۷ میں ہے ضعیف ہی لائق اعتبار نہیں - یا مذمت غیبت کی کوئی حدیث ان حضرات کی نظروں سے نہیں گذری - یا آیۃ لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقوا الله قرآن میں نہیں ہے - نعم ما قیل ؎ ترسم نرسی بکعبہ ای اعرابی + کایں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست + سبحان اللہ کس بلا میں گرفتار ہوئے ہیں - نجات اخروی جو مقصود اہم جملہ ملیین کا ہے - اتباع قرآن اور سنت سنیہ سید الانس والجان میں ہے - یا مطاعن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ہیں - اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ اور مآثر جمیلہ کسی بدگوکے کہنے سے کیا کم ہوئی جاتے ہیں ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم - چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + یا متبعان امام صاحب کے اعتقاد آں مزخرفات سے سست و ضعیف بنجاتے ہیں قطعہ قاصری گرکند ایں طائفہ را طعن قصور + حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را + ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند + روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را ف اگرچہ فضائل علیہ اور مراتب جلیلہ امام صاحب سبکے ایسی شہرۂ آفاق اور مشہور جہانیاں ہیں کہ حاجت تحریر و تقریر کی نہیں - باری تبرکاً بنظر استنزال رحمت خاص جو بزرگان دین کے ذکر میں متعلق ہے - ان اوراق کو مشرف کیا جاتا ہے ؎ ماشئت قل فیه فانت مصدق + فالحب یقضی

امام صاحب کے مناقب

والمحاسن تشہد + بااین ہمہ فایدہ جلیلہ جدیدہ سے خالی بھی نہیں ہے۔ وھو نعمان
بن ثابت بن زُوطی بضم الزاء المعجمۃ وفتح الطاء المھملۃ۔ وقیل بفتحتین۔ کذا فی
تعالیق الانوار علی الدر المختار ابن ماہ۔ وله مناقب جلیلۃ ومراتب جمیلۃ عقب
المھرۃ قاصر عن ادراکھا۔ ولسانھم قاصر عن تبیانھا ؎ لا یدرک الواصف المطری
خصائصه + وان یك واصفاً بکل ما وصفا + وکفاك من مفاخره التی امتاز بھا
من ائمۃ الاعصار۔ کونه من التابعین الاخیار + وھو وان کان مختلفاً فیه لکن
الصحیح المرجح المختار ھو کونه من التابعین۔ فانه رای انساً رضی الله عنه بناءً علی
ان مجرد رویۃ الصحابۃ کافٍ للتابعیۃ کما حققه الحافظ ابن حجر فی النخبۃ وشرحه
والذھبی والسیوطی وابن حجر المکی وابن الجوزی والدارقطنی وابن سعد۔
والخطیب۔ والولی العراقی۔ وعلی القاری۔ واکرم السندی۔ وابو معشر وحمزۃ السہمی
والیافعی۔ والجزری۔ والتورپشتی۔ والسراج وغیرھم من المحدثین والمؤرخین
المعتبرین ومن انکره فھو محجوج علیه باقوالھم۔ وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انه
رای انس ابن مالك رضی الله عنھما وقال ابن حجر قد صح کما قال الذھبی انه راٰه
وھو صغیر وفی روایۃ قال رأیته مراراً وکان یخضب بالحمرۃ وجاء من طرق انه
روی عنه احادیث ثلثۃ و کان ھو زاھداً عابداً ورعاً تقیاً کثیر الخشوع کثیر
الصمت دائم التضرع الی الله تعالی صاحب الکرامات قال الذھبی فی تذکرۃ
الحفاظ ابو حنیفۃ الامام الاعظم فقیه العراق النعمان بن ثابت ھو زوطی التیمی الکوفی
مولده سنۃ ثمانین رای انس بن مالك غیر مرۃ لما قدم علیھم الکوفۃ رواه
ابن سعد بن سیف بن جابر عن ابی حنیفۃ انه کان یقوله وحدث عن عطاء ونافع
وعبد الرحمن بن ھرمز الاعرج وسلمۃ بن کھیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادۃ وعمرو
بن دینار وابی اسحاق وخلق کثیر۔ وتفقه بہ زفر بن ھذیل وداود الطائی

والقاضی ابویوسف ومحمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد ونوح الجامع
وابومطیع البلخی وعدۃ - وکان تفقہ بحماد بن سلیمان وغیرہ - وحدث
عنہ وکیع ویزید بن ھارون وسعد بن صلت وابوعاصم وعبدالرزاق وعبداللہ
بن موسی وبشر کثیر - وکان اماما ورعا عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل
جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب - قال ابن المبارک ابوحنیفۃ افقہ الناس
وقال الشافعی رحمہ اللہ الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ و روی احمد بن محمد
بن القاسم عن یحیی بن معین قال لا باس بہ ولم یکن متھما و لقد ضربہ یزید
بن ھبیرۃ علی القضاء فابی ان یکون قاضیا و قال ابوداؤد ان اباحنیفۃ کان
اماما انتھی کلامہ و قد عد مشائخہ فبلغ اربعۃ آلاف شیخ کذا فی مفتاح السعادۃ
و روی ابوعبید عن الشافعی رحمہ اللہ یقول من اراد ان یعرف الفقہ فلیلزم
اباحنیفۃ واصحابہ کذا فی تعالیق الانوار و قال یحیی بن معین الفقہ فقہ
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ علی ھذا ادرکت الناس قال ابن حجر المکی فی خیرات
الحسان فی الفصل السادس و فی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انہ ادرک جماعۃ
من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ - لان مولدہ بھا سنۃ ثمانین فھو من طبقۃ التابعین
ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ - کالاوزاعی بالشام - و
الحمادین بالبصرۃ - والثوری بالکوفۃ - ومالک بالمدینۃ - واللیث بن سعد بمصر -
انتھی کلام الحافظ - فھو من اعیان التابعین الذین شملھم قولہ تعالی والذین
اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ انتھی - و قال علی القاری فی
شرح الشرح علی النخبۃ انہ قد رای انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ علی ما ذکرہ
الجزری فی اسماء رجال القراء و الامام التورپشتی فی تحفۃ المسترشد - وصاحب
الکشاف فی سورۃ المومنین - وصاحب مرآۃ الجنان وغیرھم من العلماء المتبحرین

من نعی انہ تابعی فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر - و قال الذہبی
فی الکاشف النعمان بن ثابت بن زوطا تیمی الامام ابوحنیفۃ فقیہ العراق
مولی بنی تیم اللہ بن ثعلبۃ رای انسا رضی اللہ عنہ وسمع عطاء والاعرج و
نافعا وعکرمۃ و عنہ ابو یوسف ومحمد وابو نعیم و افردت سیرتہ فی جزء
انتہی و قد صنف فی مناقبہ جمع کثیر من مہرۃ الشافعیۃ کالسیوطی الف
تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ و کابن حجر المکی الف الخیرات الحسان فی
مناقب النعمان و کالذہبی ذکرہ فی تذکرۃ الحفاظ والکاشف واثنی علیہ -
وافرد فی مناقبہ رسالۃ و ابن خلکان ذکر مناقبہ فی تاریخہ - وکالیافعی -
ذکر مناقبہ فی مرآۃ الجنان وکالحافظ ابن حجر العسقلانی ذکرہ فی التقریب
وغیرہ واثنی علیہ و کالنووی شارح **صحیح** مسلم اثنی علیہ فی **تہذیب**
الاسماء واللغات و کالامام الغزالی اثنی علیہ فی احیاء العلوم وغیرہم و
من اجلۃ المالکیۃ کالحافظ ابن عبد البر وغیرہ و من اکابر الحنابلۃ کیوسف
بن عبد الہادی الحنبلی الف تنویر الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ اور سید عبد الوہاب
شعرانی نے **میزان** کبریٰ کے **ص** ٦٠ میں لکھا ہے عبارتہ ہذہ - روی الامام
ابو جعفر الشیرازماری عن شقیق البلخی انہ کان یقول الامام ابوحنیفۃ من اورع
الناس واعلم الناس واعبد الناس واکرم الناس واکثرہم احتیاطا فی الدین
وابعدہم عن القول بالرأی فی دین اللہ عز وجل و کان لا یضع مسئلۃ فی العلم حتی
یجمع اصحابہ علیہا ویعقد علیہا مجلسا فاذا اتفق اصحابہ کلہم علی موافقتہا
للشریعۃ قال لابی یوسف او غیرہ ضعہا فی الباب الفلانی انتہی - اور میزان کے صفحہ
میں ہے وروی ایضا بسندہ الی ابراہیم بن عکرمۃ المخزومی رحمہ اللہ تعالی انہ
کان یقول ما رایت فی عصری کلہ عالما اورع ولا ازہد ولا اعبد ولا اعلم من الامام

ابی حنیفة رحمه الله وروی الشیرانماری ایضاً عن عبد الله بن المبارک دخلت
الکوفة فسالت علماؤها وقلت من اعلم الناس فی بلدکم هذه فقالوا کلهم
الامام ابوحنیفة فقلت لهم من اورع الناس فقالوا کلهم الامام ابوحنیفة فقلت
لهم من ازهد الناس فقالوا کلهم الامام ابوحنیفة فما سألتهم عن خلق من
الاخلاق الحسنة الا وقالوا کلهم لا نعلم احداً تخلق بذلک غیر الامام
ابی حنیفة رحمه الله انتهی۔ اور اسی کتاب کے ص ۶۹ میں ہے ومذهبه
اول المذاهب تدویناً واٰخرها انقراضاً کما قاله بعض اهل الکشف **قد**
اختاره الله تعالی اماماً لدینه وعباده ولم تنزل اتباعه فی زیادة فی کل عصر الی
یوم القیمة انتهی **اور** ماسوی اس کے اور بہت فصلوں میں امام شعرانی رحمہ اللہ نے
مناقب اور مدارج امام ہمام رحمہ اللہ کے بیان فرمائے ہیں خوفاً للاطناب بقید قلم
نہیں لائے گئے۔ من شاء فلینظر ثمه **و** قال الخطیب فی تاریخه۔ وذهب ثابت
الی علی بن ابی طالب رضی الله عنه وهو صغیر فدعا له بالبرکة فیه وذریته
و نقل فی مفتاح السعادة ان ثابتاً توفی وتزوج امه الامام جعفر الصادق
وکان الامام صغیراً وتربی فی حجر الامام جعفر الصادق وهذه منقبة عظیمة انتهی
اسکی ماورا مناقب علیا امام صاحب کے احادیث صحیحہ میں بھی وارد ہیں ۔
منها مارواه الشیخان عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم وضع
یده علی سلمان فقال لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من هؤلاء و
قوله من هؤلاء۔ جمع اسم الاشارة والمشار الیه سلمان وحمله علی ارادة
الجنس ویحتمل ان یراد بهم اهل العجم کلهم۔ وقد کان جد ابی حنیفة من
فارس۔ **و** قال الحافظ السیوطی الشافعی هذا الحدیث الذی رواه الشیخان
اصل صحیح یعتمد علیه فی الاشارة الی ابی حنیفة۔ وقال العلامة الشافعی صاحب

السیرۃ تلمیذ الحافظ السیوطی ما جزم بہ شیخنا من ان ابا حنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث
ظاھر لا شک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ **و** قال الشامی
اما سلمان الفارسی فھو ان کان افضل من ابی حنیفۃ من حیث الصحبۃ لکنہ
لم یکن فی العلم والاجتھاد ونشر الدین وتدوین احکامہ کابی حنیفۃ۔ و
قد یوجد فی المفضول ما لا یوجد فی الفاضل **ومنہا** ما اوردہ العلامۃ
ابن حجر المکی من انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین
ومائۃ **و** قد قال شمس الائمۃ الکروری ان ھذا محمول علی ابی حنیفۃ لانہ
مات فی تلک السنۃ۔ **و** قد قال ابن خلکان فمثل ھذا الامام لا یشک فی
دینہ ولا فی ورعہ وتحفظہ **و** بعض من العلماء السابقین الذین لم تعصب
لا یبالون بالطعن علی الائمۃ کالخطیب طعن علی ابی حنیفۃ والامام احمد۔ و
کابن الجوزی فانہ تابع الخطیب فی الطعن علی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وقال سبطہ
لیس العجب من الخطیب فانہ طعن فی جماعۃ من العلماء۔ وانما العجب من الجد
کیف سلک اسلوبہ **و** کابن نعیم فانہ لم یذکر ابا حنیفۃ فی الحلیۃ وذکر
من دونہ علماً وزھداً **و** قال ابن حجر فی بعض رسائلہ ان الطعن ان کان
من غیر اقران الامام فھو مقلد لما قالہ۔ او کتبہ اعداؤہ۔ وان کان من
اقرانہ فلا یعتد بہ۔ لان قول الاقران بعضھم فی بعض غیر مقبول کما
صرح بہ الذھبی۔ وقال ولا سیما اذا لاح انہ لعداوۃ المذھب اذ الحسد لا
ینجو منہ الا من عصمہ اللہ تعالی **عبد الوہاب** شعرانی نے میزان کے
ص میں منصفانہ فرمایا ہے وکان سیدی علی الخواص یقول لو انصف
المقلدون للامام مالک والامام الشافعی رضی اللہ لم یضعف احد منھم قولا
من اقوال الامام ابیحنیفہ رضی اللہ بعد ان سمعوا مدح ائمتھم لھم او بالغھم ذلک انتہی

قولہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا الناس کلھم عیال علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ
فی الفقہ جو مشہور و معروف ہے اور بہت سندوں سے ثابت ہے۔ ثبوت فقاہت
امام کے لئے عمدہ دلیل ہے وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ
بہ خیرا یفقہ فی الدین۔ متفق علیہ۔ سرمایہ خیریت کا جو مدلول حدیث کا ہے امام
صاحب رحمہ اللہ علیہ میں موجود ہے۔ دیکھو عبد اللہ بن مبارک جو کبار ثقات
سے ہے۔ اور استاذ یحیی بن معینؒ اور عبد الرحمان بن مہدیؒ اور ابو بکر شیبہؒ اور
امام احمد بن حنبل وغیرہ کے ہیں۔ امام صاحب کی تعریف و توصیف کس خلوص و
ارادہ سے فرماتے ہیں **شعر** لقد زان البلاد ومن علیہا + امام المسلمین
ابو حنیفۃ + باحکام و آثار و فقہ + کآیات الزبور علی الصحیفۃ + فما فی
المشرقین لہ نظیر + ولا بالمغربین ولا بکوفہ + امام صار فی الاسلام نورا +
امینا للرسول وللخلیفہ + یبیت مشمرا اسہر اللیالی + وصام نہارہ للہ خیفہ +
وصان لسانہ عن کل افک + وما زالت جوارحہ عفیفہ + یعف عن المحارم و
الملاہی + ومرضاۃ الالہ لہ خلیفہ + فمن کابی حنیفۃ فی علاہ + امام للخلیفۃ
والخلیفہ + رأیت العائبین لہ سفاہا + خلاف الحق مع حجج ضعیفہ + وکیف
یحل ان یوذی فقیہ + لہ فی الارض آثار شریفہ + وقد قال ابن ادریس مقالا +
صحیح النقل فی حکم لطیفہ + بان الناس فی فقہ عیال + علی فقہ الامام ابی حنیفہ
فلعنۃ ربنا اعداد رمل + علی من رد قول ابی حنیفہ + ھذا ھو المذکور فی الدر المختار
وغیرہ **قال** الفاضل اللکنوی فی بعض مؤلفاتہ فان قلت کیف یکون جرح
الرد علی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ باعثا للعن والابعاد وکم من العلماء والمجتہدین یرد
بعضہم بعضا ویطعن بعضہم بعضا فی استدلال بعض۔ قلت لیس المراد بالرد مطلق الرد
بل رد ما قالہ من الاحکام الفرعیہ محتقرا لہا۔ اور دہ رقہ واستدلالہ الی

حد یحطه من منزله ویحقره ویوذی مقلدیه ویصل الی حد سبه وشتمه والطلاق کلمات قبیحة علیه علی ما هو الشائع فی اکثر العوام بل الخواص کالعوام اولٰئک کالانعام۔ فان مثل هذا الرد علی مثل هذا الامام الذی اقر بفضل المجتهدون وشهد بعلمه وفقه وتقواه وورعه واجتهاده وانقیاده للشریعة واتباعه للطریقة الائمة المرضیون۔ یبلغ فاعله الی ان یصیر ملعونًا مردود الشهادة فاسقًا مطرودًا امعدًا فی اهل الضلالة وقد منع الفقهاء من قبول شهادة من قبول شهادة من یظهر سب السلف وفسر شارح الوقایة وصاحب النهایة وغیرهما بالصحابة والتابعین والائمة المجتهدین فاحفظ ولا تکن من الغافلین **قولہ** چونکہ اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد نہوئی تہی اس لئے خموش رہے **اقول** وباللہ التوفیق ۔ راقم کی قلم سے درباب فتاوی شرعی اور روزمرہ کے کاروبار میں صدہا تحریریں سرزد ہوئی ہیں۔ جسکو مؤلف رسالہ بہی یقینا جانتے ہیں پہر ایسی دہوم دہام کی نفی کر اون کی قلم سے کبھی کوئی تحریر سرزد نہیں ہوتی تہی) قول عجیب ہے۔ شائد اس نفی سے مراد قائل کی یہ ہو کہ درباب مذمت عاملین بالحدیث کذائی کی کبہی کوئی تحریر سرزد نہیں ہوئی تہی۔ جیسا کہ لفظ صرف بانی مذمت کیا کرتے تہے" ان معنوں پر وال ہے۔ اور نیز سیاق عبارت بہی اسکا مؤید ہے۔ الا یہ شق بہی کب درست ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ تحریر حالی بہی خالی مذمت سی ہے۔ یہ فتوی تو صرف درباب عدم وجوب قراءة خلف الامام تحریر ہوا ہے۔ جیسا کہ ناظرین فتوی پر ظاہر ہے۔ اس میں مذمت کا تو کچھہ ذکر ہی نہیں فقوله کذا وکذا لایخلو عن مسامحة آرہی اگر اس فتوی کو ہی مؤلف رسالہ نے مذمت سمجھہ لیا ہو تو دوسری بات ہے فعلیک بالتامل اب اسموقعہ پر یہہ شعر بیجا نہ ہوگا **شعر** نہیں تقصیر اوس بت کی کہ ہے میری خطا لگتی + مسلمانوں ذرا انصاف سی کہیو خدا لگتی + **قولہ**

سورۂ فاتحہ کا پڑھنا منفرد اور مقتدی اور امام سب نمازیوں پر ضروری - اور فرض
ہے بشرطیکہ اس میں استطاعت قراءۃ ہو قال اللہ تعالیٰ وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تا
آخر تسلیمًا **اقول** - **اولاً عام فہم جواب** یہ استدلال ایسا ہے کہ جیسی
کوئی بے تأمل کہدے کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا - اور قبلہ کیطرف مونہہ کر کر پیشاب
کرنا فرض ہے قال اللہ تعالیٰ وَمَا آتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ الی آخرہٖ تفصیل اس
اجمال کی یہ ہے - روی الترمذی عن ابی وائل عن حذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اتی سباطۃ قوم فبال علیہا قائما الحدیث وقال حدیث ابی وائل
عن حذیفۃ اصح - و ایضًا روی الترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ
قال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ ببول فرأیتہ قبل ان یقبض
بعام یستقبلھا وفی الباب عن ابی قتادۃ وعائشۃ وعمار الی آخر ما قال وحدیث
جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح من حدیث ابی ھلیعۃ - ان ہر دو حدیثوں
سے صاف ظاہر ہے کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا اور قبلہ کیطرف مونہہ کر کر پیشاب
کرنا منجملہ ما آتٰکم الرسول کے ہے + پس بقول مؤلف رسالہ کے یہ ہر دو امر بھی فرض
ہوں وھو کما تری **ثانیاً خاص فہم جواب**: مؤلف رسالہ نے ان آیتوں سے
استدلال کیا ہے کہ مذکورین پر قراءۃ فاتحہ فرض ہے جسکا حاصل یہ ہوا کہ قراءۃ الفاتحۃ
فرض لانہ منجملۃ ما آتٰکم الرسول - وکل ما اتیکم الرسول فھو فرض - فقراءۃ الفاتحۃ
فرض - یا یوں کہیں کہ قراءۃ الفاتحۃ فرض لانہ ما اتٰکم الرسول - وکل
ما اتٰکم فھو فرض - فقراءۃ الفاتحۃ فرض - اب التفات فرمائیے کہ اس استدلال کا
کبریٰ غور طلب اور قابل تأمل ہے - بس لیئے کہ دعا دخول وخروج بیت الخلاء کی - و
الاستنجاء بثلثۃ احجار - ولا استنجاء بالحجرین - فراغت از حاجت کے لئے دور جانا

امر بالسواک - غسل الیدین قبل اَن یدخل الاناء بعد اذا استیقظ احدکم من منامه

المضمضة - والاستنشاق من کفٍ واحدٍ - تخلیل اللحیة - مسح الاذنین ظاهرهما

وباطنهما - تخلیل الاصابع - الوضوء مرّةً مرّةً - الوضوء مرتین مرتین - الوضوء

ثلثاً ثلثاً - النضح بعد الوضوء - الوضوء لاوّل وقتها - اذا ام احدکم الناس

فلیخفف - قرأة سبحانک اللّٰھم عند افتتاح الصّلوة - وضع الیمین علی الشمال فی

الصّلوة - وضع الیدین علی الرکبتین فی الرکوع - التسبیح فی الرکوع والسجود - التسمیع

(یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا) والدعاء فی السجدتین - التسبیح فی ادبار الصّلوة

والاضطجاع بعد رکعتی الفجر - نوافل قبل العصر - صلوة الاوابین - صلوة

التسبیح - صلوة الضحی - صلوة الحاجة - صلوة الاستخارة - غسل الجمعة - السواک

والتطیب یوم الجمعة - وغیر ذلک مما ورد بها السنة عسی اَن تکون کثیرة جدًّا

یہ سب امور مذکورة الصدر مؤلف رسالہ ضرور بلاریب تسلیم فرمائیں گے - کہ منجملہ مَا

اٰتیکم الرسول کے ہیں - یا ما اٰتیکم الرسول ہیں - پھر اب کیا تامل ہے - بلا تامل کہہ دیں

کہ یہ جملہ امور ضروری اور فرض ہیں - کیونکہ فرضیت ما اٰتیکم الرسول کی تو مان

چکے ہیں وہو کما ترے - اہل انصاف کی خدمت میں گزارش ہے کہ ذرا عند اللہ

سوال جواب کی تطبیق میں غور فرمائیں - کہ سوال از آسماں وجواب از ریسماں - و

یا سوال از زمیں وجواب از آسماں کے قبیلے سے ہے یا کچھ اور - مگر با ایں ہمہ مؤلف

صاحب کی جانب سے مختارانہ جواب باصواب جو شافی اور کافی ہو سکتی ہیں - وہ

یہ ہے - کہ فرضیت فاتحہ کا استخراج جو اس آیت سے مؤلف رسالہ کا اوّل اجتہاد ہے

وقد تقرر فی مقرہٖ ان المجتهد قد یخطی وقد یصیب اما المصیب فاجران - و

اما المخطی فاجرٌ واحدٌ باوصف عدم اجابت کی بھی ایک ثواب تو کہیں نہیں جاتا -

ہاں صاحب یہہ جواب لاجواب ہے ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند +

ثالثًا وہ صحابہ ابرار اور تابعین اخیار جو فرضیت فاتحہ کے قائل نہیں - مُستدل کے نزدیک داخل وعیدان اللہ شدیدُ العِقاب کے ہونگے - اور ایسے پاک لوگوں کیطرف یہہ گمان سوء ظنی اور اسارت سے خالی نہیں کیف لا وقد قال رَسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰہُ اللّٰہُ فِی اَصحابی لا تتخذُوھم غرضا بعدی الحدیث وقال اللّٰہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھم بِاِحسَانٍ رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عَنْہُ یعنی میرے اصحابوں کے حق میں اللہ سے ڈرو - اور میرے بعد اون کو ہدف تیر طعن وملامت نکرو - اور وہ لوگ جو اون کے تابع باحسان ہیں - اللہ اون سے راضی ہے - اور وہ اللہ سے راضی ہیں - وعن ابن مسعودؓ قال من کان مُستنًا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولٰئک اصحاب محمدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانوا افضل ھٰذہ الامۃ ابرّھا قلوبًا واعمقھا علمًا واقلھا تکلفا اختارھم اللّٰہُ تعالیٰ لصحبۃ نبیہ فاعرفوا لھم فضلھم واتّبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم رواہ رزین مشکوٰۃ **رابعًا** ناظرین احادیث نبویہ پر ظاہر ہے کہ احادیث متعارضہ صحاح ستہ میں بکثرت موجود ہیں اور ما آتٰکم الرسول ہونا اونکا عند الکل مسلم الثبوت ہے - لا ینکرہ الا معتدٍ اثیم ومع ذلک لا یمکن العمل علیہما معًا - والا اجتمع النقیضان فی العمل وھو محال بلا مریۃ - فالعمل علی احدھما یقتضی عدم العمل علی الاٰخر - وذلک لا ریب فیہ - پس تارک العمل باحدہما تو کیا بلکہ جملہ ملیں اہل اسلام مؤلف رسالہ کے نزدیک داخل وعید ان اللہ شدید العقاب کے ہونگے - وان ہذا الا وہن اوسفسطۃ - **طرفہ** یہ ہے کہ خود مؤلف رسالہ بہی اس وعید سے کب بچ سکتے ہیں ع شہ زور اپنے زور میں گرتا ہی مثل برق - اپنی بچاؤ کا فکر فرمائیں لوگونکا خدا حافظ - اگر مؤلف رسالہ قاعدہ

تخصیص عام یا جمع بین الحدیثین کا استعمال فرمائیں گے۔ تو پھر ہمارے لئے کون مانع ہے کہ ہم اوسی قاعدہ کو اپنا مستند نہ ٹہراویں گے۔ آب احادیث متعارضہ مشتی از خروارے یا اندکے از بسیارے گذارش کیجاتی ہیں۔ لیکون الناظر علی بصیرۃ۔ **اخرج** البخاری عن حدیث عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضأ ص۳۴ **واخرج** الترمذی عن حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوضوء مما مست النار ولو عن ثور اقط ص۱۳ پہلی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مامست النار سے وضو نہیں کیا۔ آور دوسری کا مدلول یہ ہے۔ کہ مامست النار سے وضو کرنا ضرور ہے فتبا قضا **روی** البخاری من حدیث حذیفۃ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما ص۳۵ **والترمذی** من حدیث عائشۃ قالت من حدثکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا و قال حدیث عائشۃ احسن شئ فی ھذا الباب واصح ص۳ حدیث اوّل سے ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہڑے کہڑے پیشاب کیا۔ آور دوسری سے صاف ثابت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کہڑے کہڑے پیشاب نہیں کیا فتنا قضا **روی** الترمذی عن حدیث بسرۃ بن صفوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من مس ذکرہ فلا یصل حتی یتوضأ۔ وقال ھذا حدیث حسن صحیح ص۱۳ **وروی** ایضا من حدیث طلق بن علی الحنفی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وھل ھو الا مضغۃ او بضعۃ منہ قال و ھذا احسن شئ روی فی ھذا الباب ص۱۳ پہلی حدیث کا مدلول۔ مس ذکر وضو کو واجب کرتا ہے۔ آور دوسری کا مدلول یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ (یعنی ذکر) بھی ایک ٹکڑا بدنکا ہے۔ یعنی اوس کے مس سے وضو کی کچھہ ضرورت نہیں

قتنا قضنا **اخرج** البخاری بسندہ عن الزہری قال لا یقطعہا رای الصلوۃ شیٔ ص ۷۲ **و** الترمذی عن حدیث ابی ذر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الرجل ولیس بین یدیہ کاٰخرۃ الرحل اوکواسط الرحل قطع صلوتہ الکلب الاسود والمراۃ والحمار۔ وقال حدیث ابی ذر حدیث حسن صحیح حدیث اول کا مدلول یہہ ہے۔ کہ کلب اسود۔ عورت۔ گدہا۔ اور سوا ان کے کوئی شی نماز کو نہین توڑتی۔ اور دوسری کا مدلول یہہ ہیکہ یہ تینوں چیزیں نماز کو توڑ تی ہین۔ قتنا قضنا **اخرج** الترمذی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا فی اعطان الابل وقال حدیث ابی ہریرۃ حدیث حسن صحیح ص ۴۸ **و** البخاری بسندہ عن نافع قال رأیت ابن عمر یصلی الی بعیرہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ ص ۹۱ پہلی حدیث کا مدلول۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائی نشست اونٹوں میں نماز مت پڑہو۔ اور دوسری کا مدلول۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خود نشستگاہ شتروں میں نماز پڑہی۔ چنانچہ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے الصلوۃ فی مواضع الابل کا باب منعقد فرمایا ہے قتنا قضنا **اخرج** البخاری بسندہ عن انس بن مالک فاذا صلی (ای الامام) قائما فصلوا قیاما واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا ص ۹۶ **و** الترمذی عن حدیث عائشۃ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعدا۔ وقال حدیث عائشۃ حدیث حسن صحیح غریب ص ۵۰ پہلی کا مدلول یہ ہے کہ مقتدی امام کی ایسی تابعداری کریں کہ جب امام کھڑا ہوکر نماز پڑہے تو مقتدی بہی کھڑے ہوکر نماز پڑہیں۔ اور جب امام بیٹھکر پڑہاوے تو مقتدی بہی بیٹہکر پڑہیں۔ اور دوسری کا مدلول اس کے معارض ہے قتنا قضنا **روی** مسلم من حدیث ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد ص ۱۹۸ **و** روی ایضا قال نادی

رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یصلی احدنا فی ثوب واحد قال اوکلکم
یجد ثوبین ص ۹۸ پہلی میں فرمایا کہ ایک کپڑے میں کوئی تم میں نماز نہ پڑھے۔
اور دوسری میں فرمایا کہ کیا ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں یعنی ایک کپڑے
میں نماز پڑھ لے۔ فتناقضا **روی** الترمذی عن نافع بن خدیج عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال افطر الحاجم والمحجوم وقال حدیث رافع بن خدیج حدیث حسن
صحیح ص ۱۰۱ **و** الترمذی ایضاً عن ابن عباس قال احتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وھو محرم صائم۔ وقال ھذا حدیث صحیح ص ۱۰۱ پہلی کا مدلول حاجم محجوم
دونو کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسری کا مدلول کہ روزہ نہیں ٹوٹتا فتناقضا
اخرج مسلم عن رافع بن خدیج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسب الحجام خبیث
ص ۱۹ **و** البخاری عن انس بن مالک قال حجم ابو طیبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فامر له بصاع من تمر ص ۲۸۳ پہلی کا مدلول اجرت حجامت کی حرام ہے۔ اور دوسری کا
مدلول حلت اجرۃ حجامت ہے۔ فتناقضا **روی** البخاری عن حدیث ابی بن کعب انہ
قال یا رسول اللہ اذا جامع الرجل المرأة فلم ینزل قال یغسل ما مس المرأة منه ثم یتوضأ
ویصلی ص ۴۳ **و** المسلم عن حدیث ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس
بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل وفی حدیث مطر وان لم ینزل ص ۱۵۶
پہلی کا مدلول یہ ہی کہ جماع کرنیوالی پر بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسری
کا مدلول یہ ہی کہ اگر بلا انزال کے بھی غسل واجب ہے۔ فتناقضا اگرچہ مسکین کے
ذہن ناقص میں اس استدلال کی بابت اور بھی کئی طرح کی خدشات واقع ہوتے ہیں
اما خوف طوالت قلم کو اجازت نہیں دیتا اس لیئے بالفعل اکتفینا علی ذلک **انتباہ**
دلیل و دعوی کی مطابقت کا حال ناظرین رسالہ پر ظاہر و منکشف ہو چکا۔ فان فریضة
الفاتحة بخصوصها **اب** مزید فائدہ کے لئے معنی اس آیت شریفہ کے گذارش کئے

جاتے ہیں۔ وھوھذا۔ قال اللہ تعالیٰ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ۔ ای امرکم الرسول۔
انکان امر عزمیۃ وتحتیم فخذوہ کذالک وانکان امر ندب وترغیب فخذوا امثلہ۔
امتثالاً لامرہ الکریم۔ فالامر واحد وطرق امتثالہ متعددۃ۔ وکذلک قولہ
مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا والدلیل علیہ **ما** روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یأمرھم فیہ
بعزیمۃ۔ فیقول من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر ما تقدم من ذنبہ الحدیث
رواہ مسلم صر ۲۵۹ **قال** النووی قولہ من غیر ان یأمرھم فیہ بعزیمۃ معناہ
لا یامرھم امر ایجاب وتحتیم بل امر ندب وترغیب ثم فسرہ بقولہ فیقول من قام
رمضان وھذہ الصیغۃ یقتضی الترغیب والندب دون الایجاب انتھی بلفظہ
وقولہ علیہ السلام واذا امرتکم بامر فأتوا منہ ما استطعتم رواہ البخاری عن
ابی ھریرۃ صر ۱۰۸۲ وقولہ علیہ السلام نھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلث
فامسکوا ما بدالکم رواہ مسلم صر ۱۵۹ وقولہ علیہ السلام لعمر بن ابی سلمۃ کل بیمینک
وکل مما یلیک رواہ مسلم صر ۱۷۲ وقولہ علیہ السلام نھیتکم عن زیارۃ القبور
فزوروھا رواہ مسلم صر ۱۵۹ **و** ما قال البخاری علیہ الف الف رحمۃ من ربنا الرحیم
نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریم الا ما عرف اباحتہ وکذلک امرہ نحو قولہ حین
احلوا اصیبوا من النساء قال جابر ولم یعزم علیھم ولکن احلھن لھم۔ وقال
ام عطیۃ نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا۔ انتھی بلفظہ صر ۱۰۸۰ **و** قولہ تعالیٰ
واذا حللتم فاصطادوا۔ وقولہ تعالیٰ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا۔ فلنکتف
علی ذلک ولا فالدلائل علی ما ادعینا کثیرۃ جداً وذلک غیر خافیۃ علی من اوتی
نصیباً من القرآن العظیم واعطی حظاً من اخبار نبینا الکریم **قولہ** مولوی
صاحب ہمارے اور آپکے درمیان اس مسئلہ میں تشاجر (یعنی جھگڑا) واقع ہوگیا ہے اب

مؤلف کے قول ہمارے اور آپکے درمیان تشاجر ہوا کا جواب۔

فیصلہ نبوی سنو اور اسکو حکم بناؤ **اقول** وباللہ التوفیق - یہ قول آپکا بہت درست اور ٹھیک ہے - خدانخواستہ آپکی ہر بات کے انکار کے لئے اگرچہ وہ حق ہی ہو-کچھ کمر تھوڑی ہی باندہی گئی ہے - خذ ما صفا ودع ما کدر کا بھی یہی مطلب ہے - اسی لئے مسئلہ متنازعہ فیہا میں آیۃ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون اور حدیث واذا قرئ فانصتوا رواہ مسلم وغیرہ وغیرہ آثار نبویہ علیہ الصلوۃ والسلام جنکا ذکر آئندہ گذارش ہوگا حکم ٹھہرائے گئے ہیں دیکھو کہ ان کی حکومت کو آپ کیسا مانتے ہیں اللھم ارزقنا توفیق الخیر والاتباع **قولہ** عمومات پر مولویصاحب کو خاص کر غور کرنا لازم اور ضرور ہے **اقول** ان کے معانی اور مطابقت دعوی اور دلیل کا حال جس سے عموم وخصوص کیحالت بھی مفہوم ہوتی ہے پہلے گزارش ہوچکا ہے - اعادہ موجب تطویل ہے فلینظر ثمہ **قولہ** مولویصاحب بلکہ کل حنفیہ کے نزدیک تخصیص عمومات قرآنیہ نسخ قرآن ہے **اقول** وباللہ التوفیق کوئی حنفی اسبات کا قائل نہیں کہ تخصیص عمومات قرآنیہ نسخ قرآن ہی بلکہ حنفیہ کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں بہت بڑا بھاری فرق ہے - دیکھو کتب اصول حنفیہ اور تعریف تخصیص اور نسخ - اور ہر دو کے موارد استعمال کو ملاحظہ فرماؤ **نورالانوار** میں ہے التخصیص فی الاصطلاح ھو قصر العام علی بعض مسمیاتہ بکلام مستقل موصول فان لم یکن کلاما بان کان عقلا - او حسا - او عادۃ - او نحوہ لم یکن تخصیصا اصطلاحا ولم یصر ظنیا - وکذا ان لم یکن مستقلا بل کان بغایۃ او بشرط - او استثناء - او صفۃ وسیجئ تفاصیلھا - وکذا ان لم یکن موصولا بل کان متراخیا لا یسمی تخصیصا بل نسخا انتہی **وفی التلویح** النسخ فی اللغۃ الازالۃ - وفی الشرع ھو ان یرد دلیل شرعی متراخیا عن دلیل شرعی مقتضیا خلاف حکمہ ای حکم الدلیل الشرعی المتقدم فخرج التخصیص لانہ لا یکون متراخیا

انتہی بحذف البعض **وفی التوضیح** فی حکم العام۔ وان کان العام متأخرا ینسخ الخاص عندنا وان کان الخاص متاخرا فان کان موصولا یخصہ وان کان متراخیا ینسخہ فی ذلک القدر عندنا انتہی **وفی فواتح الرحموت** مسئلہ لایجوز تاخیر المخصص عن العام بحیث یعد تاخیرا عرفا عند الحنفیۃ خلافا للشافعیۃ انتہی وفی موضع اٰخر والحق ان المتراخی ناسخ مطلقا اولا کان اوثانیا انتہی وفی موضع اٰخر فیکون نسخا لا تخصیصا انتہی۔ وایضا فنکون ناسخۃ لہا لا مخصصۃ انتہی۔ وایضا التخصیص اولی من النسخ انتہی۔ وایضا القیاس مخصص عند الائمۃ الاربعۃ علی ما یشہد بہ مسائلہم الفرعیۃ انتہی۔ وایضا مسئلۃ القیاس لایکون ناسخا لشیئ من الادلۃ انتہی۔ وایضا فی باب النسخ وہو ای النسخ اصطلاحا فقیل رفع الشارع الحکم الشرعی۔ زاد ابن الحاجب بدلیل شرعی متاخر (الی ان قال) ویخرج کل تخصیص لانہ رفع للحکم من الابتداء لا رفع بعد التحقق انتہی اور نیز اصولیوں نے بیان کیا ہے کہ بیان بحسب استقراء پانچ قسم ہے بیان تفسیر۔ بیان تقریر۔ بیان ضرورۃ۔ بیان تبدیل۔ بیان تغییر۔ اور یہہ جملہ اقسام آپس میں معہ اپنے احکام کے متبائنہ ہیں **قال صاحب التلویح** ثم التخصیص ایضا من بیان التغییر اور نسخ بیان تبدیل ہے **فی فواتح الرحموت** بیان التبدیل ہو النسخ انتہی۔ اور عبارات اس قبیلہ کی کتب اصول میں بکثرت ہیں ترکناہا خوفا للاطناب **اب** بخدمت اصحاب انصاف کہ بعید از اعتساف ہیں گذارش ہے کہ عبارات مرقومۃ الصدر کو ملاحظہ فرماکر داد انصاف دیں۔ کہ تخصیص عام اور نسخ میں کچھہ فرق ہے یا ہر دو متحد المعنی ہیں۔ اور جناب مولانا صاحب سے ہم استفسار کرتے ہیں کہ آپنے یہہ فقرہ کہاں سے اڑایا۔ کسی کتاب حنفیہ سے ملاحظہ فرمایا۔ یا اپنے ذہن ہی سے بنایا۔ اگر شق اول ہے تو نشان دیں۔ اگر شق ثانی ہے تو کھہ دیں۔

فان قیل قال صاحبُ التلویح۔ فان قیل جعل المستقل ھٰھُنا مخصّصًا
من غیر فرقٍ بین المتراخی وغیرہ۔ وقد سبق ان المتراخی نسخ لا تخصیص۔ قلنا
التخصیص قد یطلق علی ما یتناول النسخ فلا یقید بعدم التراخی۔ یوجب بطلان
کلام القوم فی کثیر من المواضع مثل تخصیصُ الکتاب بالسنّة والاجماع وتخصیص
بعض الآیات بالبعض مع التراخی انتھٰی۔ یہ کلام صاحب تلویح کی مفید مدعا مؤلف رسالہ
کے ہے **قلنا فی جوابہ** اس کلام کا مفید ہونا تو یکطرف بلکہ مؤلف رسالہ کے
لئے مضر ہے۔ دیکھو ملّا خسرو محشی تلویح اس عبارت کے معنے یہ کرتا ہے وھٰذہ
عبارتُہُ **قال** قلنا التخصیص قد یُطلق علی ما یتناول النسخ آہ **اقول** فیہ
بحث فان اطلاق التخصیص علی النسخ لا یوجد فی عبارة من یعتد بہ من المشائخ
یشھد بہ التتبع۔ ولو وجد حمل علی المعنی اللغوی۔ والکلام ھٰھنا فی الاصطلاحی
یؤیدہ قول الآتی وھو حجة فیہ شبھة فانہ حکم بذلک مطلقا۔ مع ان
العام الذی نسخ بعضہ قطعی فی الباقی کما سیأتی۔ وقول الشارح فی مباحث
مفھوم المخالفة۔ ان مذھبنا فی التراخی انہ نسخ لا تخصیص۔ واما قولہ مثل
تخصیص الکتاب بالکتاب بالسنّة والاجماع وتخصیص بعض الآیات بالبعض مع
التراخی۔ فعلی تقدیر تسلیم ثبوتہ عن مشائخنا یحمل علی ما بعد التخصیص بکلام
مستقل موصول۔ یدل علیہ ذکر الاجماع۔ فانہ بعد زمن الرسول علیہ السلام ولا نسخ
بعدہ۔ فالصواب فی الجواب ان یقال انما ترک المقارنة اکتفاءً بما ذکر
قبیل الفصل فانہ اقرب العھد بہ بما یوجب لا کتقابہ انتھی۔ اور حسن چلپی محشی تلویح
نے بھی اس عبارت تلویح کے معنے ایسی ہی کئے ہیں **قولہ** اور نسخ قرآن بدون کسی
قوی برہان کے جائز نہیں **اقول** یہ مقولہ مؤلف رسالہ کا درست اور حق ہے۔ اور مذہب
ہمارے علماء حنفیہ کا رحمہم اللہ کا بھی یہی ہے۔ کہ نسخ قرآن کریم کا بدون قوی دلیل کے

ص ولھذا یقال النسخ تخصیص وقد یطلق علی بالقابلہ وھو المقید بعدم التراخی والقول بان التخصیص لا یطلق الا علی غیر المتراخی

جائز نہیں ولہذا قال علماؤنا رحمہم اللہ والقیاس لا یصلح ناسخاً للکتاب والسنۃ والاجماع والخبر الواحد لا یصلح ان یکون ناسخاً للکتاب۔ ولم یجعل علماؤنا قرأۃ الفاتحۃ رکناً فی الصلوٰۃ بخبر الواحد لانہ زیادۃ وھو نسخ **قولہ** اس لئے ان عمومات میں اپنی خیالی باتوں سے تخصیص نہ لگاویں **اقول** وباللہ التوفیق یہ صرف مؤلف صاحب کی خیالی بات ہے۔ ورنہ عند الحنفیہ کتاب اور سنت متواترہ کی تخصیص خبر واحد سے بھی جائز نہیں فضلاً عن ان یکون بالاقاویل الوھمیۃ والخیالیۃ لعدم المساوات بینھما "لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد وکذا تخصیص السنۃ المتواترۃ بخبر الواحد۔ **لنا** انہ ای الکتاب قطعی من کل وجہ لان المتن متواتر والعام قطعی الدلالۃ کما مر باقوم حجۃ۔ والخبر ظنی متناً لانہ خبر الواحد۔ فلا یجوز تخصیصہ" انتھیٰ باختصار **فواتح الرحموت** مؤلف سالہ انصاف فرماویں کہ جب حنفیہ کرام کا تخصیص عام میں یہ مذہب ہو تو یہ فرمانا۔ "کہ اپنی خیالی باتوں سے تخصیص نہ لگاویں" یہ قول محققانہ ہے یا صرف خیالی ڈھکوسلہ **قولہ** اور نفرماویں کہ یہ آیتیں مخصوص ہیں اس تخصیص کے ساتھ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرطیکہ ہمارے علماء نے اوپر عمل کیا ہو واجب العمل ہیں نہ علی العموم **اقول** وباللہ التوفیق حضرت آپ غور فرماویں کہ یہ آپکی خیالی باتیں ہیں یا وہمی۔ بھلا کسی حنفی نے یہ کہا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بشرطیکہ ہمارے علماء نے عمل کیا ہو واجب العمل ہیں نہ علی العموم"۔ یا کسی کتاب حنفی مذہب میں اس تخصیص کا ذکر ہے فأتوا بہ وکذ عوا شھداءکم ان کنتم صدقین۔ فان لم تاتوا بہ فاتقوا اللہ وکونوا من التوابین ؎ اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم + کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است + بلکہ حنفیہ رحمہ اللہ کا عملدرآمد قرآن کریم اور حدیث شریف اور قضایا صحابہ کرام رضی اللہ پر ہے **دیکھو** امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جیسا امام

شعرانی میزان میں لائے ہے۔ انما أعمل اولاً بکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم باقضیۃ ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم ثم باقضیۃ بقیۃ الصحابۃ رضی اللہ انتہی۔ اور کتب متداولہ اصول میں جہانتک مسکین اپنے استقراء اور تتبع ناقص میں دیکھتا ہے۔ تخصیص کے اقسام مفصلہ ذیل سے خارج نہیں پایا۔ مگر اس تخصیص کا ذکر جس کے مؤلف صاحب مدعی ہیں مفقود و معدوم ہے۔ اگر مؤلف رسالہ اس تخصیص کا پتہ لگاویں گے تو ہم اوسکا جواب دکھاویں گے۔ یار باقی صحبت باقی وَمَا علَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

تفصیل اقسام تخصیص

تخصیص بالکتاب العزیز - تخصیص بالسنۃ - تخصیص بالعادۃ - تخصیص بالاجماع - تخصیص بالمفہوم - تخصیص بالقیاس - تخصیص بالحس - تخصیص بالعقل - تخصیص بالمفعول لہ ومعہ - تخصیص بالتمیز - تخصیص بالظرف والجار والمجرور - تخصیص بالحال - تخصیص ببدل البعض من الکل - تخصیص بالغایۃ - تخصیص بالصفۃ - تخصیص بالشرط - تخصیص بالاستثناء - تخصیص بالضمیر - تخصیص لقضایا الاعیان - تخصیص بالسیاق - تخصیص بفعل الصحابی -

انتباہ

لا یخفی علیک ان الغرض من سرد ھذہ الاقسام المذکورۃ للتخصیص انھا مذکورۃ فی کتب اصحابنا الحنفیۃ نعم لا ان کلھا معمولۃ عندہم بلا خلاف وھو ظاہر علی من تداولھا **قولہ** یاد رہے کہ فقیر کا استدلال آیات سے بعینہ عبداللہ بن مسعود کے استدلال کیطرح ہے جسکو مسلم نے بیان کیا ہے حدثنا مسلم الحدیث **اقول** وباللہ التوفیق **بعینہ** کا لفظ یاد رہے۔ **روی** الترمذی عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ ھذا حدیث حسن صحیح۔ وفی الباب عن ابن مسعود وعائشۃ واسماء بنت ابی بکر ومعقل بن یسار ص ۲۲۲ **ترجمہ** لعنت کی اللہ نے اوس عورت کو کہ ملاوے بال اپنے

ساتھہ بالوں اور عورت کے (یعنی درازی کے لئے) اور لعنت کی اوس عورت کو کہ ملواوے اپنے بالوں کو ساتھ اور کے بال۔ اور لعنت کی گودنیوالی۔ اور گدوانے والی کو **ف** اور گودنا یہہ ہے کہ سوئی وغیرہ بدن پر چبھوئیں تاکہ خون نکل آئے پھر اوس میں سرمہ وغیرہ ڈالکر داغ زنگیں پیدا کریں۔ **وروی** للبخاری عن ابی هریرة لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة متفق و البخاری عن عائشة ان جارية من الانصار تزوجت وانها مرضت فتمعط شعرها (ای سقط) فارادوا ان یصلوها فسألوا النبی صلی الله علیه وسلم فقال لعن الله الواصلة و المستوصلة متفق **ترجمہ** ایک لڑکی انصار نے شادی کی اور وہ بیمار ہوگئی پھر اوس کے بال گرگئے (یعنی بیماری کے باعث) پھر اوس کے وارثوں نے ارادہ کیا کہ اوس کے بالوں سے اور کے بال ملادیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالی نے لعنت کی ہے واصلہ اور مستوصلہ دونوں پر **وروی ایضًا** عن اسماء بنت ابی بکر قالت لعن النبی صلی الله علیه وسلم الواصلة والمستوصلة متفق **وروی** النسائی عن عبد الله بن مسعود قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الواشمات والموتشمات والمتنمصات و المتفلجات للحسن المغيرات متفق **ترجمہ** لعنت کی رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں کو اور بال چنوانیوالیوں کو منہ پر سے۔ اور کشادہ کرنیوالیوں کو دانتوں پر۔ واسطے حسن کے کہ تغیر کرنیوالی ہیں **وروی** النسائی عن مسروق ان امرأة اتت عبد الله بن مسعود فقالت انی امرأة زعراء ایصلح ان اصل فی شعری (قلیلة الشعر) فقال لا فقالت اشیء سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم او تجد فی کتاب فقال لا بل سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم واجده فی کتاب الله وساق الحدیث صح **وروی** البخاری عن معاوية بن ابی سفیان عام حج وهو علی المنبر یقول وتناول قصة من شعر کانت بید حرسی این علماؤکم۔ سمعت رسول الله م

صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن مثل ھذا ویقول انما ھلکت بنو اسرائیل حین اتخذ ھذہ نساؤھم ص ۲۰۷ یہ جملہ احادیث، صریحًا دال ہیں کہ حرمت ان اشیاء کے منصوص غیر معارض ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انکی حرمت میں قاطبۃً متفق ہیں۔ کیسکو ان اشیاء کی حرمت میں کلام نہیں ہے۔ بلکہ بنی اسرائیل میں بھی حرام نہیں۔ اور اون کے ہلاک اور تباہی کا باعث حلت اور استعمال ان اشیا کا ہوا۔ اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک بھی یہہ اشیا حرام ہیں۔ ان کی حلت اور جواز میں کسی کا مذہب اور قول نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جبکہ ان اشیا کی حُرمت قطعی غیر معارض سماعًا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم تھی۔ اور ملعون ہونا ان کے فاعل کا ثابت اور مبرہن ہو چکا تھا۔ تب سائلہ کے جواب میں فرمایا بل سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجد فی کتاب اللہ (یعنی جملہ ثانیہ آیہ کا ان اشیا کی حرمت کو شامل اور محتوی ہے۔ یہ حال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یعسوب الامت کے استدلال کا ہے۔ اور مؤلف رسالہ کے استدلال اور اوس استدلال میں چند طرح کی مغائرت ہے **اول** حرمت ان اشیا کی منصوص مثبت ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام کی فرضیت ہنوز زیر بحث ہے **دوم** اشیاء مذکورہ کی حرمت منصوص غیر معارض ہے۔ اور فاتحہ خلف الامام میں اول تو فرضیت ہی کہاں بفرض محال اگر تسلیم بھی کیجاوے تو منصوصیت کجا۔ اگر اسکو بھی اوسی طرح مانا جاوے تو غیر معارض ہونا کجا **سیوم** یہ اشیاء صحابہ کرام رضی اللہ کے نزدیک متفق علیہ حرام ہیں۔ اور فاتحہ کے وجوب میں اتفاق کی بو بھی نہیں **چہارم** مذکورہ اشیاء کی حرمت پر ائمہ مجتہدین قاطبۃً متفق ہیں۔ اور فاتحہ میں سخت مختلف ہیں **پنجم** حرمت اشیائے مذکورہ کی۔ جملہ ثانیہ کا مدلول ہے۔ فاتحہ میں یہ بات کہاں۔ باینہمہ مغائرت بین الاستدلالین کہ۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ ایسی شئی

دہوم دہام سے نقارہ بجاکر مدعی عینیت کا ہوکر دعوی مساوات کا کرنا۔ اور یہہ کہنا کہ فقیر کا استدلال بعینہ عبداللہ بن مسعود کے استدلال کیطرح ہے۔ یہہ لا حاصل عبارت اور سامحت نہیں تو اور کیا ہے فانظروا ولعتبروا یااولی الابصار ولنعم ماقیل شعر چاہیے حد سی زیادہ نہ لشکر چل نکلے + چلئے چال ایسی کہ کچہہ کام ظفر چل نکلے + **قولہ** اور فاتحۃ الکتاب کے مسئلہ میں جناب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسطرح ثابت ہوا ہی الی ماقال اور یہہ حدیث متفق علیہ ہے **اقول** وباللہ التوفیق قبل از شروع فے الجواب چند فائدونکا معلوم ہونا طالب حق کی لئی ضرور ہے **فائدہ پہلا** صحیح حدیث کی تعریف مین قال السید الشریف الجرجانی ہو ای الحدیث الصحیح ما اتصل سندہ بنقل العدل الضابط عن مثلہ وسلم عن شذوذ وعلۃ۔ ونعنی بالمتصل مالم یکن مقطوعا بای وجہ کان۔ وبالعدل من لم یکن مستور العدالۃ ولا مجروحا۔ وبالضابط من یکون حافظا متیقضا۔ وبالشذوذ ما یرویہ الثقۃ مخالفا لروایۃ الناس ای من الثقات۔ وبالعلۃ ما فیہ اسباب خفیۃ غامضۃ قادحۃ انتہی۔ وفی شرح النخبۃ المراد بالعدل من لہ ملکۃ تحملہ علی ملازمۃ التقوی والمروۃ۔ والمراد بالتقوی اجتناب الاعمال السیئۃ من شرک او فسق اوبدعۃ انتہی وہو حجۃ بلا خلاف **فائدہ دوسرا** مرسل حدیث کے بیان میں المرسل صورتہ ان یقول التابعی سواء کان کبیرا او صغیرا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذلک انتہی مافی النخبۃ وشرحہ **قال** النووی ثم مذہب الشافعی والمحدثین وجمہورہم وجماعۃ من الفقہاء انہ لا یحتج بالمرسل۔ ومذہب مالک وابی حنیفۃ واحمد واکثر الفقہاء انہ یحتج بہ ومذہب الشافعی انہ اذا انضم المرسل ما یعتضد احتج وذلک بان یروی ایضا مسندا او مرسلا من جہۃ اخری۔ او یعمل بہ بعض الصحابۃ

او اکثر العلماء انتہی **وقال** القاری فی شرح الشرح للنخبۃ اعلم ان کون المرسل حدیثا
ضعیفا لا یحتج بہ انما ہو اختیار جماعۃ من المحدثین وہو قول الشافعی وطائفۃ
من الفقہاء واصحاب الاصول **وقال** مالک فی المشہور عنہ وابو حنیفۃ واصحابہ
وغیرہم من ائمۃ العلماء کاحمد فی المشہور ۔ انہ صحیح یحتج بہ بل حکی ابن جریر اجماع
التابعین باسرہم علی قبولہ وانہ لم یات عن احد منہم انکارہ ولا عن احد من الائمۃ
بعدہم الی راس المائتین الذین ہم من القرون الفاضلۃ المشہود بہا من الشارع
بالخیریۃ بہ انتہی **وفی المسلم وشرحہ** وہو ای المرسل ان کان من الصحابی
یقبل مطلقا اتفاقا ۔ لانہ اما سمع نفسہ او من صحابی اٰخر والصحابۃ کلہم عدول
ولا اعتداد لمن خالف فیہ ۔ فانہ انکار واضح ۔ وان کان المرسل من غیرہ فالاکثر
منہم الائمۃ الثلثۃ ۔ الامام ابو حنیفۃ ۔ والامام مالک ۔ والامام احمد رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ۔ قالوا یقبل مطلقا ۔ اذا کان الراوی ثقۃ ۔ وقیل من اسند فقد حالک ۔ (حوالہ کردہ)
علی من روی عنہ ۔ ومن ارسل فقد تکفل بنفسہ بالصحۃ ۔ وجمہور المحدثین ۔ الحادثین
بعد المائتین قالوا لا یقبل المرسل مطلقا ۔ سواء کان من ائمۃ النقل اولا ۔ ومن القرون
الثلثۃ اولا ۔ قال العینی فی شرح **الہدایۃ** وقد عد البعض ہذا القول من البدع
قال ابراہیم النخعی الذی ہو کبار ائمۃ التابعین متی قلت حدثنی فلان عن عبد اللہ
فہو الذی رواہ فقط ومتی قلت قال عبد اللہ فغیر واحد رای فالرواۃ اکثر
وقال الحسن البصری متی قلت حدثنی فلان فہو حدیثہ فقط ۔ ومتی قلت قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن سبعین ۔ ای جماعۃ کثیرۃ ۔ وکان ذلک ای
التحدیث علی سبیل الارسال معروفا بینہم مستمرا ۔ من قرن الصحابۃ الی التابعین
نکیر من احد الائمۃ ۔ فکان ذلک اجماعا علی قبول المراسیل انتہی بلفظہ **فائدہ**
تیسرا رفع حکمی کے بیان میں قول الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات

مالا مجال للاجتهاد فيه ولا له تعلق ببيان لغة۔ **اور شرح غريب** كالاخبار عن الامور الماضية من بدء الخلق واخبار الانبياء عليهم السلام او الآتية كالملاحم او الفتن واحوال يوم القيمة وكذا الاخبار عما يحصل بفعله ثواب مخصوص۔ او عقاب مخصوص۔ وفعل الصحابي ما لا مجال للاجتهاد فيه رفع حكمي واخبار الصحابي انهم يفعلون في زمان النبي صلى الله عليه وسلم كذا فانه يكون له حكم الرفع من جهة ان الظاهر اطلاعه صلى الله عليه وسلم على ذلك لتوافر دواعيهم على سواله عن امور دينهم لان ذلك الزمان زمان نزول الوحي فلا يقع من الصحابة فعل شيء يستمرون عليه الا وهو غير ممنوع الفعل وقول الصحابي من السنة كذا فالاكثر على ان ذلك مرفوع ونقل ابن عبد البر فيه الاتفاق واذا قالها غير الصحابي فكذلك ما لم يضفها الى صاحبها كسنة العمرين۔ وقول التابعي عن الصحابي يرفع الحديث او يرويه او ينميه او رواية او يبلغ او رواه مرفوع حكما انتهى ما في **النخبة** وشرحه ملخصا **فائده چوتھا** مدلس حدیث کے حکم میں حكم من ثبت عنه التدليس اذا كان عدلا۔ ان لا يقبل منه الا اذا صرح فيه التحديث على الاصح انتهى ما في شرح **النخبة** للحجر العسقلاني **وقال** القاري في شرح الشرح للنخبة قال فريق من المحدثين والفقهاء من عرف بارتكاب التدليس ولو مرة صار مجروحا مردودا في الرواية وان بين السماع واتى بصيغة صحيحة في هذا الحديث او في غيره من احاديث انتهى **فائده پانچواں** زیادۃ ثقہ میں **قال** النووي زيادة الثقة مقبولة عند الجماهير من اهل الحديث والفقه والاصول وقيل لا يقبل وقيل ان زادها غير من رواه۔ ولا يقبل ان زادها هو۔ وكما اذا روى العدل الضابط المتقن حديثا انفرد به فمقبول بلا خلاف نقل الخطيب البغدادي اتفاق العلماء عليه انتهى **فائده چھٹا** جبکہ رواۃ بعض ثقات سے متصل اور بعض سے مرسل یا موقوف۔ یا بعض سے مرفوع اور بعض سے موقوف ہو۔ تو اُس کا

حکم قال النووی اذا رواہ بعض الثقات الضابطین متصلاً وبعضہم مرسلاً او بعضہم موقوفاً وبعضہم مرفوعاً او وصلہ ہو- او رفعہ فی وقت وارسلہ او وقفہ فی وقت - فالصحیح الذی قالہ المحققون من المحدثین و قالہ الفقہا واصحاب الاصول وصححہ الخطیب البغدادی - ان الحکم لمن وصلہ او رفعہ - سواء کان المخالف لہ مثلہ او اکثر او احفظ لانہ زیادۃ ثقۃ وہی مقبولۃ وقیل الحکم لمن ارسلہ او وقفہ انتہی **فائدہ ساتواں سبب اختلاف اہل حدیث کا صحت حدیث میں** قال النووی قال الشیخ الامام ابو عمرو بن الصلاح رضی اللہ شرط مسلم رحمہ اللہ فی صحیحہ ان یکون الحدیث متصل الاسناد بنقل الثقۃ عن الثقۃ من اولہ الی منتہاہ سالماً عن الشذوذ والعلۃ قال وہذا حد الصحیح - فکل حدیث اجتمعت فیہ ہذہ الشروط فہو صحیح بلا خلاف بین اہل الحدیث - وما اختلفوا فی صحتہ من الاحادیث فقد یکون سبب اختلافہم انتفاء شرط من ہذہ الشروط - او بینہم خلاف فی اشتراطہ کما اذا کان بعض الرواۃ مستوراً او کان الحدیث مرسلا - وقد یکون سبب اختلافہم انہ ہل اجتمعت فیہ ہذہ الشروط ام انتفی بعضہا وہذا ہو الاغلب فی ذلک کما اذا کان الحدیث فی روایۃ من اختلف فی کونہ من شرط الصحیح - فاذا کان الحدیث رواتہ کلہم ثقات غیر ان فیہم ابا الزبیر المکی مثلاً او سہیل بن ابی صالح او العلاء بن عبد الرحمان او حماد بن سلمۃ قالوا فیہ ہذا الحدیث صحیح علی شرط مسلم ولیس بصحیح علی شرط البخاری لکون ہؤلاء عند مسلم ممن اجتمعت الشروط المعتبرۃ - ولم یثبت عند البخاری ذلک فیہم - وکذا الحال البخاری فیما اخرجہ من حدیث عکرمۃ مولی ابن عباس - واسحق بن محمد الفروی وعمرو بن مرزوق وغیرہم ممن احتج بہم البخاری ولم یحتج بہ مسلم - قال الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ النیسابوری فی کتابہ المدخل الی معرفۃ المستدرک عدد من اخرج لہم البخاری فی الجامع الصحیح ولم یخرج لہم مسلم اربع مائۃ

واربعة وثلثون شيخًا وعدد من احتج بهم مسلم في المسند الصحيح۔ ولم يحتج بهم البخاری في الجامع الصحيح ستمائة وخمسة وعشرون شيخًا والله اعلم انتهی بلفظہ **وقال** الحافظ ابن حجر العسقلانی الرجال الذين تكلم فيهم من رجال مسلم اكثر عددا من الرجال الذين تكلم فيهم من رجال البخاری انتهی **وقال** القاری فی شرح الشرح **للنخبة** الذين انفرد البخاری بهم اربعماية وخمسة وثلثون رجلا والمتكلم فيهم بالضعف نحو من ثمانين رجالًا والذين انفرد بهم مسلم ستماية وعشرون رجلًا والمتكلم فيهم ماية وستون رجلًا على الضعف كذا ذكره السخاوی فی شرح الفية العراقی انتهی **و** هكذا فی شرح الشرح للنخبة لمولينا وجيه الدين۔ **الحاصل** مدار صحت حديث كا صحت رُواة پر ہی۔ اور راوی کا مسلّم اور غیر مسلّم ہونا وجدان شرائط مقررہ علمار پر موقوف ہے **بخاری** رحمۃ اللہ علیہ نے جو شرائط راوی کے اپنے نزدیک مقرر فرمائیں ہیں۔ اگر وہی حدیث میں پائی گئیں تو وہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ کے نزدیک محکوم بصحت ہوگی گو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہو یا نہو علی ہذا القیاس حال مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ **فائدہ آٹھواں** جرح وتعدیل کے بیان میں **قال** الحافظ فی النخبة وشرحه الجرح مقدم على التعديل واطلق ذلك جماعة ولكن محله ان صدر مبينا من عارف باسبابه۔ لانه ان كان غير مفسر لم يقدح فيمن ثبت عدالته۔ وان صدر من غير عارف بالاسباب لم يعتبر ايضًا۔ فان خلا المجروح عن تعديل قبل الجروح فيه۔ مجملًا۔ غير مبين السبب اذا صدر من عارف على المختار۔ لانه اذا لم يكن فيه تعديل كان فی حيز المجهول اعمال قول الجارح اولى من اهماله۔ ومال ابن الصلاح فی مثل هذا الى التوقف انتهى **فائدہ نانواں** حدیث مبتدع کی مقبول ہے یا غیر مقبول **قال** النووی قال العلماء من المحدثين والفقهاء واصحاب الاصول المبتدع الذی يكفر ببدعة لا يقبل روايته بالاتفاق **واما الذی** لا يكفر بها فاختلفوا فی روايته۔ فمنهم من ردها مطلقًا الفسقه۔ ولا ينفعه التاويل۔ و

ومنہم من قبلہا مطلقًا اذا لم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرۃ مذہبہ اولاہل
مذہبہ - سوائً کان داعیۃ الی بدعۃ اوغیر داعیۃ وہذا محکی عن امامنا الشافعی
رحمہ اللہ لقولہ اقبل شہادۃ اہل الہویٰ الا الخطابیۃ من الرافضۃ - لکونہم یرون
الشہادۃ بالزور لموافقہم - ومنہم من قال یقبل اذا لم یکن داعیۃ الی بدعۃ
ولا یقبل اذا کان داعیۃ - وہذا مذہب کثیرین - اوالاکثرین من العلماء
وہو الاعدل الصحیح انتہی بلفظہ **فائدہ دسواں** متعارضہ احادیث کے
حکم - اور فرض اور واجب کی تعریف میں ثم المقبول ان سلم من المعارضۃ - ای
لم یأت خبر یضادہ - فہو المحکم - وامثلتہ کثیرۃ - وان عورض بمثلہ فان
امکن الجمع فہو - النوع المسمی - المختلف الحدیث - وان لم یمکن الجمع
وثبت المتاخر فہو الناسخ والا فالترجیح - ان تعین - ثم التوقف - شرح
نخبۃ ملتقطا - والفرض ما ثبت بدلیل قطعی لاشبہۃ فیہ - والواجب
ما ثبت بدلیل ظنی **وفی فواتح الرحموت** ان ثبت الطلب الجازم بقطعی
فالافتراض ان کان ذلک الطلب للفعل - او التحریم - ان کان ذلک للکف
انتہی - او ثبت الطلب الجازم بظنی فالایجاب - ان کان ذلک الطلب الجازم
للفعل - وکراہۃ التحریم - ان کان ذلک للکف **تلک عشرۃ کاملۃ**
خذہا بالنواجذ واحفظہا - آمدیم بر سر مطلب - حاصل اور مدعا مؤلف رسالہ کا یہ ہے
کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا - منفرد - اور مقتدی - اور امام پر فرض ہے - کسی نمازی کی نماز
فاتحہ کے سوا جائز اور مقبول نہیں ہوتی - اس عبارت میں دو تعمیمیں اور ایک تخصیص ہے
تعمیم اول نمازی (یعنی مقتدی اور منفرد اور امام) کی - اور تعمیم دوم نماز (یعنی جہریۃ
کانت او سریۃ) کی - اور تخصیص فاتحہ کی - اور اثبات مدعی کی دلیل حدیث لاصلوٰۃ
لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب جو بحکم فائدہ اولی کے صحیح ہے - بیان فرمائی - اور

لفظ صلوٰۃ سے صلوٰۃ مُطلق جہریۃً کانت او سریۃً۔ مراد رکھا۔ اور لفظ مَن
سے بھی عام مصلّی۔ منفرداً۔ کان او مقتدیاً۔ او اماماً۔ ارادہ کیا۔ تیم التقریب۔ ہذا
ہو تحریر محل الدّعویٰ وَالدّلیل۔ **آب** بنظر اعتبار غور طلب یہ امر ہے کہ مقتدی کو امام کے
پیچھے ہر نماز میں جہریۃ ہو یا سریۃ قراءۃ فرض ہے۔ یا نہ۔ اگر ہے۔ تو صرف فاتحہ ہی ہے
یا فاتحہ کے سوا صرف کوئی اور سورہ۔ یا فاتحہ مع السّورۃ۔ فدار الامر الی ستۃ شقوق۔ فاتحہ
صرف فی الصلوٰۃ الجہریۃ۔ فاتحہ صرف فی الصلوٰۃ السریۃ۔ سورہ صرف (سوی الفاتحہ)
فی الصلوٰۃ الجہریۃ۔ سورہ صرف فی الصلوٰۃ السریۃ۔ فاتحہ مع السورۃ فی الصلوٰۃ الجہریۃ۔
فاتحہ مع السورۃ فی الصلوٰۃ السریۃ۔ ان جملہ شقوق کی بابت جو ارشاد ہے احادیث ذیل
اور آیۃ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ۔ الآیۃ سے ظاہر ہے۔ بتوجہ تام سماع فرمائی۔ **حدیث**
اوّل قال الطحاوی فی شرح معانی الآثار۔ **حدثنا** بحر بن نضر قال حدثنا یحیی بن
سلام قال حدثنا مالک عن وھب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ فلم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون خلف
وراء الامام انتہی ص ۱۲۸ **والترمذی حدثنا** اسحاق بن موسی الانصاری انا معن
انا مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ
لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ھذا حدیث حسن صحیح ص ۴۳
وما لک عن وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا
بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ص ۲۸ **خلاصہ ترجمہ**۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ نماز کسی شخص کی سوا فاتحہ کے درست نہیں۔ الا مقتدی۔ یعنے اوسکی نماز سوا
فاتحہ کے درست ہے۔ **اشتباہ** روایت دوم اور سیوم اگرچہ صریحاً مرفوع معلوم نہیں
ہوتیں۔ الا بحکم فائدہ پنجم اور ششم کے مرفوع ہیں فلینظر ہما۔ اور نیز بحکم فائدہ سیوم کے
(یعنی لخبار الصحابی عنہما یحصل بفعلہ ثواب مخصوص او عقاب مخصوص)۔ وصلٰوۃ مما لا

مجال للاجتھادِ وفیہ رفع حکمی) مرفوع حکمی ہے۔ اور پہلی روایت کے مرفوع ہونے میں کلام ہی نہیں۔ اگرچہ یحییٰ بن سلام متکلم فیہ از جانب دارقطنی کے ہے۔ ان روایات سے بطلان شقین اولین کا ظاہر ہے۔ **حدیث دوم** اخرج مسلم بسندہ عن عمران بن حصین قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الظھر والعصر فقال ایکم قرأ خلفی بسبح اسم ربک الاعلی۔ فقال رجل انا ولم ارد بھا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا (ص ۱۷۲) ولمسلم ایضًا بسند آخر عن قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظھر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا (ص ۱۷۲) ولابوداؤد حدثنا ابو الولید الطیالسی انا شعبۃ ح وحدثنا محمد بن کثیر العبدی انا شعبۃ المعنی۔ عن قتادۃ عن زرارۃ عن عمران بن حصین قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظھر فجاء رجل فقرأ خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی فلما فرغ قال ایکم قرأ قالوا۔ رجل قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیھا (ص ۱۲۱) ولابوداؤد ایضًا **حدثنا** ابن المثنی انا ابن ابی عدی عن سعید عن قتادۃ عن زرارۃ عن عمران بن حصین ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم الظھر فلما انفتل قال ایکم قرأ بسبح اسم ربک الاعلی۔ فقال رجل انا۔ فقال علمت ان بعضکم خالجنیھا (ص ۱۲۱) یہ چہار روایات شق چہارم کے بطلان پر نص ہیں **قال النووی** خالجنیھا ای نازعنیھا ومعنی ھذا الکلام الانکار علیہ انتھی۔ واما حملہ علی جھرہ اور رفع صوتہ بحیث اسمع غیرہ کما حملہ النووی انتصارًا للمذھب۔ فصرف عن ظاھر کلام الشارع **حدیث چہارم** الترمذی **حدثنا** الانصاری انا معن انا مالک عن ابن شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصلوۃ بالقراءۃ حین سمعوا ذلک

شق چہارم کا بطلان

بطلان شق ۳-۴-۵

من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وفی الباب عن ابن مسعود وعمران بن حصین وجابر بن عبد اللہ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن ص۴۳ و النسائی اخبرنا قتیبۃ عن مالک عن ابن شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرآءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا قال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القرآءۃ فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقرآءۃ من الصلوات حین سمعوا ذلک ص۱۵۳ و الطحاوی فاذا یونس قد حدثنا قال انا ابن وھب ان مالکا حدثہ عن ابن شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرآءۃ فقال ھل قرأ منکم معی احد انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القرآءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ بالقرآءۃ من الصلوۃ حین سمعوا ذلک ص۱۲۸ و ابو داؤد حدثنا القعنبی عن مالک عن ابن شھاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرآءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القرآءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقرآءۃ من الصلوۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال ابو داؤد روی حدیث ابن اکیمۃ ھذا معمر ویونس واسامۃ بن زید عن الزھری علی معنی مالک ص۱۲۱ یہ مرحلہ اول روایات شق سوم۔ اور پنجم کے عدم جواز کے لئے نص صریح ہیں **وما قال النووی ان** قولہ فانتھی الناس من کلام الزھری۔ وکونہ من کلام الزھری متفق علیہ عند الحفاظ منھم البخاری والاوزاعی والذھبی انتھی۔ فالجواب عنہ بوجوہ **وجہ اول**

قول نووی کا جواب بوجوہ

وجہ ۱

کلام زہری سے ہونا منافی ابوہریرہؓ کے کلام کے ہونیکا نہیں۔ کیونکہ زہری نے کبھی
اسکو مرسل روایت کیا ہے۔ کما روی الاوزاعی عن الزہری فاتعظ المسلمون بذلک
فلم یکونوا یقرأون فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما نقلہ الشیخ
سلام اللہ فی المحلی۔ اور کبھی مرفوعاً روایت کیا ہے کما روی غیرہ من ائمۃ الحدیث
اور ثقہ کبھی حدیث کو مسنداً اور کبھی مرسلاً روایت کرتا ہے۔ تو اونہوں نے گمان کیا ارسال
سے کہ یہ کلام زہری کا ہے۔ فقط مع ان ہذا الظن خلاف قواعد الاصول پس بخاری۔
ذہبی وغیرہما نے بلاواسطہ زہری سے روایت نہیں کیا تاکہ انکا قول ان ہذا من کلام
الزہری بیان اور نقل بسند متصل ہو۔ اور اوزاعی کا زہری سے مرسلاً روایت کرنا دلیل
اسپر نہیں کہ یہ کلام زہری کا ہے فقط لما قلنا۔ اور نیز اوزاعی نے زہری سے اسطرح
روایت نہیں کیا کہ یہ قطعہ حدیث کا میری کلام ہے۔ ابوہریرہ کا کلام نہیں۔ بل اتصال
نظم الکلام کما وقع فی مرویات ائمۃ الحدیث عن ابی ہریرۃ ینادی باعلی ندائہ علی انہ
من کلام ابی ہریرۃ لا من کلام الزہری **وجہ دوم** اگر ہم تسلیم کریں کہ یہ کلام زہری
سے ہے۔ تو بھی ہمکو مضر نہیں۔ کیونکہ زہری تابعی جلیل القدر امام ائمہ حدیث سے ہے
اور مرسل کا حجت ہونا فایدہ دوم میں مدلل بیان ہوچکا ہے۔ کیف وقد اعتضد بما روی
عن ابی بن کعب وهو من فقہاء الصحابۃ لما نزلت آیۃ اذا قرئ القرآن فاستمعوا ترکوا
القراءۃ خلف الامام **وجہ سیوم** زہری کا قول روایۃ الحدیث کے قبیلہ سے نہیں تاکہ
صحت اور رفع کی شرطیں اوسمیں اعتبار کیجاویں۔ بلکہ اخبار وحکایت اجماع کے باب سے
ہے۔ اور تابعی فقیہ جو امام ہے ائمہ حدیث سے اجماع صحابہ کو بغیر نقل طرق صحیحہ کے کس
طرح بیان کرتا **وجہ چہارم** نقل الفاضل اللکھنوی عن ابن عبد البر ان اکثر
رواۃ ابن شہاب عنہ لہذا الحدیث یجعلونہ (ای فانتہی الناس) کلام ابن شہاب۔
ومنہم من جعلہ من کلام ابی ہریرۃ۔ فاین الاتفاق **حدیث پنجم** قال النسائی

تاویل قوله عزوجل وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ -
آخبرنا الجارود بن معاذ الترمذی **حدثنا** ابو خالد الاحمر محمد بن عجلان
عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع
الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا ولك الحمد ص ۱۵۳ والنسائی ایضا **اخبرنا**
محمد بن عبد الله بن المبارك حدثنا محمد بن سعد الانصاری قال حدثنی محمد بن
عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا ص ۱۵۳
او الطحاوی **حدثنا** ابن ابی داؤد قال حدثنا الحسین بن عبد الاول الاحول قال
حدثنا ابو خالد سلیمان بن حیان قال حدثنا ابن عجلان عن زید بن اسلم
عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما جعل
الامام لیؤتم به فاذا قرأ فانصتوا ص ۱۲۸ ومسلم عن ابی هریرة واذا قرأ فانصتوا
ص ۱۷۴ ومسلم ایضا عن قتادة واذا قرأ فانصتوا ص ۱۷۴ وابو داؤد **حدثنا**
محمد بن آدم المصیصی انا ابو خالد عن ابن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح
عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال انما جعل الامام لیؤتم به بهذا
الخبر- زاد واذا قرأ فانصتوا ص ۹۰ **حدیث ششم** الطحاوی حدثنا
احمد بن داؤد قال حدثنا یوسف بن عدی قال حدثنا عبید الله بن عمرو عن
ایوب عن ابی قلابة عن انس رضی الله عنه قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم
ثم اقبل بوجهه- فقال تقرؤن والامام یقرأ فسکتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا
لنفعل قال فلا تفعلوا ص ۱۲۶ یہ سات روایتیں ہر ایک شق کے بطلان پر شاہد بیان
قوی ہیں - اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ ابو داؤد نے اسحدیث (یعنی وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا)

ابوداؤد کے قول کا جواب

میں کلام ہے باب تشہد میں یوں کہا ہے قال ابوداؤد قولہ۔ وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجیٔ بہ الا سلیمان التیمی فی ہذا الحدیث ص ۱۴۱ اور باب الامام یصلی من قعود میں ارشاد فرمایا ہے قال ابوداؤد ہذہ الزیادۃ واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظۃ الوہم عندنا من ابی خالد ص ۹۰ جبکہ محفوظ نہیں ہے۔ فکیف الاستدلال بہ۔ تو اس کے جواب میں **اولاً** گذارش ہے کہ پہلی کلام سے شائد مقصود ابوداؤد رحمہ اللہ علیہ کا تفرد سلیمان تیمی کا ہے۔ کما یدل علیہ قولہ ولم یجیٔ بہ الخ اور عند الحفاظ یہ امر ثابت اور محقق ہے کہ سلیمان تیمی ثقہ ہے۔ اور ثقہ بھی کیسا کہ جس کے شان میں امام مسلم اترید احفظ من سلیمان التیمی ارشاد فرماتے ہیں وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ عند الجماہیر من اہل الاصول والحدیث والفقہ جیسا کہ فائدہ پنجم میں بیان ہو چکا ہے پس یہ زیادۃ مقبول بلاشبہ ہے۔ **ثانیاً** جواب اول علی سبیل التسلیم ہے۔ ورنہ تفرد ہی کہاں کیف ولھا متابعات وشواھد **اخرج البزار** حدثنا محمد بن یحیی القطیعی حدثنا سالم بن نوح من عمر بن عامر عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبداللہ عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنحو حدیث سلیمان التیمی واذا قرأ فانصتوا انتھی وبھذا السند رواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم بن نوح العطار عن عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ بہ ولم یعلہ ولکنہ قال وہذا الحدیث لسلیمان التیمی اشھر من عمر بن عامر وابن ابی عروبۃ انتھی **و النسائی** فی سننہ **اخبرنا** محمد بن عبداللہ بن المبارک ثنا محمد بن سعد الانصاری حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا انتھی **و** لسلیمان التیمی متابعان آخران غیر محمد بن سعد۔ اخرج الدارقطنی فی سننہ حدیثھما وضعفھما۔ احدھما اسماعیل بن ابان الغنوی۔ حدثنا محمد بن عجلان بہ

والاخر محمد بن مسیر ابی سعد الصغانی ثنا ابن عجلان به۔ قال اسماعیل بن
ابان ومحمد بن مسیر ضعیفان انتہی۔ ولہا عواضد کثیرۃ **منھا**
مارواہ الطحاوی حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا یوسف بن عدی قال حدثنا
عبید اللہ بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثم اقبل بوجھہ فقال اتقرأون والامام یقرأ فسکتوا فسألھم ثلثا فقالوا
انا نفعل قال فلا تفعلوا انتہی ص۱۲۸ **ومنھا** ماروی المسلم عن ابن قسیط عن عطاء
بن یسار انہ اخبرہ انہ سئل زید بن ثابت عن القرآءۃ خلف الامام فقال لا قراءۃ مع
الامام فی شئ ص۲۱۵ **وروی** النسائی ایضًا فی باب سجود القرآن ص۱۶۱ **والطحاوی**
ایضًا فی باب القرآءۃ خلف الامام **ومنھا** ماروی الطحاوی عن عبید اللہ بن مقسم انہ
سأل عبد اللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ فقالوا لا تقرأوا خلف الامام فی
شئ من الصلوات انتہی ای سریۃ کانت وجھریۃ ص۱۲۹ **ومنھا** ماروی الطحاوی
عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال لا انتہی ص۱۲۹ **و**
منھا ماروی الطحاوی ایضًا عن ابی وائل عن ابن مسعود قال انصت للقرآءۃ فان فی
الصلوۃ شغلا وسیکفیک ذلک الامام انتہی ص۱۲۹ **ومنھا** ماروی ابی بن کعب و
ھو من فقھاء الصحابۃ لما نزلت اٰیۃ اذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ ترکوا
القرآءۃ خلف الامام انتہی علی ھذا القیاس اس زیادۃ کے مؤیدات **شرح معانی الآثار**
طحاوی اور **مؤطا امام محمد** میں بکثرت موجود ہیں۔ تمام کا ذکر موجب طوالت مقال ہے
من شاء فلینظر ثمہ وثمہ ان مذکورہ احادیث اور آثار سے صاف ثابت ہے۔ ان سلیمان
التیمی لیس بمتفرد بھذہ الزیادۃ۔ فاندفع قول من قال انہ تفرد بھا اور دوسرے
جملہ سے شاید مقصود ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا جسطرح ابو خالد کا ہے کا ہو مدلول قولہ الوھم
عندنا من ابی خالد۔ تو اسکا جواب منذری نے بہت عمدہ دیا ہے **قال الزیلعی و**

ابو داؤد بعد ص ایضًا

وتعقبه للمنذری فی مختصره ۔ فقال وهذا فیه نظر فان اباخالد الاحمر هذا هو

سلیمان بن حیان وهو من الثقات الذی احتج بهم البخاری ومسلم ۔ ومع هذا فلم

یتفرد بهذه الزیادة بل تابعه علیها ابوسعید محمد بن سعد الانصاری الاشهلی

المدنی نزیل بغداد انتهی ص ۳۳ اس عبارت سے توثیق ابوخالد کی متحقق ہوئی ۔ اور

وہم جرح کا اوٹھ گیا ۔ اور اس لفظ کی تصحیح کی ہے ۔ مسلم نے اور احمد بن حنبل نے علے

ماذکره ابن عبدالبر فی الاستذکار ۔ اور تصحیح کی اسکی ابن خزیمہ نے ۔ ذکره العینی فی

النہایۃ ۔ خوفا للاطناب اون کی عبارت نقل نہیں کی گئی **حدیث ہفتم**

اخبرنا ابوحنیفة حدثنا ابوالحسن موسی ابن عائشة عن عبدالله شداد ابن الهاد

قال محمد نے اشارہ

عن جابر بن عبدالله الانصاری قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجل خلفه

یقرأ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ینهاه عن القراءة فی الصلوة

فقال اتنهانی عن القراءة خلف النبی صلی الله علیه وسلم فتنازعا حتی ذکر للنبی

صلی الله علیه وسلم فقال النبی صلی الله علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قراءة

الامام له قراءة انتهی ۔ ورجال هذا الحدیث کلهم ثقات ۔ **فی** التقریب موسی بن

ابی عائشة الهمدانی بسکون المیم مولی هم ابوالحسن الکوفی ثقة عابد من الخامسة و

کان یرسل انتهی ص ۳۶۷ **وایضا** فیه عبدالله بن شداد بن الهاد اللیثی ابوالولید

المدنی ولد علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم ۔ وذکره العجلی من کبار التابعین الثقات

وکان معدودا فی الفقهاء مات بالکوفة مقتولا سنه احدی ثمانین و قیل بعدها

انتهی ص ۱۷۳ **و** فیه ایضا جابر بن عبدالله بن عمرو بن حرام بمهملة وراء الانصاری

ثم السلمی بفتحتین صحابی بن صحابی غزا تسع عشرة غزوة ومات بالمدینة بعد السبعین

وهو ابن اربع وتسعین انتهی ص ۶۲ **حدیث ہشتم** روی النسائی اخبرنا علی

بن حجر اخبرنا اسماعیل وهو ابن جعفر عن یزید بن خصیفة عن یزید بن عبدالله

بن قسیط عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سئل زید بن ثابت عن القرآءۃ مع الامام فقال
لا قرآءۃ مع الامام فی شئ انتہی ص ۲۱۱ ای فی شئ من الصلوۃ سریۃ او جہریۃ و
رواہ مسلم والطحاوی ایضاً یہ ہر دو حدیث بھی جملہ شقوق کے بطلان پر حجت ہیں ۔

وقال عز من قائل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون
یعنے جب قرآن پڑہا جاوے تو اوس کو سنو اور چپ رہو تاکہ تم لوگ رحم کئے جاؤ **فی الفتح القدیر** حاصل الاستدلال بالآیۃ ۔ ان المطلوب امران ۔ الاستماع ۔ والسکوت ۔ فیعمل بکل منہما ۔ والاول یخص الجہریۃ ۔ والثانی لا ۔ فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القرآءۃ مطلقا ۔ وہذا بناء علی ان ورود الآیۃ فی القرآءۃ فی الصلوۃ **و** اخرج البیہقی من الامام احمد قال اجمع الناس علی ان ہذہ الآیۃ فی الصلوۃ **و** اخرج عن مجاہد کان علیہ السلام یقرأ فی الصلوۃ فسمع قرأۃ فتی من الانصار فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ۔ **و** اخرج ابن مردویہ فی تفسیرہ قال واحد ثنا ابو اسامۃ عن سفیان عن المقدام ہشام بن زیاد عن معاویۃ بن قرۃ قال سألت بعض اشیاخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسبہ قال عبد اللہ بن مغفل کل من سمع القرآن وجب علیہ الاستماع والانصات ۔ قال انما نزلت ہذہ الآیۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فی القرآءۃ خلف الامام انتہی ص ۱۳۱ **و** فی تفسیر عماد بن کثیر قال علی بن طلحۃ عن ابن عباس قولہ واذا قرئ القرآن یعنی فی الصلوۃ المفروضۃ انتہی **و فی المعالم** ذہب جماعۃ الی انہا فی القرآءۃ فی الصلوۃ انتہی اور بعد ذکر اقوال مخالفین کے لکہا ہے والاول اولی وہو انہا فی القرآءۃ فی الصلوۃ انتہی ص ۳۷۰ اور زرقانی شرح موطا میں نقلاً عن ابن عبد البر لکھتا ہے اجمعوا علی انہ لم یرد بہ کل موضع یستمع فیہ القرآن وانما اراد الصلوۃ یشہد لہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الامام واذا قرأ فانصتوا صحح

ابن حنبل۔ فاین المذھب عن السنۃ۔ وظاھر القرآن ص ۱۶۱ اگرچہ اس آیۃ کے شان نزول میں
اقوال مختلف ہیں۔ اما اولی واقوی اور مرجح یہی ہے۔ کہ قراۃ فے الصلوۃ میں نازل
ہوئی ہے جیساکہ معالم اور زرقانی اور بیہقی کا بیان صراحتاً مدلول ان معنے
کا ہے۔ اس آیۃ شریفہ سے بلحاظ مورد کے جملہ شقوق کا بطلان ظاہر ہے اور بلحاظ
اصولی قاعدہ کے لایختص بمورد کا بل العبرۃ لعموم الالفاظ واطلاقاتھا بھی اس آیۃ
سے بطلان جملہ شقوق کا بلاشبہ ظاہر ہے۔ ان مذکورہ احادیث اور آیۃ شریفہ سے
ثابت اور مبرہن ہوچکا ہے کہ مقتدی پر قراءۃ مطلقاً فرض نہیں ہے منصف طالب
حق کو تو اسقدر کافی اور وافی ہے متعصب غیر منصف کا تو علاج نہیں اب
رہا منفرد اور امام۔ انکی بابت بہی مولویصاحب کا یہ دعوی ہے کہ فاتحہ بخصوصہا انپر
بھی فرض ہے۔ اور ہمارے اصحاب حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں۔ کہ قراۃ مطلق
فرض ہے۔ ولو کانت فی ضمن الفاتحۃ۔ اس مدعا کے ثبوت کے دلائل مفصلہ ذیل
ہیں **منھا** قولہ فاقرءوا ما تیسر من القرآن یعنے پڑہو جو تمپر آسان ہو قرآن سے۔
باریتعالی نے مطلق قرآن کا پڑہنا فرمایا ہے اور فاقرءوا فاتحۃ الکتاب نہیں فرمایا۔ اگر
خصوصیت فاتحہ کی مقصود ہوتی تو فاقرءوا فاتحۃ الکتاب فرمادیتے **ومنھا** ما روی
الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً دخل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد وصلی ثم جاء فسلم علیہ فقال لہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی ثم جاء فسلم فقال
وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فقال فی الثالثۃ او فی التی بعدھا علمنی
یا رسول اللہ فقال اذا قمت الی الصلوۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم
اقرأ بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع الحدیث مشکوۃ ص ۷۶ ترجمہ ایک شخص نے
مسجد میں آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نماز پڑہی پھر آکر سلام کیا۔ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیک السلام پھر جا نماز پڑھ تیری نماز اچھی نہیں ہوئی۔ پھر پڑھ کر آیا۔ پھر فرمایا فصل فانک لم تصل پھر آیا۔ پھر فرمایا فصل فانک لم تصل۔ آخر اوس نے کہا۔ مجکو سمجھا دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس آپنے فرمایا کہ وضو اچھی طرح کر پھر قبلہ کیطرف مونھ کرکے تکبیر کہہ۔ پھر پڑھ لے قرآن جہاں سے تجکو آتا ہو الحدیث

وروی الترمذی بسنده عن رفاعة وحسنه وذكر القصة المذكورة وفيه فان كان معك قرآن فاقرء والا فاحمد الله وكبره وهلله ص۳۱ وروى الترمذي ايضاً بسنده من ابي هريرة وصححه وحسنه وفيه اقرأ بما تيسر معك من القرآن الحديث ص۳۲ وروى النسائي معنى هذا الحديث وفيه قال ثم يقرأ ما تيسر من القرآن مما علمه الله الحديث ص۱۴۲ وروى ابوداؤد عن ابي هريرة وذكر القصة وفيه ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن الحديث ص۱۵۲ وابوداؤد ايضاً حدثنا حماد عن اسحاق بن عبد الله بن ابي طلحة عن علي بن يحيى بن خلاد عن عمه ان رجلاً دخل المسجد فذكر نحوه قال فيه فقال النبي صلى الله عليه وسلم انه لا تتم صلوة لاحد من الناس حتى يتوضأ فيضع الوضوء يعني مواضعه ثم يكبر ويحمد الله عز وجل ويثني عليه ويقرأ من القرآن ثم يقول الله اكبر ثم يركع الحديث وابوداؤد ايضاً بسند آخر عن رفاعة بن رافع وفيه ثم يقرأ من القرآن الحديث وابوداؤد ايضاً بسند آخر عن رفاعة بن رافع وفيه ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ الحديث وابوداؤد ايضاً بسند آخر عن رفاعة بن رافع وفيه ثم اقرأ ما تيسر عليك من القرآن وابوداؤد ايضاً بسند آخر عن رفاعة بن رافع وفيه فان كان معك قرآن فاقرأ به والا فاحمد الله عز وجل وكبره الحديث ص۱۲۶ وروى الطحاوي بسنده عن رفاعة بن رافع وفيه ثم اقرأ ان كان معك قرآن الحديث ص۱۳۴ وروى ايضاً عن ابي هريرة رض نحوه

ومنها ما روى مسلم بسنده عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا

صلوٰۃ الا بقراءۃ ص ۱۷۰ **ومنہا** ماروی الطحاوی حدثنا علی بن شیبۃ قال حدثنا
ابونعیم قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق العیزار بن حریث قال شھدت ابن عباس
سمعتہ یقول لا تصل صلوٰۃ الا قرأت فیہا ولو بفاتحۃ الکتاب **وروے**
الطحاوی بسندہ عن ابی العالیۃ قال سألت ابن عباس فذکر مثلہ - قال و
سألت ابن عمر فقال انی لاستحیی ان اُصلی صلوٰۃ لا اقرأ فیہا بام القرآن او ما
تیسر ص ۱۲۱ **ومنہا** ماروی الطحاوی ان عبد الرحمن بن الجارود قد حدثنا
قال حدثنا عبد اللہ بن موسی قال انا ابن ابی لیلی عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال کان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا فیجھر و یخافت فجھرنا فیما جھر وخافتنا فیما
خافت وسمعتہ یقول لا صلوٰۃ الا بقرأۃ انتھی **وروے** بسند اٰخر عن
عطاء عن ابی ہریرۃ رض قال فی کل صلوٰۃ قرأۃ **و** روے بسند اخر عن ابی ہریرۃ
مثلہٗ **وروے** بسند اٰخر عن عطاء قال سمعت اباہریرۃ یقول فذکر نحوہٗ
و بسند اٰخر عن عطاء عن ابی ہریرۃ مثلہ **و** بسند اٰخر عن عطاء قال سمعت اباھریرۃ
ثم ذکر مثلہ ص ۱۲۲ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے اظہر من الشمس ہے - کہ
منفرد اور امام پر قرأۃ مطلق فرض ہے - فاتحہ بخصوصہا فرض نہیں - فثبت المدعی
رہی یہ بات کہ آیۃ عام ہے - یا مخصوص - اسکی بابت انشاء اللہ تعالی آگے ذکر ہوگا فانتظرہ
اور فرض ثابت بدلیل قطعی کو کہتے ہیں - جیساکہ فائدہ دہم میں گزر چکا ہے - اور فرضیت
فاتحہ کی کوئی دلیل قطعی جس میں شبہ نہو مولویصاحب نے بیان نہیں فرمائی - اور
اخبار اٰحاد مثبت فرضیت نہیں ہیں - ہاں البتہ مثبت ظنیت کے ہیں - اسی لئے ہمارے
اصحاب رحمہ اللہ علیہ نے منفرد اور امام کے لئے مطلق قراءۃ کو فرض فرمایا - اور فاتحہ
کو واجب تاکہ آیۃ اور حدیث دونوں پر عمل ہو - ھذا خلاصۃ الکلام فی اثبات المرام **بیان**
مذکور سے یہ بات مدلل اور مبرہن ہوگئی کہ مقتدی پر قراءۃ مطلقاً فرض نہیں ہے اور منفرد اور

امام پر مطلق قرارت فرض ہے - ولو کان فی ضمن الفاتحۃ - فاتحہ بخصوصہا فرض نہیں

اب اُن احادیث کا جواب جو مولوی صاحب نے اپنے اثبات مدعی کے لئے بیان کی ہین گذارش ہوتا ہی - توجہ فرمائیے - دعوی مدعی کا یہ ہے -

کہ منفرد - مقتدی - اور امام کے لئے فاتحہ بخصوصہا فرض ہے - اور اوس کے اثبات کے لئے چند احادیث بیان کین اول حدیث عبادہ بن صامت کی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بیان کی - اس حدیث کا جواب بچند وجوہ ہے - **وجہ اوّل** عموم آیۃ فاقرؤا ماتیسر من القرآن کا اس حدیث کے معارض ہے - کیونکہ آیۃ مین حکم ہے کہ پڑہو تم قرآن مین سے جو آسان ہو یعنی جہانسی تم کو آتا ہے اور پڑہ سکو - کسی خاص سورۃ کی ضرورت نہیں - کہ وہی پڑہو - اور حدیث کا مدلول یہہ ہے کہ فاتحہ بخصوصہا پڑہو - پس خصوصیت فاتحہ کی معارض نص قرآنی کے ہے - فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ دوم** ابن ماجہ اور نسائی نے اس امر کا باب منعقد کیا ہے - کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑہے اور اوس کے اثبات کے لئے یہہ حدیثیں لائے ہیں **عن** ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرء الامام فانصتوا یعنے روایت ہی ابی موسی اشعری سے کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امام قراءۃ پڑہے تو تم لوگ (یعنی مقتدی) چُپ رہو - **وعن** ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا - واذا قرأ فانصتوا یعنے ابوہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اسواسطے مقرر کیا گیا ہے - کہ پیروی کرو تم اوسکی - جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو - اور جب وہ قران پڑہے تو تم چپکے سنو - نسائی نے اس حدیث کو دو سندوں سے بیان کیا ہے - اور واذا قرأ القرآن فانصتوا کو مسلم نے بھی ابوہریرہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے - مدلول اس حدیث کا عموم لا صلوٰۃ الخ کے معارض ہے - یعنے مقتدی چپ رہے کچھ نہ پڑہے

نہ فاتحہ نہ سوا فاتحہ کے فلم یثبت ما ادّعاہُ وجہ سیوم جابر بن عبداللہ اور امام احمد
بن حنبل اور سُفیان وغیرہ محققین نے فرمایا ہے۔ کہ حکم اِس حدیث کا واسطے مقتدی
کے نہیں واسطے منفرد کے ہے۔ ذکرہ الترمذی حیث قال۔ وان احمد بن حنبل
فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔
اذا کان وحدہ۔ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم
یقرأ فیہا بام القرآن۔ فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ قال احمد فہذا رجل
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن
لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ انتھی۔ اور ابوداؤد میں ہے
قال سفیان لمن یصلی وحدہ۔ فاذا ثبت کونہ ماوّلا۔ فلم یکن الحدیث حجۃ لما
ادعاہُ وجہ چہارم حدیث مسی الصلوۃ کی جسکو بخاری۔ مسلم۔ ترمذی وغیرہ نے
روایت کیا ہے۔ کمامرّ۔ اوسمیں رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو تعلیم
فرائض نماز میں فرمایا۔ ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن یعنی پھر پڑھ تو قرآن سے جو
تجکو آسان ہو۔ فاتحہ کی خصوصیت نہیں فرمائی۔ باآنکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
درپے تعلیم تھے۔ وھذا موضع البیان ووقتہ۔ ولا یجوز التاخیر عنہ صرح
النووی بھذہ القاعدۃ دیکھو نووی ص۱۹۹ پس اس سے بھی فرضیت مطلق قراءۃ
کی ثابت ہوئی۔ نہ فرضیت فاتحہ بخصوصہا کی۔ فلم یثبت ما ادعاہُ وجہ پنجم
اخرج مسلم بسندہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی
صلوۃ لم یقرأ فیہا بامّ القرآن فھی خداج ثلثا غیر تمام انتھی یعنی فرمایا رسولخدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نماز سوا فاتحہ کے پڑھی۔ اوسکی نماز ناقص ہے۔ کامل نہیں
ہوگی۔ پس یہ حدیث بھی معارض حدیث مستدل کی ہے۔ فلم یثبت ما ادعاہُ اور معنے
خداج کے آئندہ گزارش ہونگے وجہ ششم لا صلوۃ الی آخرہ محتمل دو معنے کے ہے

جواب ۳
جواب ۴
جواب ۵
جواب ۶

یعنی لا صلوٰۃ صحیحۃ جیسا کہ لا صلوٰۃ الا بقرآءۃ رواہ مسلم۔ ولا صلوٰۃ لمن لا
طہور لہ، رواہ الطبرانی۔ اور لا صلوٰۃ کاملۃ۔ قال النووی۔ وھذا من الالفاظ
التی تطلق علی نفی الشئی ویراد بہ نفی کمالہ ومختارہ۔ کما یقال لا علم الا ما نفع۔ و
لا مال الا الابل۔ ولا عیش الا عیش الآخرۃ انتھی۔ **وفی** کنوز الحقائق للامام
المناوی رحمۃ اللہ علیہ لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ دارقطنی۔ ولا صلوٰۃ
للملتفت۔ رواہ الطبرانی۔ ولا صلوٰۃ بحضرۃ طعام۔ رواہ مسلم۔ ولا صلوٰۃ لمن لا یتخشع
فی صلوتہ۔ رواہ الدیلمی۔ ولا صلوٰۃ لمن صلی خلف الصف فردًا۔ رواہ الدیلمی والامام
احمد فی مسندہ۔ ولا صوم بعد النصف من شعبان حتی رمضان۔ رواہ الدیلمی۔ ولا صام
من صام الابد۔ رواہ البخاری فی صحیحہ۔ ولا صلوٰۃ فی الحمام۔ رواہ الدیلمی۔ ولا صلوٰۃ
لمن سمع النداء ثم لا یاتہ الا من علۃ۔ رواہ الحاکم۔ ولا عبادۃ کالتفکر۔ رواہ
ابن حبان فی صحیحہ۔ ولا ھم الا ھم الدین۔ ولا وجع الا وجع العین۔ رواہ ابن عدی۔ ولا
دین لمن لا عھد لہ۔ رواہ ابن النجار۔ ولا خیر فیمن لا یضیف۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ
ولا خیر الا فی قراءۃ الا بتدبر۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی العیش الا لرجلین۔ عالم
ناطق۔ او مستمع ودیع۔ رواہ العسکری والدیلمی۔ ولا خیر فی الجلوس علی الطرقات۔
رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی ولد الزنا۔ رواہ الطبرانی۔ ولا دین لمن لا تفقہ لہ۔ رواہ
الدیلمی۔ ولا خیر فی الدنیا بعد مائۃ۔ رواہ الدیلمی۔ ولا خیر فی الامارۃ لرجل مسلم۔
رواہ الامام احمد فی مسندہ انتہی بلفظہ ان مذکورہ احادیث میں نفی کمال مراد ہے
نہ نفی ذات وصحت کما لا یخفیٰ۔ جبکہ یہ عبارت محتمل دو معنی کی ہوئی فکیف الاستدلال
فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ ہشتم۔ قال النووی** فانھم رای المحققون
والاکثرون) قالوا احادیث الصحیحین التی لیست بمتواترۃ۔ انما تفید الظن
فانھا آحاد۔ والآحاد انما تفید الظن علی ما تقرر۔ ولا فرق بین البخاری

ومسلم وغیرھما فی ذلك انتھی صرف اور فائدہ دہم میں گزرچکا ہے۔ کہ فرض ما ثبت بدلیل قطعی لا شبھة فیہ کو کہتے ہیں۔ اور حدیث لا صلوٰۃ آہ ظاہر ہے کہ مجملہ احاد کے ہے متواترات سے نہیں۔ پس مفید ظن کی ہوئی نہ مفید قطعی لا شبھة فیہ کی۔ پھر اس سے فرضیت فاتحہ کی کسطرح ثابت ہوگئی فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ ہشتم** قال محمد فی الآثار اخبرنا ابو حنیفة **حدثنا** ابو الحسن موسیٰ بن عائشة عن عبد اللہ بن شداد ابن الھاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ یقرأ۔ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھاہ عن القرآءة فی الصلوٰة فقال اتنھانی عن القرآءة خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرآءة الامام لہ قرآءة انتھی۔ اس حدیث کے رجال کلھم ثقات ہیں۔ جیسے مشروحاً مذکور ہوچکا ہے۔ اور اس حدیث مرفوع کے مؤیدات اور شواہد مؤطا امام محمد اور **شرح معانی الآثار** میں بکثرت ہیں۔ پس یہ حدیث لا صلوٰۃ آہ کے عموم کو معارض ہے۔ فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ نہم** فرضاً اگر مقتدی بھی امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب پڑھے۔ تو اکثر اوقات اسکو اتباع امام سے محرومی حاصل ہوگی **مثلاً** امام نصف فاتحہ میں تہا کہ مسبوق نے اقتدا کیا۔ یا بطئ القرآءة نے سریع القراءة سے اقتدا کیا امام نے جب فاتحہ پوری کی۔ تو مقتدی اھدنا الصراط المستقیم پر مثلاً پہونچا۔ تو خالی نہیں مقتدی امام کے ساتھ آمین بوقت آمین کہنے امام کے کہیگا۔ یا نہ کہیگا۔ فکلاھما باطلان فالملزوم مثلہ **اول** تو اس لئے کہ نظم قرآن میں اجنبیہ عبارت خلل انداز ہوگی اسطرح پر اھدنا الصراط المستقیم آمین صراط الذین۔ اور اجنبی کلام کا ادخال نظم قرآن میں شرعاً ناجائز ہے۔ فما منہ للمحظور فھو محظور اور **ثانی** اسواسطے کہ مخالفت فرمان واجب الاذعان حضرت خلاصہ جہانیاں صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا۔ واذا قال الامام ولا الضالین

فقولوا آمین کی لازم آئیگی - پس اس دلیل سے بھی مدعی مستدل کا یعنے فرضیت ہر نماز میں ہر نمازی کے لئے پایہ ثبوت کو نہ پہنچا **فائدہ** نووی نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے مستحب یہہ ہے کہ آمین مقتدی کی امام کی آمین کے ساتھ ہی ہو - نہ پہلے اور نہ پیچھے اور نماز میں اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اقتران قول مقتدی اور امام کا مستحب ہے - الا فی قولہ آمین - اما باقی اقوال میں - پس مقتدی کو امام کے اقوال سے تاخیر مستحب ہے - وھذہ عبارتہ - ویستحب ان یکون تامین الماموم مع تامین الامام لا قبلہ ولا بعدہ ولیس فی الصلوۃ موضع یستحب ان یقترن فیہ قول الماموم بقول الامام الا فی قولہ آمین - واما فی باقی الاقوال فیتاخر قول الماموم انتھی ص ۳ **وجہ سوم** روی مالک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرآءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتھی الناس عن القرآءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی رواہ ابو داؤد فی سننہ وقال حدیث ابن اکیمۃ ھذا رواہ معمر ویونس واسامۃ بن زید من الزھری علی معنی مالک انتھی - رواہ احمد و النسائی وابن ماجۃ والترمذی قال **وفی الباب** عن ابن مسعود وعمران بن حصین وجابر بن عبد اللہ اور نیز مؤید اسکی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے وقال الدار قطنی رجالہ کلھم ثقات وھو ھذا **عن** عبادۃ بن صامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقرأن احد منکم شیئا من القرآن اذا جھرت بالقرآن انتھی **و** قال احمد بن حنبل ما سمعت احدا من اھل الاسلام یقول ان الامام اذا جھر بالقرآءۃ لا تجزی صلوۃ من لم یقرأ ذکرہ الذیلعی ھذا من الدلیل القوی یعنی حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کی صاحب دلیل قوی نے ذکر کی ہے - ان احادیث سے

ج ۱ - ص ۰

ثابت ہوا کہ مقتدی صلوۃ جہریہ میں قراۃ نہ پڑہے - اور قراۃ بعمومہا فاتحہ وغیرہ کو شامل ہے - اور مدلول ان احادیث کا عموم مدلول حدیث لاصلوۃ کو معارض ہے - پس

مبرہن ہوا کہ وہ حدیث بعمومہ قابل حجت نرہی - فلم یثبت ما ادعاہ **وجہ یازدہم**
فی نصب الرایة فی تخریج احادیث الهدایة للعسقلانی **اخرج** ابن ماجة من حدیث
ابی سعید لاصلوة لمن لم یقرأ بالحمد لله وسورة معها - واخرجه الترمذی
فی اثناء حدیث واخرجه ابن عدی ولفظه لاصلوة الا بفاتحة الکتاب والسورة
وفی روایة له وسورة فی فریضة وغیرها - وفی روایة له لا تجزئ صلوة لا
بفاتحة الکتاب ومعها غیرها وضعفه بابی سفیان طریف بن شهاب السعدی
ولابی داؤد ومن وجہ اخر صحیح عن ابی سعید امرنا ان نقرأ بفاتحة الکتاب
وما تیسر وصححه ابن حبان من هذا الوجه ولفظه - امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم
وکذا اخرجه احمد وابو یعلی - وفی الباب **عن** عبادة بن صامت سمعت رسول الله
صلی الله علیه وسلم یقول لاصلوة الا بفاتحة الکتاب وایتین من القرآن اخرجه
الطبرانی - **و**اخرج ابن عدی من حدیث عمران بن حصین مثله لکن بلفظ لا تجزئ
وزاد ایتین فصاعدا - **و**عن رفاعة بن رافع فی قصة المسیئ صلوته - ثم اقرأ بام
القرآن ثم اقرأ بما شئت اخرجه احمد - **و**لابی داؤد من هذا الوجه ثم اقرأ بام
القرآن وبما شاء الله ان تقرأ - **و**عن ابن عمر رفعه لا تجزئ المکتوبة الا بفاتحة
الکتاب وثلاث ایات فصاعدا اخرجه ابن عدی - **و**عن ابن مسعود رفعه لا تجزئ
صلوة لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب وشیء معها اخرجه ابو نعیم - فی ترجمه ابراهیم
بن ایوب من تاریخ اصبهان انتهی - **و**اخرج مسلم لاصلوة لمن لم یقرأ بام الکتاب

فصاعدا انتهی - ان احادیث سے ظاہر ہے - کہ فاتحہ کا حکم اگر ہر نمازی کیواسطے عام ہے - تو انضمام سورہ کا حکم بھی ضرور عام ہوگا - اور بالاتفاق انضمام کا ہر نمازی کیواسطے عام نہیں

ہے فکذا حکم الفاتحۃ وھو المطلوب - فلم یثبت ما ادعاہ - ان مذکورہ وجوہات سے مدلل ہوچکا کہ حدیث لا صلوٰۃ آہ کی قابل اسبات کے نہیں کہ مثبت فرضیت فاتحہ ہو- ہاں البتہ دلیل ظنی ہے - اور وہ مثبت وجوب ہوتی ہے - نہ فرضیت کما مرّ فی الفائدۃ العاشرۃ اسی لیئے حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے منفرد اور امام کے لیئے دلیل وجوب فاتحہ کی اسحدیث کو قرار دیا- اور فرضیت مطلق قرارت کیواسطے آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کو سند ٹھہرایا- اور مقتدی کے لیے آیۃ اذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا- اور حدیث مرفوع جابر رضی اللہ عنہ (من کان لہ قرآءۃ فقرآءۃ الامام لہ قرأۃ) کو مخصص بنایا- اعمالاً علی الدلیلین- اور بلارعایت تطبیق احادیث اور آیات کے لئے یہہ طریق نہایت ہی احسن ہے - فتدبر وانصف ولا تکن من الجادلین **دوم حدیث** عبادہ بن صامت کی لا تجزی صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب - اسحدیث کا حال زیلعی نے تخریج ہدایہ کے صفحہ ۱۹۳ میں لکھا ہے -کہ اسحدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے وقال اسنادہ صحیح وصححہ ابن القطان ایضاً وقال زیاد احد الثقات انتھی- وقال صاحب التنقیح انفرد زیاد ابن ایوب ولوبہ بلفظ لا تجزئ ورواہ جماعۃ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ وھو الصحیح- وقال وکان زیاداً رواہ بالمعنی انتھی- انتھی- صاحب تنقیح کے بیان سے صاف ظاہر ہے -کہ زیاد رضی اللہ عنہ جو راوی اسحدیث کا ہے اونسے بجای لا صلوٰۃ کے لا تجزئ نقلاً بالمعنی کہا وزور اصل لفظ حدیث صحیح (کما یدل علیہ قولہ وھو الصحیح) لا صلوٰۃ ہی ہے - تو اسکا جواب بہی وہی یازدہ وجوہ جو حدیث لا صلوٰۃ میں گذارش ہوئے ہیں جواب ہونگے - پہر **مستدل** کا یہہ فرمانا کہ ”لا تجزئ سے بڑہکر اور کیا لفظ حدیث میں ہوجسے تسلی ہو“ موجب تسلی اور اطمینان نہیں ہے - کیونکہ اصل مین یہ لفظ بھی لا صلوٰۃ ہی تہا- زیاد رضی اللہ عنہ نے بجائے اوسکو لا تجزئ نقلاً بالمعنی کہا- جبکہ اصل ہی تسلے

بخش نہیں ہے۔ تو فرع کسطرح اطمینان و تسلی بخش ہوگی۔ **علاوہ** اسکے ابن عدی
کی روایت میں لا تجزئ الصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعہا غیرھا۔ ہے۔
ذکرہ المناوی فی کنوز الحقائق۔ **واخرج** ابونعیم الحافظ فی تاریخ اصبہان فی
ترجمۃ ابراھیم بن ایوب الفرسانی عن ابی مسلم عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر عن
ابی معمر عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزئ
صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب وشیٔ معہا انتہی۔ ذکرہ الزیلعی فی
تخریج احادیث الہدایۃ ص ۱۹۴ **اور** ظاہر ہے کہ ومعہا غیرھا۔ وشیٔ معہا سورہ
کیطرف اشارہ ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر نمازی کے لئے سورہ بھی فرض ہو۔ اور خصم اسکا
منکر ہے۔ اور نیز جائز ہے۔ کہ مراد اس سے نفی اجزا کامل کی ہو۔ نہ نفی اصل اجزا کی

مستدل کی تیسری حدیث کا جواب

پس اس ذکر سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی مثبت مدعی مستدل کی نہیں ہے **تیسری**
حدیث لا تقبل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بام القرآن۔ مثبت مدعی یعنی اثبات فرضیت
فاتحہ کی ہر نمازی کے لئے بیان فرمائی **اقول** وباللہ التوفیق۔ اسکا جواب بھی
بچند وجوہ ہے۔ (وجہ ۱) وجہ اول۔ دوم۔ وجہ چہارم۔ وجہ پنجم۔ وجہ ہفتم۔ وجہ ہشتم۔ وجہ نہم۔ وجہ دہم
و یازدہم۔ جو حدیث لا صلوٰۃ میں مفصل گزری ہیں اس حدیث کا جواب باصواب ہیں۔
تطبیق و مطابقت بر فہم رسا ہے۔ تاکہ حق ثابت ہو۔ خوف طوالت سے دوبارہ ان وجوہات
کا ذکر نہیں کیا۔ (وجہ ۲) وجہ دوم لفظ لا تقبل کے استعمال محدثین کی کلام میں دو طرح پر آئی
ہے۔ کبھی واسطے نفی صحت کے جیسے کہ روایت مسلم میں لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور اور
روایت مسند امام احمد میں لا تقبل صلوٰۃ الحائض الا بخمار وارد ہے **کنوز الحقائق**
اور کبھی واسطے زجر اور توبیخ اور نفی کمال ثواب کے جیسے لا تقبل صلوٰۃ من لا یؤدی
الزکوٰۃ۔ رواہ الدیلمی۔ **کنوز الحقائق** ورد فی الطبرانی وابن خزیمۃ وحبان
فی صحیحہما ثلثۃ۔ لا یقبل اللہ لہم صلوٰۃ ولا یصعد لہم الی السماء حسنۃ۔ السکران

حتی یصحو - المرأۃ الساخط علیھا زوجھا - والعبد الآبق حتی یرجع فیضع یدہ فی
یدموالیہ کتاب الزواجر ص ۸۸ وروی الدیلمی لایقبل اللہ الایمان والصلوۃ الا
بالزکوۃ کنوز الحقائق ص ۱۹۶ والبیہقی لایقبل اللہ صلوۃ رجل مسبل ازارہ -
کنوز الحقائق - ومسلم بسندہ عن جریر یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا ابق العبد لم تقبل لہ صلوۃ - ان جملہ احادیث میں لاتقبل سے مراد تغلیظ اور
توبیخ اور نفی کمال ثواب ہے - نہ نفی صحت کما ھو الظاھر - ورنہ زکوۃ نہ دینے والا
کافر ہو - اور نماز اوس کے ذمہ سے ساقط نہو - اور مسبل ازار کی نماز بھی نادرست ہو
وھو خلاف ما تقرر عند اھل السنۃ - جب لفظ لاتقبل کا محتمل دو معنی کا ہوا -
تو قابل استدلال نہ ہوا - فکیف الاستدلال بہ - فلم یثبت ما ادعاہ **فائدہ**
شارع کبھی تغلیظ اور توبیخ کے ایسے ایسے کلمات وارد فرماتا ہے - دیکھو - ترمذی - باب
کراھۃ الحلف بغیر اللہ - میں لکھتا ہے - ان قولہ فقد کفر او اشرک علی التغلیظ
والحجۃ فی ذلک کذا وکذا خوف تطویل کے لئے اکتفا بر اشارہ کیا گیا ہے - اور شیخ
حدیث قتال المسلم کفر کے تحت میں لکھتا ہے کہ قولہ قتالہ کفر تغلیظ **وجہ سوم**
عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں اذ یجوز ان تکون صحیحۃ غیر مقبولۃ - کما
الصلوۃ فی الدار المغصوبۃ لانھا صحیحۃ وان کانت غیر مقبولۃ - فکذلک
یجوز ان تکون صلوۃ تارک الفاتحۃ غیر مقبولۃ - فھذا الحدیث لم ینتھض
دلیلا علی ما ادعاہ - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے - دعوی مدعی کا یہ تھا - کہ
فاتحۃ الکتاب بخصوصھا ہر نمازی کے لئے فرض ہے - بدون اوس کے کسی نمازی کی نماز
صحیح نہیں ہوتی - اور اوسکی دلیل حدیث لاتقبل صلوۃ الخ بیان فرمائی - سو یہ
دلیل مثبت مدعی کی نہیں - اسواسطے کہ عدم قبول مستلزم عدم صحت کا نہیں -
کیونکہ جائز ہے کہ صحیح ہو - الا غیر مقبول - جیسے کہ کسی کا مکان زور سے چھینا - اور اوس

میں نماز پڑھی۔ سو یہہ نماز اوس کی صحیح غیر مقبول ہے۔ پس جائز ہے کہ نماز تارک فاتحہ کی صحیح غیر مقبول ہو۔ فکیف کا استدلال بہ **قال النووی**

واما قوله صلی الله علیه وسلم اذا ابق العبد لم تقبل له صلوٰة۔ فقد تاوله الامام المازری وتابعه قاضی عیاض علی ان ذلك محمول علی المستحل للاباق فیکفر و لاتقبل له صلوٰة ولا غیرها۔ ونبه بالصلوٰة علی غیرها۔ وانکر الشیخ ابو عمرو هذا وقال بل ذلك جائز فی غیر المستحل ولا یلزم من عدم القبول عدم الصحة۔ فصلوٰة الابق صحیحة غیر مقبولة لعدم قبولها بهذا الحدیث وذلك لاقترانها بالمعصیة واما صحتها فلوجود شروطها وارکانها المستلزمة صحتها ولا تناقض فی ذلك ویظهر اثر عدم القبول فی سقوط الثواب واثر الصحة فی سقوط القضاء۔ وفی انه لا یعاقب عقوبة تارك الصلوٰة۔ وهذا اخر کلام الشیخ۔ وهو ظاهر لا شك فی حسنه۔ وقد قال جماهیر اصحابنا ان الصلوٰة فی الدار المغصوبة صحیحة لا ثواب فیها۔ ورأیت فی **فتاوی** ابی نصر بن الصباغ من اصحابنا التی نقلها عنه ابن اخیه القاضی ابو منصور۔ قال المحفوظ من کلام اصحابنا بالعراق ان الصلوٰة فی الدار المغصوبة صحیحة یسقط بها الفرض ولا ثواب فیها انتهی بلفظه۔ اور ہمارے اصحاب حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بہی دار مغصوبہ اور ارض مغصوبہ میں نماز صحیح مع الکراہتہ ہے۔ فی شرح المنار والصلوٰة فی الارض المغصوبة مشروعة فی ذاتها وانما حرم لاجل شغل ملك الغیر انتهی **اشتباہ** ترک فاتحۃ الکتاب سے ثواب کا نہ حاصل ہونا واسطے منفرد اور امام کے ہوگا۔ لترکهما الواجب اما مقتدی تو مامور بالسماع ہے فلا یلزمه مالزمهما۔ فتدبر۔ ان سیزدہ وجوہات مذکورہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حدیث مدعی کے دعوی کی مثبت نہیں فلم یثبت ما ادعاه۔ **قوله** اور اس باب میں انس سے مسلم اور ترمذی ہیں آہ **اقول**

وباللہ التوفیق حدیث لا صلوۃ اہ میں من حیث الصحۃ کلام نہیں - ہماری کلام اس امر
میں ہے - کہ آیا یہ حدیث مُثبت فرضیت ہی یا نہ - سو ماسبق میں بوجوہات مذکورہ عدیدہ
معلوم و ثابت ہو چکا ہے - کہ یہہ حدیث منجملہ غیر احاد کے ہے متواترات سے نہیں فلینظر
ثمہ

جواب عوض سے ام القرآن

قولہ ام القرآن عوض من غیرہا - ولیس غیرہا عوض منہا **اقول** وباللہ
التوفیق - اسحدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو فرضیت فاتحہ پر جو غرض مُدعی کی ہے
دال ہو - اگر ہے تو بیان فرمائیں وبدونہ قرط القتاد - فرضاً اگر تسلیم کیا جاوے -
تو یہہ حدیث شریف مفید اور مؤید ہم کو ہوگی - نہ مُدعی کو - اسلئے کہ معنے اسحدیث کے یہہ
ہیں کہ فاتحۃ الکتاب اور آیتوں کا عوض ہے - اور آیتیں فاتحہ کا عوض نہیں ہیں
یعنے نماز میں فاتحہ کے پڑھنے سے - فرض اور واجب ہر دو ادا ہو جاتے ہیں - بخلاف
اور آیتوں کے کہ اون کے پڑھنے سے فقط فرض ہی ادا ہوتا ہے - واجب ادا نہیں ہوتا - اور یہی
مذہب ہمارے اصحاب حنفیہ کرام رح کا ہے **قال القاری** فی المرقات شرح
للمشکوۃ معنی الحدیث ان الفاتحۃ تقوم مقام الفرض والواجب جمیعاً ولیس
غیرہا کذلک لان غیرہا یؤدی الفرض فقط دون الواجب فھو یؤید مذھبنا
واصطلاح ائمتنا - انتھی - انتھی - فلم یثبت ما ادعاہ **قولہ** فاتحۃ الکتاب اور کا عوض
ہو سکتی ہے - اور - اور چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوتیں **اقول** وباللہ التوفیق -
مؤلف رسالہ نے لفظ ھا کا مرجع آیات نہیں ٹھیرایا - بلکہ سوا فاتحہ کے کُل جہان کی
چیزوں کو مرجع کلمہ ھا سمجھا ہے - جیسا کہ قولہ " اور اور چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہوتیں
ان معنوں پر صریحاً دال ہے - فصار المعنی علی ذلک التقدیر فاتحۃ الکتاب - زکوۃ -
صوم - حج - عمرہ - قتال فی سبیل اللہ - رکوع - سجود - وغیر ذلک مما لا تعد
ولا تحصی کا عوض ہو سکتی ہے - اور یہہ چیزیں فاتحہ کا عوض نہیں ہو سکتی - وھذا
المعنی فساده ظاہر لا مریۃ فیہ - حدیث مسطورہ کی تاویل معنی مذکورہ سے کرنی - پہر یہی
الیسی

معنوں سے اثبات فرضیت کا قول عجیب ہے **قولہ** ان حدیثوں مین صاف اس امر کا بیان ہے۔ کہ فاتحہ کے سوا کسی نماز ہی کی نماز جائز نہیں ہوتی **اقول**۔ وباللہ التوفیق۔ ابتک فرضیت سورہ فاتحہ بخصوصہا کی ثابت نہیں ہوئی جیسا کہ بوجوہات متعددہ معلوم ہوچکا ہے اعادہ اونکا باعث تطویل ہے فلینظرہا جبکہ فاتحہ بخصوصہا کی فرضیت پایۂ ثبوت کو ہی نہیں پونہچی۔ تو نماز بدون فاتحہ کے جائز نہ ہونے کے کیا معنے۔ ہاں البتہ اگر قول جائز نہیں ہوتی کو محمول برنفی کمال کیا جاوے۔ جیسا کہ مذہب حنفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ہے فیکون لہ وجہ **قولہ** دارقطنی ؒ کی مرفوع حدیث میں عبادہ سے صریح لا تجزئ کا لفظ ہے اہ **اقول** وباللہ التوفیق۔ اس لفظ (لا تجزئ) کا حال سابقاً صاحب **تنقیح** کی نقل سے معلوم ہوچکا ہے۔ اونکو ملاحظہ فرماویں۔ جبکہ لا صلوٰۃ کے لفظ کو زیاد بعض اہل سنت نے نقل بالمعنی کرنے میں لا تجزئ فرمایا۔ پھر اس لفظ لا تجزئ میں کونسی ترجیح اور فوقیت ہے کہ موجب تسلی اور اطمینان نہیں۔ پھر فرع تو فرع ہی ہے اصل سے ادنیٰ اور مرتبہ اگرچہ بعید نہیں ہے۔ ویضاً یجوز ان یکون محمولاً علی نفی الاجزاء الکامل لا نفی اصل الاجزاء **قولہ** نہیں تو جبہ کچھ بھی حاجت نہیں کہ اور درد سری کریں **اقول** وباللہ التوفیق۔ درست ہے کہ ہمیں بھی کچھ حاجت نہیں۔ کہ مغز خوری اور دردسری کریں۔ کہ مدعی ہمارا ثابت اور مبرہن ہوچکا ہے۔ کیونکہ ابتک کوئی ایسی دلیل جو برہان قطعی فرضیت فاتحۃ الکتاب پر ہو۔ منجانب مولویصاحب کے پیش نہیں گزری اور جو دلائل کہ مولویصاحب نے اپنے اثبات دعوی کے لئے بزعم خود بہانا ماسبق مین بیان فرمائے ہین۔ اونکا دفع اور عدم قطعیت بھی ماسبق میں گذارش ہوچکا ہے فلینظر الناظر ثمہ۔ اور دلائل عدم فرضیت فاتحہ بخصوصہا کے مفصلاً بیانا بیان ہوچکے ہیں۔ زیادہ دلائل کی کچھ حاجت نہیں۔ بارے ناظرین کی تسلی اور اطمینان کے لئے آئندہ

ور بھی بیان کئے جاتے ہیں **قولہ** آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں ورنہ کوئی اور ہی
فائدہ اوٹھائیگا **اقول** انشاءاللہ تعالی اللہ کے فضل اور کرم سے ہم ایسی سمجھ ہیں
ہیں کہ شائد کوئی اور سمجھیگا - یہ اوسی سمجھ کا نتیجہ ہے کہ قران اور حدیث پر بوجہ احسن
تطبیق دیکر عمل درآمد کیا اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اپنا عروۃ الوثقی اور اپنے ایمان کا مدار ٹھہرایا - اور مخالف کو تسلی بخش اور طمینان
دہ جواب گو وہ سمجھے یا نہ سمجھے بحوالہ قران اور حدیث دیے اللھم ارنا الحق حقا - و
الباطل باطلاً **قولہ** اصل نفی میں نفی ذات ہے اہ **اقول** وباللہ التوفیق -
اگر نفی ذات کی اصلیت وضعًا مراد قائل ہے یعنے ایسے (مثلاً لا صلوۃ) الفاظ واضع
نے واسطے نفی ذات کے وضع کئے ہیں - نہ واسطے نفی کمال کے - تو اسکا فساد بین ہے
قسطلانی نے لکھتا ہے - وھو ای القول بانہ وضع لنفی الذات) خطا لان
العرب لم تضعہ لنفی الذات - وانما تورد ہ للمبالغۃ ثم تذکر الذات لیحصل
ما ارادت من المبالغۃ انتھی - اور اگر استعمالاً مراد ہے - یعنے ایسے کلمات کو نفی ذات
کے لئے ہی عربوں کا استعمال کرنا اصل ہے - نفی کمال کے لئے اصل نہیں - تو یہ
بھی بین البطلان ہے - اس لئے کہ ایسے کلمات کی استعمال کبھی واسطے نفی اجزا
کے آتی ہے - جیسی لا صلوۃ الا بطھور اور کبھی واسطے نفی کمال کے جیسے لا صلوۃ
بحضرۃ الطعام رواہ مسلم دیکھو **قسطلانی** لکھتا ہے وصار المحققون الی الوقف و
انہ تردد بین نفی الکمال والاجزاء انتھی - قسطلانی کی عبارت صریحًا دال ہے
کہ نفی اجزا اور نفی کمال مساویۃ الاقدام ہیں فتدبر **قولہ** اور ذات کی نفی یہاں
ممکن ہے - پس وہی مراد ہوگی - **اقول اولاً** اگر نفی ذات ممکن ہی تو کیا نفی کمال
غیر ممکن ہے - اور کون صاحب کمال امکان نفی کمال کو یہاں غیر ممکن کہتا ہے
بلکہ دیکھو **عینی** شارح بخاری و ہدایہ لکھتا ہے والحمل علی نفی الکمال اولی بل یتعین

لان نفی الاصل یستلزم نفی الکمال ایضاً فیکون نفی شیئین فتکثر المخالفۃ۔ انتھی۔ **اور ثانیاً** اس کے شافی اور کافی جواب کے لیے **فواتح الرحموت** کی عبارت چونکہ ازبس مکتفی ہے۔ لہذا اوسکی عبارت کو واسطے ملاحظہ مولویصاحب کے نقل کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ صاف معلوم ہو کہ شارع نفی ذات اور حقیقت شرعیہ کی نفی کس محل میں کرتا ہے۔ اور نفی کمال کونسی محل میں مقصود شارع کا ہے وُ

ھذہ عبارتہ **مسئلہ** لا اجمال فی نحو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ الا بطہور

ای فیما نفی الحقیقۃ الشرعیۃ ولم ینتف وجودہ الحسی خلافاً للقاضی ابی بکر

من الشافعیۃ ۔ لنا ان ثبت عرف الشرع فی الصحیح ۔ منھا انفی المسمی ۔ الشرعی

متعین بالارادۃ لانہ امکن الحقیقۃ فلا یترک الا بباعث فلا اجمال الا اذا

دل دلیل من خارج علی ان الحقیقۃ الشرعیۃ موجودۃ ولم ینتف شیء من ارکانہ

وشرائطہ فیحمل علی نفی الکمال نحو لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب رواہ

الشیخان ۔ فانہ دل علیہ قولہ تعالی فاقرءوا ما تیسر من القرآن ۔ واقرأ ما

تیسر معک من القرآن فی حدیث طویل ۔ رواہ البخاری وَمسلم عند تعلیم الصلوۃ

للاعرابی ۔ انتھی۔ یہ عبارت صراحتاً دال ہے۔ کہ مولویصاحب نے بیان مسئلہ میں نفی حقیقت شرعیہ میں مضمون پہلے جملہ عبارت سے کام لیا ہے۔ اور مضمون الا اذا دل دلیل من خارج آہ کیطرف خیال نہ کیا تاکہ موارد استعمال شارع کے پورے پورے معلوم ہوتے۔ مگر دوسرے جملہ کیطرف کیونکر خیال فرماتے کہ حنفیہ کے شمشیر آبدار برہنہ وہاں نظر آتی تھی۔ واللہ الموفق للسداد **قولہ** اور مرکب جیسی کل اجزا کی آہ **اقول۔ اولاً** یہ قاعدہ ٹھیک اور مسلم الثبوت ہی۔ الا اس مقام میں اسکا لانا تب مفید ہوتا کہ پہلی فاتحہ کو مرکب (یعنی نماز) کا جزو ہونا مولوی صاحب ثابت کرتے۔ اور جزو ہونا فاتحہ کا ابی تک کہاں ثابت ہوا ہے۔ آسکا بار ثبوت

بذمہ مولویصاحب ہے اور ثانیاً یہی امر تو محل نزاع اور مبحوث عنہ ہے۔ کہ آیا فاتحۃ الکتاب جزء نماز کی ہے یا نہ۔ پھر اسی کو دلیل ثبوت مدعی میں پیش کرنا مصادرہ علی المطلوب نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر جزئیت فاتحہ کی مانی جاوے تو پھر نزاع بھی کس امر کی ہے۔ اور ثالثاً وہ ائمہ مجتہدین کالشافعی وَمَن تَشَبَّہَ جو فرضیت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔ وہی اس امر کے بھی قائل ہیں۔ کہ جب مدرک سنے الرکوع بلاقراءۃ فاتحہ امام کے ساتھہ شامل ہو تو یہہ رکعت اوسکی معتد بہا ہوگی اور اوس کے ذمہ سے قراءۃ فاتحہ ساقط ہوگئی **قال النووی** ومنہا ای من الفوائد ان من سبقہ الامام ببعض الصلوٰۃ اتی بما ادرک فاذا سلم الامام اتی بما بقے علیہ ولا یسقط منہ ذلک بخلاف قراءۃ الفاتحۃ فانہا تسقط عن المسبوق اذا ادرک الامام راکعًا انتہی صرح اور ایسی حالت میں سقوط فاتحہ کا یا تو بنظر ضرورت فوت رکعت کے ہے۔ یا اسوسطے ہے کہ فاتحہ سرے سے فرض ہی نہیں۔ الا بنظر ضرورت فوت رکعت کے اگر مسبوق تکبیر اولی یا قیام ترک کرے۔ تو وہی قاطبۃً قائل ہیں کہ اوسکی نماز نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ حالت فرائض کی دونوں حالتوں میں یعنے حالت ایسی ضرورت اور غیر ضرورت کے برابر ہے۔ ساقط نہیں ہوتی۔ اور خواتمہ میں یہ مرتبہ نہیں ہے۔ مدرک فی الرکوع کے ذمہ سے بلا پڑہنے کے ساقط ہوجاتی ہے۔ پس یہہ امر صراحتًا دال ہے کہ سقوط بنظر ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ بنظر عدم فرضیت کے ہے فھو المطلوب۔ پس اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ فاتحہ جزء مرکب کی نہیں ہے۔ بقی فیہ شیٔ وہ یہہ ہے کہ یہ دلیل مولویصاحب کے لئے مضر نہیں۔ اس لئے کہ انکا اجتہاد مجتہدین اصحاب مذاہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ قاطبۃً قائل اعتداد رکعت مدرک فی الرکوع کذائی کے ہیں۔ الا مولویصاحب کہ اعتداد رکعت کے منکر ہیں انشاء اللہ تعالی مانہا وعلیہا اس مسئلہ کا اسی کے محل پر گزارش ہوگا **قولہ** ایسے ہی جس شخص نے ہر رکن اوسکا۔ مثلاً

رکوع یا سجدہ یا قرأۃ فاتحہ ترک کیا۔ اوسکی نماز نہ ہو گی **اقول** وباللہ التوفیق۔ رکوع اور سجدہ کی ترک سے نماز کا نہونا مُسلّم ہے کیونکہ یہہ جزو مرکب کے ہیں وذلک متفق علیہ اور فاتحہ خود جزو نہیں ہے۔ پہر اسکی ترک سے نماز کا نہونا غیر مُسلّم ہے۔ پس یہہ قیاس مع الفارق ہے۔ جیساکہ مشروحًا پہلے قول میں گزرچکا ہے **قولہ** صحت یا کمال پر کسنی مجبور کیا ہے **اقول** وباللہ التوفیق۔ نفی ذات اور صحت کا حال مفصلًا معلوم ہوچکا ہے۔ رہی نفی کمال کی۔ سو سپر ہم کو فاقرؤا ما تیسّر من القرآن۔ اور واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ اور فاقرأ ما تیسّر معک من القرآن اور واذا قرأ فانصتوا وغیرہ احادیث نے جو ظاہر الحدیث کے معارض ہیں۔ مجبور کیا ہے کہ نفی کمال سے قرآن اور احادیث میں عمدہ تطبیق حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر دو میں سے کوئی متروک العمل نہیں رہتا۔ سو یہہ جبر اوس اختیار سے عمدہ تر ہے۔ کہ ایک حدیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے۔ اور قرآن کریم اور باقی احادیث نبویہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کو پس پشت ڈالا جاوے **قولہ** اگر صفت کی نفی کریں گے تو اقرب مجازین سے صفت صحت کو لینگی **اقول** وباللہ التوفیق۔ صفت صحت اقرب المجازین اوسوقت ہے جب قرینہ خارجی مانع نہو۔ اور یہاں قرینہ کو کیا بلکہ قرائن خارجیہ چند در چند اوسکی مانع موجود ہیں فکیف تصح ارادتھا۔ علاوہ اس کے نفی صحت مستلزم نفی کمال کو بھی ہے فتکثر المخالفۃ کما صرح بہ العینی **قولہ** اور کہینگے کہ حسب اقتضای ان احادیث کے تارک فاتحۃ الکتاب کی نماز صحیح نہوئی **اقول** وباللہ التوفیق۔ بمقتضای آیہ کریمہ واذا قرأ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون اور حدیث صحیح مسلم واذا قرأ فانصتوا اور غیرہ احادیث شریفہ کے جنکا ذکر ما مر میں بوضاحت ہوچکا ہے تارک الفاتحہ کی نماز صحیح بلا ریب ہے۔ الا منفرد اور امام اگر دیدہ دانستہ ترک کرینگے تو نماز اونکی کامل نہیں ہو گی۔ اما اگر سہوًا ترک ہوئی۔ تو سجدہ سہو کے کرنے سے جبر نقصان ہو گا

قولہ اور عموم ان احادیث سے صاف واضح ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑھنا ہر نمازی کیواسطے فرض ہے **اقول** وباللہ التوفیق۔ آیت مذکورہ اور احادیث مسطورہ سے کالشمس علی نصف النہار ظاہر ہوچکا ہے۔ کہ مطلق قرات امام اور مقتدی کے لئے فرض ہے خصوصیت فاتحہ کو فرضیت میں کچھہ دخل نہیں۔ اور مقتدی کا حصہ انصتوا اور چپ رہنا ہی

قولہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام۔ فقیل لابی ہریرۃ انا نکون وراء الامام فقال اقرء بہا فی نفسک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث **اقول** وباللہ التوفیق۔ اسکا جواب بچند وجوہ ہے **وجہ اول** اسحدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو بخصوصہ وجوب قرأۃ مقتدی پر دال ہو۔ بلکہ مدلول کلمہ **من**۔ کا جو موضوع واسطے عموم کے ہے۔ منافی تخصیص مقتدیکا ہے۔ کیونکہ جائز ہے کہ مراد حدیث میں وہ نماز ہو جسمیں امام نہیں ہے۔ ہاں البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رائے مبارک سے مقتدی کی خصوصیت باشمول ٹھہرایا۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فقیہ مجتہد ہونا کچھہ ہمکو اس مسئلہ میں مضر نہیں۔ اسلئے کہ رائے مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیۃ قرآنی اور احادیث مرفوعہ کی فوقیت اور مزیت کا تو یقین ہے۔ کہ آپ بھی انکار نہیں کرینگے۔ پھر بحالت تعارض بینہما کے واجب العمل آیۃ قرآنی اور احادیث مرفوعہ نبویہ ہو دینگے۔ نہ رائے مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قال اللہ تعالی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ **وعن** ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ رواہ ابوداؤد۔ والنسائی۔ وابن ماجہ۔ **و** فی روایۃ لمسلم عن ابی ہریرۃ وقتادۃ فاذا قرأ فانصتوا۔ جب کہ قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ صریحہ موجود ہوں۔ کہ امام جب قرآن پڑھے تو تم چپکے رہو۔ اور اوس کی

حدیث ۔۔۔ ۔ ۵۰ ۔ ۱۰۰۱

قرارت سنو۔ تو پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک بھلا کب واجب العمل ہو سکتی ہے
وجہ دوم لفظ خداج کا نفی اصل نماز پر ہرگز دال نہیں۔ البتہ اوسکا مدلول نفی کمال ہے۔
اور وہ مخاصم کو فائدہ نہیں دیتا۔ اور اس ہمارے کہنے کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو
ترمذی نے روایت کیا ہے **عن** الفضل ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الصلوۃ مثنی مثنی تشہد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع و
تمسکن ثم تقنع یدیک یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول
یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا وفی روایۃ فھو خداج ظاہر
ہے کہ نماز کے بعد دعا اور تخشع وغیرہ اور دونو ہاتھو نکو موہنہ کیطرف کرنا فرض نہیں ہے
اور اس جملہ یا بعض کا انمیں سے نہونا مبطل نماز نہیں ہے۔ بلکہ یہ امور منجملہ آداب کے ہیں
تو کلمہ خداج کو ایجاب و فرضیت پر دلالت کہاں ہے فھو المطلوب **وجہ سیوم** اگر
معارضات مذکورہ سے قطع نظر کر کے رای مبارک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم کیا
جاوے۔ تو کیا رای مبارک ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی جو وہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی
ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے سے کم ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ اوسکو تسلیم کریں اسکو
نکریں۔ **دیکھو** جبکہ ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ افی کل صلوۃ
قرآۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم فقال رجل من الانصار وجبت ھذہ۔ تو حضرت
ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نے باوصف سماع وجوب قرآۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا۔ ما اری الامام اذا ام القوم الا قد کفیھم رواہ النسائی یعنی میری رائے
اور اعتقاد یہ ہے۔ کہ وجوب قرأۃ کا مصداق امام اور منفرد ہے۔ مقتدی پر کسی نماز میں
قرأۃ مطلقًا فرض نہیں۔ بلکہ ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کی رای مبارک کے مؤیدات۔
واذا قرئ القرآن الآیۃ۔ واذا قرأ فانصتوا وغیرہ وغیرہ احادیث مرفوعہ اور آثار
بہت ہیں۔ تو پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رای کو کیا مزیت ہے۔ کہ آپ اسکو تسلیم کرتے ہیں

اور ابی الدرداء کی رائے کو باوصف مؤیدات قرآنی اور احادیث مرفوعہ صحیحہ کے نہیں مانتے - درست ہے ہر کسے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست - الغرض جبکہ رائے ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے بااینہمہ مؤیدات معارض رائے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے موجود ہے - تو پھر رائے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قابل استدلال اور مثبت فرضیت نرہی فہو المطلوب فلم یثبت ما ادعاہ وجہ چہارم خداج کے معنے صاحب قاموس جو کہ محاورات عرب سے بڑا ماہر اور لغت دانی میں اعلم ہے - یوں لکھتا ہے - الخداج کالکتاب القاء الناقۃ ولدھا قبل تمام الایام - والفعل کنصر وضرب وھی خادج والاخدیج ی اخدجت الصیفۃ قبل مطرھا - والناقۃ جاءت بولد ناقص وان کانت ایامہ تامۃ فھی مخدج والامخدج - وصلوتہ خداج ای نقصان ورجل مخدج الید ناقصھا انتہی اور نووی علماء لغت سے اسطرح نقل کرتا ہے - الخداج بکسر الخاء المعجمۃ - قال الخلیل بن احمد والاصمعی وابو حاتم السجستانی والھروی رحمہم اللہ تعالی و آخرون الخداج النقصان ویقال خدجت الناقۃ - اذا القت ولدھا قبل اوان النتاج وان کان تام الخلق واخدجتہ اذا ولدتہ ناقصا - وان کان لتمام الولادۃ - ومنہ قیل لذی الیدین مخدج الید ای ناقصھا - قالوا فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم خداج ای ذات خداج - وقال جماعۃ من اھل اللغۃ خدجت واخدجت اذا ولدت لغیر تمام انتہی اگرچہ صاحب قاموس کی عبارت "وصلوتہ خداج ای نقصان" نص صریح ہی کہ اس محاورہ میں (صلوتہ خداج) میں خداج بمعنی نقصان فی الوصف ہی کے ہے اور نووی کا بھی طرز بیان بمعنی نقصان ہی کا ہے کما لا یخفی علی المتامل الادیب - الا اس سے بھی قطع نظر - کہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ خداج کا لفظ مشترک الدلالہ بین المعنیین یعنی نقصان فی الذات نقصان فی الوصف کے ہے - تو پھر بالاشتراک کہ جمع بین المعنیین مذہب حنفیہ ہے - ثبت مدعا خصم کہ فرضیت قرآت

فاتحہ خلف الامام ہی کب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ لااقل محتمل دونو معنونکا علی السّواء ہے۔ وَاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ فلم یثبت ما ادّعاہ۔ فھو المطلوب

وجہ پنجم۔ **نووی** نے لکھا ہے قولہ سبحانہ وتعالیٰ۔ قسمت الصّلوۃ بینی وبین عبدی نصفین الحدیث **قال** العلما المُراد بالصّلوۃ ھھُنا الفاتحۃ یعنے عُلماء نے کہا ہے کہ مراد صلوۃ سے اسمقام میں فاتحہ ہے۔ جبکہ صلوۃ سے مراد فاتحہ ہوئی۔ تو معنے قسمت الصّلوۃ بینی وبین عبدی کے یہ ہوئی کہ فاتحہ میرے اور میرے بندیکے درمیان بدیں تقسیم جسکا بیان آیندہ حدیث میں فرمایا ہے۔ منقسم ہے۔ تو پھر اس جملہ حدیث میں کونسا لفظ فرضیت فاتحہ پر دال ہے فضلاً عن ان یکون خلف الامام بلکہ مدلول صریح اسحدیث کا فضیلت فاتحہ کی ہے نماز یا خارج نماز کے اوسکو کوئی پڑہے۔ تو مستحق اوس فضیلت وثوابکا ہوگا جس کو باریتعالی نے بیان فرمایا ہے۔ فرضیت کس کلمہ کا مدلول ہے۔ بلکہ اگر نماز میں فاتحہ بطریق استحباب یا سنت کے بھی پڑہی جاوے۔ تو ثواب موعود کا مُستحق ہوگا **ہاں** البتّہ ابوہریرہ رضے اللہ عنہ کی رائے مبارک ہے۔ اور صحابی کی رائے مبارک مقابل نصوص کے اور مسائل مختلف فیما بینھم مین حجّت نہیں **شافعیہ** رحمہم اللہ تو مطلقاً وجوب تقلید صحابے کے قائل ہی نہیں اور **حنفیہ** کرام کے نزدیک بھی تقلید صحابی کا وجوب مشروط بالشروط ہے۔ **اول** جبکہ مقابل نصوص صریحہ کے نہو **قال شارح المنار** تقلید الصحابی واجب یترک بہ القیاس ای قیاس التابعین ومن بعدھم انتھیٰ یعنی تقلید صحابی کی واجب ہے اوس کے مقابل میں قیاس تابعین ومن بعدہم کا متروک ہوگا۔ نہ کہ نصوص۔ یعنے تابعین ومن بعدہم کا قیاس۔ صحابے کے قیاس کے نسبت کُچھ فروغ نہیں رکھتا۔ لانھم شاھدوا موارد النصوص۔ ولانھم کانوا فی خیر القرون۔ ولھم برکۃ فی صُحبۃ النبیؐ۔ والا نصوص کا مرتبہ جملہ قیاسات سے برتر اور فوق ہے لاینکرہ الا من کان فی قلبہ زیغ **دوم** جبکہ مسئلہ

رائے صحابی کا بیان

مختلف فیما بینہم نمو - قال صاحب التلویح تقلید الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یجب اجماعًا فیما شاع فسکتوا مسلمین - ولا یجب اجماعًا فیما ثبت الخلاف بینہم
انتھی - اور مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں ہر دو امر موجود ہیں - یعنے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ
فیما بین الصحابہ مختلف بہی ہے - اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رای مبارک نصوص کے مقابل
بہی ہے - پس حجت نہوگی - واضح ہو کہ مولوی صاحب نے اپنے مدعی (یعنی فرضیت
فاتحہ کی مقتدی پر) کے اثبات کے لئے اسحدیث بتمامہ کو بیان فرمایا - اب ہم اون سے
استفسار کرتے ہیں - کہ مثبت مدعی آپکا جملہ اولی حدیث کا - "یعنی من صلی صلوۃ
لم یقرأ فیہا بام القراٰن فہی خداج ثلثا" ہے یا کہ جملہ ثانیہ یعنی قسمت الصلوۃ بینی و
بین عبدی" الحدیث یا ہر دو - اگر اولی ہے تو فرمائیے کہ اس جملہ میں کونسا لفظ خاص
مقتدی پر دال ہے - من یا صلی صلوۃ - یا بام القراٰن - یا فہی خداج ثلثا - یقین
ہے کہ من کیطرف ہی رجوع فرمائیں گے - اور اونسے خیال اوٹہائینگے فاعتبروا یا اولی
الالباب هل اصاب فی الجواب - کہ کلمہ من کے معنے استفہام میں خاص مقتدی کے ہیں
یا کوئی نمازی عام اس سے کہ مقتدی ہو یا امام یا منفرد - کوئی دانشمند بلکہ ابجد خواں
بہی اس خصوصیت کا قائل نہیں ہوگا - پس صاف صاف ثابت ہوا کہ جملہ اولی حدیث
کا مثبت مدعی حضرت مدعی کا نہیں - کیونکہ کلمہ من نہ وضعًا اور نہ استعمالًا مقتضی اس
خصوصیت کا نہیں - اور اگر جملہ ثانیہ مراد ہے - تو سابق میں بوضاحت معلوم ہوچکا ہی
کہ اس جملہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں - جو فرضیت فاتحہ پر دال ہو - فضلا عن ان یکون
خلف الامام پھر یہہ جملہ بہی کیونکر مثبت مدعی کا ہوگا - اور اگر ہر دو جملہ مراد ہیں تو بمقتضائے
اوسی قاعدہ کے جسکو آپ بیان کرچکے ہیں کہ مرکب بانتفاء کل اجزاء یا ایک جزء کے منتفی
ہوجاتا ہے - یہہ مرکب بھی بسبب منتفی ہونے ہر دو جزو کے منتفی ہوگا - کما لا یخفے
علی المتامل - الحاصل یہ مرفوع حدیث کسی طرح بہی مثبت مدعی خصم کے نہیں قولہ

ص ۹۰ - مولوی صاحب اہلحدیث جو ابو ہریرہ کے اثر کو ...

اس حدیث مین جو خِدَاجُ کا لفظ آیا ہے اہ **اقول** وباللہ التوفیق۔ لفظ خداج کا معنی کی تشریح اور ترجیح ماسبق مین بیان ہوچکی ہے۔ اور **صاحب قاموس** اور **نووی** کا قول ونقل گزرچکی ہیں فلا نعیدہ فلینظر ثمہ **قولہ** حدیث کا مفسّر خود راوی ہے اور تفسیر راوی کی آپ کی یہان حجت ہے اہ **اقول** وباللہ التوفیق اس قول کے جواب میں دو مقام ہیں **مقام اول** اس مقام میں بیان کرنا چند امور کا جو جواب کے لئے کافی ہونگے ضروریات سے ہے **امر اوّل** تفسیر اور تاویل کے تعریف تاکہ مابہ الامتیاز ہر دو میں معلوم ہو۔ **امام سیوطی** رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں تفسیر اتقان میں بہت عبارات نقل کے ہیں۔ الا بخوف طوالت کے ایک دو عبارتوں کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کہ مقصود کے لئے کافی ہیں حیث قال التفسیر بیان لفظ لا یحتمل الا وجھًا واحدًا۔ والتاویل توجیہ لفظ متوجّہ الی معان مختلفۃ الی واحدٍ منھما بما ظھر من الادلۃ وقال الماتریدی۔ التفسیر القطع علی ان المراد من اللفظ ھٰذا۔ والتاویل ترجیح احد المحتملات بدون القطع انتھی باختصارٍ۔ **امر دوم** جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ تفسیر اور تاویل شے واحد نہین۔ بلکہ دونوں میں مابہ الامتیاز پورا پورا ہے۔ تو اب نحن فیہ قابل غور ہے کہ راوی یہاں تفسیر کرتا ہے۔ یا کہ تاویل **ظاہر ہے** کہ تفسیر کے معنے (بیان لفظ لا یحتمل الا وجھًا واحدًا) لفظ خداج پر صادق نہیں آتے۔ کیونکہ یہہ کلمہ مشترک محتمل معنیین یعنے غیر تمام فے الذات والوصف کا ہے۔ پس مصداق معنے تاویل کا ہوا نہ تفسیر کا **امر ۳ سیوم** پس یہہ امر ثابت ہوا کہ لفظ خداج مین حدیث کا راوی تاویل کرتا ہے۔ تو اب تحقیق طلب یہہ امر ہے کہ تاویل راوی (صحابیًا کان او من دونہ) کی حجت ہی یا نہ **فی شرح المنار** و تعیین الراوی بعض محتملاتہ بان کان مشترکًا فعمل بتاویل منہ لا یمنع العمل بہ للتاویل الاٰخر۔ کما روی ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ علیہ السلام قال المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا

تحتمل تفرق الاقوال و تفرق الابدان ۔ وأوله ابن عمر الراوی بتفرق الابدان

کما هو قول الشافعی رحمة الله علیه ۔ وهذا لا ینافی ان نحمل نحن بتفرق الاقوال

انتهی **وفی قمر الاقمار** لان رای الراوی لیس بحجة ۔ انتهی **وفی التلویح**

فی الشترک ۔ ان امکن التاویل فتاویله لا یصیر حجة علی غیره انتهی **وفی**

فواتح الرحموت تاویل الراوی لیس بحجة وقد صرح الزیلعی فی شرح

الکنز فی مواضع عدیدة انتهی باختصار ۔ ان نقول عن الفحول سے ثابت ہوا

کہ تاویل راوی کی حجت نہیں ہے ۔ اُمور مذکورۃ الصدر کے دریافت ہونیسے

جواب بھی بالوضاحت دریافت ہوچکا ۔ زیادہ کشف کی حاجت نرہی ۔ یعنی جبکہ تاویل

راوی کی حجت نہ ٹھہری تو خداج کے لفظ کی تاویل ۔ جو راوی غیر تمام نے الذات سے

کرتا ہے حجت ہوگی **واضح ہو** کہ بنا براس تحقیق کے (یعنی تفسیر اور تاویل متغائر ہیں)

لفظ مفسر کا جو کہ مؤلف رسالہ نے فرمایا ہے بے محل اور غلط ہے ۔ بلکہ بجائیش ماؤل

کہنا ٹھیک اور صحیح تھا ۔ فلیتامل **رہی** یہ بات کہ تفسیر راوی کی حجت ہی یا نہ ۔ آرے

درست ہی ۔ راوی کی تفسیر بمعنے مذکور جو محض وضاحت اور بیان معنی لفظ کے ہوتے

ہیں ۔ ہمارے اصحاب حنفیہ کرام کے نزدیک مقبول ہے الا ان نحن فیہ میں یہہ بات کہاں

صادق آتی ۔ کیونکہ یہاں محض وضاحت اور بیان معنی کے نہیں ۔ بلکہ تعیین احد المعنیین

المحتملین کا ہے کمامر ۔ فاین ہذا من ذاک **مقام دوم** اگر مقام اوّل سے تنزل کرکے

تفسیر اور تاویل کے مابہ الامتیاز سے قطع نظر کیجاوے ۔ اور تفسیر کو بمعنی بیان ۔ التفسیر ۔

باصطلاح علماء اصول کے عام تصور کریں ۔ جیسا کہ علماء اصول نے بیان کو باستقراء پانچ

قسم میں بیان کیا ہے ۔ بیان تاویل کو علیحدہ بیان نہیں کیا ۔ وہی ہذہ ۔ بیان

التقریر ۔ بیان التفسیر ۔ بیان التغییر ۔ بیان التبدیل بیان الضرورۃ ۔ توبھی

مفید مدعی خصم کے نہیں ہے ۔ اسلئے کہ بیان التفسیر شامل ہی بیان مجمل اور بیان مشترک کو

اور ما نحن فیہ میں بلحاظ ان معنوں کے لفظ خداج یا مُجمل ہے یا مُشترک اما المجمل فما
ازدحمت فیہ المعانی واشتبہت المراد بہ اشتباھاً لایدرك بنفس العبارۃ بل
بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التأمل کالصلوۃ والزکوۃ فی قولہ تعالی و
اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ۔ فان الصلوۃ فی اللغۃ الدعاء۔ ولم یعلم ای دعاء
یراد بہ فاستفسرنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم بافعالہ بیانا شافیاً من اولھا الی اٰخرھا
ثم طلبنا ان ھذا الصلوۃ علی ای معان تشتملت فوجدناھا شاملۃ علی القیام
والقعود والرکوع والسجود والقرأۃ والتسبیحات والاذکار۔ فلما تأملنا
علمنا ان بعضھا فرض وبعضھا واجب وبعضھا سنۃ وبعضھا مستحبۃ فصار
مفسرا بعد ان کان مجملا **شرح منار** واما المشترك فما یتناول افراداً
مختلفۃ الحدود علی سبیل البدل کالقرأ للحیض والطھر۔ فانہ مشترك بین
ھذین المعنیین المتضادین لایجتمعان انتھی ما **فی شرح المنار** باختصار۔
پس ناظرین کو چاہئے کہ مُنصفانہ نظر کریں۔ کہ لفظ خداج مصداق تعریف مُجمل کا ہے۔ یا
مُشترک کا۔ تو ظاہر ہوگا کہ اوّل کا مصداق تو نہیں ہے۔ البتہ دوم یعنی مشترک کا مصداق
پیدا ہوا۔ جب اس لفظ کا مُشترک ہونا قرار پا چکا۔ تو راوی جب تعیین احد المعنیین
المحتملین کی اپنے رائے سے کرے۔ تو یہ تعیین حُجّت نہیں ہے۔ دیکھو کُتبِ اصول:
وتعیین الراوی بعض محتملاتہ بان کان مشترکا فمل بتاویل منہ لایمنع العمل
للتاویل الاٰخر الی اٰخر ما مرّ منا سابقاً اس مقام دوم سے یہ امر ثابت ہوا کہ لفظ مفسر
کا اس محمل میں مولوی صاحب کا کہنا بیجا درست ہے۔ اما تفسیر بہ بمعنی حجت نہیں:
فلم یثبت ما ادعاہ **قولہ** دیکھو۔ اسے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں۔ اذا قرأ فانصتوا
کی حدیث میں آپ لوگوں نے جابر رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے استدلال پکڑا ہے کہ انصتوا
کے ساتھ ما سوی الفاتحہ مراد نہیں۔ کیونکہ جابر راوی حدیث کا بھی فاتحہ خلف کا منکر ہے

اقول یہ عبارت اور استدلال نہایت عجیب و غریب ہے ۔ ہر دو جملہ کا تطابق اور توافق
مدعی اور شاہد کا پورا پورا تب حاصل ہوتا ۔ جبکہ راوی حدیث واذا قرء فانصتوا کا جابر رضی
ہوتے ۔ اور خود راوی یعنی جابر رضی اللہ عنہ ہی تفسیر بھی کرتے ۔ اور وہ تفسیر جابر کی
ہمارا مسند ہوتا ۔ سو یہاں بفضلہ تعالے انمیں سے کوئی بات بھی نہیں ۔ نہ تو جابر رضی اللہ
نے اس حدیث کو روایت ہی کیا ہے ۔ اور نہ اس حدیث کی جابر رضی اللہ عنہ نے تفسیر
ہی کی ہے ۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث خداج کی روایت کی اور پھر
خود ہی ابو ہریرہ نے اوسکی تفسیر غیر تمام سے فرمائی ۔ اسلئے کہ واذا قرء فانصتوا کو مسلم
نے ابو ہریرہ اور قتادہ سے روایت کیا ہے ۔ اور ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے
ابو ہریرہ سے ۔ بزار اور ابن عدی نے ابو موسی سے ۔ اور عبد البر نے ابو ہریرہ اور ابی موسی سے
سے ۔ اور نیز ابو داؤد نے حطان بن عبد اللہ الرقاشی سے ۔ اور طحاوی نے ابو ہریرہ سے
کسی محدث نے اس حدیث کی تخریج حضرت جابر سے نہیں کی ۔ پس یہ الزامی بات بھی پھر
پوری پوری قائم نہ ہوئی ۔ انصاف کے دائرہ کو ہاتھ سے دنیا عین نا انصافی ہے ۔ اب
راقم اصلیت اس الزامی دلیل جسکو مولویصاحب نے بضمن اس عبارت عجیب و غریب کے
بیان فرمایا ہے ۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہے ۔ اور داد انصاف مانگتا ہے **روی محمد**

فی موطاہ اخبرنا ابو حنیفۃ اخبرنا موسی بن عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن
جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلے خلف الامام فان قراءۃ الامام له قراءۃ

واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین ۔ ای البخاری و مسلم اس حدیث سے ہی حنفیہ رحمہم اللہ
نے عدم وجوب فاتحہ خلف الامام کے لئے استدلال پکڑا ہے ۔ کسی معترض نے بغرض تطبیق
بدیں طریق اعتراض کیا کہ مراد فان قراءۃ الامام له قراءۃ سے ۔ با مراد جابر رضی اللہ عنہ کی اس
جملہ سے ماسوا فاتحہ کے ہے ۔ لیحصل التطبیق ۔ اس اعتراض کے جواب میں حنفیہ کرام نے فرمایا
کہ یہ تخصیص یا تاویل کیونکر صحیح و جائز ہو کہ جابر رضی اللہ عنہ جو راوی فان قراءۃ الامام له قراءۃ کا ہے

اون سے بطرق صحیحہ ثابت ہوچکا ہے - کہ فاتحہ بھی مقتدی پر فرض نہیں **منھا**

روی مالک ثنا وھب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله یقول من صلی رکعة

لم یقرأ فیھا بأم القرآن فلم یصل الا وراء الامام - **و** روی الترمذی ایضًا وقال ھذا

حدیث حسن صحیح ومسلم بن ابی شیبة فی مصنفه - وروی الطحاوی مرفوعًا عن

جابر رضی الله تو پھر اس تاویل یا تخصیص کی کوئی وجہ نہیں **حاصل** جواب کا یہ ہوا

کہ یہ تاویل - یا تو تاویل القول بما لا یرضی به قائله کے قبیلہ سے ہے - یا یہ کہ عمل صحابی

راوی کا اس تاویل اور تخصیص کا مقتضی نہیں ہے - کیونکہ راوی کا عمل اس

تخصیص کے برخلاف ہے - اب ناظر منصف سے ہم منصفانًا پوچھتے ہیں - کہ یہاں کونسی

تفسیر جابر کی ہے جس سے حنفیہ رحمہم الله نے استدلال پکڑا - اور وہ تفسیر الزامًا او نہیں قائم

کی گئی - یا کہ منجانب مولویصاحب کے صرف الزام ہی لگایا گیا - والله یهدی من یشاء

الی صراط مستقیم **قوله** یہ بات الزامًا قوم علیٰ ہے - بلکہ راوی کا قول مطلق حجت ہے -

اقول اس عبارت میں مولویصاحب نے دو تعمیمیں بیان فرمائی ہیں - تعمیم راوی کی -

صحابی ہو - یا تابعی - یا من دونہما - عادل - ضابط - غیر مدلس - یا انکی مند - وغیرہ

وغیرہ - اور تعمیم قول کی - تفسیر یعنے شرح محض لفظ کی ہو - یا تاویل مشترک - مجمل کی -

موافق نصوص ہو - یا مخالف - من تلقاء نفسه - ہو - یا سماعًا عن النبی صلی الله علیه وسلم -

مجمع علیه - یا مختلف فیه - خبر کو ظاہر پر حمل کرے - یا خلاف ظاہر پہ - وغیرہ وغیرہ -

سو بلحاظ ان دو تعمیم کے راوی مطلق کے مطلق قول کا حجت ہونا مذہب مولویصاحب کا

ہی ہوگا - ورنہ اور کوئی علماء دین سے فقیہًا کان او محدثًا اس کے حجة کا قائل نہیں دیکھو

کتب حدیث اور فقہ اور اندونوں کے اصول - کاش اگر خوف طوالت عنان قلم کو نہ روکتا -

تو اس مسئلہ میں انشاء الله تعالی اقوال علماء محدثین اور فقہاء قدیمًا او حدیثًا کے ایسے بسط

سے ذکر کئے جاتے - جو باعث اطمینان ناظرین ہوتا - اور مخالف کی قلعی بھی کھلجاتے -

جواب مخالف کا کہ راوی کا قول مطلق حجت ہے

ابوہریرہؓ کی تعریف۔

قولہ ہاں ابوہریرہ ہی وہی تو ابوہریرہ ہے۔الخ **اقول** آرے درست ہے وھو اکثر

الصحابۃ روایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ واحفظ من روی الحدیث فی

دھرہ ۔ وذکر الامام الحافظ بقی الدین بن مخلد الاندلسی فی مسندہ لابیھریرۃ

رضی اللہ خمسۃ الاف حدیث وثلثمائۃ واربعۃ وسبعین حدیثا ۔ ولیس لاحد من

الصحابۃ ھذا القدر ولا ما یقاربہ ۔ وکان عریف اھل الصفۃ واشھر من سکنھا

ذکرہ النووی ۔ بل الصحابۃ کلھم عدول ۔ کیف لا وھم نجوم الھدایۃ وشموسھا

ومقتدای الائمۃ وراسھا ۔ اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وقال فی

شانھم ۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا فمن احبھم فبحبی احبھم ۔ ومن ابغضھم

فببغضی ابغضھم الحدیث **یعنی** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان ذی شان اور مرتبہ عظیمہ

اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔ بلکہ کل صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان مبارک احاطہ تحریر و تقریر سے

افزوں اور زیادہ ہے **اللھم** صل علی حبیبک واصحابہ واتباعہ وشفعھم فینا وتب

علینا انک انت التواب الرحیم ۔ الا کلام اسمیں ہے ۔ کہ تاویل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

فقیہ ہونا ابوہریرہؓ کا۔

اس حدیث میں حجت ہے یا نہ ۔ سو اسکا حال معلوم ہوچکا ہے **قولہ** فان ابا ہریرۃ راو فقیہ الخ

اقول فقیہ ہونا ابا ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی ہمکو اس مسئلہ میں کچھ مضر نہیں ہے ۔ اس

لئے کہ تقلید ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وانکان فقیہا ۔ مقابلہ نصوص کے کب واجب ہے ۔

لانا امرنا باتباع کتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وانکان مقام الصحبۃ مقاما

جواب مسئلہ مصرات کا۔

عظیما ومنزلۃ رفیعۃ ومرتبۃ منیعۃ ودرجۃ شریفۃ **قولہ** فاذا الحق فی

دفع استدلال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ **اقول** صاحب رسالہ نے اس جملہ کو پورا پورا

نقل نہیں کیا ۔ مبتدا مذکور ہے ۔ اور خبر ندارد ۔ اگر پورا جملہ نقل فرماتے تو مسئلہ مصراۃ کی

حقیقت جسکی راوی ابوہریرہؓ ہیں معلوم ہوتی ۔ اور فواتح میں پوری عبارت اس جملہ

کی یہ ہے ۔ فاذا الحق فی دفع استدلال الشافعی رحمہ اللہ ان الحدیث مخالف

مخالف للقرآن حیث قال اللہ تعالیٰ فاعتدوا علیہ بمثل ما
اعتدی علیکم وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ وایضاً قد انعقد
علیہ الاجماع وایضاً معارض للسنۃ المشہورۃ المتلقی بالقبول وھے
الخراج بالضمان انتہی۔ **قولہ۔ علاوہ۔** برین فقاہت راوی
کا شرط ہونا امام (ابو حنیفہؒ) کا مذہب نہین۔ **اقول۔** طرز بیان اس
عبارت کا اسپر دال ہے۔ کہ راویکا فقیہ ہونا امام کے نزدیک شرط نہیں۔ الا حنفی
لوگ شرط فقاہت راوی کے قائل ہین یعنی راوی جبتک کہ فقیہ نہو روایت
اوسکی نامسموع اور ناجائز ہے۔ کما ھو مقتضی الشرطیۃ لان فقدان الشرط یقتضی
فقدان المشروط وھو فریۃ بلا مریۃ۔ اسلئے کہ حنفی تو درکنار بلکہ کوئی بہی اہل
اسلام اور علماء دین سے۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی وغیرہ
فقاہت راوی کی شرطیت کا قائل نہین۔ کیونکہ راوی تو وہی شخص ہے
جو اپنے مسموع کو غیرون کو پہونچاوے۔ سواء کان ثقۃ۔ عدلاً۔ ضابطاً۔
فقیہاً۔ او غیر ثقۃ او متہم او مجہول۔ او مدلس وغیر فقیہ۔
او غیر ذلک۔ پس مجرد روایت اور اپنے مسموع کے ادا کے لئے فقیہ
ہونا کچھ ضرور نہین۔ اور نہ اسلامیین میں سے کسیکا یہ مذہب
ہے۔ دیکھو **اصول حدیث۔ اور اصول فقہ۔** ورنہ
اگر فقاہت راوی کی (مجرد روایت کے لئے) شرط ہوتی۔ تو سوا
فقیہ مجتہد کے کسی کی روایت مقبول و منظور نہ ہوتے وھو کما
تریٰ۔ ہان البتہ فقاہت کا شرط ہونا۔ بعض حنفیہ (یعنی عیسی
بن ابان) کے نزدیک ایک خاص صورت میں ہے۔ جسکا بیان ہوتا ہے
گوکہ یہ اوراق اوس کے بسط کے متحمل نہین ہین۔ الا بعکم مالا یدرک

کلہ لا یترک کلہ کے بطریق اختصار کے گذارش کرتا ہون۔ قال الوالد
ای الحنفیۃ) والراوی (ای مروی الخبر الواحد) ان عرف بالفقہ
والتقدم فی الاجتہاد۔ کان حدیثہ حجۃ یترک بہ القیاس خلافا
لمالک رحمہ اللہ۔ فانہ قال القیاس مقدم علی خبر الواحد ان خالفہ۔
وان عرف بالعدالۃ والضبط دون الفقہ۔ ان وافق حدیثہ القیاس
عمل بہ۔ وان خالفہ من کل وجہ لم یترک الا بالضرورۃ۔ ثم ہذہ
التفرقۃ بین المعروف بالفقہ والعدالۃ مذہب عیسی بن ابان۔ ومن
تابعہ من المتاخرین۔ واما عند **ابو الحسن الکرخی** ومن
تابعہ من اصحابنا وھو مختار صاحب السلم۔ فلیس فقہ الراوی شرطا
لتقدم الحدیث علی القیاس۔ بل خبر کل راو عدل ضابط مقدم علی القیاس
اذا لم یکن مخالفا للکتاب والسنۃ المشہورۃ **ہذا ما**
فی شرح المنار مع ایزادیسیر فانظروا یا
اولی الالباب۔ اس بیان اور مؤلف رسالہ کے بیان میں
زمین اور آسمان کا فرق ہے یا کچھ کم **انتباہ** اس عبارت سے
چار فائدہ حاصل ہوئے **اول** یہ کہ کسی حنفی۔ بلکہ کسی عالم دین
کا یہ مذہب نہین۔ کہ راوی جب تک فقیہ نہو اوسکی روایت مقبول
و منظور نہیں **دوم** یہ کہ عیسی بن ابان کے نزدیک بھی ایک
خاص صورت مین فقاہت راوی کی شرط ہے **سیوم**
مذہب کرخی و من تابعہ کا یہ ہے۔ کہ اوس خاص صورت مین
بھی فقاہت راوی کی شرط نہین۔ بلکہ خبر ہر راوی عادل
ضابط کی مقدم بر قیاس ہے۔ الا اذا کان مخالفا للکتاب و

السنۃ المشہورۃ۔ اور یہی مذہب منظور عند الحنفیہ ہے۔
چہارم یہ کہ عبارت تحقیق ابن ہمام کی جو صاحب رسالہ
نے بیان فرمائی ہے۔ یا تو اوس عبارت کو ملاحظہ نہین
فرمایا۔ اگر فرمایا ہے۔ تو دیدہ ودانستہ اغماض کیا ہوگا۔
کیونکہ ابن ہمام اس عبارت کو بنابر تردید مذہب عیسی بن ابان
کے لایا ہے۔ حیث قال "ثم اعلم ان ھذا (ای مذھب
عیسی بن ابان) قول مستحدث ولم ینقل عن السلف القدماء
واشتراط فقہ الراوی فی تقدیم خبرہ علی القیاس کیف
وقد نقل عن امامنا الاعظم رحمۃ اللہ علیہ انہ قال ما جاءنا
عن اللہ تعالی وعن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الرأس و
العین" انتھی ما فی التحقیق۔ اس عبارت سے صاف معلوم
ہوا کہ لم ینقل عن السلف خاص ایک ہی صورت سے۔ جسکا
عیسی بن ابان قایل ہے۔ متعلق ہے۔ عام صورتون سے
متعلق نہیں۔ اسلئے کہ اون میں شرط فقاہت کا
کوئی بھی قائل نہین ہے۔ پس مؤلف رسالہ کا
مدعی اس عبارت سے پورا نہوا۔ فافھم جبکہ یہ امر
ثابت ہوچکا۔ کہ منصور اور محقق مذہب حنفیہ کا یہ ہے۔ کہ
فقاہت شرط واسطے راوی کے کسی صورت مین بھی
نہیں ہے۔ تو اب رہی یہ بات کہ راوی عابد زاہد
فقیہ مجتہد۔ افضل داولے و برتر۔ راوی
عابد زاہد غیر فقیہ سے ہے۔ یا نہ۔ اوساوسکی حدیث

روایت راوی فقیہ کی برابر غیر فقیہ کے ترجیح دی

کو اس کی حدیث پر ترتیب و فوقیت و رجحان ہوگا۔ یا نہ ہوگا۔ سو بابت امر اوّل کی احادیث نبویہ صریحہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ موجود ہیں عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرًا یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی متفق علیہ۔ ای یجعلہ عالمًا فقیہًا وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارہم فی الجاھلیۃ۔ خیارہم فی الاسلام اذا فقھوا رواہ مسلم۔ وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد رواہ الترمذی۔ وابن ماجہ۔ یہہ احادیث درباب فضیلت امر اوّل اور نیز درباب امر دوم کی بابت بھی یہی احادیث مکتفی ہیں۔ کیونکہ جس کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں۔ اوس کی روایت کیونکر برتر اور اعلی درجہ کی نہ ہوگے۔ اِلّا اگر کسیکا خیال ہو کہ اس میں نقل کی بھی حاجت ہے۔ تاکہ پورا پورا اطمینان حاصل ہو۔ تو گزارش ہے۔ قال ابن خشرم المحدث قال لنا وکیع ای الاسنادین احب الیکم۔ الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ۔ او سفیان عن منصور عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ۔ فقلنا الاعمش عن ابی وائل۔ فقال

سبحان اللہ الاعمش شیخ وسفیان فقیہ وابراھیم فقیہ وعلقمۃ فقیہ ۔ و حدیث یتداولہ الفقہاء خیر من حدیث یتداولہ الشیوخ ۔ فھو من طریق رباعی الی ابن مسعود ۔ وثنائی من مشائخ الحدیث ۔ ومع ذلک قدم الرباعی لاجل فقاھۃ رجالہ ۔ کذا نقل ابن الاثیر الشیبانی الجزری ۔ فی جامع الاصول **قال الفاضل اللکھنوی** ناقلا عن بحر العلوم ۔ ان ھذہ الحکایۃ لا تدل الا علی ان الترجیح بفقہ الرواۃ اوثق منہ بعلو الاسناد اعتبارا ضبط الرواۃ الفقہ وقوۃ علمہم ۔ وورعہم وھو الاعتیاد بایتان المستحبات والاجتناب عن المکروھات بل عن المباحات فان الفقیہ یضبط کما ینبغی ویبعد عن التساھل وقوی الضبط لا ینسی کما وقع ترجیح ابن عباس علی یزید ابن اصم ۔ لھذا الاعتیاد ویشیر الیہ ۔ ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وذلک لقلۃ احتمال الغلط خلافا للحنفیۃ ۔ ووجہ قولھم انہ ربما یکون الوسائط القلیلۃ کثیر النسیان وسیئ الفھم لمعنی الحدیث ۔ والوسائط الکثیرۃ قویۃ الذھن ۔ فالاعتبار للفقاھۃ وقوۃ الضبط انتھی کلام الفاضل اللکھنوی ۔ فثبت مما تلونا علیک انہ تحصل زیادۃ وثوق بفقہ الراوی ۔ لصحۃ مرویہ من مروی من لا فقہ لہ ۔ الا فقاھت شرط صحت حدیث کی نہیں لان مدار الصحۃ علی العدالۃ والضبط وکل ما اشترط فی صحۃ الحدیث وعدم الفقہ لا یوجب الوھن فی الصحۃ فاحفظ ھذا فانہ ینفعک فیما سیاتی **قولہ** وہ جو رفع یدین کے مسئلہ مین اوزاعی اور امام کا مناظرہ بعض لوگون نے بیان کیا ہے جسمین فقاہت راوی کا تذکرہ ہے ۔ اس مناظرہ کا کوئی اصل نہیں ۔ ابن عیینہ سے معلق مروی ہے ۔ **اقول تحقیقا للمقام** فان لم یسقط من البین فالحدیث متصل ۔ وان سقط (راوی) واحدا واکثر فالحدیث منقطع ۔ والسقوط اما ان یکون من اول السند یسمی معلقا ۔ وھذا الاسقاط تعلیقا ۔ و

الساقط قد یکون واحدا۔ وقد یکون اکثر۔ وقد یحذف تمام السند کما ھو عادۃ
المصنفین یقولون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ انتھی ما فی رسالۃ الشیخ الدھلوی
وھکذا فی رسالۃ السید الجرجانی۔ ویدرک رای السقوط) لعدم التلاقی بین الراوی و
شیخہ۔ بکونہ لم یدرک عصرہ۔ اوادرکہ لکن لم یجتمعا۔ ولیست لہ اجازۃ
ولا وجادۃ۔ قالہ فی النخبۃ وشرحہ۔ عبارت مذکورۃ الصدر سے معلوم ہوا کہ معلق وہ حدیث ہے جس کے
مبدا سند سے کوئی راوی ساقط ہو۔ اور وہ ایک فرد منقطع کا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انقطاع دو طریق سے
معلوم ہوتا ہے۔ یا تو یہ کہ راوی اور مروی عنہ معاصر ہی نہیں کہ ملاقات ہوتی۔ یا اگر راوی اور مروی عنہ معاصر ہیں تو ملاقات
ہر دو کی نہیں ہوئی۔ اور اس سے اجازۃ او جادہ حاصل نہیں ہوئی۔ جب تحقیق انقطاع اور اوس کی دریافت کا طریق
معلوم ہو چکا۔ تو اب دریافت کرنا اس امر کا ضرور ہے۔ کہ سفیان بن عیینہ اور امام
صاحب۔ باہم معاصر ہیں۔ یا نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو ملاقات باہمی ہوئی۔ یا نہیں
ہوئی۔ اگر ہوئی ہے تو ابن عیینہ کو امام سے روایت ہے یا نہیں ہے۔ تو معاصر
ہونا ہر دو صاحبوں کا کالشمس فی النہار ہے۔ اسلئے کہ سنہ ولادت امام صاحب کا ۸۰ھ
اور سنہ وفات رحمہ اللہ علیہ کا ۱۵۰ھ اور عمر شریف ۷۰ سال ہے۔ **فی التقریب**
النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام فقیہ مشہور من السادسۃ مات سنۃ
خمسین ولہ سبعون سنۃ **و** فی تذکرۃ الحفاظ مولدہ سنۃ ثمانین۔ **و** فی
الدر المختار وقد حج خمس وخمسین حجۃ۔ اور سنہ ولادت سفیان بن عیینہ کا ۱۰۷ھ اور
سنہ وفات ۱۹۸ھ۔ اور عمر مبارک ۹۱۔ وسفیان بن عیینۃ الھلالی الکوفی محدث الحرم
المکی ولد ۱۰۷ھ واتفقت الامۃ علی الاحتجاج بہ۔ وقد حج سبعین حجۃ مات ۱۹۸
نقلہ الفاضل اللکھنوی فی التعلیق الممجد۔ **و** فی التھذیب ولہ احد وتسعین سنۃ۔
انتھی۔ اور ملاقات بھی غیر مخفی ہے۔ **اتحاف النبلاء** میں ہے۔ سفیان گفتہ
در آمدم بکوفہ و ہنوز بست سالہ نبودم کہ ابو حنیفہ اصحاب خود را بگفت آمدہ است شمارا

حافظ علم عمرو بن دینار۔ مردم نزد من آمدہ از عمرو بن دینار پرسیدن گرفتند۔ پس
اول کہ مرا محدث کرد ابو حنیفہ ست۔ وچون انحراف باد درمیان آوردم گفت ای پسر کہ
من شنیدہ ام از عمرو مگر سہ حدیث و در حفظ آن ہر سہ اضطراب داشت انتہی بلفظہ۔ اور
جب امام صاحب واسطی حج کے مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو سفیان نے کہا ما قدم مکۃ
فی وقتنا رجل اکثر صلوٰۃ عن ابی حنیفۃ۔ ذکرہ الفاضل اللکھنوی فی اقامۃ الحجۃ
ناقلا عن تہذیب الاسماء واللغات للنووی رہی روایت سو اوسکو ذکر کیا ہے۔
صاحب مسند خوارزمی نے حیث قال۔ وقد روی عنہ نظراؤہ واشباھہ
کعبد اللہ بن المبارک۔ ویزید بن ھارون۔ قال محمد بن اسماعیل یعنی البخاری۔ روی
عنہ عباد بن العوام۔ وھشیم۔ ووکیع۔ وھمام بن خالد وابو معاویۃ الضریر۔ وقد روی
عنہ عبد العزیز بن ابی رواد۔ وعبد المجید بن ابی رواد۔ وسفیان بن عیینہ۔ وفضیل
بن عیاض۔ وداؤد الطائی۔ وابن جریج انتھی۔ فاذا ثبت ان سفیان بن عیینۃ
کان معاصرا للامام الھمام ولاقاہ وروی عنہ فالقول بالتعلیق تحکم صریح
واغراب قبیح۔ اور جس ادعی مسلم اجماع العلماء قدیما وحدیثا علی ان المعنعن محمول
علی الاتصال والسماع اذا امکن اللقاء مع براءۃ التدلیس۔ جبکہ امکان لقاء میں حدیث
متصل ہو فکیف لا یحمل علی الاتصال والسماع اذا وجد اللقاء والروایۃ **فتنبہ**
اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ صاحب رسالہ کی تعلیق سی جب یہ مراد ہو کہ درمیان سفیان اور
امام صاحب کے کوئی راوی ساقط ہے۔ تو البتہ کلام مذکورۃ الصدر منافی مدعی صاحب
رسالہ کے ہے۔ اور جب اوسکی یہ مراد ہو کہ اگرچہ اس مناظرہ اوزاعی اور امام صاحب کو
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ انصاف اور حجۃ اللہ البالغہ اور
ابن ہمام نے فتح القدیر میں۔ اور صاحب کفایہ نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں۔ اور صاحب
عقود الجواہر منیفہ نے عقود الجواہر منیفہ میں۔ اور خوارزمی نے اپنے مسند میں۔ وغیرہ وغیرہ نے

بیان کیا ہے۔ اِلّا از مؤلف کتاب تا ابن عیینہ سند متصل نہیں ہے۔ مثلاً شاہ
ولی اللہ صاحب مرحوم نے جو اس قصّہ کو بیان فرمایا ہے۔ اپنے سے لیکر تا ابن عیینہ
سند متصل بیان نہین کی ولا نعنی بالانقطاع الّا ھٰذا تو اسکا جواب بنا بنایا ہے۔ کہ
جو احادیث صاحب رسالہ نے اپنے رسالہ مؤلفہ مین بیان کی ہین۔ کسی کی سند اپنی سے لیکر
تا بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصل ذکر نہیں کی۔ پس کلّھم معلق از منقطع ہونگے وھو کما تری۔
پھر اگر یہ خیال ہو۔ کہ جن حدیثون کو صاحب رسالہ نے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ اونکی سند اپنی سے
لیکر تا بحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصل ذکر نہیں کی۔ اِلّا مصنّفین کتب نے جنسے وی حدیثین
نقل کی گئی ہیں اپنے سے لیکر تا بحضرت صلعم انکو متصل ذکر کیا ہے۔ ولا نعنی با
لاتصال الّا ھٰذا تو اس کے جواب میں کہا جاویگا کہ باین معنی اتصال یہان بھی موجود
ہے۔ دیکھو مسند حارثی قال الحارثی حدثنا محمّد بن ابراھیم بن زیاد
الرّازی حدثنا سلیمان الشاذکونی سمعت سفیان بن عیینہ یقول اجتمع ابو حنیفہ
والاوزاعی فی دار الحناطین بمکّۃ الی اٰخرھا۔ ویؤیدہ ماروی فی خیرات الحسان
عن ابن المبارک من الاوزاعی انہ قال بعدما افترقا واللہ لقد کنت فی غلط
فاستکثر یا ابن المبارک من فقہ الرجل فانہ نبیل من المشائخ کذا قال ابن حجر المکی
الشافعی۔ نقلہ بعض محشی مسند الخوارزمی۔ فثبت الاتصال واندفع الانقطاع
وان کان للخصم مجال المقال فی رواۃ الاتصال۔ وذلک غیر مضر لانہ ما اتیناہ
الا معاضدًا ومؤیدًا علاوہ اسکے ہم پہلے کھلا کھلا بیان کر چکے ہیں۔ کہ شرط
فقاہت اور شئی ہے۔ اور زیادۃ الوثوق بالفقاہۃ اور شئے۔ وبینھما بون بعید۔ پہلے کی نفی
کے آپ درپے ہیں۔ سو اوس کے ہم بھی قائل نہیں۔ اور زیادۃ الوثوق بالفقاہۃ ایک امر
بدیھی ہیں۔ اوسکا انکار انکار بداہت ہے۔ فتدبّر۔ اور امام صاحب بھی فقاہت کو ہی
غرض سی لائے ہیں **قولہ** یہاں قرائت سے مراد تدبر لینا بھی صحیح نہیں۔ **اقول**

و هو [illegible] ولد سنہ [illegible] توفی سنہ [illegible] ۱۲ منہ

اقرأ فی نفسک میں اولاً قرارت اور نفس کے معنے جاننے چاہیئے۔ اوس کے بعد ظاہر ہوگا کہ یہاں معنے حقیقی ٹہیک ہین یا مجازی۔ **فی الصراح** القرآءۃ خواندن **وقال النووی** القرأۃ لا تطلق الا علی حرکۃ اللسان بحیث یسمع نفسہ انتہی **وفی القاموس** النفس الروح خرجت نفسہ ای روحہ۔ والدم مالا نفس لہ سائلۃ لا ینجس الماء۔ والجسد والعین نفسۃ بنفس اصبتہ بعین والنافس عاین۔ والعند تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ای ما عندی وما عندک او حقیقتی وحقیقتک وعین الشیٔ جاءنی بنفسہ۔ وقدر دبغۃ۔ مما یدبغ بہ الادیم من قرظ وغیرہ۔ والعظمۃ والعزۃ۔ والھمۃ۔ والانفۃ۔ والعیب والارادۃ۔ والعقوبۃ۔ قیل ومنہ یحذرکم نفسہ انتہی۔ **وقال الرازی** فی تفسیر الکبیر النفس جوھر جسمانی لطیف صافٍ بعید عن مشابھۃ الاجرام العنصریۃ نورانی سماوی مخالف بالماھیۃ بھذہ الاجرام السفلیۃ۔ واذا صارت مشابکۃ لھذا البدن الکثیف صار البدن حیا وان فارقتہ صار البدن میتًا۔ وان اللہ تعالی ذکر مطلق النفس فی القراٰن فقال ونفس وما سواھا۔ وقال تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک وقال ولا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ وتارۃ وصفھا بکونھا امارۃ بالسوء۔ وقال وان النفس لامارۃ بالسوء۔ وتارۃ بکونھا لوامۃ۔ وقال بالنفس اللوامۃ۔ وتارۃ بکونھا مطمئنۃ کما فی ھذہ الاٰیۃ۔ واعلم ان نفسک ذاتک وحقیقتک وھی التی تشیر الیھا بقولک انا حین تخبر عن نفسک بقولک فعلت ورأیت وسمعت وغضبت واشتھیت وتخیلت وتذکرت انتہی۔ بتقدیم وتاخیر۔ جب قرارۃ اور نفس کے معنے حقیقی معلوم ہوئے۔ تو اب معنی اقرأ فی نفسک کے نظرًا الی المعنی الحقیقی فی کلیھما یہ ہوئے۔ حرک لسانک فی روحک بحیث یسمع روحک۔ فیلزم ان یکون الروح ظرفا لحرکۃ اللسان وموضعہ کما ھو مقتضی **فی** الظرفیۃ وھو کما تری۔ لان

قرارت کے معنی لغوی و نفس کا بیان

قرارۃ اور نفس کے معنی کی تحقیق

ظرف حرکۃ اللسان ومحلہ الفم - لا الروح - اور اگر قراۃ بمعنی حقیقی ہو - اور فی نفسک مجاز ہو سراً سے - یعنی اقرأ ہا سراً بحیث یسمع نفسک کما قررہ النووی - فحینئذ صار المعنی صحیحاً - اور اگر فی نفسک بمعنی صحیح حقیقی ہو - اور قراۃ مجاز ہو - تدبر اور ملاحظہ سے یعنی اذا قرأ الامام بفاتحۃ الکتاب فللمقتدی ان یتدبر ویلاحظ معانیہا فی نفسک فحینئذ یکون المعنی ایضاً صحیحاً بہرحال ارتکاب احد المجازین کا ضرور ہوا - لیصلح المعنی الا قرارت کے معنے جب حقیقی لئی جاویں - تو معارض ہونگے - اللہ جلشانہ کے قول کے - اور حدیث مسلم - ابوداؤد - نسائی - اور ابن ماجہ کے جو انصتوا - اور واذا قرأ فانصتوا ہے - یعنے جب امام قراۃ پڑہے فاتحہ ہو یا سوا فاتحہ کے - تو تم مقتدی لوگ چپ رہو کچھ نہ پڑہو - اور جب قرات کے معنے مجازاً - تدبر اور ملاحظہ معانی کا لیا جاوے - تو معارضہ آیت اور حدیث کا مرتفع ہوگا - اور نیز مرویات ابوہریرہ رض کی پوری پوری تطبیق حاصل ہوگی - ولهذا اختار بعض المالکیۃ وغیرہ التدبر ههنا **وقال** الزرقانی شارح المؤطا ناقلاً عن عیسی وابن رافع - ان المراد من القرآۃ ههنا القرآۃ فی النفس والاحضار فی البال من دون ان یتلفظ بہا ای احضر معانیہا فی نفسک وتدبر فیہا حین یقرأہا الامام انتہی پس ماذکر سے ثابت ہوا کہ قولہ صحیح نہیں صحیح نہیں - **وایضاً** اندفع بہ قولہ بانہم قرآت کے معنے حقیقی چھوڑنے اور مجازی لینے پر کیا مجبوری ہے - ووجہ الاندفاع ظاہر فافہم **قولہ** اور قراۃ کو منع کیا ہے **اقول** جنبی کو کسطرح منع نکریں کہ اوس کے حقمیں ممانعت صریحہ غیر معارضہ وارد ہوئی ہے **روی الترمذی** عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن - بخلاف محل متنازعہ فیہ کے کہ یہاں معارض کا سخت کھٹکا ہے - اور اوس کے کھٹکے نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اقرأ فی نفسک پر مجبور کیا ہے - [illegible]

جنبی کو قرآن سے کا منع ہونا

سبب سے کئی لوگ سکتات امام کے قائل ہوئے وغیرہ وغیرہ فاذا ثبت ھذا فافترق المقتدی ولیجتنب ولیس حاله کحاله **قوله** دوسری دلیل **اقول** مؤلف رسالہ نے اپنے مدعی کے اثبات کے لئے یہاں حدیث انس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیان کی۔ سو اسکا **جواب** بچند وجوہ ہے **وجہ اول** یہ دونوں حدیثیں بہت احادیث کی معارض ہیں **اول** مالک بسندہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جھر فیھا بالقرآءۃ فقال ھل قرء معی منکم احد انفا فقال رجل نعم انا یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القرأت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جھر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقرآءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **دوم** البخاری بسندہ عن عمران بن حصین قال قرأ رجل خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظھر او العصر فلما قضی صلوتہ قال ایکم قرأ معی قال رجل انا قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیھا **سیوم** البخاری بسندہ عن ابی ھریرۃ قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ یجھر فیھا فلما قضی الصلوۃ قال من قرأ معی قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن **چہارم** الطحاوی عن ابی ھریرۃ نحو حدیث مالک غیر انہ قال فاتعظ المسلمون یعنی لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے نصیحت قبول کی اور قرأت کو پیچھے امام کے چھوڑ دیا **پنجم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا۔ رواہ مسلم۔ وابوداؤد۔ والنسائی وابن ماجہ **ششم** الطحاوی عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علی القرآءۃ **ہفتم** عن جابر بن عبد اللہ قال من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ **ہشتم** الطحاوی بسندہ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام الحدیث **نہم** الطحاوی بسندہ

حدیث عبادہ اور ابو ہریرہ کا جواب بوجوہ۔

عن ابی هریرة عن جابر عن رسول الله صلی الله علیہ وسلم من کان له - الحدیث
وہم الطحاوی بسندہ عن ابن عمر من کان له امام - الحدیث۔ یازدہم الطحاوی
بسندہ عن ابی قلابة عن انس قال صلی رسول الله صلی الله علیہ وسلم ثم اقبل بوجہہ
فقال اتقرؤون والامام یقرأ۔ فسکتوا فقال لهم ثلثاً۔ فقالوا انا لنفعل قال
فلا تفعلوا۔ ان مرفوعہ احادیث کے سوا آثار صحابہؓ کے بکثرت موجود ہیں۔ جنکے حدیث
انس رضی اللہ عنہ اور عبادہ کے معارض ہیں دیکھو موطا امام مالک اور شرح معانی الآثار
طحاوی کی۔ با اینہمہ معارضات فکیف یفیض دلیلاً للوجوب۔ مع کونہ خبر الواحد۔
وایضاً یعارضہما عموم قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم
ترحمون دوسری وجہ حدیث عبادہ کو جس طریق سے۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ دار قطنی
ابن حبان۔ حاکم۔ اور بیہقی نے بیان کیا ہے اوس طریق میں محمد بن اسحاق ہے۔ اور
محمد بن اسحاق کو اگرچہ بخاری وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ الا بہت نے اوسمیں جرح شدید کی
ہے صاحب میزان الاعتدال لکھتا ہے قال یحیی القطان اشهد ان محمد بن اسحاق
کذاب وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی و قال الدار قطنی لا یحتج به وقال محمد
بن عبد الله بن نمیر رمی بالقدر وقال ابو داؤد قدری معتزلی وقال سلیمان
التیمی کذاب وقال مالک انظروا الی دجال من الدجاجلة با اینہمہ جروح مفسرہ یہ حدیث
عبادہ کی اس طریق سے کب قابل حجت ہے۔ ولہذا علامہ زیلعی نے اس حدیث کی نسبت
لکھا ہے قد ضعفہ احمد جماعة اور نیز اس حدیث عبادہ کو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث جسکو
ابو داؤد نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ صحیح الاسناد ہے۔ کیونکہ اوس کے رواۃ کلهم ثقات ہیں۔
اور وہ یہ ہے عن عبادة بن صامت انه علیه السلام قال لا یقرأن احد منکم شیئاً من
القرآن اذا جهرت بالقرآن۔ وقال الدار قطنی رجاله کلهم ثقات وقال احمد بن
حنبل ما سمعنا احداً اهل الاسلام یقول ان الامام اذا جهر بالقرآءة لا تجزئ صلوة

صلوٰۃ من لم یقرأ انتھی **فائدہ** یہ قول امام احمد بن حنبل کا موافق قول قدیم شافعیؒ کے ہے۔ کیونکہ امام شافعی بھی قول قدیم میں یہی فرماتے تھے کہ مُقتدی پر قراءۃ فرض نہیں ہے۔ اِلّا قول جدید کے مُخالف ہے۔ شایدًا امام احمد رحمہ اللہ کو قول جدید شافعیؒ پر اطلاع نہیں ہوئی۔ یا اوس کے رد میں یہ فرمایا ہو۔ **تنبیہ** یہ حدیث مع فایدہ کی **دلیل القوی** سے منقول ہے **انتباہ** اور دارقطنی سے تعجب ہے کہ خود ہی لکھتا ہے کہ محمد بن اسحاق لا یحتج بہ۔ اور خود ہی کہتا ہے کہ اس حدیث عبادہ کی رواۃ جس میں محمد بن اسحاق ہے سب مُعتبر ہیں۔ اور یہ حدیث جیّد الاسناد ہے۔ ظاہر ہے کہ جب محمد بن اسحاق جو راوی حدیث عبادہ کا ہے ایسا مجروح ہو کہ کذّاب اور دجّال اوس کے حق میں ثقات نے کہا تو پھر جیّد الاسناد کیا معنے۔ اور اس سے بڑھ کر ابن مُلقن کا قول ہے۔ ابن ملقن کہتا ہے کہ جب اس حدیث کو روایت کیا دارقطنی اور ابن حبّان اور بیھقی نے تو مظنّۂ تدلیس کا محمد بن اسحاق سے دور ہو گیا۔ اور یہ روایت جیّد الاسناد ہو گئی۔ بھلا یہ قول مخول علماء اہل حدیث اور فقہا کے قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ دارقطنی اور ابن حبان اور بیھقی نے یہ التزام نہیں کیا کہ بجز جیّد الاسناد کے ہم کوئی حدیث اپنی کتابوں میں نہیں لائیں گے مع ان کتبھم متناولۃ للصّحاح والضعاف بل للموضوعات **زیلعی** تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتا ہے والدّارقطنی فقد ملاء کتابہ من الاحادیث الغریبۃ۔ والشّاذۃ۔ والمعلّلۃ۔ انتھی اور **حجۃ اللہ البالغہ** میں ہے الطبقۃ الثالثۃ مسانید وجوامع ومصنّفات صنفت قبل البخاری ومسلم فی زمانھما وبعدھما جمعت بین الصحیح والحسن والضّعیف والمعروف والغریب والشاذ والمنکر والخطاء والصواب والثابت والمقلوب کمسند الطیالسی وکتب البیھقی انتھی ملخصًا۔ اور یہی حال ہے ابن حبان کا دیکھو زیلعی ابن مُلقنؒ اگر بخاریؒ کی نسبت یہ بات لکھتا تو البتہ قابل تسلیم و پذیرائی ہوتی۔ کیونکہ امام المحدثین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ التزام اپنی کتاب میں پورا پورا کیا ہے۔ کہ سوا جیّد الاسناد کے

اپنی اس کتاب میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ اسی لئے اس حدیث عبادہ کو مع کونہ مؤید

لمذهبه صحیح بخاری میں وارد نہیں فرمائی ولو ثبت عنده رحمه الله علیه لما ترکه

مع شدة تعصبه وفرط تحمله علی مذهب ابی حنیفة - وکثرة تعقبه بما یرد علیه -

وجہ سوم قال محقق الفن یحیی بن معین الجملة الاستثنائیة فی هذا الحدیث

اسناده لیس بذاك - ویؤیده ما قال الترمذی فی جامعه بعد هذا الحدیث و

روی هذا الحدیث الزهری عن محمود ابن الربیع عن عبادة بن الصامت عن النبی

صلی الله علیه وسلم قال لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب وقال هذا صح

انتهی - تو اس روایت کو جو خالی استثنائیہ جملہ سے ہے - اوس روایت پر جو مشتمل جملہ استثنائیہ

پر ہے - ترجیح دینی دلیل قوی ہے جملہ استثنائیہ کے مرجوحیت پر وهو المطلوب - اور ترمذی

کا حسن کہنا بھی اس حدیث کو قابل احتجاج کے نہیں کرتا - کیونکہ مراد اس سے حسن لغیرہ

ہے نہ حسن لذاته لما سیأتی - اور نیز اسکو ضعیف کرتی ہے وہ حدیث عبادہ کی جسکا ذکر

سابق میں بروایت ابوداؤد گزرا ہے فلینظر ہ **قولہ** پس مظنہ تدلیس کا جاتا رہا **اقول**

اس طرف سے مظنہ تدلیس کا جاتا رہا - الا دوسری طرف سے قائم رہا - اسلئے کہ محمد بن اسحاق

نے اگرچہ مکحول سے تحدیث کی ہے لیکن محمود بن ربیعہ سے روایت کی ہے - اور مدلس کبھی فوق

[illegible] کو یا [illegible] تا ہے تو مظنہ معنعن مدلس کا مرتفع نہوا - قال السید السندی رسالة فیما

[illegible] المدلس شیخه - ولکن یسقط من بعده رجلا ضعیفا او صغیرا **قولہ** دین

[illegible] شاهد کے ثقات سے ہی **اقول** متابع اور شاہد ہر دو ملکر حسن ذاتی کو مفید

[illegible] حج ہے اور حسن لغیرہ کے ساتھ احتجاج مختلف فیہ فقہا کا ہے - اور

[illegible] ت [illegible] ہے - یدل علیه عبارة شرح النخبة حیث قال - ولهذا وقع الاشارة

فی [illegible] الذاتی انه المحتج به بعبارة توهم الحصر کذا نقل عنه انتهی علاوہ اس کے اس

[illegible] ن [illegible] حاجت نہ درست ہے - جبکہ محمد بن اسحاق جو راوی حدیث عبادہ کا ہے - اکثر

ثقات کے نزدیک مجروح ہے۔ تو اوسی کے باعث یہ حدیث محکوم بضعف ہوئی کما مر عن الزیلعی

وکیف الاحتجاج بہ اور جس طریق سے نسائی نے بیان کیا ہے اوس مین نافع بن محمود ہے اور

وہ مستور الحال ہے۔ تقریب میں ہے نافع بن محمود مستور من الثالثۃ۔ اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے نافع بن محمود

المقدسی عن عبادۃ فی القراءۃ خلف الامام وعنہ حرام بن کلیم لا یعرف بغیر ہذا الحدیث ولا ہو فی

کتاب البخاری وابن ابی حاتم ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ وقال حدیثہ معلل وروی عنہ مکحول ایضاً

انتہی اور ابوداود کے دوسرے طریق مین نافع بن محمود بن الربیع اور ہیثم بن حمید ہے نافع کا حال معلوم ہوا اور

ہیثم بن حمید کی بابت میزان میں ہے قال ابوداود ثقۃ قدری وقال ابو مسہر الغسانی ضعیف

قدری انتہی۔ اور ابوداود نے ایک اور طریق بھی بیان کیا ہے۔ اوس مین بھی

رواۃ وہی ہیں الا ولید مختلف فیہ ہے میزان

قولہ پہلا، قال الواحدی

قال المفسرون قولہ فاقرؤا ما تیسر کان فی صدر الاسلام ثم نسخ بالصلوات

الخمس عن المؤمنین

اقول اس جواب صاحب رسالہ کو سب جوابوں سے بڑھ کر سمجھنا

چاہیئے۔ کیونکہ اسکا نمبر اول ہے۔ اور اس جواب کی مطابقت بھی ساتھہ اصل جواب

قابل نظر اولی الانظار ہے۔ اس لئے کہ اصل جواب کا خلاصہ یہہ ہے کہ مطلق قراءت نماز

مین فرض ہے۔ فاتحہ کی کچھہ خصوصیت نہیں لقولہ تعالی فاقرءوا الخ اور صاحب رسالہ

اسکا جواب دیتے ہیں۔ کہ واحدی کہتا ہے۔ کہ فاقرءوا ما تیسر کان فی صدر الاسلام الخ

یعنی مطلق قراءۃ صدر اسلام میں فرض تھی۔ جبکہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو مطلق قراءۃ

منسوخ ہو گئی فعلی ہذا التقدیر یکون قول الواحدی مہملا مخالفا للعقل و

النقل پس معلوم ہوا کہ واحدی کی اس کلام سے کچھہ اور ہی غرض ہے۔ نہ یہہ جسکو صاحب

رسالہ سمجھے ہیں۔ اور شاہد اپنے مدعا کا لائے ہین۔ کیونکہ واحدی نیشاپوری ابو الحسن

بن احمد المتوفی ۴۶۸ھ اعلی درجہ کا مفسر طبقہ سادسہ کا ہے مفسرین میں سے۔ اور اوسکی

تصنیف تفسیر۔ کبیر۔ بسیط۔ صغیر۔ اور حاوی ہے۔ لہذا اتم سطور واحدی کی پوری عبارت

نقل کرتا ہے۔ اور اُسکی غرض یہی عرض کرتا ہے تاکہ اوسکا مقصود ناظرین کو معلوم ہو۔
اور صاحب رسالہ کی شہادت مشہود **قال الواحدی** قال المفسرون فی قولہ تعالیٰ
فاقرؤا ما تیسر من القرآن - کان فی صدر الاسلام ثم نسخ بالصلوات الخمس عن
المؤمنین وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً وذلک قولہ واقیموا الصلوۃ
انتھی اس کلام سے غرض واحدی کی یہہ ہے کہ لفظ القرآن سے مراد فاقرءوا ما تیسر
من القرآن میں مجازاً صلوۃ اللیل یعنی نماز تہجد ہے۔ آور یہ نماز صدر اسلام میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ اُمت پر فرض تھی ثمّ نسخ بالصلوات الخمس عن المؤمنین
وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً جبکہ غرض واحدی کی اس کلام سے یہہ ہوئی
تو اسکلام کو صل جواب سے کیا نسبت ہے۔ اسلئے کہ مجیب کی غرض من القرآن سے معنی
مجازی نہیں۔ جیسا کہ مقصود واحدی کا ہے۔ بلکہ معنی حقیقی ہیں جنکا مدلول فرضیت مطلق
قرأت ہے **انتباہ** بااینہمہ واحدی کا کلام دو طرح سے مخدوش ہے **اوّل** قال صاحب
تفسیر فتح البیان۔ قلت فیہ نظر لان وجوب الصلوۃ الخمس لا ینافی وجوب قیام
اللیل۔ وشرط الناسخ ان یکون کلماً منافیاً ومعارضاً لحکم المنسوخ کوجوب
العدۃ بحول مع وجوبھا باربعۃ اشھر انتھی بعبارتہ **دوم** راقم السطور کہتا ہے قولہ
وثبت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃً ۔ فیہ نظر ایضاً لما روی مسلم بسندہ عن
زرارۃ فی حدیث طویل ان سعد بن ہشام ابن عامر دخل علی ام المؤمنین عائشۃ
وقال فقلت انبئنی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست تقرأ یا ایھا
المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عزوجل فرض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولاً وامسک اللہ خاتمتھا اثنی عشر شہراً فی
السماء حتی انزل اللہ فی اٰخر ہذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فریضۃ انتھی)
فہذا ظاہر فی ان قیام اللیل صار منسوخاً فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ایضاً ۔ فقول الواحدی

خاصةً محل خدشۃ **قولہ** دوسرا جواب حسب اُصول مُسلّمہ مُقلّدین حنفیہؒ کے امر مقتضی تکرار نہیں **اقول** حسب اُصُول مسلّمہ حنفیہؒ بلکہ شافعیہؒ وغیرہ علماء کے بھی امر مقتضی تکرار کا نہیں۔ یعنی ان صیغۃ الامر لا دلالۃ لھا علی التّکرار فی حصول للمامول

من علم الاصول قال جماعۃ ان صیغۃ الامر یقتضی المرۃ الواحدۃ لفظًا وعزاہ

ابو اسحاق الی اکثر الشافعیۃ وقال انہ مقتضی کلام الشافعی وانہ الصحیح الاشبہ

بمذاھب العلماء وبہ قال جماعۃ من قدماء الحنفیّۃ انتھی **و** فی شرح المنار ولا تقتضی

رای الامر التکرار ولا یحتملہ وما تکرر من العبادات فباسبابھا لا بالاوامر

جواب - یرد علینا وھو ان الامر اذا لم یقتضی التّکرار ولم یحتملہ فبائ

وجہٍ تتکرر العبادات مثل الصّوم والصلوۃ وغیر ذلک **فنقول** ان ما تکرّر

من العبادات لیس بالاوامر بل بالاسباب۔ لان تکرار السّبب یدل علی تکرار

المسبب۔ فاذا وجد الوقت وجبت الصّلوۃ۔ ومتی یاتی رمضان یجب الصّوم۔

ومھما قدر علی ملک المال وجبت الزکوۃ ولھذا لم یجب الحج فی العمر الا مرّۃ واحدۃ

لان البیت واحد لا تکرار فیہ انتھی ملخصًا **ماذکر سے** یہ بات ثابت ہوئی کہ قدماءِ حنفیہ اور شافعیہ رحمھم اللہ اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ امر من حیث الصّیغہ تکرار پر دال نہیں۔ اور عبادات کا تکرار یعنی نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ وغیرہ کا بار بار ذکر کرنا مقتضی صیغہ امر کا نہیں بلکہ انکا مقتضی تکرار اسباب یعنی علّت تامہ کا ہے۔ **مثلاً** جب وقت ظہر کا آئیگا تب ہی ظہر کی نماز فرض ہوگی وعلٰی ہذا القیاس۔ اور نماز شرعی قیام و قراءت و رکوع و سجود وغیرہ سے عبارت ہے۔ تو حاصل تمثیل یہ ہوا کہ جب وقت ظہر آئیگا تب ہی یہ امور مذکورہ فرض ہونگے۔ پس اس بیان سے صاف صاف ثابت ہوا کہ قیام و قراءت و رکوع وغیرہ کا تکرار مقتضی امر کا نہیں۔ تاکہ تکرار کو مقتضی امر پر ازاد تصور کیا جاوے

جیسا کہ صاحب رسالہ نے سمجھا ہے۔ بلکہ مقتضی تکرار کا کوئی اور ہی امر ہے فثبت ان قولہ

تکرار کا پڑھا لینا ازاد ہوگا" مردود و منشاہ عدم التوجہ علی قواعد اصول اصحابنا الحنفیۃ رحمۃ اللہ علیھم کما تلونا علیک اگر صاحب رسالہ وقت تحریر عبارت الامر لا یقتضی التکرار کے اسکے مابعد کی عبارت کو ملاحظہ فرماتے تو صاف صاف لکھا پاتے۔ وما تکرر من العبادات فباسبابھا لا بالاوامر اور ایسے بے اصل جواب کے پھندے میں نہ آتے اللھم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا **قولہ** آپ اسکو بلحاظ اس آیۃ اور آپ کے اصول کے کسی نماز میں بھی قرآن پڑھنا ضروری نرہا **اقول** گذشتہ تقریر و تحریر سے ثابت ہوچکا کہ اوس کو بلحاظ اسی آیۃ اور اصول حنفیہ کے ہر نماز میں قرآن پڑھنا ایسا ضروری رہا کہ بدون اوسکی نماز جائز نہیں ہوتی **قولہ** اگر فرضیت کا حکم اسی آیۃ یا اور اور دلیل سے کروگی تو حکم تکرار ازاد ہوگا اور وہ نسخ ہے **اقول** ہمنے فرضیت کا حکم اسی آیۃ سے کیا ہے اور وہ حکم تکرار ازاد بھی نہیں ہوتا کہ نسخ ہو فانظر ما اسلفناک **قولہ** کیونکہ وہ فرض ادا کرچکا ہے اور امر کی تعمیل ہوچکی ہے **اقول** یہ فرض تا حیات اور اوسکی تعمیل تا زیست اسکی ذمہ میں ہے۔ فراغ ذمہ کا موت سے وری وری نہیں ہوتا **قولہ** دوبارہ کس دلیل سے اسکے ذمہ پڑھنا لازم ہوتا ہے **اقول** اسی آیۃ شریفہ نے مامور دوبارہ سہ بارہ پڑھنیکا بنایا۔ الا ے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست **قولہ** پس ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قرارت کا پڑھنا بھی اس امر سے ثابت نہوا **اقول** ہر نماز میں ہمیشہ کے لئے مطلق قراءۃ کا پڑھنا اسی امر سے ثابت ہوا۔ الا سمجھ شرط ہے **قولہ** بھر حال جب ازاد ثابت کرینگے تو آپکو آیۃ کا منسوخ ماننا پڑیگا **اقول** دیکھا کہ ہم نے ازاد یعنی تکرار ثابت بھی کر دیا اور آیتہ منسوخ بھی نہوئی فافہم وانصف **قولہ** اور عام کی تخصیص کو آپ لوگ نسخ کہتے ہیں **اقول** یہ تخصیص جو ہماری نسبت کی گئی ہے بالکل غلط ہے۔ پہلے اس مسئلہ کی نسبت اعلی درجہ کی تحقیق ہوچکی ہے۔ کہ کوئی حنفی اسکا قائل نہیں۔ کہ عام کی تخصیص نسخ ہے۔ اور نہ کسی کتاب حنفیہ میں اس مسئلہ کا نشان ہے۔ اگر ہے تو آپ ہی دکھلاو

بلکہ تخصیص عام اور نسخ میں حنفیہ کے نزدیک تباین و تضاد ہے۔ جیسا کہ ماسبق میں عبارات کتب حنفیہ سے مفصلاً نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ولا نعیدہ خوفاً للتطویل۔ پس یہ تخصیص موجب نسخ آیۃ نہوئی **قولہ تنبیہ** یاد رہے کہ تخصیص کو اہلحدیث آلخ

اقول یاد رہے۔ اگر اہلحدیث واقعی کے نزدیک تخصیص اور نسخ میں فرق ہے۔ تو چشم ما روشن و دل ما شاد۔ ہم اور وہ گروہ ناجیہ متفق ہیں۔ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک بھی ہر دو میں نسبت تباین و تضاد ہے۔ ایسا نہیں جیسا صاحب رسالہ سمجھے ہیں۔ دیکھو کتب اصول اور اوس تحقیقات کو جسکو ہم نے ماسبق میں گزارش کی ہے کھلا کھلا فرق بینہما معلوم ہوگا **قولہ** چوتھا جواب آیۃ شریف کا ماقبل پڑھو اور تمام سورہ کریمہ کو دیکھو۔ قیام اللیل میں ہے۔ **اقول** بالرأس والعین ہمنے آیۃ شریف کا ماقبل پڑھا اور تمام سورہ کریمہ کو دیکھا۔ قیام اللیل میں ہے۔ پھر اس سے ہم کو کیا ضرر ہوا۔ کیونکہ اس تقدیر پر بھی معنے آیۃ شریف کے یہ ہوئے فاقرؤا ما تیسر من القرآن فی قیام اللیل یعنے قیام اللیل میں جسقدر اور جہاں سی قرآن کریم آسان ہو پڑہو تمام رات یا اوسکا نصف یا ثلث یا ثلثین جاگنا اور قرآن کریم پڑھنا کچھ ضرور نہیں ہے کیونکہ یہ تعیین موجب تکلیف ہے۔ اس جواب سے بھی کوئی بات تخصیص فاتحہ کی نکلی

قولہ اگر قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب منظور نہیں **اقول** ہم کو یہ قاعدہ بسر و چشم منظور ہے۔ اسکا کوئی منکر ہی منکر ہوگا **قولہ** اور تخصیص ہی لینا ہے **اقول** عموم جو حقیقی معنے ہیں بغیر داعی کے کیوں چھوڑے جاویں اور مجاز بلا ضرورت کیوں اختیار کیا جاوے۔ انما یصار الی المجاز عند تعذر الحقیقۃ قاعدہ مسلم ہے **قولہ** تو تہجد میں خاص رکھیے **اقول** تہجد میں خاص رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ آہ کی منظوری ہو چکی ہے **قولہ** یا من القرأۃ سی مجازاً من الصلوۃ مراد لیجئے **اقول** باوجود امکان حقیقت کے ارتکاب مجاز کا کون

داعی ہی اور قاعدہ اِنّ العمل بالحقیقۃ ان امکن سقط بالمجاز کے ترک پر کون متقاضی ہے۔

قولہ فاقرؤا کے امر سے مقتدی۔ منفرد۔ امام۔ سب نمازیوں پر قرأت حقیقتاً فرض ہے۔ آہ

اقول (حقیقۃ کا لفظ یاد رہے) قال اللہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر آہ وقال علیہ السلام لا صلوٰۃ بقراءۃ رواہ مسلم اس آیۃ شریف اور حدیث مرفوع سے معلوم ہوا۔ کہ امام۔ اور مقتدی۔ منفرد پر قرأت فرض ہے۔ اور یہ مذکورین ماموربطلق قرأت ہیں۔ پھر شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری لئے بیان فرمایا کہ قرأت کے دو قسم ہیں۔ حقیقی۔ حکمی۔ جیسے مثلاً وجود کے تین قسم ہین۔ واجب۔ ممکن۔ ممتنع۔ یا کلی منقسم بدو قسم ہے۔ کلی متواطی۔ کلی مشکک۔ اور مورد اور مورد بہی بیان فرمائے کہ اول کا محل امام و منفرد ہی کما ہو ظاہر اور دوم کا محل مقتدی ہے والیہ اشار بقولہ فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ پس ماذکر بیان سے معلوم ہوا کہ مقتضی فاقرؤا کا قرأت مطلقاً ہے نہ قرأت حقیقتاً۔ اور یہ کہنا کہ ان مذکورین پر قرأت حقیقتاً فرض ہے۔ ایجاد فقیر ہے۔ کیونکہ امر شارع کا فاقرؤا ہے۔ نہ فاقرؤا حقیقتاً فافہم وانصف

قولہ آپکے بعض فقہا نے فاقرؤا مین مقتدی کے حق مین قرأت حکمی اور مجازی لی ہی۔ **اقول** مقتدی کے حق مین قرأت حکمی لینا تو مناسب و بجا مطابق حکم شارع کے ہی۔ الا اسکو مجاز کہنا ایکا دہی۔ کیونکہ قرأت حکمی لینے کے یہ معنے ہین کہ قرأت حکمی جو ایک قسم حقیقی قرأت مطلق کا ہی اسکا مامور مقتدی ہی نہ کہ قرأت حکمی کے معنے مجاز قرأت کے ہین کما فہمہ صاحب الرسالۃ ہذا ما سنح لی الآن **قال العینی** فی شرح للھدایۃ۔ فان قلت قولہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأۃ الامام لہ قرأۃ یعارض **قولہ** تعالی فاقرؤا۔ فلا یجوز ترک بخبر الواحد۔ قلت جعل المقتدی قاریا بقرأۃ الامام فلا یلزم الترک انتھی

قولہ ذیل میں ہم الے آخر قال عام کی تخصیص کو آپ اور کل حنفی نسخ جانتے ہیں۔

اقول پہلے بھی اسکا بیان ہو چکا ہے۔ کہ کوئی حنفی اسکا قائل نہیں۔ کہ عام کی تخصیص نسخ عام ہے۔ اور نہ کسی کتاب معتبر حنفیہ میں اسکا کچھ ذکر ہے۔ پھر تخصیص نسخ کسطرح ہوگا فلینظر ما اسلفناک **قولہ** چھٹا جواب مانا کہ یہ آیۃ منسوخ نہیں۔ الا کہتے ہیں کہ یہ ایک

سلیک غطفانی رضی کا جواب

خاص حادثہ کا ذکر ہے **اقول** فرضی تسلیم کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع یہ آیت منسوخ نہیں۔ اور نہ ابتک آپکی کلام سے اسکا نسخ ثابت ہوا ہے۔ اور خاص حادثہ کا ذکر بھی نہیں۔ بلکہ العبرۃ لعموم اللفظ کے قاعدہ سے عام ہے۔ اور ابتک اوس کا عموم زائل بھی نہیں ہوا **قولہ** دیکھو جمعہ کے خطبہ میں **اقول** اس مسئلہ میں چند امور قابل استفسار ہیں (**اوّل**) یہ دو رکعت سنت جمعہ ہیں۔ یا تحیۃ المسجد (**دوم**) علی التقدیرین فرض ہے۔ یا مستحب (**سوم**) سماع خطبہ کا فرض ہے یا نہ (**چہارم**) امام کے خطبہ پڑہنے کیوقت کلام ممنوع ہے یا مُباح (**پنجم**) یہ قصہ سلیک غطفانی کا قبل الخطبہ تہا۔ یا عین خطبہ کیحالت میں (**ششم**) عدم جواز صلوۃ بوقت خطبہ حنفیہ کرام کا بھی مذہب ہے۔ یا صحابہ اور تابعین سے کسی اور کا بھی یہہ مذہب ہے۔ (**ھفتم**) جو شخص باہر سے آئے اوسی کے لئے یہ دو رکعت پڑہنی چاہیئے۔ یا جو پہلے سے ہی داخل مسجد ہو اوس کو بھی پڑہ لینی جائز ہے (**ھشتم**) جو شخص ابتدا خطبہ میں داخل ہوا وسی کو پڑہنی چاہیے۔ یا آخیر خطبہ میں داخل مسجد ہو وہ بہی پڑہ لے۔ یہہ جملہ امور قابل استفسار ہیں **قال النووی** اذا دخل (رجل) الجامع یوم الجمعۃ والامام یخطب استحب لہ ان یصلی رکعتین تحیۃ المسجد۔ ویکرہ الجلوس قبل ان یصلیھا۔ وانہ تستحب ان یجوز فیھا لیسمع بعدھما الخطبۃ۔ وحکی ھذا المذھب ایضاً عن الحسن البصری وغیرہ من المتقدمین **قال القاضی** وقال مالک واللیث وابو حنیفۃ والثوری وجمھور السلف من الصحابۃ والتابعین لا یصلیھا وھو مروی عن عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم۔ وحجتھم الامر بالانصات انتھی۔ یعنی نووی شافعی شارح صحیح مسلم۔ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتاہے جب جمعہ کے دن کوئی آدمی جامع میں داخل ہو۔ اور امام خطبہ پڑہ رہا ہو۔ تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت خفیف تحیۃ المسجد پڑہے تاکہ اون کے بعد خطبہ سُنے۔ اور اوسکے

پڑہنے سے پہلے اوسکو بیٹھنا مکروہ ہے۔ اور حکایت کی گئی ہے کہ یہ مذہب حسن بصری وغیرہ متقدمین کا ہے۔ اور قاضی عیاض نے کہا ہے۔ کہ امام مالک۔ لیث۔ امام ابوحنیفہ۔ اور جمہور سلف صحابہ اور تابعین نے کہا کہ نہ پڑہے اوسکو۔ اور یہی روایت کی گئی ہے۔ حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے۔ اور اونکی دلیل قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ہے نووی کے بیان سے ثابت ہوا کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ہیں سنت جمعہ نہیں۔ اور یہ بہی ثابت ہوا کہ مستحب ہیں فرض نہیں۔ اور یہہ بھی ثابت ہوا کہ یہ مذہب فقط حنفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ امام مالک اور لیث اور امام ثوری۔ اور جمہور سلف صحابہ اور تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے بہی یہی مروی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو باہر سے اگر اسی حالت میں داخل ہو وہی پڑہے۔ موجود فی المسجد نہ پڑہے۔ اور یہہ بہی ثابت ہوا۔ کہ جمہور سلف صحابہ اور تابعین۔ اور امام مالک۔ اور ثوری۔ اور لیث۔ اور امام ابوحنیفہ اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے نزدیک سننا خطبہ جمعہ کا فرض ہے تارک تارک فرض ہوگا۔ امور مذکورہ سے امر (۱) (۲) (۶) (۷) (۳) کلام نووی سے ثابت ہوچکا رہا امر (۴) (۵) (۸) ثبوت امر چہارم عن ابی ہریرۃ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۲ وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب فہو کمثل الحمار یحمل اسفارًا۔ والذی یقول لہ انصت لیس لہ جمعۃ رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۱۱۵۔ ثبوت امر (۵) ذکر الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ وقد بوب النسائی فی سننہ الکبری علی حدیث سلیک باب الصلوٰۃ قبل الخطبۃ ثم اخرجہ عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء سلیک قبل ان یصلی فقال لہ علیہ السلام

ارکعت رکعتین قال لا قال قم فارکعهما انتهی۔ ص ۱۳ لکن یاباہ لفظ الشیخین دخل

رجل یوم الجمعۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الحدیث۔ فثبت انہ کان فی الخطبۃ

ثبوت امر شد فی ارشاد الشارح **تنبیہ** لو جاء فی آخر الخطبۃ فلا یصلی لئلا یفوتہ

اول الجمعۃ مع الامام۔ قال فی المجموع وھذا محمول علی تفصیل ذکرہ

المحققون من انہ ان غلب علی ظنہ انہ ان اصلیھا فاتتہ تکبیرۃ الاحرام

مع الامام لم یصل التحیۃ بل یقف حتی تقام الصلوۃ ولا یقعد لئلا یکون جالسا

فی المسجد قبل التحیۃ قال ابن الرفعۃ۔ ولو صلیھا فی ھذہ الحالۃ استحب للامام

ان یزید فی کلام الخطبۃ بقدر ما یکملھا فان لم یفعل الامام ذلک۔ قال فی

الام کرھت لہ۔ فان صلیھا وقد اقیمت الصلوۃ کرھت ذلک لہ انتھی۔ انتھی

ص ۱۵۱۔ اس نقل سے ثابت ہوا کہ شافعیہ کے نزدیک بھی اخیر خطبہ میں داخل ہونیوالے کے لئے تحیۃ المسجد ممنوع و مکروہ ہے۔ اور اس کراہت کا داعی سماع خطبہ کا ہے۔ واذا تقرر ھذا۔ پس نظر بار چہارم معلوم ہوا کہ وقت خطبہ کے خود کلام کرنا۔ یا اور کو انصت۔ یعنی امر بالمعروف کرنا ممنوع شرعی ہے۔ اس کے جواز کا کوئی ائمہ دین سے قائل نہیں۔ محل نزاع فقط تحیۃ المسجد کذائی ہے۔ تو نظر بار سوم ثابت ہوچکا ہے کہ جمہور سلف صحابہ۔ اور تابعین۔ اور مالک امام اور ثوری۔ اور لیث۔ اور امام ابو حنیفہ۔ اور حضرت عمر فاروق۔ اور حضرت عثمان بن عفان۔ اور علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہم کے نزدیک سماع خطبہ کا فرض ہے۔ جبکہ فرض ہوا تو تارک تارک فرض ہوگا۔ اور نظر بار دوم۔ اور ششم اس تحیۃ المسجد کی فرضیت کا ائمہ دین سے کوئی قائل نہیں۔ شافعیہ کے نزدیک بھی مستحب ہے۔ مستحب بھی کیسا کہ اگر داخل فی المسجد اخیر خطبہ میں آئے تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔ تاکہ اول جمعہ مع الامام فوت نہو۔ اگر پڑھے تو مکروہ ہے۔ اور جب سماع خطبہ کا فرض ہوا۔ تو

بموجب قرار واد سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ
اور مالک وغیرہم کے - امر یاسلیک فارکع رکعتین اور اذا جاء احدکم فلیرکع
رکعتین - امر استحبابی ہوا - ولھذا لم ینقل فرضیتنا عن احد من الائمۃ آس لیئ
ہمارے اصحاب حنفیہ کرام نے جب ان امور کیطرف نظر فرمائی - اور احادیث مرفوعہ - اور
اثار صحابہ اور عمل در آمد سلف صالحین کا ملاحظہ کیا - تو اس اجتماعی ہیئت سے ترجیح نہ
پڑہنے کی پائی - اور احتیاط اور عزم الامور اور جمع بین النصوص اسی میں پایا - نظراً
علی ذلک ہمارے اصحاب نے حدیث سلیک کے کئے جواب دیئے (۱) حدیث سلیک
معارض ہے اندو حدیث کے **حدیث اول** عن عبد اللہ بن بسر قال کنت جالسا
الی جنبہ یوم الجمعۃ فقد جاء رجل یتخطی قاب الناس یوم الجمعۃ - فقال لہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلس فقد اذیت وانیت رواہ الطحاوی - وابن
ماجۃ ولفظہ للطحاوی یعنے ایک آدمی جمعہ کے دن آیا - اور اوس نے لوگون کو ایذا
دی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے فرمایا کہ بیٹھ جا - تو دیر آیا - اور لوگون کو ایذا
دی تو نے دیکھو کہ اس شخص کو حضرت نے بیٹھنے کے لیئے فرمایا - اور تحیۃ المسجد کے لئے
نفرمایا - **طحاوی** نے کہا ہے کہ یہ حدیث مخالف ہے حدیث سلیک کے انتہی
وحملہ علی ان دخولہ وقع فی آخر الخطبۃ بحیث ضاق الوقت عن التحیۃ - او کان
قد صلی التحیۃ فی مؤخر المسجد ثم تقدم لیقرب من سماع الخطبۃ - فاحتمالات
رکیکۃ لا یقبلہ العلیم الخبیر **حدیث دوم** ذکر ابو محمد عبد الحق فی احکامہ
قال وروی ابو سعید الحالبی فی کتابہ عن محمد ابن ابی مطیع عن ابیہ عن محمد
بن جابر عن ابی اسحاق عن الحرث عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
تصلوا والامام یخطب انتہی - ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ ص ۱۳۱ (۲)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم - سلیک کے لئے خطبہ پڑہنے سے رک گئے - جب سلیک

جواب (۱)

جواب (۲)

تحیۃ المسجد سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خطبہ شروع
فرمایا۔ اور یہ اس لئے لوگونکو معلوم ہو کہ تحیۃ المسجد حق المسجد ہے۔ اور اوس کی
دلیل وہ حدیث ہی جسکو ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے **حدثنا** هشیم۔ انا۔
ابو معشر عن محمد بن قیس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث امرہ ان یصلی رکعتین
امسک عن الخطبۃ حتی فرغ من رکعتیہ ثم عاد الی الخطبۃ۔ **ویؤیدہ**
ما روی الدارقطنی مسندا ومرسلا۔ وقال ھذا المرسل ھو الصواب اور مرسل
حجت ہی عندنا۔ وعند مالک۔ وجمھور الفقھاء۔ وقدمنا فیما من تحقیقہ فی
الفائدۃ الثانیۃ فلینظر ثمہ اور کبھی کبھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بھی کرتے
تھے کہ خطبہ کو قطع کرتے اور پھر رجوع بخطبہ فرماتے **روی النسائی** بسندہ
عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب
فجاء الحسن والحسین رضی اللہ عنہما وعلیہما قمیصان احمران یعثران فیھما فنزل
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطع کلامہ فحملھما ثم عاد الی المنبر الحدیث ص ۲۳۰
ورواہ ابو داؤد۔ والترمذی ایضا۔ **ابن ابی شیبۃ**۔ اور دارقطنی کے بیان سی
صاف ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیک کے لئے خطبہ کو قطع فرمایا۔
جب وہ فارغ ہوئے تو پھر شروع کیا۔ فلم یکن حدیث سلیک الغطفانی حجۃ علینا
اور فتح القدیر ہدایہ میں بعد از ذکر احادیث دارقطنی کے لکھا ہے" ونحن نقول المرسل
حجۃ فیجب اعتقاد مقتضاہ علینا۔ ثم رفع زیادۃ اذ لم تعارض ما قبلھا فان
خبرہ ساکت عن انہ امسک عن الخطبۃ اولا۔ وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ۔ ومجرد
زیادتہ لا توجب الحکم بغلطہ والا لم تقبل زیادۃ وزیادۃ مسلم فیہ من قولہ
اذا جاء احدکم الجمعۃ والامام یخطب فلیرکع رکعتین ولیجوز فیھما۔ لا ینبغی کون
المراد ان یرکع مع سکوت الخطیب لما ثبت فی السنۃ من ذلک انتھی (۳) جواب حضرت

کبھی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ قطع فرمایا ہے

کا سلیک کو فرمانا فَتَمْ فَصَیَلْ قبل از نسخ کلام فی الصّلوۃ تھا۔ جبکہ کلام فی الصّلوۃ منسوخ ہوئی تو خطبہ میں بھی منسوخ ہوئی لانہا شطر صلوۃ الجمعۃ **اخرج الطّحاوی** بسندہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قلت لصاحبك انصت والامام یخطب فقد لغوت اور اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی بطریق ابو ہریرہ بیان کیا ہے کما مر۔ **قال** الطحاوی فاذا کان قول الرّجل لصاحبه والامام یخطب انصت لغوًا۔ کان قول الامام للرّجل قم فصلّ لغوًا ایضًا۔ فثبت بذلك ان الوقت الّذی کان فیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر لسلیك بما امرہ به کان الحکم منه فی ذلك۔ بخلاف الحکم فی الوقت الّذی جعل مثل ذلك لغوًا **وقد روی** عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك عن ابی الدّرداء۔ انه قال جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم الجُمُعة علی المنبر یخطب النّاس فتلا اٰیة والی جنبی ابیّ بن کعب فقلت له یا اُبیّ متی نزلت هذه الاٰیة فابی ان یّکلّمنی حتّی اذا نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المنبر قال مالك من جمعتك الّا ما لغوت۔ ثمّ انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجئته فاخبرته۔ فقلت یا رسول اللہ انك تلوت اٰیة والی جنبی ابیّ بن کعب فسألته متی نزلت هذه الاٰیة فابی ان یّکلّمنی حتّی اذا نزلت زعم انه لیس لی من جمعتی الّا ما لغوت **قال** صدق اذا سمعت امامك یتکلّم فانصت حتی ینصرف **فقد** امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالانصات عند الخطبة وجعل حکمها فی ذلك کحکم الصّلوة وجعل الکلام فیها لغوًا۔ فثبت بذلك الصلوة فیها مکروهة۔ فاذا کان النّاس منهیّین عن الکلام ما دام الامام یخطب کان کذلك الامام منهیًّا عن الکلام ما دام یخطب بغیر الخطبة۔ **الا** تری ان المأمومین ممنوعین من الکلام فی الصّلوة فکذلك الامام۔ فکان ما منع منه غیر الامام فقد منع منه الامام فکذلك۔ **لمّا**

منع غیر الامام من الکلام فی الخطبۃ کان الامام منع بذلک ایضًا من الکلام فیما ھو من غیرھا **وقد** روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک ایضًا پھر طحاوی نے مؤکد اس مضمون کے بہت احادیث مرفوعہ بیان کرکے فرمایا۔ ففی ھذہ الآثار ایضًا الامر بالانصات اذا تکلم الامام فذلک دلیل علی ان موضع کلام الامام لیس بموضع صلوۃ۔ فھذا حکم ھذا الباب من طریق تصحیح معانی الآثار واما وجہ النظر فانا رأینا ھم لایختلفون ان من کان فی المسجد قبل ان یخطب الامام۔ فان خطبۃ الامام تمنعہ من الصلوۃ لیصیر بھا فی غیر موضع صلوۃ فالنظر علی ذلک ان یکون کذلک داخل المسجد والامام یخطب۔ داخلالہ فی غیر موضع صلوۃ فلا ینبغی ان یصلی **وقد** رأینا الاصل المتفق علیہ **أن** الاوقات التی تمنع منہ الصلوۃ یستوی فیھا من کان قبلھا فی المسجد ومن دخل فیھا المسجد **فی** منعھا ایاھما من الصلوۃ۔ فلما کانت الخطبۃ تمنع من کان قبلھا فی المسجد عن الصلوۃ کانت کذلک ایضًا۔ تمنع من دخل المسجد بعد دخول الامام فیھا من الصلوۃ انتھی۔ **ان** احادیث مرفوعہ اور وجہ نظر سے ظاہر ہوا۔ کہ حدیث سلیک کی اور اذا جاء احدکم الحدیث حنفیہ پر حجت نہیں۔ آب ہم وہ آثار جو متقدمین سے اسباب میں منقول ہیں نقل کرتے ہیں تاکہ متقدمین کا عملدرآمد بہی معلوم ناظرین ہو۔ **مالک** قال ابن شہاب فخروج الامام یقطع الصلوۃ وکلامہ یقطع الکلام انتھی۔ **ابن ابی شیبۃ** فی مصنفہ عن علی وابن عباس وابن عمر انھم کانوا یکرھون الصلوۃ والکلام بعد خروج الامام علی القاری **طحاوی** بسندہ عن ثویر العنبری قال قال الشعبی ارأیت الحسن حین یجیٔ وقد خرج الامام فیصلی عمن اخذ ھذا القدر۔ رأیت شریحًا۔ اذا جاء وقد خرج الامام لم یصل **و** ایضًا بسندہ عن اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شھاب فی الرجل یدخل المسجد

یوم الجمعۃ والامام یخطب قال یجلس ولا یسبح ای لا یصلی **وایضاً** بسندہ
عن خالد الحذاء ان ابا قلابۃ جاء یوم الجمعۃ والامام یخطب فجلس ولم یصل
وایضاً بسندہ عن عقبۃ بن عامر قال الصلوۃ والامام علی المنبر معصیۃ **وایضاً**
عن ابن شہاب قال اخبرنی ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی ان جلوس الامام علی المنبر
یقطع الصلوۃ وکلامہ یقطع الکلام **وایضاً** بسندہ عن ھشام بن عروۃ قال رأیت
عبد اللہ بن صفوان۔ دخل المسجد یوم الجمعۃ وعبد اللہ بن الزبیر یخطب علی
المنبر وعلیہ ازار ورداء ونعلان وھو متعمم بعمامۃ فاستلم الرکن ثم قال السلام
علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم جلس ولم یرکع **وایضاً** بسندہ
عن عطاء قال کان ابن عمر وابن عباس یکرھان الکلام۔ اذا خرج الامام
یوم الجمعۃ **وایضاً** بسندہ عن مجاھد انہ کرہ ان یصلی والامام یخطب۔ انتھی
ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن عروۃ قال اذا قعد الامام علی المنبر فلا صلوۃ
انتھی۔ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ ان آثار سے حال متقدمین کا معلوم
ہوا اور عملدرآمد انکا بھی ثابت ہوا۔ راقم کی غرض اس بیان سے صرف یہہ ہی کہ ناظرین
کو معلوم ہو۔ کہ حنفیہ کرام نے قرآن اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین
میں اسطرح تطبیق فرمائی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو کہ صاحب رسالہ کا یہہ کہنا کہ آپ لوگوں
نے اس جملہ (اذا جاء احدکم آہ) کو پس پشت ڈالا۔ طعن بیجا ہے۔ بفضلہ تعالے
صاحب رسالہ اپنی تہذیب کے سخت مدعی تھی۔ آنا معذور ہیں کہ قلم چلگیا۔ الا اس امر کا
خیال نفرمایا کہ اس طعن کا محل صرف حنفیہ ہی نہیں۔ بلکہ اسکی نوبت جمہور صحابہ۔ اور
تابعین۔ اور حضرت عمر۔ عثمان۔ علی۔ عبد اللہ بن عمر۔ ابن عباس۔ مالک ثوری
لیث۔ ابن شہاب۔ شریح۔ شعبی ابو قلابہ۔ ثعلبہ بن مالک۔ عبد اللہ صفوان۔ مجا
ہد وغیرہ۔ وغیر ذلک تک پہونچتی ہے۔ اگر ہم بھی باتباع صاحب رسالہ یہہ کہیں کہ صاحب

رسالہ یہہ کھیں کہ صاحب رسالہ نے ظاہر امر استحبابی پر جسکی تطبیق بھی ہوسکتی ہے
عمل کرنیکی جہت سے ۔ قرآن کریم اور احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ اور عمل متقدمین
خصوصًا حضرت عمر عثمان ۔ علی ابن عمر ۔ ابن عباس کو پس پشت ڈالا ۔ تو شاید
سچا ہوگا ۔ کہ یہ بیان واقعی ہے **قولہ** مرفوع کے سامنے معارضہ کے قابل نہین
اقول اس سے کون معارضہ کھتا ہے ۔ بلکہ معارض اس کے وہ حدیثیں مرفوعہ ہیں ۔
جنکا ذکر سابق میں ہوچکا ہے ۔ یہ آثار صحابہ اور تابعین کے اونکے مویدات اور
معاضدات سے ہیں ۔ شاید صاحب رسالہ نے شبہ کرنے کی جہت سے اسی پر انحصار
معارضہ کا فرمایا ۔ اور ان حدیثوں کو پس پشت ڈالا **قولہ** اور مرسل کی حجت میں کلام
ہے **اقول** مرسل کی حجت ہونے کی تحقیق فائدہ دوم میں گزرچکی ہے ۔ اور اس
محل مین مرسل کے حجت ہونے کے سوا زیادتی ثقہ کی ہے ۔ وزیادۃ الثقۃ مقبولۃ کما مر
من الفتح اور نیز یہہ معاضد بھی ہے **قولہ** امام نووی نے سچ کہا اہ **اقول** امام
نووی کا یہہ طعن قابل تسلیم اوسوقت ہوتا ۔ جبکہ ہم کو یقینًا معلوم ہو کہ حضرت عمر رض
عثمان ۔ علی ۔ ابن عمر ۔ اور ابن عباس کو یہہ لفظ نہین پہونچا ۔ بلکہ سنن کی روایت
قال انہ صلی رکعتین وحض علی الصدقۃ الحدیث بل عند احمد وابن حبان انہ
کرر امرہ بالصلوۃ ثلاث جمع ذکرہ القسطلانی یقین دلاتی ہے کہ حضرات مذکورین کو
اس واقعہ پر اطلاع ہوئی ہوگی ۔ کیونکہ جمعہ کے دن محضر کثیر مین یہ ماجری وقوع میں آیا
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو صدقہ پر شوق دلایا ۔ اور تین جمعہ متواتر یہہ
واقعہ وقوع مین آیا ۔ پھر عقل کب باور کرتی ہے ۔ کہ ان حضرات کو یہہ واقعہ اصالۃً یا بواسطہ
معلوم نہو فعلم انہم رضی اللہ عنہم مع علمہم بھذہ الواقعۃ عملوا بخلافہا فتأمل لمعات
من مشکوۃ النبوۃ فکیف یسلم قول النووی (ولا اظن عالمًا اہ) پس معلوم ہوا ۔ کہ
ظن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مذہبی اعتقاد کے سبب سے ہے فھو لیس بحجۃ عندنا

نووی کے طعن کا جواب ۱۰

الخصم **قولہ** اورحق یہہ ہے **اقول** پس حق یہہ ہے کہ آپ اصلاً اصلاً اصلاً کبھے بھی ان رکعتین عند الخطب کے مرتکب ہنون **قولہ** اوّل تواسلئے کہ حدیث اذا جآء احدکم الحدیث حدیث صحیح غیر متعارض مرفوع ہے **اقول** اوّل تواس لئے کہ دو حدیثین مرفوع اس کے معارض ہین کما بیناہ من قبل **دوم** اس لئے کہ آثار صحابہ ان کے مؤید او رمعاضد ہین **سیوم** اسلئے کہ جمہور سلف صحابہ اور تابعین اور حضرت عمر و عثمان وعلی و ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم۔ علماء دین جنکا ذکر ہوچکا ہے۔ ان تمام نے نہ پڑھنے کو اختیار کیا۔ **قولہ** دوم اسواسطے کہ آپکے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے۔ اور اس مسئلہ مین صحابی کا قول بلا معارض موجود ہے آہ **اقول** صحابی کا قول حجت تب ہوتا جب اوسکے معارض مرفوع حدیث نہوتی واذ لیس فلیس **علاوہ** بران اوسطرف ایک صحابی۔ اور اسطرف قول حضرت عمر۔ عثمان۔ علی۔ ابن عمر۔ اور ابن عباس کا موجود ہی۔ پھر مرجح کون ہوا۔ اور غیر معارض کہنا بے دلیل ہے۔ بلکہ اوس کے معارض قران اور مرفوع حدیثیں اور آثار صحابہ وغیرہ موجود ہین کما تلوناہا علیکم آنفاً **قولہ** اور آپ کے آثار آہ **اقول** احادیث مرفوعہ مع آثار موجود ہیں۔ پس کیونکر حجت نہون **قولہ** رکعتین خفیفتین ہیں **اقول** جبکہ خطبہ کیوقت نماز مطلقاً ممنوع ہے تو خفیفتین کا جواز کہاں سے نکل آیا **قولہ** ایساہی محرم اگر حالت احرام مین مرجاوے تو اوس کے سر کو آپ لوگ ڈہانپنا اور حنوط لگانا جائز جانتے ہیں۔ اور فلا تحنطوہ ولا تخمروا راسہ فان اللہ یبعثہ یوم القیمۃ محرماً اسی ایک شخص کے حقمیں خاص کہتے ہیں جسکی حقمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا **اقول** یہہ حدیث یورہی یون ہے **روی البخاری** بسندہ عن ابن عباس قال بینما رجل واقف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ اذ وقع من راحلۃ فاقصعتہ۔ او قال فاقعصتہ۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبین ولا تحنطوہ ولا تخمروا رأسہ فان اللہ یبعثہ

یوم القیمۃ ملبیًا یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ روبرو ہمارے عرفہ میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ ایک آدمی (ابن حجر نے کہا کہ اوسکا نام معلوم نہیں ہوا) اپنے
مرکب پر سوار تہا۔ ناگہان گرکر مرگیا۔ حضرت صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو
پانی اور سدر سے غسل دو۔ دو کپڑون (یعنی اسی کے دونو کپڑون) مین اسے کفنادو۔ اور حنوط
نہ لگاؤ۔ اور اوسکا سر نہ ڈہانپو۔ اس لیئے کہ اسکو اللہ دن قیامت کے محرم اوٹہائیگا۔ اس
حدیث سے صاحب سالہ حنفیہ مالکیہ وغیرہ پر اعتراض کرتے ہین۔ کہ یہ لوگ اس حدیث کا خلاف
کرتے ہیں۔ محرم جب مرجاتا ہے تو اوسکو حنوط لگاتے ہیں۔ اوسکا سر کفن سے ڈہانپتے
ہیں۔ سو حنفیہ مالکیہ وغیرہ کا محرم متوفے کے بارہ مین عملدرآمد ایسا ہی ہے **ق**

حجتہم فی ذلك ما اخرج الدّارقطنی عن علی بن عاصم عن ابن جریج عن عطاء عن
ابن عبّاس عن النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انّہ سئل فی محرم مات قال خمّروا رأسہ
ووجہہ ولا تشبّہوہ بالیہود انتہی **قال** ابن القطّان فی کتابہ وعلتہ
علی بن عاصم کان کثیر الغلط وہو عندہم ضعیف۔ قال ولکنّہ جاء باعم من
ہذا اللّفظ واصحّ من ہذا الطّریق۔ اخرجہ الدّارقطنی عن عبد الرّحمان بن صالح
الازدی **حدّثنا** حفص بن غیاث عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عبّاس قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمّروا وجوہ موتاکم ولا تشبّہوا بالیہود انتہی
وعبد الرّحمن الازدی صدوق قالہ ابو حاتم وبقیّۃ الاسناد لا یسئل عنہ انتہی
کلامہ۔ انتہی ما فی تخریج الزّیلعی اور **میزان الاعتدال** مین علی بن عاصم کے ترجمہ
مین لکہا ہے قال احمد بن حنبل اما انا فاخذت عنہ کان فیہ لجاج ولم یکن متہما
وقال وکیع ادرکت النّاس والحلقۃ بواسطہ لعلی بن عاصم انتہی۔ آن احادیث
کی تطبیق کے لئے حنفیہ اور مالکیہ نے اعرابی کے واقعہ کو۔ واقعۂ عین لا عموم لہا کہا۔ عینی
شارح ہدایہ وبخاری لکہتا ہے۔ وتاویلہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرف بطریق

الوہم خصوصیت احرامه بعد موته - وقد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخص

بعض اصحابه باشیاء انتهی - لانه صلی الله علیه وسلم علل هذا الحکم فی هذا

الاحرام بعلة لا یعلم وجوده فی غیره - وهو انه یبعث یوم القیامة ملبیا - وهذا

الامر لا یعلم وجوده فی غیر هذا المحرم بغیر النبی صلی الله علیه وسلم - والحکم انما

یفهم فی غیر محل النص لعموم علته - ولا عموم لها بینها - وجعل الاحرام علة تصرف

عن الظاهر - ولانه صلی الله علیه وسلم قال فان الله یبعثه یوم القیٰمة ملبیا - فاعاد

الضمیر الیه - ولم یقل المحرم - فلا یتعدی حکمه الی غیره الا بدلیل - مع ان العموم

معارض آپ اہل نظر منصفانہ نظر فرمائیں - کہ جمع بین النصوص جسکو حنفیہ مالکیہ نے

اختیار کیا ہے - بہتر و اولیٰ ہے - یا مختار صاحب رسالہ کا کہ ایک معمول - آپ دوسری

متروک و مہمل فتدبر و انصف **قوله** اور یہ اصل ما ثبت لواحد فی زمان النبی صلی الله

علیه وسلم ثبت لغیره - کا خیال بھی نہ کیا **اقول (اولاً)** یہ اصل فی الواقع قابل

خیال نہ تھا - کیونکہ یہ اصل در اصل بے اصل ہے - حنفیہ تو درکنار - جمہور فقہاء اور

اہل اثر قائل نہیں **فی** مطالب الحصول الخطاب لواحد من الامة ان صرح با

لاختصاص به کما فی قوله صلی الله علیه وسلم یجزیك ولا یجزی احدا بعدك فلا شك

فی اختصاصه بذلك المخاطب وان لم یصرح فیه بالاختصاص بذلك المخاطب فذهب

الجمهور الی انه مختص به ولا یتناول غیره الا بدلیل من خارج وقال بعض الحنابلة

وبعض الشافعیة انه یعم - والحاصل فی هذه المسئلة علی ما یقتضیه الحق ویوجبه

الانصاف عدم التناول لغیر المخاطب من حیث الصیغة بل بالدلیل الخارجی انتهی -

وفی فواتح الرحموت - خطاب الشارع لواحد من الامة لا یعم غیره لغة ولا عرفا انتهی -

ثانیاً) ولو فرضنا عمومه تنتقض بما **روی** البخاری عن انس قال شهدنا

بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ورسول الله صلی الله علیه وسلم جالس علی القبر

ورأیت عینیه تدمعان - فقال هل فیکم من احد لم یقارف اللیلة فقال ابو طلحة انا - قال فانزل فی قبرها قال فنزل فی قبرها انتهی - وقد کان عثمان اولی بذلک من ابی طلحة - لان الزوج احق من غیره بمواراة زوجته - قال ابن منیر ففیه خصوصیة - نقله القسطلانی - فاین العموم **وبما روی** مسلم بسنده عن ام عطیة قالت لما نزلت هذه الایة - یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ الی اخر ما قال ولا یعصینک فی معروف - قالت ان منه النیاحة - قالت فقلت یا رسول الله الا ال فلان فانهم کانوا اسعدونی فی الجاهلیة - فلابد لی ان اسعدهم - فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ال فلان انتهی - **قال النووی** قوله الا ال فلان - هذا محمول علی الترخیص لام عطیة فی ال فلان خاصة کما هو ظاهر - ولا تحل النیاحة لغیرها ولا لها فی غیر ال فلان کما هو صریح فی الحدیث - وللشارع ان یخص من العموم ما شاء انتهی - وقال ایضاً ان النیاحة حرام مطلقاً - وهو مذهب العلماء کافة انتهی - یعنی **نوحہ کرنا مطلقاً حرام ہے** - الا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ کو آل فلان کے لئے اجازت دی - فاذا ثبت هذا فاین العموم **وبما روی** ابوداؤد عن عمارة بن خزیمة بن ثابت عن عمه وکان من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ان النبی صلی الله علیه وسلم ابتاع من اعرابی فرساً الحدیث - وفیه قال جعل النبی صلی الله علیه وسلم شهادة خزیمة برجلین یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت خزیمہ فقط کو برابر شہادت دو مردوں کے ٹھرایا - فاین العموم **وبما** اخرج ابن سعد عن اسماء بنت عمیس قالت لما اصیب جعفر بن ابی طالب قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم تسلبی ثلثا - ثم اصنعی ما شئت - حیث امرها اترک الاحداد - فاین العموم - الغرض شارع حاکم ہے - لہ ان یخص من العموم ما شاء **قوله** بنا تصنیف کوئی ہی **اقول** یہ بات چونکہ خلاف تہذیب و تعصب ہے

ہیں۔ لہذا انکی جواب سے قلم رُکتا ہے۔ علاوہ بران بابہ الامتیاز کا حال ماتقدم سے بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ ذرا تعصب اور ہٹہ دہرمی چھوڑ کر دیدہ انصاف سے دیکھنا چاہیے۔
قولہ ساتوان جواب **اقول** اسکا جواب۔ جواب چہارم میں مفصلا مذکور ہو چکا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔ منفرد۔ امام۔ اور مقتدی سب کے لئے قراءت حقیقی ہے۔ مجازی کہیں بھی نہیں۔ الا منفرد اور امام میں قرارت حقیقۃً ہے۔ اور مقتدی میں قرارت حکماً ہے۔ اور یہ دونوں علی السویہ فرد قرارت کے حقیقی ہین۔ حقیقت و مجاز نہیں۔ تاکہ جمع بینہما لازم آئی۔ کما فہمہ صاحب الرسالۃ۔ ومن فیما من ثبت ان الآیۃ قطعیۃ الدلالۃ لا ظن فیہا **قولہ** الا عام قرآنی کی تخصیص آہ **اقول** عموم قرآنی کی تخصیص سنت متواترہ سے جائز ہے خبر احاد سے جائز نہیں **فی** فواتح الرحموت یجوز تخصیص السنۃ بالسنۃ وتخصیص المتواترۃ بالکتاب وبالعکس۔ ولا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد لان الکتاب قطعی من کل وجہ۔ لان المتن متواتر والعام قطعی الدلالۃ کما مر باقوم حجۃ۔ والخبر ظنی متنا لانہ خبر الواحد فلا یجوز انتہی ملتقطاً **قولہ** اور فرضیت فاتحہ پر سنت ثابتہ موجود ہے **اقول** درباب فاتحہ خبر واحد موجود ہے۔ اور وہ مثبت فرضیت نہیں ہے۔ مع انہ معارض بالکتاب والسنۃ الثابتۃ وآثار الصحابۃ **قولہ** اسکا ذکر سابق میں ہو چکا ہے **اقول** اوسی محل میں اوسکا جواب بھی گزر چکا ہے **قولہ** صحابہ کرام میں معمول تھا کہ اخبار احاد پر عمل کرتے **اقول** اخبار احاد پر عمل کرنا تو عین مذہب حنفیہ کرام کا ہے۔ دیکھو **نور الانوار** میں لکھا ہے ولانہ (خبر الواحد) یوجب العمل دون علم الیقین اور تلویح میں ہے والثالث وھو خبر الواحد یوجب العمل دون علم الیقین اور **توضیح** میں ہے الثالث (ای خبر الواحد) یوجب غلبۃ الظن اذا جمع الشرائط التی نذکرھا ان شاء اللہ تعالی وھی کافیۃ بوجوب العمل اور صاحب **اصول شاشی** لکھتا ہے وھو

(حاشیہ:) اسکے جواب ایسے امور پر مبنی ہیں جنکا بیان ہو چکا ہے ۔۔۔ [illegible]
۱۰ ۔ ۴۳ ۔ [illegible]

(ای خبر الواحد) یوجب العمل به فی الاحکام الشرعیة بشرط اسلام الراوی الخ۔
ان تقول سے ظاہر ہے کہ خبر واحد پر عمل کرنے میں کچھ کلام نہیں۔ الا کلام خبر واحد کے
مخصص ہونے میں ہے۔ کہ عموم قرآنی کا مخصص خبر واحد ہوتی ہے یا نہیں ہوتی فقوله "
صحابہ کرام کا معمول تھا" لیس له فائدة تعتد بها فی ایراده فی هذا المحل فتدبر

قوله اب تخصیص عموم قرآنی کی دلیل عرض ہوتی ہے۔ یوصیکم الله فی اولادکم الخ

اقول وبالله التوفیق قبل الشروع فی المقصود۔ فیه مقامات مستحقة للتحقیق (۱)
لفظ کم عند الاصولیین صیغ عام سے ہے یا نہیں (۲) آیة یوصیکم الله فی اولادکم۔ میں
حضرت صلی الله علیه وسلم داخل ہیں یا نہیں (۳) مخصص اس آیۃ شریف کی حدیث
نحن معاشر الانبیاء الخ ہے یا نہیں (۴) اس حدیث کو راوی صرف حضرت ابو بکر صدیق
رضی الله عنه ہیں یا کسی اور نے بھی اسکو حضرت صلی الله علیه وسلم سے روایت کیا ہے (۵) در
صورت مخصص ہونے کے یہ حدیث کس قسم اور درجہ کی ہے (۶) یہ حدیث عموم کے مخصص
ہونے کے قابل ہے یا نہیں۔ ان مقامات ستہ کی تحقیقات کے بعد جواب گذارش ہوگا

تحقیق مقام (۱) اصولیون نے صیغ عموم کی بحث بطوالت اور وضاحت کے ساتھ کی
ہے۔ اوسکا پورا پورا ذکر موجب طوالت ہے۔ لہذا اوسکو بطریق اختصار لکھا جاتا ہے۔
مطالب الحصول میں لکھا ہے۔ ذهب الجمهور الی ان العموم له صیغة موضوعة
حقیقة۔ وهی اسماء الشرط۔ والاستفهام۔ والموصولات۔ والجموع المعرفة تعریف
الجنس۔ والمضافة۔ واسم الجنس۔ والنکرة المنفية۔ والمفرد المحلی باللام۔ ولفظ
کل وجمیع ونحوه۔ انتهی۔ وهکذا فی التلویح۔ وفواتح الرحموت اس بیان سے
ثابت ہوا کہ کلمہ کم کا صیغ عموم سے نہیں ہے۔ بلکہ صاحب فواتح نے اسکی تصریح کی ہے۔
حیث قال وکم لیس من صیغ العموم انتهی۔ یعنی لفظ کم جو ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ہے
عموم کے صیغوں میں سے نہیں۔ (۲) یوصیکم الله فی اولادکم۔ میں حضرت صلعم

داخل نہین۔ اسلئے کہ عموم اولادمیں مراد اولاد مخاطبین یکم کی ہے۔ اور وہ اُمت ہے نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ فی **فواتح الرحموت** وخصوا تلك الاية بقوله صلی اللہ علیہ وسلم نحن معاشر الانبیاء لا نورث وفیه ان عموم الاولاد فی اولاد المخاطبین (بکم) وھم الامة ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس مخاطبا بھا۔ وما تقدم من ان الرسول ص داخل فی العموم۔ فاذا کانت الصیغة عامة والجمع وھو کم لیس من صیغ العموم انتھی۔ (۳) مقام دوم سے معلوم ہوا۔ کہ یہ حدیث شریف اس آیۃ کریمہ کی مخصص نہیں۔ اسلئے کہ تخصیص کیضرورت بعد الشمول ہے۔ جبکہ شمول ہی نہین۔ تو تخصیص بھی نہین (۴) اسحدیث شریف کے راوی صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ ہی نہیں۔ بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور ابی ہریرہ وغیرہ بھی ہیں **روی** مسلم بسندہ عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ماترکناہ صدقة۔ **و** بسند اخر عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقسم ورثتی دینارا ماترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فھو صدقة **وروی** البخاری وابوداؤد ایضا عن ابی ھریرة **وروی** مسلم بسندہ عن عائشة قالت للازواج المطھرات حین اردن طلب المیراث " الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ماترکنا فھو صدقة۔ ورواہ ابوداؤد وعن عائشة رضی اللہ عنھا **و** فی الترمذی۔ وفی الباب عن عمر وطلحة۔ والزبیر۔ وعبد الرحمن بن عوف۔ و سعد۔ وعائشة۔ وفی المسوی شرح الموطا۔ اتفق اھل السنة علی ھذا الحکم و قد روی ھذا الحدیث اکثر من عشرة من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلیس بحیث تفرد به ابوبکر الصدیق رضی اللہ خلافا لمن زعمه۔ انتھی بعبارته۔ **و** فی فواتح الرحموت وقد عدی ابن تیمیة الصحابة رواة ھذا الحدیث فبلغ ثمانیة عشر انتھی (۵) و لو سلمنا الشمول والتخصیص۔ تو یہ حدیث ایسی مستفیض اور مقطوع ہے۔ جسکے ساتھ

تخصیص عموم قرآنی کی جائز ہے۔ منجملہ احاد کے نہیں۔ جو کہ متکلم ما نحن فیہ

ہیں ہے۔ **قال بحر العلوم** ولو سلم العموم فلیس من الباب فی شئ۔ فان

تخصیص خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان۔ لانہ کان قاطعاً عندہ

مثل قطعیۃ الکتاب فانہ سمع مشافھۃ۔ فالقطع فیہ فوق القطع من المتواتر

واما تخصیص غیرہ فانہ کان مقطوعاً عندہم ایضاً۔ الم تر ان امیر المؤمنین

عمر رضی اللہ عنہ حین جاءہ امیر المومنین علی وعباس یتنازعان۔ وفی المجلس

امیر المؤمنین عثمان۔ والزبیر بن العوام۔ والسعد ابن ابی وقاص۔ تلت وعبد الرحمن بن عوف نقلہ الترمذی۔ سالہم القوم۔ وقال القوم انشدکم

باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض۔ اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالوا نعم۔ ثم اقبل علی امیر المؤمنین علی

والعباس۔ وقال انشدکما باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمان

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ قالا نعم۔ الی اخر

ما قال فقد ظہر بذلک ان اجلۃ الصحابۃ کانوا عالمین متفقین بالحدیث

المذکور حتی حلفوا انتہی ملخصاً (۶) **مقام چہارم و پنجم** سے ظاہر ہوا۔ کہ یہ

حدیث مشہور مستفیض ہے۔ جبکہ اس درجہ کی ہوی۔ تو قابل تخصیص عموم قرآنی

کے ہو گئی۔ جبکہ مقامات ستہ کی تحقیقات ہو چکی۔ تو اب جواب گزارش ہوتا ہے۔

اول تو جواب اس تحقیقات کے ضمن میں معلوم ہی ہو چکا ہے۔ الا ازدیاداً للوضاحت

بطریق خلاصہ کے گزارش ہے۔ قولہ کم کا لفظ عام ہے۔ مقام اول سے صاف

ظاہر ہے۔ کہ لفظ کم کا عام نہیں۔ شاید صاحب رسالہ کو جمع کے ضمیر ہونے سے

اوسکی عموم کا وہم ہوا ہے۔ حال انکہ ہر جمع کو اصولی عام نہیں کہتے۔ دیکھو کتب

اصول۔ بلکہ عموم کے صیغے مقررہ ہیں کما مر۔ قولہ نحن معاشر الانبیاء جیسی خبر

جسکی راوی صرف ابو بکر ہی ہیں۔ مقام دوم سے کھلا کھلا معلوم ہو چکا ہے۔ کہ

اول تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیۃ مین داخل ہی نہین بہ تسلیم دخول فرضا
مقام ششم سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث خبر واحد نہین۔ بلکہ ایسی مستفیض اور مقطوع
ہے کہ قابل تخصیص عموم قرآن کے ہے۔ اور مقام چہارم سے صاف ہویدا ہے
کہ راوی اسکے صرف ابوبکر ہی نہیں۔ بلکہ عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ وغیرہ بہت
ہین۔ دیکھو بخاری۔ ترمذی۔ اور مسلم۔ اور تحقیقات ابن تیمیہ۔ **الحاصل**
اول تو اسی آیۃ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہی نہین تاکہ حاجت تخصیص
کی ہو۔ اگر فرضا داخل بھی ہون۔ تو یہ خبر مستفیض قابل تخصیص عموم قرآنے کے
ہے فلا ضیر بہ۔ اور لفظ کم صیغ عموم سے نہین۔ اور راوی اس کے صرف ابوبکر
ہی نہین۔ پس صاحب رسالہ کا یہ فرمانا کہ لفظ کم عام ہے غیر سدید۔ اور راوی
اس حدیث کا صرف ابوبکر ہی ہے۔ لیس من شان تحقیقاتہ۔ یا بخاری۔ اور مسلم
اور ترمذی کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ او سہو من الناسخ فلینصف الناظر **قولہ** اور
مومن کی کافر اولاد کو اسی حدیث کے باعث ورثہ سے محروم کیا **اقول** حدیث لا یرث
الکافر المسلم۔ کو آیۃ یوصیکم اللہ فی اولادکم کا مخصص کہنا صرف خیالی بات ہے
ورنہ حنفیہ کرام تو اس حدیث کو اس آیۃ شریف کا مخصص نہین کہتے ہان البتہ اگر مؤیدات
مخصص سے کہین تو بجا ہے **قال بحر العلوم** ان المخصص حقیقۃ لا یتخذ
المؤمنون الکافرین اولیاء لان المیراث من باب الولایۃ والحدیث لاحکام الآیۃ
انتہی۔ **قولہ** عموم قرآنے کو چھوڑ کر خبر واحد پر عمل کیا **اقول** تحقیق سابق سے
ثابت ہو چکا ہے کہ در صورت مخصص ہونے کے یہہ حدیث خبر واحد نہین بلکہ مستفیض
مقطوع ہے فلا ضیر **قولہ** اسی خبر پر عمل کیا **اقول** کیون نہ عمل کرتے کہ خبر مستفیض
مقطوع تھی فتامل فیما تلونا علیک من قبل **قولہ** پھر کسی آپ جیسی سنی نے اونکو
نہ کہا **اقول** ہماری جیسی سنت جماعت کیون کہتی کہ اونکی اصول مذہب کے خلاف ہی نہین

کیونکہ دِصورت مخصص ہونیکے خبر مستفیض مقطوع ہے - البتہ آپ جیسی غیر مقلد
اگر اوسوقت موجود ہوتے تو بہلا اتنا ہی کہتے - اور حضرت ابو بکر وغیرہ کو رائے دیتے کہ یہ
تخصیص جائز با قاعدہ ہے الا گفتگو فرع وجود کی ہے - جب غیر مقلدونکا اوسوقت
وجود ہی نہ تہا تو کہنے کی نوبت کجا **واضح ہے** کہ راقم کے نزدیک یہ فقرہ سخت
خلاف تہذیب ہے الا باقتدا صاحب رسالہ کے لکہا گیا **قولہ** مسلم الثبوت مین اخبار
احاد سے مانا ہی **اقول** مسلم الثبوت مین یہی لکہا ہے اور گزرا ابہی یہی ہے التعبد
بخبر الواحد واقع ہم پہلے لکہ چکے ہیں - کہ عمل بخبر واحد اور چیز ہے - اور مخصص ہونا
خبر واحد کا واسطے عموم قرآن کے اور چیز ہے - **دیکہو** مسلم الثبوت مع الشرح مطبوعہ
نولکشور کے صفحہ ۲۳۱ میں لکہا ہے - **مسئلہ** لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص
الکتاب بخبر الواحد ما لم یخص بقطعی اور اوسی کتاب کے صفحہ ۲۲۳ میں موجود
ہے قلنا تلک الاحادیث (ای نحن معاشر الانبیاء وغیرہ) المشاہیر لاجماعہم
علی العمل فبلغت قوۃ فیزاد بہا علی الکتاب انتہی **انتباہ** مسلم الثبوت
میں مسئلہ التعبد بخبر العدل واقع کے ذیل میں حدیث نحن معاشر الانبیاء کو بیان
کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث منجملہ اخبار احاد کے ہے - اور اسی سے صاحب رسالہ
لکھتے ہیں - کہ مسلم الثبوت میں اخبار احاد سے مانا ہے - اور مسئلہ لا یجوز عند
الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد کے ذیل مین کہا کہ یہ حدیث منجملہ مشاہیر
کے ہے - فہل ہذا الا تناقض قلت ہذا مدفوع اسلئے کہ مسئلہ تعبد میں خبر واحد
مقابلہ متواتر کے ہے - اور مسئلہ تخصیص میں خبر الواحد مقابلہ متواتر اور مشہور کے ہے -
والقرینۃ علیہ تقسیمہ رحمۃ اللہ علیہ - الخبر تارۃ الی المتواتر والواحد حیث
قال متواتر ان کان خبر جماعۃ یفید العلم بنفسہ - وان لم یکن (ای خبر جماعۃ
کذلک) فخبر الواحد وتارۃ الی المتواتر والمشہور والواحد حیث قال یا لیس

بمتواتر ۔ آحاد ۔ ومشہور ۔ ھذا ما عندی ولعل عند غیری غیرہ **قولہ** جب
میں اس مقام پر پہونچا الی آخرہ قال فرمایا کہ جناب عمر نے عموم قرآنی پر عمل کرنیمیں ۔
ایک خبر واحد کو ترک فرمایا ہے **اقول** اوس مہر ابن مختفی حقیقی یا فرضی نے یہہ
لفرمایا کہ جناب عمر اور عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
بن عبداللہ ان سب نے اس خبر واحد کو ترک فرمایا ہے ۔ **قولہ** خبر واحد کے باعث
انکار کیا **اقول** انکار کا باعث خبر واحد ہونا خیال صاحب رسالہ کا ہی ۔ ورنہ
پہلے اس انکار کا باعث بخوبی معلوم ہوچکا ہے فتذکر **قولہ** حضرت عمر نے اوسکی حدیث
کو نہ مانا **اقول** بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور زید بن ثابت اور اسامہ بن زید اور جابر
بن عبداللہ نے بھی نہ مانا **قولہ** ترمذی اور ابو داود میں اسکا کچھ حصہ مذکور ہے **اقول**
اسکا پورہ قصہ صحیح مسلم اور نسائی اور طحاوی اور سنن دارمی میں بھی مذکور ہے ۔ و
ذکر العینی والدارقطنی ایضا **قولہ** وقت پر جو جواب حاصل ہوا وہ بہی گزارش ہی **اقول**
وقت پر اس مسئلہ کی تحقیق جو راقم کو حاصل ہے ۔ وہ بہی گزارش ہی **فاطمہ** بنت قیس
کی حدیث سوائے بخاری علیہ الرحمۃ کے ایک جماعہ محدثین نے روایت کی ہی ۔ خصوصا
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسحدیث کو بہت طرق سے بیان کیا ہے ۔ از انجملہ ایک طرق
یہہ ہی ۔ مسلم ۔ بسندہ عن ابی سلمۃ عن فاطمۃ بنت قیس انہ طلقھا زوجہا
فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وکان انفق علیھا نفقۃ دون فلما رایت ذلک
قالت واللہ لاعلمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ فانکانت لی نفقۃ اخذت
الذی یصلحنی ۔ وان لم یکن لی نفقۃ لم اخذ منہ شیئا ۔ قالت فذکرت ذلک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا نفقۃ لک ولا سکنی ۔ انتھی ۔ حاصلش اینکہ
بہت قیل وقال کے بعد جب فاطمہ نے اپنا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین
مرفوعہ کیا تو آپنے فرمایا لا نفقۃ لک ولا سکنی یعنی تیرے لئے نہ نفقہ ہی اور نہ سکنی ۔ یہ حدیث

جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پونچی۔ تو حضرت عمر نے اسکا انکار فرمایا۔ اور کہا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ اور سکنی فرض ہے۔ ولا ندع کتاب ربنا الخ اس حدیث عمر کو بھی سوائے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

مسلم۔ حدثنا محمد بن عمرو بن جبلة۔ قال اخبرنا ابو احمد قال اخبرنا عمار بن رزیق عن ابی اسحاق قال کنت مع الاسود بن یزید جالسا فی المسجد الاعظم ومعنا الشعبی فحدث الشعبی بحدیث فاطمة بنت قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجعل لها السکنی ولا نفقة ثم اخذ الاسود کفا من حصی فحصبه به۔ فقال ویلك تحدث بمثل هذا قال لاعمر لا نترك کتاب اللہ وسنة نبینا صلی اللہ علیه وسلم لقول امرأة لا ندری لعلها حفظت او نسیت لها السکنی والنفقة۔ **قال اللہ عزوجل** لا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة **ومسلم**۔ ایضا بسند اخر نحوه ص ۴۸۵ج **الدارمی اخبرنا** محمد بن علاحدثنا حفص بن غیاث عن الاشعث عن الحکم وحماد عن ابراهیم عن الاسود عن عمر قال لا ندع کتاب ربنا وسنة نبینا لقول امرأة۔ المطلقة ثلثا لها السکنی والنفقة۔ **والدارمی** ایضا۔ بسند اخر عن ابراهیم عن الاسود عن عمر نحوه **و** الدارمی ایضا۔ بسند اخر عن ابراهیم عن الاسود قال قال عمر لا نجیز قول امرأة فی دین اللہ۔ المطلقة ثلثا لها السکنی والنفقة ص ۲۹۵-۲۹۶)

النسائی بسنده عن ابی اسحاق عن الشعبی عن فاطمة بنت قیس قالت طلقنی زوجی فاردت النقلة فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال انتقلی الی بیت ابن عمك عمرو بن ام مکتوم فاعتدی فیه فحصبه الاسود وقال ویلك لم تفتی بمثل هذا قال عمر ان جئت بشاهدین یشهدان انهما سمعاه من رسول اللہ

حدیث عمر لا ندع کتاب ربنا الخ

صلی اللہ علیہ وسلم ولا نترک کتاب اللہ لقول امرءۃ لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ص۲۶۳ **ابوداؤد** بسندہ عن ابی اسحاق قال کنت فی المسجد الجامع مع الاسود فقال اتت فاطمۃ بنت قیس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال ما کنا لندع کتاب ربنا وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرءۃ لا ندری احفظت ام لا ص۳۱۴ **الطحاوی** بسندہ عن ابی اسحاق قال کنت عند الاسود بن یزید فی المسجد الاعظم و معنا الشعبی فذکروا المطلقۃ ثلاثا فقال الشعبی حدثنی فاطمۃ بنت قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہا لا سکنی لک ولا نفقۃ قال فرماہ الاسود بحصاۃ وقال ویلک اتحدث بمثل ھذا قد وقع ذلک الی عمر بن الخطاب فقال لسنا بتارکی کتاب ربنا وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرأۃ لا ندری لعلھا کذبت **قال اللہ تعالی** لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الآیۃ ص۳۲۹ اور طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بہت طرق سے بیان کیا ہے اون کا پورا ذکر موجب طوالت ہے۔ من شاء فلینظر **الترمذی** حدثنا ھناد اخبرنا جریر عن مغیرۃ عن الشعبی قال قالت فاطمۃ بنت قیس طلقنی زوجی ثلثا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سکنی لک ولا نفقۃ قال مغیرۃ فذکرتہ لابراھیم النخعی فقال قال عمر لا ندع کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرءۃ لا ندری احفظت ام نسیت و کان عمر یجعل لہا السکنی والنفقۃ ص۱۵۱ اور حدیث فاطمہ بنت قیس کا عائشہ صدیقہ نے بھی انکار فرمایا **روی البخاری** بسندہ عن عائشۃ انہا قالت بالفاطمۃ الا تتقی اللہ تعنی فی قولہا لا سکنی ولا نفقۃ **والبخاری** بسند اخر انہ لیس لہا خیر فی ذکر ھذا الحدیث۔ **والبخاری** ایضا ان عائشۃ انکرت علی ذلک علی

فاطمة وزاد ابن ابی الزناد عن هشام عن ابیه عابت اشد العیب الحدیث ص ۲۵۲
مسلم عنہا فقالت (ای عائشة) مالفاطمة بنت قیس خیرٌ ان تذکر
هذا الحدیث **وبسند اخر** فقالت (عائشة) اما انه لاخیر لها فی ذکر
ذلک ص ۴۸۵ **ابو داؤد** لقد عابت ذلک عائشة رضی الله عنها اشد العیب یعنی
حدیث فاطمة بنت قیس۔ **وبسند اخر** قالت (عائشة) اما انه لاخیر
لها فی ذکر ذلک ص ۳۱۴ اور حدیث فاطمہ بنت قیس کا اُسامہ بن زید نے بھی
انکار کیا **الطحاوی** بسنده وکان محمد بن اُسامة بن زید یقول کان اُسامة
اذا ذکرت فاطمة من ذلک شیئًا رماها بما کان فی یده ص ۴۰ اور حضرت جابر
رضی اللہ عنہ نے بھی انکار فرمایا۔ اور اس حدیث کے خلاف پر عمل کیا۔ **روی**
الدارقطنی فی سُننه عن حرب بن ابی العالیة عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی
صلی الله علیه وسلم قال المطلقة ثلاثا لها السکنی والنفقة ذکره العینی فی
شرح الهدایة ص ۴۷۰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود بھی انکار کیا **روی** الطبرانی
فی معجمه بسنده عن سلیمان عن ابراهیم ان ابن مسعود وعمر قالا المطلقة
ثلاثا لها السکنی والنفقة ذکره الزیلعی فی تخریج الهدایة ص ۵ **قوله** دارقطنی نے
کہا کہ یہ جملہ کہ ہم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح چھوڑیں محفوظ نہیں ثقات نے
ذکر نہیں کیا **اقول** امام ابوالحسین **مسلم**۔ اور ابو عیسیٰ **ترمذی**۔ اور ابی محمد **دارمی**۔ اور
ابو داؤد۔ اور **طحاوی**۔ ان سب نے ان ہر دو (لا ندع کتاب ربنا وسنة نبینا) جملوں کا
بیان کیا ہے شاید یہ لوگ ثقات میں سے نہیں۔ یا یوں کہیں۔ کہ ابراہیم نخعی۔ اور
اسود بن یزید۔ اور ابو اسحاق۔ وغیرہم نے ان ہر دو جملوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ سب بھی
شاید کہ ثقہ نہوں۔ اس سے بھی قطع نظر۔ اول تو امام مسلم۔ ترمذی۔ دارمی وغیرہ
اور ابراہیم نخعی۔ اسود بن یزید وغیرہ پر دارقطنی کا کہنا فوقیت اور مزیت نہیں رکھتا۔ یہ

کہان اور وہ کہان **دوم** عدم الذکر مستلزم عدم مطلقا کا نہین۔ وہو ظاہر
دیکھو کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے **حدیث عبادہ** لا یقرأن احد منکم اذا جہرت
بالقراءۃ الا بام القرآن کو ذکر نہین فرمایا۔ یعنی بخاری مین۔ پھر کیا اس سے
لازم آتا ہے کہ یہ حدیث ہی نہین۔ اور اسکی نظائر لا تعد ولا تحصی ہین۔ **سیوم**
دارقطنی نے یہہ کہا ہے کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہین کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ اس
جملہ کی ثقات نے نفی کی ہے۔ وبینہما بون بعید کما لا یخفی **چہارم** دارقطنی نے یہہ
نہیں کہا کہ اس جملہ کو ثقات نے ذکر نہین کیا۔ بلکہ دارقطنی نے یہہ کہا ہے۔ کہ اس
جملہ کو ایک جماعت نے ثقات مین سے ذکر نہین کیا۔ دیکھو امام نووی علیہ الرحمۃ صحیح
مسلم کی شرح مین کہتے ہین قال الدارقطنی قولہ وسنۃ نبیّنا۔ ہذہ زیادۃ غیر
محفوظۃ لم یذکرہا جماعۃ من الثقات انتہی یہ عبارت بمفہومہ دال ہے کہ اس
زیادتی کو ایک جماعت ثقات نے ذکر نہین کیا۔ اور ایک جماعت ثقات نے اس جملہ کو ذکر کیا ہے
پنجم زیادۃ الثقہ مقبولۃ۔ ایک عام مقبولہ قاعدہ ہے یہان نہ قبول کرنیکی کیا وجہ۔
الحاصل دارقطنی کا بیان مستلزم اس امر کا نہین کہ حضرت عمرؓ سے یہہ جملہ منقول ہی نہین
وہو المطلوب **اور** یہ گفتگو اس طرز بیان پر ہے اور جن لوگون نے اس جملہ کی نفی کی ہے
انکا جواب نفی کی ذیل مین مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی **قولہ** امام احمد حنبلؒ نے
فرمایا یہ جملہ لا ندع کتاب ربنا حضرت عمرؓ سے منقول نہین۔ قرآن کریم میں مطلقہ ثلث
کیلوسطے نفقہ اور سکنی کا کہان ذکر ہے **اقول** نفی صحت روایت حضرت عمرؓ کی واللہ اعلم
بالصواب حضرت احمد حنبل رحمہ اللہ علیہ نے کیون کی۔ شاید کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کو یہہ روایت
نہین پہنچی۔ یا کسی اور وجہ سے ہو۔ ورنہ جب امام مسلم۔ امام الصحت۔ اور ترمذی اور ابوداؤد
اور نسائی۔ اور دارمی۔ اور طحاوی۔ اور دارقطنی وغیرہ محدثین ثقات اس روایت
کو باسناد بیان فرمائین۔ اور صحیح نہو۔ تو سوا تعجب کے اور کیا ہے۔ کیونکہ ہم کو درباب

۱ ۲
۱ ۲
۱ ۲
۱ ۵
۱۰ ۱۱ جنوری ۱۸۹۰ء

صحت اور سقم روایت کے اعتماد و اعتبار ثقات محدثین پر ہے - جبکہ انکی مرویات
کذائی صحیح نہون - توپھر کونسی کتاب قابل اعتبار و اعتماد ہو - اور امام احمد حنبل ع
کا یہہ فرمانا کہ مطلقہ ثلث کے لئے قرآن میں سکنی اور نفقہ کا کہان ذکر ہے - یہہ فہم
امام احمد حنبل رحمہ اللہ کا ہے - ورنہ حضرت عمر - عبد اللہ بن مسعود و اصحابہ - عائشہ صدیقہ
زید بن ثابت - اسامہ بن زید - جابر بن عبد اللہ - مروان بن حکم - امام ابوحنیفہ -
امام ابویوسف - امام محمد - امام زفر - امام شافعی - امام مالک - اہل مدینہ - امام احمد
حنبل فی روایۃ - سعید ابن المسیب - قاضی شریح - شعبی - حسن بن حی - اسود بن
یزید - امام ثوری - ابراہیم نخعی - اور انکے سوا خلق کثیر نے اسے قرآن کریم سے وجوب
سکنی کا سمجھا - اگرچہ وجوب نفقہ مین انکے دلائل مختلف ہین - بلکہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے محضر صحابہ میں فاطمہ بنت قیس کے روایت کو رد کیا - اور اپنی حجت قرآن
کریم پیش کی کما رواہ مسلم وغیرہ - تو ابن عباس کے کلھم نے تسلیم فرمایا - اگر اد نکے
مخالف ہوتا - تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کرتے - بلکہ من بعد حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کے عمل اہل مدینہ - کوفہ - وغیرہ - کا بھی اسی پر رہا - دیکھو مسلم مین حدیث اسود
بن یزید کی - اور طحاوی اور کیون نہو کہ حدیث فاطمہ بنت قیس پر بہت لوگون
نے طعن کیا ہے - منجملہ اون کے حضرت عمر - حضرت عائشہ صدیقہ - اسامہ بن
زید - مروان بن حکم - سعید بن المسیب - سلیمان بن یسار - اسود بن یزید - ابی سلمہ
بن عبد الرحمن ہین - دیکھو فتح القدیر - اور طحاوی - اور زاد المعاد ابن قیم کی - اس
حدیث کا یہہ حال ہے - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی قبولیت کا حال بھی

معلوم ہوچکا ہے - کیف لا وان الصحابی اذا قال من السنۃ کذا کان مرفوعا - فکیف
اذا قال من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - فکیف اذا کان القائل عمر بن الخطاب
وکیف اذا کان فی محضر الصحابۃ - واذا تعارضت روایۃ عمر و روایۃ فاطمۃ - فروایۃ

عمر اولی لاسیّما ومع ظاہر القرآن آب رہی یہ بات کہ ان مذکورین رحمۃ اللہ
علیہم نے کس آیتہ سے سکنی کا وجوب سمجھا ہے۔ سو اسمین فتح القدیر کی عبارت
مکتفی ہے۔ اور تفاسیر کی نقل موجب طوالت ہے۔ حیث قال **قولہ تعالی** ۔
اسکنوھُنَّ مِن حَیْثُ سَکَنْتُم مِّن وُجْدِکُمْ ۔ قد علم ان المراد انفقوا علیھنّ
من وّجدکم وبہ جاءت قراءۃ ابن مسعود المرویۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مفسرۃ لہ **و** ھذہ الایۃ انما ھی فی البوائن بدلیل المعطوف وھو قولہ
تعالیٰ عقیبہ ولا تضاروھن لتضیّقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا
علیھن حتی یضعن حملھن ۔ ولو کانت الایۃ فی غیر المطلّقات ۔ او فی الرّجعیات
کان التقدیر ۔ اسکنوا الزّوجات والرجعیات من حیث سکنتم فانفقوا علیھنّ
من وجدکم وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن **و**
معلوم انہ لا معنی حینئذ بجعل غایۃ ایجاب الانفاق علیھا بوضع ۔ فانّ
النفقۃ واجبۃ لھا مطلقا ۔ حاملا کانت اولا وضعت حملھا اولا ۔ بخلاف ما
اذا کانت فی البوائن فان فائدۃ التقیید بالغایۃ دفع توھم عدم النفقۃ علی المعتدۃ
الحامل فی تمام عدۃ الحامل ۔ لطولھا والاقتصار علی قدر ثلاث حیض او ثلاثۃ
اشھر وکذا **قولہ تعالی** لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین
بفاحشۃ مبینۃ فانّہ عام فی المطلقات انتھی ۔ پس ثابت ہوا کہ سکنی اور نفقہ
کا ذکر قرآن کریم مین موجود ہے ۔ اما ۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا چونکہ مذہب ہر دو کی
وجوب کا نہین ہے ۔ لھذا اس آیت شریف کی تاویل کی ۔ اور فرمایا ۔ کہ وجوب نفقہ اور سکنی
کا ذکر قرآن مین نہین ہے ۔ کیونکہ اس مسئلہ مین فقہا کے مذاہب مختلف ہین **احدھا**
ان لا نفقہ ولا سکنی ۔ وھو قول ابن عباس ۔ وعن احمد فیھا ثلاث روایات ۔
احدھا ھذہ ۔ **والثانی** ان لھا نفقۃ والسکنی ۔ وھو قول عمر ابن الخطاب

کہ امام احمد کے وجوب نفقہ و سکنی میں اور خبط قرآن کا

وابن المسعود۔ وزید بن ثابت۔ واسامۃ بن زید۔ وعائشۃ وفقہاء الکوفۃ وغیرہم **والثالث** ان لہا السکنی دون النفقۃ۔ وھذا مذھب اھل المدینۃ وبہ یقول مالک والشافعی رحمہم اللہ۔ یہ خلاصہ نووی شرح مسلم اور فتح القدیر اور زاد المعاد کا ہے۔ لعلک تفطنت مما ذکرنا ان روایات احمد فی ذلک مضطربۃ۔ اللّٰھم ارنا الحق حقًا والباطل باطلًا **قولہ** ابن قیم نے کہا ہے۔ یہ قصہ جناب حضرت عمر پر افترا ہے قال نشہد باللہ الخ **اقول** اولًا ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد میں بعد قیل قال کے لکھتا ہے۔ واما حدث حماد عن حماد عن ابراھیم عن عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہا السکنی والنفقۃ فنحن نشہد باللہ شہادۃً الخ یہ عبارت صریحًا دال ہے کہ ابن قیم نے اس روایت (عن ابراھیم عن عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہا السکنی والنفقۃ) کی نسبت کہا ہے جو کچھ کہا ہے کیونکہ یہ روایت منقطع ہے۔ اس روایت کا ثبوت حضرت عمر سے بالاتصال نہیں کیونکہ ابراہیم نخعی کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوئی۔ اور ابن قیم علیہ الرحمۃ خود لکھتا ہے کہ بعض من وجوہ الطعن جو کہ حدیث فاطمہ بنت قیس پر ہوئی ہیں۔ بلا شک صحیح ہیں۔ حیث قال وبعضہا صحیح عمن نسب الیہ بلا شک دیکھو زاد المعاد صفحہ ۵۱۳ سطر ۲۰۔ **ثانیًا** بالفرض اگر ابن قیم اصل قصہ کی نسبت بھی کچھ کہی۔ تو طوطی کی آواز کو نقار خانوں میں کون سنتا ہے۔ یعنی امام مسلم۔ اور نسائی۔ اور ابو داؤد اور طحاوی۔ اور دارمی۔ باسناد متصلہ۔ اور ترمذی۔ اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔ تو اسکی اصلیت اور صحت کو کون نہ مانے۔ گو کہ معمول بہا ہو نہیں مختلف فیہ مجتہدین ہی اما وہ متاول ہے۔ و بینہما مراحل **قولہ** دوم اس قصہ کا راوی جناب عمر رضی اللہ عنہ سے ابراہیم نخعی ہے اور اوسکی ملاقات جناب عمر سے ثابت نہیں **اقول** اس قصہ کی روایات کا اتصال اور انقطاع اون روایات سے جو راقم نے مفصلًا ذیل قول صاحب رسالہ

کے (وقت پر جو جواب حاصل ہوا گذارش ہی) بیان کی ہین بخوبی ظاہر ہے۔ حاجت اعادہ کی نہین لہذا بنظر زیادہ افادہ کے بطریق اختصار کے گذارش ہے **روئے**

مسلم بسندہ عن ابی اسحاق قال حدث الشعبی بحدیث فاطمۃ بنت قیس فاخذ الاسود کفا من حصے فحصبہ بہ۔ فقال ویلک تحدث بھذا۔ قال عمر لا نترک کتاب ربنا الحدیث۔ اس روایت مین قال الاسود قال عمر لا نترک الحدیث واقع ہی۔ انقطاع اور ابراہیم کہان ہے۔ **و مسلم ایضاً** بسند اٰخر نحوہ اس روایت میں بھی انقطاع اور ابراہیم نہین **والدارمی** بسندہ عن ابراھیم عن الاسود عن عمر لا ندع الحدیث۔ والدارمی ایضاً بسند اٰخر عن ابراھیم عن الاسود عن عمر نحوہ **والدارمی ایضاً** بسند اٰخر عن ابراھیم عن الاسود قال قال عمر لا نجیز قول امراۃ الحدیث دارمی کی ان تینون روایات مین اتصال ہے انقطاع کہان۔ **والنسائی** بسندہ عن ابی اسحاق عن الشعبی الحدیث اسکا حاصل بھی یہی ہی کہ قال الاسود قال عمر اس روایت میں بھی نہ ابراہیم ہے نہ انقطاع **ابوداود** بسندہ عن ابی اسحاق الحدیث اسکا حاصل بھی قال الاسود قال عمر ہے۔ اِس سند مین بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **الطحاوی** بسندہ عن ابی اسحاق الحدیث اس روایت مین بھی نہ ابراہیم نہ انقطاع **والترمذی** بسندہ عن الشعبی الحدیث اور اس روایت مین اخیر مین قال مغیرۃ فذکرتہ لابراھیم فقال قال عمر لا ندع الخ اس روایت ترمذی مین ابراہیم اور انقطاع ہے۔ صاحب رسالہ نے مسلم۔ نسائی۔ ابوداود دارمی۔ اور طحاوی کے اسناد ملاحظہ نفرمائی۔ فقط ترمذی کی روایت پر غرہ ہوئی۔ اور انقطاع کا حکم لگایا۔ یہ امر شان تحقیقات صاحب رسالہ سے بسا بعید ہی۔ اور اصولی مسئلہ کہ اذا اورد وابعض الثقات مرسلا وبعضھم متصلا فالحکم بمن وصلہ سے بھی نظر بندکی اور اس مسئلہ کی تحقیق فایدہ ششم مین گزر چکی ہے۔ ناظرین کو چاہیئے کہ اصل روایات

اتصال

ملاحظہ فرمائین - اور داد انصاف دین **قولہ** صحابی جب صحابی کے خلاف ہو تو فریقین کا قول حُجّت نہین ہوتا دیکھو اپنا اصُول **اقول** (اوّلاً) صحابی صحابی کے خلاف کا یہان مصداق ہی کہان - آسکا مصداق تو وہ محال ہی جہان صحابی اپنا قول اور اپنی اجتہادی رائے اظہار کرے - بخلاف اس محل کے - کیونکہ یہان تو حضرت عمر فاروق کا قول و سنّت نبینا جو باتفاق علماء حدیث (دیکھو **فائدہ سوم** مین قول ابن عبد البرؒ) کے رفع حکمی ہے - بیان فرما رہے ہین - فاین ھذا من ذاک **(ثانیاً)** ہم نے بحکم آپکے اپنا اصُول دیکھا - تو لکھا پایا - اذا بلغ (قول الصحابی) صحابیا اٰخر فانہ لا یخلو اما ان یسکت ھذا الاٰخر مسلما لہ - او خالفہ فان سکت کان اجماعا فیجب تقلید الاجماع باتفاق العلماء - وان خالفہ کان ذلک بمنزلۃ خلاف المجتہدین فللمقلد ان یعمل بایّھما شاء - الخ **نور الانوار** اور **قمر الاقمار** مین ہی و قیل ان الصحابۃ اذا اختلفت فالخلفاء الاربعۃ اولی - وان اختلفوا فالشیخان - و فی باقی الصحابۃ یرجح بکثرۃ العلم وغیرہ من اسباب الترجیح انتھی اس عبارت سے پانچ فائدہ حاصل ہوئی **۱** صحابہ کے اتفاقی اقوال مین تقلید الاجماع باتفاق العلماء واجب ہے - **۲** صحابہ کے اختلافی اقوال مین قول مُرجّح اولی بالعمل ہے **۳** بحالت صحابہ کے اختلاف کے - خُلفاء اربعہ کا قول اولے بالعمل ہے **۴** بحالت اختلاف خلفاء اربعہ کے شیخین کا قول اولی بالعمل ہے **۵** کثرت علم اسباب ترجیح سے ہی - **اب** منصف غور کرے کہ اول کے سوای یہہ جملہ امور حضرت عمر مین موجود ہین (۲) تو اس لئے کہ ظاہر قرآن مؤید قول حضرت عمر کا ہے (۳) اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ خلفاء اربعہ مین سی ہے (۴) اسلئے کہ حضرت عمر شیخین مین سی ہین (۵) اس لئے اگرچہ فاطمہ بنت قیس وحید العصر فاضلہ زمان کثیرۃ العلم تہین - الا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان کجا اور فاطمہ کجا وہو ظاہر - اور نیز عدم اصلیت قول صاحب رسالہ کی ظاہر ہوئی -

یعنی صاحب رسالہ نے جو یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جب صحابی۔ صحابی کے قول کے مخالف ہو تو دونوں کا قول حجت نہیں ہوتا۔ ان مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اصلاً بے اصل ہے۔ اور مخترع ہے بل ان یّعمل بایّھما شاء ان تعذّر الترجیح و ان امکن فیعمل بالمرجح کما مرّ **وفی التلویح** وکذا یأخذ بایّھما شاء من قول الصحابی انتھی **انتباہ** اس خلاف حضرت ابن عبّاس سے ایک عمدہ یہ بات پیدا ہوئی کہ اس قصّہ کی اصلیت ضرور ہے۔ اور صحابہ میں دائر اور سائر ہوا۔ (کما سبق فی تحقیقاتنا) ورنہ خلاف ابن عباس کے کس طرح متصور ہو۔ اور بالفرض اگر افترا ہی ہوا ہے۔ تو اوسی زمانہ میں بموجودگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس نے نہ کھدیا کہ یہ قصّہ تو افترا ہے۔ ایسی افترائی قصہ کا خلاف ہی کیا کرتا ہے۔ قائلان افترا خدا سے ڈریں اور شرم کریں کہ خود ہی قائل بہ افترا ہوتے ہیں۔ اور پھر خلاف ابن عباس کو پیش کرتے ہیں۔ ان ھذا الا مفترٰی (**ثالثاً**) بہت مسائل میں صحابہ کرام باہم مختلف ہوئے ہیں اگر ہر دو فریق کا قول حجّت نہو۔ تو صدہا مسائل دین کے معطّل اور مھمل ہوں۔ مثلاً توریث جدہ میں بحالیت موجودگی ابن میت کے مختلف ہیں۔ فذھب عمر وابن مسعود وابی موسی الی انھا ترث۔ وخالفھم فی ذلک زید بن ثابت قائلا بانھا لا ترث۔ اور نیز صحابہ مختلف ہوئے ہیں جد میں فھل ھو بمنزلۃ الاب فیسقط بہ الاخوۃ ام لا۔ فذھب ابوبکر وابن عبّاس وعبد اللہ بن الزبیر وعائشۃ ومعاذ بن جبل وابی بن کعب وابو الدرداء وابو ھریرۃ الی انہ بمنزلۃ الاب وخالفھم فی ذلک علی بن ابیطالب وزید بن ثابت وابن مسعود قالوا یرث الجد۔ مع الاخوۃ۔ ونظائرھا کثیرۃ غیر خافیۃ علی من یطالع الکتب الدینیۃ پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اصل ہے۔ ہاں البتہ اگر اس عبارت (یعنی فریقین کا قول حجّت نہیں ہوتا) کے یوں معنی کئے جاویں۔ کہ فریقین کا قول ایکدوسری پر حجت نہیں ہوتا۔ یعنی ایک صحابی کا فہم دوسرے

صحابی پر حجّت نہین ہوتا۔ لکان لہٗ وجہ۔ الآیہ معنی صاحب رسالہ کے مفید نہین۔
کیونکہ صاحب رسالہ اس قاعدہ کو اس غرض سے یہان نہین لایا۔ فتامّل **قولہ** چہارم جناب
عمر نے فاطمہ کی بات اہ **اقول** یہ قول صاحب رسالہ کا بھی اصلیت قصیہ دال ہے
وہوالمطلوب **قولہ** مَاوَافَقَ القُرْاٰنَ فَاقْبَلُوْہُ وَمَاخَالَفَ فَرُدُّوْہُ الخ **اقول**
شیخ عبدالحق رحمہ اللہ علیہ نے **شرح سفر السّعادت** مین اس حدیث کو بہت طرق سے بیان
کیا ہی اور کہا ہے اس حدیث کے ضعیف اور موضوع ہونیکی وجہ عبارت علماء سے بھی معلوم
ہوتی ہے۔ کہ معنی اس حدیث کے اور احادیث صحیحہ اور ما اٰتکم الرسول الآیۃ کے مخالف ہین۔ اِلّا
جبکہ معنے اس حدیث کے یہ کئی جاوین۔ کہ اگر قران کے مخالف ہو تو اوسکو رد کرو۔ لکان لہ وجہ
وان کان لا یخلو عن خدشۃ **راقم** کہتا ہے کہ اسکے موافق وہ اثر ابن عبّاس کا ہی جسکو
دارمی نے بسند خود بیان کیا ہے فکان ابن عبّاس اذا حدث قال اذا سمعتمونی
حدثت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم تجدوہ فی کتاب اللہ او حسنًا عند
الناس فاعلموا انی قد کذبت علیہ ص ۷۷ **قولہ** یہ ہماری حضرت احناف کی اصول
محققونکا حال ہے **اقول** حنفی بشریت سے خالی نہین۔ اگر بمقتضای بشریت ایسا سہو
قلم سے واقع ہو تو معذور رکہنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا سہو بڑے بڑے حفاظ محدثین
سے بہی وقوع میں آیا ہی۔ **دیکھو** نووی مسلم کے مقدمہ مین لکہتا ہے وقد
رأیت جماعۃ من الحفاظ المتاخّرین غلطوا فی مثل ھٰذا فنفوا روایۃ البخاری
احادیث۔ ھی موجودۃ فی صحیحہ فی غیر مظانہا السابقۃ الی الفہم۔ انتہٰی
یعنی مینے ایکجماعت حفاظ محدثین متاخرین کو دیکھا۔ کہ اونہون نے بہ نسبت بہت احادیث
کے کہدیا۔ کہ بخاری مین موجود نہین ہین۔ حالانکہ وہ بخاری مین موجود ہین آور
حدیث مسلم کی ابوذر سے۔ انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہٗ یا اباذر انی احبّ لک
ما احبّ لنفسی الحدیث **قال** الحاکم فی المستدرک ھٰذا صحیح علی شرط الشیخین

ولم یخرجاهُ حالانکہ یہ مسلم مین موجود ہے۔ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الهدایۃ
اور نووی اذکار مین لکھتا ہی و فی الصحیحین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب ص ۳۲ حالانکہ باین الفاظ ایک مین بھی نہین و
التاویل بانه نقل بالمعنی یا باه لفظه۔ اور دیکھو کہ **مولوی عبد الحی صاحب**
لکھنوی نے اپنی کتاب تذکرۃ الراشدین مین **نواب صدیق الحسن خان صاحب**
قنوجی ثم بھوپالوی کے کسقدر اغلاط اور سہو قلم بیان کئے ہین۔ کہ طومار در طومار لکھدیئے
ہین۔ الا تاہم ہمارا اعتقاد اونکی فضیلت علمی کی نسبت ویسا ہی ہی گو کہ اعتقادی مسائل
اور تقلید ائمہ مین وہ ہماری سخت مخالف ہین۔ اور اپنی گروہ کے پیشوا ہین۔ الغرض
اگر کسی سی بشریت کی مقتضای سی سہو قلم واقع ہو تو ہاتھہ دہو کر عیبگیری اور کمر باندہ کر نکتہ
چینی کرنی تہذیب سے بعید ہے۔ تو اونکا دیکھنا۔ عیبون سی چشم پوشی کرنی۔ داب صالحین
ہے۔ ولنعم ما قیل ؎ خطائی بزرگان گرفتن خطاست۔ قطع نظر ازین۔ اگر ہم بھی
اسموقعہ پر باتباع صاحب رسالہ کے بے تہذیبی کو اپنا شعار قرار دیکر لکھدین۔ کہ کیا آپکی تحقیقات
درباره حدیث نحن معاشر الانبیاء کہ اسکی راوی صرف ابوبکر ہین۔ اور درباره حدیث لا ندع
کتاب ربنا کے۔ کہ منقطع ہے۔ کیا صاحب تلویح کی تحقیقات سی کچھہ کم ہی تو شاید بیجا نہوگا
یعنی صاحب رسالہ فرماتے ہین کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء کے راوی صرف ابوبکر ہین۔
حالانکہ بخاری اور مسلم مین یہہ حدیث بروایت ابوہریرہ اور مسلم میں بروایت عائشہ صدیقہ
موجود ہے کمامر۔ اور حدیث لا ندع کتاب ربنا کو صاحب رسالہ لکھتے ہین کہ منقطع ہی۔ حالانکہ
مسلم۔ نسائی۔ دارمی۔ طحاوی۔ وغیرہ مین متصل موجود ہے۔ وقد ذکرنا فیما
مر مفصلا۔ یہ حال تحقیقات محققین کا ہے۔ عیاذًا باللہ۔ فی الواقع یہہ گفتگو سخت بے
تہذیبی کی ہے الا تحکم الوزر علی البادی اور جواب ترکی بہ ترکی کے قلم مجبور ہوا۔ اور ایسی
نامہذب کلمات کو لکھا والعذر عند کرام الناس مقبول **قوله** اور عام کی تخصیص کو

جائز کہا ہے **اقول** تخصیص عام اور چیز ہے۔ اور تخصیص عام بخبر واحد۔ اور مبحوث فیہ فیما نحن فیہ مین دوم ہی نہ اوّل **قولہ** محصول مین ہے یجوز تخصیص الکتاب بخبر واحد عندنا **اقول** مسلم الثبوت اور فاتحۃ الرحموت مین ہے **مسئلہ** موجب العام قطعی عندنا۔ فلا یجوز تخصیصہ اذا وقع فی الکتاب۔ بخبر الواحد لکونہ ظنی الثبوت ولا بالقیاس لکونہ ظنی الدلالۃ والاکثر من الشافعیۃ والمالکیۃ وبعض منا کالامام علم الھدی **الشیخ ابی المنصور ماتریدی** قدس سرہٗ علی انہ ظنی محتمل للخصوص فیجوز تخصیصہ وان کان فی الکتاب بخبر الواحد والقیاس انتہی۔ اور اونہیں میں سے دوسری جگہہ ہے **مسئلہ** لا یجوز عند الحنفیۃ تخصیص الکتاب بخبر الواحد مالم یخص بقطعی واجاز الباقون من علماء الاصول مطلقا سواء خص بقطعی اولا وتوقف القاضی ابوبکر من الشافعیۃ ای لا ادری یجوز التخصیص ام لا لنا انہ ای الکتاب قطعی من کل وجہ والخبر ظنی فلا یجوز تخصیصہ انتہی مختصرًا اور توضیح مین ہے لکن عند الشافعی ھو (ای العام) دلیل فیہ شبہۃ فیجوز تخصیصہ بخبر الواحد والقیاس۔ وعندنا ھو قطعی مساو للخاص فلا یجوز تخصیصہ بواحد منھما انتہی اور تلویح کے باب البیان مین ہے **قولہ** فلا یجوز التخصیص ای تخصیص الکتاب بخبر الواحد لان خبر الواحد دون الکتاب لانہ ظنی والکتاب قطعی فلا یجوز تخصیصہ لان التخصیص تغییر وتغییر الشئ لا یکون الا بما یساویہ او ما یکون فوقہ وھذا مبنی علی ان العام قطعی فیما یتناولہ۔ انتہی اور نور الانوار مین ہے وانہ (ای العام) یوجب الحکم فیما یتناولہ قطعًا فلا یجوز (تخصیص العام) بالقیاس وخبر الواحد انتہی ملتقطا۔ اور جا بجا کتب اصول مین یہ عبارت (خبر الواحد ظنی فلا یجوز تخصیص العام بہ لانہ قطعی) واقع ہے کما لا یخفی علی من تتبع الکتب۔

قول مؤلف کا محصول مین لکھا ہے ۔

عبارات مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ عام کتابی کے تخصیص خبر واحد سی جائز نہیں مجھول کی عبارت اگر اصل کتاب میں ایسی ہے اور ماول بالبعض بھے نہیں ہے۔ تو ان عبارات ثقات اور منصور مذہب حنفیہ کے خلاف ہی کما یشھد علیہ عبارات القوم فلا یعبأ به ولا یعتمد علیہ **قوله** اور ابن حاجب آہ **اقول** ابن حاجب مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے تخصیص عام کی بابت وبه قالت الائمة الاربعة کہا ہے نہ تخصیص العام بخبر الواحد کی بابت وبینهما من لحل فلا حجّة فیه **قوله** ارشاد میں ہی اتفق اهل العلم سلفا وخلفا علی ان التخصیص للعمومات جائز الخ **اقول** صاحب ارشاد یعنی امام شوکانی کی عبارت بہی درباب تخصیص عمومات ہی نہ درباب تخصیص عام بخبر واحد۔ واصحابنا یقولون به فلا حجّة فیه ایضًا **قوله** ویصح تخصیص العام من الکتاب بخبر الواحد والقیاس آہ **اقول** کلمہ یصحّ کا مع اپنی معطوف علیہ یقینیۃ کے مدخول حتی کا ہے۔ اور یعنی۔ حتی غایت ظنا کی ہی۔ نہ قطعًا ویقینًا کی پس حاصل معنے عبارت کی یہ ہوئی۔ چونکہ شمول عام کا اپنے افرادون کے لئے امام شافعی ومن معہ کے نزدیک ظنی ہی۔ تو اون کے نزدیک تخصیص عام کی خبر واحد سی جائز ہوگی۔ اور جسکی نزدیک تناول عام کا لافراده قطعًا ویقینًا ہے۔ انکی نزدیک تخصیص العام بخبر الواحد مالم یخص بقطعی جائز نہیں۔ اور منصور مذہب حنفیہ کرام کا یہی ہے۔ جیسا کہ ماسبق عبارات سے واضح ہے۔ اور تلویح و توضیح کی عبارت پہلی بھی مرقوم ہو چکی ہے۔ اونکا خلاصہ تو یہی ہے فلا یجوز تخصیص العام بخبر الواحد فلا حجۃ فیہ ایضًا **قوله** جواب گیارہواں امام ابوحنیفہ کے نزدیک عام کی تخصیص جائز ہے جیسا کہ جواب سیوم میں گزرا ہی **اقول** جواب تیسری میں اس امر کا کچھہ ذکر ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص جائز ہے بلکہ وہان یہ عبارت ہی۔ حسب تحریر آپ کے اور آپ کے اصول کے یہ آیت عام ہی اور عام کی تخصیص کو آپ لوگ نسخ کہتی ہیں۔ شاید سہو قلم ہوا ہو۔ کہ بجای دوین کے لفظ سیوم

لکھا گیا۔ کیونکہ دسوین میں تو اسکا ذکر ہے اور اسکا جواب دیا گیا۔ اور اگر ذکر مطلق عام
مراد ہو تو ذکر مطلق عام کی خصوصیت جواب ستوم سے ہی نہین۔ بلکہ اسکا ذکر تو سب جوابون
مین ہوتا ہے آتا ہی۔ **قولہ** ثابت کر دیجئے اور دکھلا دیجئے کہ امام کے نزدیک تخصیص
عام کی خبر واحد سی جائز نہین **اقول** بجواب سائل کسی شخص نے کہا حرم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاهلیۃ۔ متفق علیہ۔ یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے خانگی گدہون کا گوشت حرام کیا ہے۔ اور اوسکو روایت کیا ہے۔ آلا ہم کو کسی خاص
معتبر کتاب سے ثابت کر دو۔ اور دکھلا دو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا
فرمایا ہے۔ تو اسکا جواب سوائی خموشی کے اور کیا ہوگا۔ کیونکہ بخاری۔ مسلم۔ سی اوسکون
سی کتاب حدیث معتبر ہے۔ جس سے ثبوت پیش کیا جاوی۔ اور اوسکو دکھلایا جاوے۔
آسمانی فرضی کتاب ہی اوسکی تسلی اور اطمینان کے لئے بنانے سے رہی۔ سو ایسا ہی
یہہ سوال ہے۔ جب ہم باواز بلند کہتے ہین۔ کہ شاشی۔ حسامی۔ نور الانوار۔
قمر الاقمار۔ توضیح۔ تلویح۔ حاشیہ ملا خسرو۔ چلپی تلویح۔ چلپی
شرح وقایہ۔ مسلم الثبوت۔ فواتح الرحموت۔ ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ عینی
ہدایہ۔ عینی بخاری۔ فتح القدیر ہدایہ۔ در المختار۔ مرقاۃ قاری۔ شرح
مشکوۃ۔ وغیرہا۔ صدہا معتبر کتب مین یہ لکھا ہے۔ کہ حنفیہ کرام کے نزدیک تخصیص عام
کتابی کی خبر واحد سے جائز نہیں۔ تو پہر فرمائیے کہ اور کون سی کتاب تسلی اور اطمینان
سائل کے لیے پیش کیجاوے۔ آلا تسلم کی تو حد ہی نہین۔ اور تسلیم کے لیے تو یہہ کتابیں
بہی کافی اور وافی ہین۔ **قولہ** یہ عام کل حنفیون کے نزدیک مخصوص البعض ہے **اقول**
اس عام یعنی فاقرؤا ما تیسر من القرآن مین دو تعمیمین ہین تعمیم اول فاقرؤا کی اسکا
مدلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑہنا فرض ہے اور یہ مخصوص البعض عند الحنفیہ ہے تعمیم دوم
ما تیسر من القرآن کی اسکا مدلول مطلق قرات ہے۔ اور یہ عند الحنفیہ اپنے عموم پر ہے۔

ومن ہہ یتمیز بینہما فقد وقع فی حیص وبیص۔ وکمال ما قال **انتباہ** یہ فائدہ آئندہ
جوابون مین بہی بہت کارآمد ہوگا۔ اسکو یاد رکہنا چاہیئے **قولہ** جو عام مخصوص البعض
ہوا وسکی تخصیص بالاتفاق جائز ہے **اقول** ہان اور عام دوم یعنی ماتیسر اپنے عموم پر ہے
مخصوص ہی نہین فضلا عن ان یکون بالاتفاق **قولہ** مقتدی کیواسطے بہی حنفی لوگ
کسی قدر قران کریم کا پڑہنا ضروری کہتے۔ **اقول** حنفیہ کرام مقتدی کو قاری کہتے ہین
۔ دیکہو جواب چہارم کے جواب کو **قولہ** اونہون نے ایک ضعیف حدیث یا ایسی حدیث
جس مین کلام ہے **اقول** حال صحیح ہونے اسحدیث کا حدیث نوزدہم مین گزر چکا ہی
فلینظر ثمہ **قولہ** یا جس مین کلام ہے۔ شاید حدیث عبادہ بن صامت کی۔ کلام سے
خالی ہے۔ کیونکہ راوی اسکا محمد بن اسحاق متکلم فیہ نہین ہے۔ وقد مر الکلام فیہ
فافہم **قولہ** یا جسکو امام الائمہ متواتر کہہ چکا ہو **اقول** اسکا جواب اٹہارہوین جواب
میں گزارش ہوگا **قولہ** وہ اجماع کہان کب ہوا **اقول** وہ اجماع اوس زمانہ
مین ہوا۔ جبکہ عاجز عن القراءت کی لئی جسکو آپ بہی مانتے ہین ہوا تہا **قولہ** آیہ مخصوص
البعض ہوگے۔ اور ایسا عام آپصاحبونکے نزدیک قطعی نہین **اقول** پہلے گذارش
ہو چکا ہے۔ کہ اس آیۂ کریمہ مین دو عام ہین (۱) فاقرؤا اور (۲) ما تیسر من
القرآن۔ اول مخصوص البعض۔ دوم اپنے عموم پر ہے۔ مخصوص البعض نہین۔ فہو
حجۃ قطعیۃ مثبت للفرض۔ اور اسی کا مقتضی فرضیت مطلق قراءۃ ہے صاحب رسالہ
نے دونو کو خلط ملط کر دیا ہے فقال ما قال **قولہ** اس عام مخصوص البعض کی تخصیص کا
کون مانع ہے **اقول** یہ تو مخصوص البعض ہی نہین۔ اگر ہوتا تو ہم مانع بھی بیان کردیتے
واذ لیس فلیس **قولہ** ساری اعتراض آپ پر اولٹ پڑے **اقول** بنظر انصاف آپ ہی
فرمائیں کہ کوئی اعتراض ہمپر وارد ہوا بفضلہ تعالی آپ پر تو اوہی ہی کوئی بھی کم نہ ہوا شعر
پھرتا ہے جسیل حوادث مین کہین مردونکا موکھہ ۔ شیر سیدہا تیرتا ہے وقت رفتن آب مین

قولہ تیرہوان جواب آیۃ شریفہ فاقرؤا ما تیسر غیر قادر علی القراءۃ کے لحاظ سے ایکی نزدیک کیا تمام اہل اسلام کے نزدیک مخصوص البعض ہے **اقول** عام اول بلحاظ غیر قادر علی القراءۃ کے جملہ اہل اسلام کے نزدیک ظنی ہی۔ اور عام دوم اپنے عموم پر ہی پہر قطعی ہوا نہ ظنی۔ اگر دونکو خلط نہ کرتے تو ایسا نہ لکھتے۔ آور جب مخصوص البعض ہوتا تو خبر واحد سے تخصیص بھی جائز ہوتی۔ جب کہ مخصوص البعض ہی نہیں۔ تو خبر واحد سے تخصیص بھی جائز نہین۔ اور اسی سے جواب چودہوین اور پندرہوین جواب کا بھی ہوگا۔ اور صاحب امام الکلام۔ اور ابن الہمام۔ اور عینی کے بھی یہی غرض ہے۔ کیونکہ عاجز عن القراءۃ اور مدرک فی الرکوع فرد فاقرؤا کے ہین نہ ما تیسر کے فافہم وانصف

قولہ عام اکثر علماء کے نزدیک ظنی ہی لے ما قال حدیث اتبعوا سواد الاعظم سے استدلال پکڑا کرتے ہین **اقول** اتباع سواد اعظم سے ہم اہل اسلام کو بھلا کب انکار ہے **قال اللہ تعالی** ومن یبتغ غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا یعنے جو تابع ہوا راستے سوا مومنون کی حوالہ کرین گے ہم اوسکی وہی طرف جو اوس نے پکڑی ہے اور داخل کرین گے ہم اس کو جہنم میں اور وہ بری جگہہ ہے **وروی مسلم** عن عرفجۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یخطب الناس فقال انہا ستکون بعدی ہنات وہنات فمن رأیتموہ فارق الجماعۃ او یرید ان یفرق امۃ محمد کائنا من کان فاقتلوہ فان ید اللہ علی الجماعۃ وان الشیطان مع المفارق الجماعۃ یرکض کذا فی جامع الاصول یعنی مسلم نے عرفجہ سے روایت کی۔ کہا اوس نے دیکھا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ پڑہتے۔ سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ میرے پیچھے بُری چال پھیلیگی۔ سو جسکو دیکھو تم کہ وہ جدا ہوا جماعت سے یا وہ ارادہ رکہتا ہے تفرقہ ڈالنیکا محمد صلعم کی اُمت مین جو کوئی ہو مار ڈالو تم اوس کو۔

کیونکہ بیشک اللہ کا ہاتہہ ہی جماعت پر۔ اور ضرور شیطان ساتہہ ہی جدا ہونیوالی کی تہوکر مارتا ہوا۔ ایساہی جامع الاصول مین اور مشکوۃ کے باب الاعتصام مین ہی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی الضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔ رواہ الترمذی وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا سواد الاعظم فان من شذ شذ فی النار۔ انتہی۔ اس آیۃ شریفہ اور احادیث نبویہ سی صاف ظاہر کہ اتباع سواد اعظم کا ضروری ہے۔ مومن کو اوس سی چارہ نہین۔ جو جدا ہوا اوسکی جگہہ جہنم ہے۔ اور جدا ہونیوالے کے ساتہ شیطان ہی۔ واضح ہے کہ سبیل المومنین اور امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور الجماعۃ۔ اور سواد اعظم۔ ان سبکا مرجع اور مفاد ایک ہی ہے۔ اب ہمکو اس مین زیادہ اثبات کی ضرورت نہین۔ بلکہ سبیل المومنین۔ اور امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور سواد الاعظم۔ ان الفاظ کو اہل محاورہ اور اہل مذاق کے پیش کرتے ہین۔ اور اون سی قسما پوچہتے ہین۔ کہ امت محمد۔ اور امتی۔ اور سواد الاعظم۔ ایک حصہ علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو دگو وہ بڑاہی کیون نہ ہو) کہتے ہین۔ یا السواد الاعظم بڑی سی بڑے حصہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہین ظاہراً کوئی ابجد خوان بہی یہ نہ کہیگا۔ کہ امتی۔ اور امۃ محمد۔ اور السواد الاعظم۔ ایک حصہ علماء مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو کہتی ہین۔ دیکہو صاحب رسالہ والاکثر کے لفظ سے سواد الاعظم سمجہی ہین۔ حالانکہ بفضلہ تعالی علما شافعیہ اور مالکیہ بہی کلہم اس سی مراد نہین۔ کما یدل علیہ قولہ والاکثر۔ اس سی بہی قطع نظر دیکہو بحر العلوم مسلم الثبوت کا شارح صفحہ ۱۵ مین لکہتا ہے۔ والاکثر من الشافعیۃ والمالکیۃ کاش اگر علمائے مجتہدین شافعیہ مالکیہ کلہم بہی اسپر مجتمع ہوتے۔ تو بہی سواد الاعظم کہان تہا۔ کیونکہ مجتہدین امت محمد صلعم کے تو ہزار در ہزار ہوئی ہین بہلا انکی مقابلہ مین ان علمائی

مجتہدین شافعیہ مالکیہ کو کونسی نسبت ہوگی واللہ یعصمنا من ہذہ الاباطیل الواہیۃ

نعم اگر والاکثر کے معنے والاکثر من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے۔ تو البتہ سواد اعظم مراد رکہنے کی گنجائش ہوتی۔ فالنصف **قولہ** جب ان احادیث کو احادیث مشہورہ لکھکر جیسی عینی کہتا ہے **اقول**۔ عینی ہدایہ کی شرح ص ۱۰۷ مین لکہتا ہے فان قلت قولہ علیہ السلام قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ معارض لقولہ تعم فاقرؤا۔ فلا یجوز ترکہ بخبر الواحد۔ قلت جعل المقتدی قارئا بقراءۃ الامام فلا یلزم الترک۔ او نقول انہ خص منہ المقتدی الذی ادرک الامام فی الرکوع فانہ لا یجب علیہ القراءۃ بالاجماع فیجوز الزیادۃ علیہ حینئذ بخبر الواحد انتہی

اس عبارت سے تو صاف واضح ہے کہ عینی رحمۃ اللہ علیہ حدیث قراءۃ الامام لہ قراءۃ کو خبر واحد کہتا ہے۔ مشہور نہیں کہتا۔ ہان اس عبارت کے تہوڑے سے ماقبل یہ عبارت لکہی ہے۔ لقول العامہ وظاہر النص والاحادیث المشہورۃ۔ شاید صاحب رسالہ اس عبارت کو۔ عینی کیطرف مشہور کہنا اس حدیث کا منسوب کرتے ہون حالانکہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس کلام سے بہ نسبت اس حدیث کے مشہور مصطلح الاصول نہین۔ بلکہ مشہور لغوی مراد ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی اس کے متصل بعد مین اس حدیث کو خبر واحد فرماتے ہین۔ ولا یلزم التعارض فی کلامہ فیما قلنا مرتفع۔ دیکھو عینی **قولہ** لا صلوۃ والی حدیث کو مشہور ماننے سے کوان امر مانع ہے **اقول** اسکا مانع عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ **یعنے** عدم صدق تعریف اور اگر تسلیم کرین کہ مشہور ہی ہے۔ تو محکم نہین بلکہ محتمل معنیین ہی نفی اصل صلوۃ اور نفی فضیلت صلوۃ مین فلا یجوز بہ الزیادۃ۔ ولانہ معارض لما روی انہ علیہ السلام قال لا صلوۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب او غیرہا **وروی** لا صلوۃ الا بقراءۃ ولو بفاتحۃ الکتاب فی قد ذکر عنقریب **وروی** انہ علیہ السلام علم الاعرابی الصلوۃ

الی ان قال الله اکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن انتهی ما فی العینی لختصاراً

ص ۱۳۱ اور اسی سے جواب دوم کا بھی جواب معلوم ہوا۔ یعنی اگر تعریف مشہور مین اسحدیث
کو داخل ہی کیا جاوے تو باقی امور مانع تخصیص ہین فافہم **قولہ** اول جواب تو یہہ ہے کہ
ہمنے صرف مشہور ہونے پر دلیل کا مدار نہین کہا **اقول** جس دلیل پر آپ نے مدار رکھا ہے
بفضلہ تعالی اوسی کا جواب موقعہ موقعہ پر تحریر ہو چکا ہے فلا نعیدہٗ **قولہ** قرأۃ

الامام لہ قرأۃ الی آخر ما قال بلحاظ اسی شرط کی احادیث مشہورہ ہون **اقول** ہم
کب کہتے ہین کہ یہ احادیث مشہورہ ہی ہین اور نہ عینی علیہ الرحمۃ انکے مشہور ہونیکا قائل
ہے کما مر۔ وکلام ابن الھمام یشیر الیہ ان کی شہورانسی فایدہ ہی ہمکو کیا ہے۔
اور واحد ہونے سے کیا ضرر ہے۔ پھر بھی معمول بہ ہین۔ کیونکہ عام مخصوص البعض بدلیل
قطعی کے تخصیص خبر واحد سے جب مسلم ہے۔ تو پھر انکا خبر واحد ہونا ہمین کچھ ضرر نہین
کرتا۔ تا انکو ضرور مشہور مانا جاوے۔ اور اوس سے کوئی خاص فائدہ منصور ہو۔ جبکہ
فی الواقع یہہ خبرین احاد ہین تو خواہ مخواہ مشہور بنائی سے رہی۔ خیر آپ باب حدیث
لا صلوۃ کے مشہور بنانیکا فکر فرمائین۔ اگر قاعدہ مقررہ سے نہیں بن سکتی۔ تو بھی
کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کرنی چاہیئے۔ کہ مشہور بنجائے۔ اگر اور کچھ نہ ہو تو صرف یہی کھدین
کہ مشہور ہے۔ کوئی روک ٹوک تو ہی ہی نہین۔ جیسا کہ والاکثر علے انہ ظنی کو سواد الاعظم
لکھ دیا ہے۔ کسی روکا ہی اللھم ارنا الحق حقا **قولہ** اول لا تجزئی کی روایت مین
آپکا احتمال ہی کہان **اقول** لا تجزئی اصل روایت مین ہی کہان زیلعی نے تخریج
احادیث ہدایہ مین لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے وقال
اسنادہ صحیح وصححہ ابن القطان ایضاً۔ وقال زیاد احد الثقات انتہی وقال

صاحب التنقیح انفرد زیاد بن دلویہ بلفظ لا تجزئ۔ ورواہ جماعۃ لا صلوۃ لمن لم
یقرأ وھو الصحیح۔ وقال ابن زیاد اراہ رواہ بالمعنی انتھی۔ انتھی۔ صاحب تنقیح کے بیان سے

ظاہر ہے کہ زیاد جو راوی اس حدیث کا ہی اوس نے بجاے لاصلوۃ کے لا تجزئ نقلا بالمعنے لکہا ہے ورنہ دراصل لفظ صحیح حدیث کا (کما یدل علیہ قولہ وھو الصحیح) لاصلوۃ ہی جبکہ لا تجزئ کا اصل بہی لاصلوۃ ہی ہوا۔ تو اب فرمائیے کہ احتمال کہان ہی۔ یا کہ یہان ہی یعنی احتمال تو قائم ہی تہا۔ مندفع ہوا۔ اور لا تجزئ کا جواب ہم پہلی بہی دی چکے ہین۔ فتذکرہ آورا حتمال نفی اجزاء فضیلت صلوۃ کا بہی قایم ہے **قولہ** دوم نفی میں نفی ذات آہ اور قولہ سیوم نفی صحت آہ **اقول** ان دو نو باتون کو صاحب رسالہ پہلے بہی بیان کر چکے ہین۔ اور وہان انکا جواب بہی بخوبی دیا گیا ہے۔ ایک بات بار بار کہنا کچہہ چندان لطف کی بات نہین **سعدی** کہتا ہے **شعر** چو یکبار گفتی مگو باز پس ✽ کہ حلوا چو یکبار خوردند وبس ✽ **قولہ** اگر وہ دلیل نہوتی تو یہ معنی ہرگز نہ لئے جاتے **اقول** اگر ہم کو بہی قران کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ مجبور نکرتین۔ تو ہم بہی ضرور قراءۃ فاتحہ کے تعیین ضروری کہدیتے۔ الا قرآن اور احادیث نے مجبور کر دیا معذور ہین **قولہ** امام بخاری نے رسالہ قراءۃ مین فرمایا ہے۔ وتواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب آہ **اقول** (اولا) ابن صلاح نے تو کہا ہے کہ خبر متواتر عزیز الوجود ہے۔ **قال** السید علی الجرجانی قال ابن الصلاح من سئل عن ابراز مثال لذلک (ای المتواتر) اعیاہ طلبہ **وحدیث** انما الاعمال لیس من ذلک **نعم** حدیث من کذب علی متعمدا للحدیث نقلہ من الصحابۃ الجم الغفیر انتہی مختصرا **وفی شرح النخبۃ** ذکر ابن الصلاح ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ۔ الا ان یدعی ذلک فی حدیث من کذب علی انتہی۔ اور **نواب صدیق الحسن خانصاحب** نے منہج الوصول مین لکہا ہے۔ کہ دعوی ابن الصلاح باثبات انیا حقیقت نہ پیرا کہ مراد تواتر لفظی از قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تواتر نیست کہ ہیچ شبہ دران نزد ہمگنان نباشد۔ وشک نیست کہ این قسم حدیث در غایت قلت است

جواب قول مولف کہ نفی کمال میں نفی ذات لازم آتی ہے

جواب حدیث لا صلوۃ کو متواتر کہنا لا اصل ہے

ابن الصلاح کے قول سے تو ظاہر ہے کہ حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب متواتر نہیں۔
اگر قول ابن الصلاح سے قطع نظر کریں۔ اور تسلیم کریں۔ کہ حدیث متواتر کثیر الوجود ہے۔ جیسا کہ
عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث شفاعت۔ اور مسح علی الخفین۔ اور جزع حنانہ
وغیر ذلک کی نسبت کہا ہے۔ کہ متواتر ہیں۔ الا حدیث لا صلوٰۃ کو انہوں نے بھی متواتر میں
شمار نہیں کیا۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کرکے کہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بخاری علیہ الرحمۃ کی یہ رائے ہے۔ یا روایت
ظاہر ہے۔ کہ روایت تو نہیں رائے ہے۔ اور بخاری علیہ الرحمۃ امام الروایۃ ہیں۔ نہ امام
الرائے۔ جبکہ صحابی کی رائے کو آپ صاحبان تسلیم نہیں کرتے اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ
ھذا رای الصحابی لا روایتہ۔ والحجۃ فی روایتہ لا فی رایہ۔ دیکھو نواب
صدیق الحسن خانصاحب رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ الحق انہ رای
رای الصحابی) لیس بحجۃ۔ فان اللہ سبحانہ لم یبعث الی ھذہ الامۃ الا نبیا صلی اللہ
علیہ وسلم ولیس لہا الا رسول واحد وکتاب واحد وجمیع الامۃ مامورۃ باتباع
کتابہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ولا فرق بین الصحابۃ ومن بعدھم فی ذلک انتہی۔
تو بخاری علیہ الرحمۃ کی رائے کہاں **ثانیاً** شرائط اربعہ متواتر سے ایک شرط یہ ہے وردود
ذلک عن مثلھم من الابتداء الی الانتہاء۔ قالہ ابن حجر فی شرح النخبۃ جیسا کہ عدد رکعات
نماز۔ اور مقادیر زکوٰۃ۔ اور صلوٰۃ خمسہ۔ متواتر ہیں۔ اور حدیث ابتدا میں ایسی نہ تھی۔
ورنہ بہت صحابہ فرضیت فاتحہ کے منکر نہ ہوتے۔ اور اگر وسط میں اگر تواتر عارض ہوا ہو تو وہ
معتبر نہیں۔ بخاری علیہ الرحمۃ جزء قرأت میں لکھتے ہیں فان احتج فقال اذا ادرک
الرکوع جازت فکما اجزاتہ فی الرکعۃ کذلک یجزیہ فی الرکعات۔ فقیل لہ
انما اجاز زید بن ثابت وابن عمر والذین لم یروا القراءۃ خلف الامام ص ۶ اور دوسری
جگہ اسی رسالہ کے لکھا ہے **وقال** علی ابن عبد اللہ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی

صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القرآءۃ خلف الامام منھم ابن مسعود و زید بن ثابت
و ابن عمر انتھی ص ۳۰ عبد الرحمن ابن الصلاح لکھتا ہے۔ وحدیث انما الاعمال
بالنیات لیس من ذلک رای من المتواترۃ) وان نقلہ عدد التواتر والاکثر لان
ذلک طرء علیہ فی وسط اسنادہ انتھی یعنے حدیث انما الاعمال بھی از قسم متواتر نہین ہے
کیونکہ ابتدا مین متواتر نہیں تھی۔ وسط میں اگر متواتر ہوگئی اور شرط متواتر کی یھ ہے۔
کہ ابتدا۔ وسط۔ انتھا۔ اوسکا یکسان ہو۔ اسحدیث مین یھ بات نہین **ثالثًا** ایسی ہی
حدیث جوکہ مدار صحت نماز کی ہو۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خمس الاوقات اوسکے معاملہ
بھی ہو۔ باوصف حضوری اور ملازمت صحبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر اس حدیث
اور اوس کے تواتر پر مطلع نہون۔ (اگرچہ بعض مسائل صحابہ پر بھی مخفی رہے ہین) اس سے بڑھکر
اور کونسا مسئلہ دین کا ہے۔ جسکی کوشش اونپر ضروری تھی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ حدیث
ابتدا میں چندان دائر نہ تھی۔ ورنہ **ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ اور ابن عمر**۔
جوکہ ملازم صحبت بابرکت تھی۔ ضرور اس کے فرضیت پر اطلاع پاتے۔ کیونکہ فرض کا معاملہ
بڑہ کر ہے۔ خصوصًا جب کہ موقوف علیہ نماز کا ہو۔ **رابعًا** جبکہ اسحدیث کی مشھور ہونے مین
علماء اعلام کو کلام ہے۔ جیساکہ عینی وغیرہ نے کہا ہے۔ تو پھر متواتر ہونا کہان۔ لان
کل متواتر مشھور قالہ فی شرح النخبۃ۔ ونفی العام یستلزم نفی الخاص۔ کا
لحیوان والانسان۔ **خامسًا** اگر بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متواتر ہونا اسکا
تسلیم بھی کیا جاوے۔ تو بھی اپنی معنون مین محکم ہونا کہجا۔ کیونکہ احتمال معنے اجزا اور نفی
فضیلت کا تو باقی ہے۔ ومع الاحتمال کیف الاستدلال **سادسًا** اگر اس سے
بھی قطع نظر کرین۔ تو بھی آیۃ قرآنے اور احادیث نبویہ علی صاحبھا الصلوۃ والتحیۃ کے معارض
ہی کہاں ہے۔ الغرض باینہمہ خدشات یہ حدیث مثبت فرضیت کب ہوسکتی ہے۔ البتہ اگر مثبت
وجوب کہا جاوے۔ تو بجا ہے۔ سو اسکی حنفیہ کرام بھی قائل ہین۔ جیساکہ کتب فقہ مین

لکھا ہے **قال العینی** ھذا ھو العدل فی باب اعمال الاخبار ولیس من العدل ان یعمل باحدھما۔ ویہمل الاخر انتھی۔ **قولہ** استمرار اور دوام اس اختیار کا آیۃ شریفہ سے نکالنا یقینی نہین ظنی ہے۔ **اقول** ہر اصولی ماہر یقینًا جانتا ہے کہ فاقرؤا ما تیسر کا مقتضی اختیار مطلق ہے مقید نہین۔ اور وہ قطعی یقینی ہی ظنی نہین فلا یرفعہ الظنی لعدم المماثلۃ او الجزئیۃ۔ **والدوامی** ایضًا قطعی و یقینی لان وجود المعلول عند وجود العلۃ قطعی و یقینی لا یتخلف عنہا۔ فلا یزاحمہ الظنی فلیتامل فانہ للاذکیاء **قولہ** پہلا جواب اس حدیث کو **بخاری** علیہ الرحمۃ نے جزء القراءۃ مین یون روایت کیا ہے۔ الی آخرہ قال زیادتی ثقہ کی مقبول ہے **اقول** حاصل جواب صاحب رسالہ کا یہ ہے کہ اس حدیث مین جو وتقرا ام القرآن آیا ہے۔ یہ زیادتی ثقہ کی ہی۔ وہ مقبول ہی۔ ام القرآن کا پڑہنا ضروری ہی۔ سو اسمین گزارش ہے **اولًا** حافظ ابن حجر عسقلانے نخبہ اور اوسکی شرح میں لکہتے ہین وزیادۃ راویہما ای الصحیح والحسن مقبولۃ۔ مالم تضع منافیہ لروایۃ من ھو اوثق لمن لم یذکر تلک الزیادۃ۔ لان الزیادۃ اما ان تکون لا تنافی بینہما وبین روایۃ من لم یذکرھا۔ فہذہ تقبل مطلقًا لان فی حکم الحدیث المستقل الذی یتفرد بہ الثقۃ۔ ولا یرویہ عن شیخہ غیرہ۔ و اما ان تکون منافیۃ بحیث یلزم من قبولہا رد الروایۃ الاخری۔ فہذہ ھے التی یقع الترجیح بینہا وبین معارضہا فیقبل الراجح ویرد المرجوح۔ انتہی **ص ۱۸**

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی اوسوقت مقبول ہی۔ جبکہ وہ منافے لمن ہو اوثق منہ کے نہو۔ اور عند التعارض راجح مقبول۔ مرجوح۔ متروک۔ مطروح۔ ہی۔ سو اب گزارش ہے۔ کہ راوی ثم اقرا ما تیسر معک من القرآن کا (جو کہ بخاری مین ہے) راجح ہی باگہ وتقرا ام القرآن (جو کہ جزء القراءۃ مین ہی) اول کو مرجوح کون کہے۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک لاکہہ صحیح حدیث یاد رکہتے تہے۔ **نقلہ الشیخ الدھلوی**

اور بخاری مین صرف چار ہزار ہی بلا تکرار ہے۔ باقی کو اس کتاب شریف مین داخل نہین کیا۔ اسلئے کہ اسمین تو اون رواۃ کی احادیث لائی ہین۔ جن مین شرائط ملتزمۃ الصحۃ عندہ بدرجہ کمال اور بوجہ اتم پائے گئے ہین۔ اور یہی وجہ ترجیح بخاری کے اور صحاح پر ہے قال الشیخ الدہلوی ولیس کتاب یساوی صحیح البخاری فی ھذا الباب لتکمیل کمال الصفات التی اعتبرت فی الصحۃ فی رجاله انتھی۔ نووی لکھتا ہے۔ بظاہر وجہ ترک اطلاع بر علت احادیث ہی۔ فثبت ان الراجح عند التعارض ھو الاول۔ و الثانی۔ مرجوح بلا ریب فلا یعمل بہ۔ مع ان الثانی یزاحمہ القرآن علاوہ اسکے اگر یہ حدیث قابل اندراج اس کتاب کے ہوتی۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضرور ہی اسکو درج کتاب فرماتے۔ ایک تو اس لئے اسمین اُم القرآن کا لفظ صراحتاً واقع تھا دوم اس لئے کہ حنفیہ کے معارض صریح تھی۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کو حنفیہ کے خلاف کی حدیث خدا دی۔ قال العینی والبخاری کثیرًا ما یتبع لما یرد علی ابی حنیفۃ من السنۃ فیذکر الحدیث ثم یعرض بذکرہ فیقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا و کذا۔ ثم یقول وقال بعض الناس کذا ویشیر بہ الیہ ویشنع بہ علیہ انتھی۔ پھر باوصف صراحتہً معارض ہونیکے۔ اسحدیث کو درج کتاب فرمانا علت سے خالی نہیں۔ الحاصل رجحان روایت مندرجہ کتاب بخاری) کا بہرحال ثابت و مبرہن ہی ثانیًا۔ اقرأ بام القرآن کی تخصیص مین وہ تمام باتین لازم آئین گے۔ جو کہ تخصیص خبر واحد سے لازم آئین تھین ثالثًا۔ روایت احمد وغیرہ مین جو اقرأ بام القران ثم اقرأ بما شئت اور اخیر مین وافعل ھذا فی صلوتک کلھا واقع ہی۔ اسکا مقتضی یہ ہے کہ جملہ رکعات مین فاتحہ مع سورہ کی ضروری ہو وہو کما تری سخیف قولہ ایسی بخاری کے مجمل جملہ سے عجیب استدلال کیا ہی الخ اقول یہ بخاری کا مجمل جملہ ایسا عجیب و غریب ہی جس کے آگے ہزارہا تفصیلی جملی قربان ہیں اور اس جملہ نے اپنے رجحان کی باعث اور جملوں کو بخوبی

باطل کردیا۔ کما مرّ قبیل ھذا **قولہ** والحدیث یفسّر بعضہ بعضاً **اقول**: پہلے صاحب رسالہ نے فرمایا کہ لفظ اُمّ القرآن جو اس حدیث مین ہے زیادتی ثقہ کی ہے اب فرماتے ہین کہ تفسیر ماتیسّر معک کی ہے۔ کتب اُصول میں لکھا ہے کہ بیان تفسیر مجمل۔ مشترک۔ مشکل۔ اور خفی کے لئے لایا جاتا ہے۔ اب ہم استفسار کرتے ہین کہ کلمہ **ما**۔ کا ان مین سے کیا ہے۔ اور اوسیر اون میں سے کس کی تعریف صادق آتی ہے۔ ہر عالم اُصول کہیگا۔ کہ ان مین سے کسی کی تعریف لفظ **ما** پر صادق نہین آتی۔ عدم صدق تعریف مشترک۔ مشکل۔ تو ظاہر ہی ہے۔ رہا مجمل اور خفی۔ سو عینی نے اسکا فیصلہ ہی کردیا ہے۔ حیث قال ولا یجوز ان یکون مفسّر لانہ لیس فیہ ابھاماً ومن قال ان کلمۃ ما مجملۃ فقد ابعد جداً لانہ لا یصدق علیہ حد الاجمال کما ذکرناہ عنقریب انتھی مختصراً۔ پوری عبارت عینی رحمہ اللہ کی بخوف طوالت ذکر نہین کی گئی۔ من شاء فلینظرہ **قولہ** دوسرا جواب آہ **اقول** اسکا جواب اول جواب کے نمبر ۳ مین گزرچکا ہے فلانعیدہٗ **قولہ** تیسرا جواب آہ **اقول** وہان کے جملہ جوابات پہر یہان بھی سمجھ لیجئے۔ **قولہ** ظنی کی تخصیص ظنی سے ممنوع نہیں۔ **اقول** درست ہے ظنی کی تخصیص ظنی سے ممنوع نہین۔ جائز ہے لٰکن اس تخصیص سے مخصوص بیکار ہوگیا۔ یعنی جب کہ ماتیسّر معک من القرآن سے فاتحہ بخصوصہا مراد ہوئی۔ تو وہ بھی معارض قرآن ہوگیا۔ مطابقت حاصلہ اوسکی بھی جاتی رہی۔ اور قبل از تخصیص اوسمیں یہ بات موجود تھی۔ **قولہ** اس حدیث میں ماتیسّر سے وہ قرآن مراد ہے جو فاتحہ کے سوا ہو۔ **اقول** (۱) ماتیسّر سے مراد ماسوا فاتحہ کے لینا ظاہر کا سخت خلاف ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہان ہے۔ تاکہ ماتیسّر کو حمل بر ما زاد علی الفاتحہ کے کیا جاوے۔ **قال العینی فی شرح البخاری** ولما حملہ علی مازاد علی الفاتحۃ۔ فمن این یدل ظاھر الحدیث علی الفاتحۃ

حتی یکون قوله ماتیسر دالا علی ما زاد علی الفاتحة انتھی۔ (۲) جبکہ ما تیسر سے محمول بر ما زاد علی الفاتحہ ہو تو چاہیئے کہ فاتحہ معہ تلک الزیادۃ فرض ہو۔ و انتم لا تقولون بہ۔ **قولہ** فاتحۃ الکتاب کی حدیث زیادہ غیر معارض ہے۔ اور زیادہ ثقہ کی بالاتفاق آپ کے نزدیک مقبول ہے **اقول** زیادہ ثقہ کی مقبول و نامقبول ہونیکا حال تو جواب اول کی نمبر (۱) سے بخوبی معلوم ہے ہوچکا ہے۔ فلا نکررہ۔ **رہی یہہ بات** کہ حدیث فاتحہ زیادہ غیر معارض ہے۔ (۱) تو جس حمل کا یہہ نتیجہ ہے وہ حمل ہے صحیح نہیں فکیف کون غیر معارض (۲) بعد التسلیم اس تکلف سی معارضہ اس حدیث کا تو رفع ہوا۔ الا۔ قرآن کریم کا معارضہ جسکا رفع مقصود اہم تہا کسنی رفع کیا۔ وہ تو بدستور رہا۔ اوسکا بھی خیال چاہیئے تہا **قولہ** پس حدیث محتمل الوجوہ ہوگئی۔ اور محتمل حجت قطعی مثبت فرضیت نہیں **اقول** (۱) ایسی مجرد احتمالات تو سلیک غطفانی کی حدیث میں وارد ہوسکتی ہیں۔ احتمال ہے کہ یہ حکم قبل از نہی کلام در صلوۃ و عند الخطبہ ہو۔ تا اوسکی حالت مفلوکیت کے اظہار کے لئے ایسا فرمایا ہو۔ یا اوسی کی خصوصیت ہو (۲) اس حدیث شریف کا محتمل الوجوہ ہونا کچھہ ہمکو مضر نہیں کیونکہ ہمارے اصحاب حنفیہ کرام نے اثبات فرضیت قراءت کا مدار اس حدیث پر ہی نہیں کہا تاکہ اسکی عدم قطعیت مخل لمقصود نہ ہو۔ بلکہ مثبت فرضیت قرارت تو آیۂ کریمہ ما تیسر من القران ہی اور اس حدیث کو مؤیدات سے تصور کرتے ہیں فرضا اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو کیا فرضیت قراءت ہی نہ ہوتی فلا یضرنا کونہ محتمل الوجوہ **قولہ** اس اعرابی کی حدیث حجت ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اثبات مطلب میں کیوں لائے **اقول** مدار اثبات مطلوب اس حدیث پر نہیں۔ فرضیت کا مدار اور چیز پر ہے۔ اور واسطے تائید اثبات مطلوب کے اس حدیث کو لائے ہے۔ ایسا لانا ممنوع نہیں۔ **قولہ** اس حدیث میں قومہ اور رکوع اور سجود کی طمانیت کا بھی حکم ہے اوسکو آپنے کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ اوسی فرض کیوں نہیں کہتے۔ **اقول**

(۱) اسی حدیث مین بیچ کے قعدی اور اوس میں التحیات پڑہنی اور فخذ یسیرے پر بیٹہنے کے لئے ہی فرمایا ہے۔ جیساکہ ابو داؤد مین رفاعہ بن رافع کی روایت مین ہے۔ فاذا جلست فی الصلوۃ فاطمئن وافترش فخذک الیسری ثم تشھد الحدیث ص ۱۲۶ اوراسی حدیث مین وضع الکفین علی الرکبتین فی الرکوع کے لئے ہی فرمایا۔ جیساکہ رفاعہ کی دوسری روایت میں ابو داؤد نے روایت کیاہے واذا رکعت فضع راحتیک علی رکبتیک الحدیث ص ایضًا اوراس مین فاتحہ کے بعد سورہ پڑہنے کیواسطے بہی فرمایا۔ کما ھو فی روایۃ احمد ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت الحدیث وافعل ذلک فی صلوتک کلھا۔ تو اکثر روایتون مین وارد ہے۔ آور بعض روایت اس حدیث مین ثنا۔ آور جلسہ استراحت بہی آیا ہے۔ یہ مذکورہ امور بہی اس حدیث مین وارد ہین توپھر آپ انکو کیوں فرض نہین کہتے۔ آن کے فرض ہونیسی کیون منکر ہین۔ اور صاحب ایقاظ کو بھی آپ فرماوین۔ امرکا عجب من العجائب واغرب من الغرائب۔ یا ابا العجائب اخذت شیئا وترکت شیئا حفظت بعضًا ونسیت بعضا۔ نصحت غیرک ونسیت نفسک وصرت مصداقا لقولہ تعالی شانہ۔ لم تقولون مالا تفعلون۔ پس جو جواب ان امور سے دیں گے وہی ہماری طرف سے بھی تصور فرماوین (۲) روی البخاری بسندہ عن ابن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی یوم خیبر عن اکل الثوم وعن لحوم الحمر الاھلیۃ ص ۶۰۶ اس حدیث میں بہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن اور حمر اہلیہ کے لئے نہی فرمایا ہے۔ پہر دونوں کو حرام کیوں نہیں کہتے۔ جوجواب آپ دینگی وہی وُہی جواب اسکا بھی سمجہین قولہ کیونکہ اس حدیث مین مذکور نہیں اقول (۱) نووی نے شرح صحیح مسلم مین اسکا جواب یوں دیا ہے۔ لان الواجبات الثلثۃ المذکورۃ کانت معلومۃ عند السائل فلم یحتج الی بیانھا انتھی۔ اور قسطلانی بخاری کی شرح مین لکھتا ہے آنما لم یذکر علیہ السلام

بقیۃ الواجبات فی الصلوۃ کالنیۃ والقعود فی التشہد الاخیر۔ لانہ کان معلوماً عندہ۔ اولعل الراوی۔ اختصر ذلک انتھی (۲) راقم سطور کہتا ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو فرائض داخلیہ یعنے ارکان نماز کے تمامہا تعلیم فرمائے۔ اون میں سے کسیکو ترک نہیں فرمایا۔ اگرچہ بعض خارجیہ کو بہی بمقتضائے وقت اولغرض تعلیمہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا اس لیے نیت اور قعدہ اخیرہ بہی ذکر نہ فرمایا۔ نیت کا خارج از ارکان ہونا تو ظاہر ہی ہے قعدہ اخیرہ بہی ارکان میں داخل نہیں قال العینی فی شرح الھدایۃ ذکر فی الایضاح اما القعدۃ الاخیرۃ فمن جملۃ الفروض و لیست من الارکان لان رکن الشئ ما یقوم به ذلک الشئ و تقوم الصلوۃ لایقع بالقعدۃ۔ وانما یقع بالقیام والقراءۃ والرکوع والسجود انتھی و قال ابن الھمام فی شرح الھدایۃ۔ و اعلم ان القعدۃ فرض غیر رکن لعدم توقف الماھیۃ علیہا شرعاً۔ لان من حلف لا یصلی یحنث بالرفع من السجود دون توقف علی القعدۃ فعلم انھا شرعت للخروج وھذا لان الصلوۃ افعال وضعت للتعظیم ولیس القعود کذلک بخلاف ما سواہ انتھی ص۱۱۲ **قولہ** پس اسطرح فرضیت فاتحہ بھی کسی اور دلیل سے ثابت ہی **اقول** اگرچہ یہ بات مسلم ہے کہ فرائض کے حصر اسحدیث میں نہیں اور اور دلائل سے ثابت ہیں۔ مگر فاتحہ کہ اسکی فرضیت کی دلیل ہنوز معلوم نہیں ہوئی۔ اورجو دلیل فرضیت فاتحہ کی صاحب رسالہ نے بیان فرمائی ہے وہ ظنی مدخول فیہ ہے۔ جیسا کہ تفصیلی جوابوں سے سابق میں معلوم ہونیکا ہے ہنتذکرہ۔ فلایضرنا ھذا الکلام **قولہ** عینی نے اسی حدیث سے استدلال پکڑا ہے اور امام نووی یہ تین اعتراض جماتے ہیں **الاعتراض الاول** ان ارکان (الفاتحۃ) فرضاً لامر النبی صلی

اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام التعلیم **اقول** عینی علیہ الرحمۃ نے بخاری کی شرح میں یہہ عبارت لکھی ہے۔ قولہ ماتیسر معک من القرآن یدل علی ان الفرض مطلق القراءۃ وھو حجۃ واضحۃ للحنفیۃ علی عدم فرضیت القرآءۃ الفاتحۃ۔ اذ لو کانت فرضا لامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام التعلیم والبیان انتھی۔ آپ فرمائے کہ اس عبارت میں کونسا جملہ دال ہے۔ کہ عینی نے۔ نووی پر اعتراض جمایا ہے۔ بلکہ یہہ کلام نصا صریحا اسپر دال ہے۔ کہ عینی نے فاقرؤا ماتیسر معک من القرآن کا مدلول بیان فرمایا ہے نہ کہ اعتراض جمایا ہے کما فہمہ صاحب الرسالۃ خیر ہمنے فرضا تسلیم کیا کہ اعتراض ہی ہے۔ نووی پر نہ سہی کسی اور پر ہی سہی۔ تو بھی غرض عینی رحمہ اللہ کی یہہ ہے۔ کہ یہ جملہ اسحدیث کا جو بخاری شریف میں مرجح معمول بہ واقعہ ہے۔ نہ وہ جملہ بخاری کا جو جزء القراءۃ یعنی ام القرآن مرجوح متروک ہے کما مر منا التحقیق قبل ذلک) اوسکا مدلول صریح عموم ہے۔ نہ خصوص۔ فھذا الکلام حق لاسترۃ فی ذلک لان ظاہر ھذہ الروایۃ التی وقعت فی البخاری تدل علی العموم لا علی الخصوص فلا یرد ما اورد علیہ۔ دیکھو نووی کہتا ہے۔ فھذا الحدیث مشتمل علی فوائد کثیرۃ۔ ولیعلم اولا انہ محمول علی بیان الواجبات دون السنن انتھی۔ تو غرض نووی رحمہ اللہ کی یہی ہے کہ اس حدیث مذکور فی المسلم کا یہ حال ہے ورنہ اگر اسکی جملہ طرق کا لحاظ کیا جاوے تو یہ کلام نوویکا کب صحیح ہے کیونکہ اسحدیث کے طرق میں تو سنن بلکہ آداب بھی مذکور ہیں کما لا یخفی علی ناظریھا وقد مر قبیل ذلک ما یلوح منہ ھذا **قولہ** والجواب اما اولا قد امرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما رأیت فی روایۃ البخاری **اقول** اما اولا فانہ رحمہ اللہ علیہ فی صدد بیان مدلول ھذہ الروایۃ التی وقعت فی البخاری بقرینۃ قولہ قولہ ماتیسر معک من القرآن یدل علی الخ۔ لا ما وقع فی کذا کذا **واما ثانیا**

ماروی البخاری فی جزء القراءۃ فھو مرجوح متروک کما مرّ تحقیقہ۔ فصار کانہ لم یأمرہ لان وجودہ کالعدم فثبت اذ لو کانت الفاتحۃ فرضاً الخ **واما ثالثاً** لو کانت ھذہ الرّوایۃ علی شرط البخاری رحمہ اللہ لاوردہ فی کتابہ الشّریف لانھا کانت صریحۃ فی وجوب ام القرآن فلا تراحم ما فی الکتاب **قولہ واما ثانیاً** الی اٰخر ما قال لان المقام مقام التّعلیم **اقول** اما اولاً فقد کان ذلک معلوماً لہ علی ما قالہ النّوویؒ والقسطلانی۔ فتعلیمہ یکون تحصیلاً للحاصل واما ثانیاً فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بصدد تسلیم الارکان والقعدۃ الاخیرۃ لیست برکن للصّلوۃ علی ما اشرنا فلا یضرنا عدم ذکرھا **قولہ** فان قلت الخ **اقول** لا حاجۃ لنا الی لیت ولعل وأی داع یدعو الی ارتکاب ھذہ التّکلیفات الباردۃ وعدم ذکر القعدۃ لا یخل بالمقصود لما سبق **قولہ** اما ثالثاً **اقول** اما اولاً۔ فقد کان عالماً بھا علی اختیار النّوویؒ والقسطلانیؒ واما ثانیاً فلما ذکرنا فی القعدۃ الاخیرۃ لان النیّۃ ایضاً لیست برکن للصّلوۃ فلا حرج فی عدم تعلیمہ النیّۃ علی اختیار اصحابنا **قولہ** اما رابعاً ففی روایۃ البخاری الی اٰخر ما قال فلا بد عندک ان تکون ھذہ الاشیاء فرائض آہ **اقول** غرضہ رحمہ اللہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ فی ھذا الحدیث المذکور فی البخاری۔ ارکان الصلوۃ کلھا وما ترک منھا شیئاً فلو کانت الفاتحۃ رکناً لعلمہ لان المقام مقام التّعلیم **لا** ان جمیع ما علمہ فھو رکن فاندفع ما قیل علیہ **قولہ** جاء فی روایۃ ابی داؤد فان کان معک قراٰن فاقرأ والا فاحمد اللہ وکبّرہ وھللہ الخ **اقول** قال النوویؒ فی شرح البخاری۔ اما حدیث ما تیسر معک من القراٰن فمحمول علی من عجز عن الفاتحۃ انتھی۔ یعنی من عجز عن قراءۃ الفاتحۃ ویقدر علی ما سواھا۔ من القراٰن۔ فلہ ان یقرأ ما تیسر من القراٰن ومدلول کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم فی روایۃ

ابی داؤد۔ انکان معك قرآن فاقرأ فاتحة کانت اوغیرھا فاقرأ ان لم تعلمه مطلقا اوعجزت عنه فاحمدالله الحدیث فاین ھذا من ذلك آونقول مدلول کلام النووی ان من عجز عن الفاتحة و یقدر علی ما سواھا۔ ومدلول کلامه صلی الله علیه وسلم ان من عجز عن القرآن فھل جازت صلوته۔ فلیت شعری ما حمله علی ھذا الحمل وکیف قال ان الحمل صحیح مع ان بین الکلامین بعد بمراحل۔ فثبت ان قول العینی محمل غیر صحیح صحیح لانه لیس فی الحدیث شئ یدل علیه فلیتامل الناظر فی ذلك ولینصف **قوله۔ الاعتراض الثالث الخ اقول** قال علیه السلام للاعرابی۔ اذاقمت الی الصلوٰة فکبر ثم اقرأ ماتیسر معك من القرآن الحدیث رواہ البخاری۔ قال النووی فی شرح ھذا الحدیث۔ اما حدیث ماتیسر محمول علی الفاتحة فانھا متیسرة انتھی۔ یعنی به ان ماتیسر من القرآن ھو الفاتحة لاغیر قال العینی ھذه تمشیة لمذھبه بالتحکم۔ وکل ھذا خارج عن معنی کلام الشارع اما قوله فالفاتحة متیسرة فلا یدل علیه ترکیب الکلام اصلا لان ظاھرہ یتناول الفاتحة وغیرھا مما یطلق علیه اسم القرآن۔ وسورة الاخلاص اکثر تیسیرا من الفاتحة فما معنی تعیین الفاتحة فی التیسیر وھذا تحکم بلادلیل انتھی مختصرا **قوله** الواجب والفرض فی العمل سواء وانکار التیسیر بعد اختیار الوجوب اوالفرضیة تحکم **اقول** کلام العینی ناظر الی ان الحکم بحصر متیسر من القرآن فی الفاتحة تحکم لا یدل علیه ترکیب کلام الشارع اصلا لان مدلوله الصریح یتناول الفاتحة وغیرھا مما یطلق علیه اسم القرآن فما معنی قوله ان ماتیسر ھو الفاتحة لاغیر فھل ھذا الا تحکم بلادلیل۔ واختیار وجوب والفرضیة لا مدخل له فی التیسیر فثبت ان قیل المعترض تحکم۔ تحکم بلادلیل۔ بل

فائدہ لطیفہ

الانصاف ما اتی المجیب فی رد ھذا الاعتراض شئ یعتد بہ ویعتمد علیہ ۔
فائدۃ لطیفۃ واعتراض العینی علی النووی اعتراضا رابعا وما حال حولہ صاحب الرسالۃ والوجہ لدیہ ۔ وھو ھذا قال النووی اما حدیث ما تیسر محمول علی ما زاد علی الفاتحۃ بعدھا انتہی ملتقطا ۔ قال العینی واما قولہ علی ما زاد علی الفاتحۃ بعدھا ۔ فمن این یدل ظاھر الحدیث علی الفاتحۃ حتی یکون قولہ ما تیسر الا علی ما زاد علی الفاتحۃ **ومع ھذا** اذا کان مامورا بما زاد علی الفاتحۃ یجب ان تکون تلک الزیادۃ ایضا فرضا مثل الفاتحۃ ولم یقل بہ الشافعی رحمہ اللہ انتہی ملتقطا **قولہ** یہ حدیث جعفر بن میمون سے روایت ہے۔ اور وہ ثقہ نہیں **اقول** (۱) تقریب التہذیب میں لکھا ہے جعفر بن میمون التیمی صدوق یخطی من السادسۃ انتہی۔ اور میزان الاعتدال میں ہے جعفر بن میمون قال مرہ صالح الحدیث ۔ وقال الدارقطنی یعتبر بہ وقال ابن عدی لم ار حدیثہ منکرا انتہی بحذف البعض۔ اگرچہ جعفر بن میمون میں بعض ثقات کی کلام ہے الا یہ کلام بہ نسبت محمد بن اسحاق کے کلام کے نہایت ہی کمتر ہے۔ یحیی بن قطان کہتا ہے اشھد ان محمد بن اسحاق کذاب اور سلیمان تیمی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکو دجال من الدجاجلہ فرمایا ہے۔ دیکھو میزان الاعتدال جبکہ اوسکی حدیث کو آپ بلا دغدغہ قبول فرماتے ہیں تو پھر اس میں کیا تامل ہے علی انہ قد ضعفہ احمد وجماعۃ کما ذکرہ العلامۃ الزیلعی (۲) جعفر بن میمون کے طریق میں کلام ہی سہی مگر اس طریق کے سوا اس حدیث کا اور بھی طریق ہے۔ جس میں جعفر بن میمون نہیں **روی الطبرانی** فی معجمہ الاوسط من حدیث ابراھیم بن طھمان عن الحجاج بن ارطاۃ عن

عبد الکریم عن ابی عثمان عن ابی ھریرۃ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی فی اھل المدینۃ ان لا صلوۃ الا بقراءۃ ولو بفاتحۃ الکتاب انتھی ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ ۔ اور اس حدیث کا اور بھی طریق ہے اخرج ابو محمد الحارثی فی مسندہ ۔ و ابن عدی ۔ لکن اس طریق کو زیلعی نے کہا ہے کہ ضعیف ہے ۔ (۳) جعفر بن میمون کا طریق ضعیف ہی سہی ۔ الا چونکہ اوسکی مؤید قرآن ۔ اور حدیث فاقرؤا ماتیسر من القرآن ہے پس جبر ضعف کا ہوا **قولہ** آپکی روایت اس روایت سے کسطرح بڑھ کر نہیں **اقول** اس روایت میں بھی وہی جعفر بن میمون موجود ہے ۔ پھر اس روایت کو کسطرح مزیت اور فوقیت ہے ۔ **روی** ابو داؤد حدثنا ابن بشار اخبرنا یحیی اخبرنا جعفر عن ابی عثمان عن ابی ھریرۃ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی ان لا صلوۃ الحدیث انتھی **قولہ** یہ حدیث احادیث مصرح بفرضیت کا مقابلہ ہی کب کرسکتی ہے **اقول** (۱) وہ احادیث مصرح ہی کہاں ہیں ۔ اور جو بیان ہوئی ہیں وہ مثبت فرضیت نہیں ۔ جیسے جابجا معلوم ہوچکا ہے (۲) اگر یہ حدیث تن تنہا ہی ہوتی تو شاید ۔ جبکہ اس کے مؤید اور معاضد اور احادیث صحاح اور قرآن موجود ہے ۔ تو پھر مقابلہ نہ کرنے کی کیا وجہ ۔ **قولہ** ابوہریرہ کا فتوی اسکے خلاف ہے ۔ الی آخرہ قال آپ کی اصول میں وہ روایت حجت نہیں رہتی **اقول** یہ قاعدہ ہمارے اصول میں اسطرح ہے وان عمل الراوی بخلاف ما روی قبل الروایۃ لا یجرح بجواز انہ کان مذھبہ ... بالحدیث وکذا اذا لم یعلم التاریخ لانہ حجۃ بیقین فلا تسقط بالشک تلویح و توضیح ص ۳۱۶ اب آپ ہی تاریخ بیان فرما دیجئے یقینی نہیں تو ظنی ہی سہی ۔ پھر ہمارا عمل اور ہماری اصول کا قاعدہ کیونکر ٹوٹا ۔ اور یہ حدیث ہماری اصولی قاعدہ کے موجب قابل عمل ہی رہی **صاحب رسالہ**

نے اس قاعدہ کی تفصیل ملاحظہ نہین فرمائی۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے **قولہ**
القرآن معرف باللام ہے اور حنفیہ کے اس اصل کو الف لام مین عہد اصل ہے
اقول اولاً عند العلماء مشہور یہ ہے۔ کہ لام چار قسم پر بین تقسیم ہین **اللام**
بالاجماع لتعریف مدخولها فاما ان یشار بها الی الحقیقة من حیث هی هی من غیر
نظر الی الافراد۔ فهی لام الجنس۔ واما ان یشار بها الی حصة معنیة من الحقیقة
فهی لام العهد الخارجی۔ او الی حصة غیر معنیة من الحقیقة وهی لام العهد
الذهنی۔ او الی جمیع افراده الحقیقة فهی لام الاستغراق۔ فالاول مثل
الرجل خیر من المرأة۔ والثانی مثل جاءنی رجل فقال الرجل کذا۔ والثالث
مثل ادخل السوق۔ والرابع مثل الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا
الصلحت۔ هذه خلاصة ما فی التلویح اور الف لام کی اقتضا عموم میں علماء کے
تین مذہب ہین **الاول** اذا کان هناك معهود حملت علی العهد فان لم
یکن حملت علی الاستغراق والیه ذهب جمهور اهل العلم **والثانی**
انها تحمل علی الاستغراق الا ان یقوم دلیل علی العهد **والثالث** انها
تحمل عند فقد العهد علی الجنس عن غیر استغراق اب استفسار طلب یہ امر
ہے۔ کہ القرآن میں عہد ذہنی ہے یا خارجی۔ اگر ذہنی ہے تو ذہنی کا مشارٌالیہ الحصہ
غیر معین ہوتا ہے کما مرّ لہذا اسکو حکما نکرہ کہتے ہیں۔ پس اس تقدیر پر معنی
آیت کے یہ ہوے۔ جبکہ کوئی حصہ قرآن کریم کا (فاتحہ ہو یا اوس کے سوا) پڑھا جاوے
تو اوسکو سنو۔ اور چپکی رہو۔ کچھ نہ پڑھو۔ اور حدیث شریف کا مضمون یہ ہے
کہ فاتحۃ الکتاب پڑھو۔ چپ نہ رہو۔ پھر تطبیق سہل کیونکر ہوئی۔ **الحاصل**
اس تقدیر پر معنی آیت کے توصیح الاتطبیق سہل نہیں **ھاں** وہ تطبیق جوکہ جابر
رضی اللہ عنہ نے دی ہی البتہ وہ سہل ہے۔ یعنے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب

اذا کان وحدہ ذکرہ الترمذی یعنی یہ حدیث منفرد کے لئے ہی مقتدی کو لئی نہیں۔
اور آیت کریمہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون مقتدی کیواسطے
ہے۔ یہ تطبیق آسان اور سہل ہے۔ علاوہ ازاں صحابی جلیل القدر۔ لغت دان۔
محاورہ شناس۔ عالم النصوص۔ مصاحب الصحبت۔ کی ہی۔ اور یہی مختار
حنفیہ کرام کا ہے۔ اور اگر عہد خارجی تو مشارٌ الیہ خارجی کا ایک حصہ معنیہ حقیقت
کا ہوتا ہے اور وہ مسبوق الذکر ہی ہونا چاہیئے **کقولہ تعالی** فارسلنا الی
فرعون رسولا۔ فعصی فرعون الرسول **و** کقول القائل جاء رجل فالرجل
کذا۔ پھر یہاں کونسا حصہ خاص قرآن کا مسبوق الذکر ہے۔ کہ وقت پڑھنے قرآن
کے بخصوصہا اوسی کا سننا فرض ہے۔ اور کونسا قرینہ اوس خاص حصہ کی
تقرر پر دال ہے۔ اسکی علاوہ۔ اس تقدیر پر معنی آیت کے یہ ہوئے۔ جبکہ ایک خاص
حصہ یعنی فلان آیت۔ یا فلان سورت۔ قرآن کریم کی پڑہی جاوے تو اوسکو سنو۔ کہ
اوسی کا سننا وقت قراءت قرآن کی فرض ہی۔ اور فلان آیت یا فلان سورۃ۔ جبکہ
پڑہی جاوے۔ تو تمہیں اختیار ہے۔ سنو یا نہ سنو۔ فرض نہیں **وھو کما**
تری سخیف جدًا۔ لا یقول بہ احد ولا تقتضیہ الایۃ **ثانیا** القرآن کا لفظ معرف
باللام۔ کتاب کریم میں بہت جگہہ واقع ہے۔ حسب تجویز مؤلف رسالہ کے وہان بھی
عہد ہونا چاہیے۔ وھو بمراحل بعید عن التحقیق۔ وایضاً لا یستقیم المعنی
کما لا یخفی علی منزلہ قلب سلیم۔ قال عز من قائل ولقد صرفنا فی ھذا
القرآن **وایضاً** ما انزلنا علیک القرآن لتشقی **وایضاً** طس تلک
آیات القرآن وکتاب المبین **وایضاً** ان الذی فرض علیک القرآن لرادک
الی معاد **وایضاً** یس۔ والقرآن الحکیم **وایضاً** ولقد ضربنا للناس فی
ھذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون **وایضاً** ق۔ والقرآن المجید

وایضًا ولقد یسّرنا القراٰن للذّکر **وایضًا** الرّحمٰن علّم القراٰن۔ وایضًا اذا قرأت القراٰن فاستعذ باللہ **وایضًا** انّ ھٰذہ القراٰن یھدی للّتی ھی اقوم ط انکے ماسوا کثیرًا من المواضع میں القراٰن کا لفظ معرف باللام واقع ہے ولامعنی العھد فی ھٰذہ المواضع کما لایخفی **قولہ** امر بالشئی اسکی ضد کی نہی کا مُستلزم نہیں دیکھو اپنا اصول **اقول** حسب الحکم ہمنے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت دیکھی تو اوس میں یہ فال کھلی **مسئلہ** وجوب الشئی یتضمن حرمۃ ضدہ وقیل الامر بالشئی یقتضی کراھۃ ضدہ وقیل الامر بالشئ نفس النھی عن ضدہ وقیل لیس الامر نھیًا عن الضّد ولا متضمّنا لہ عقلا وعلیہ المعتزلۃ وعامۃ الشافعیّہ انتھی مختصرًا۔ پھر نور الانوار تو اوسمیں یہ عبارت پائی قیل الامر بالشئی یقتضی النّھی عن ضدہ والنھی عن الشئی یکون امرًا بضدّہ فیدل الامر علی تحریم ضدہ والنھی علی وجوب ضدہ۔ فان کان لہ ضد واحد فیھا وان کانت لہ اضدادکثیرۃ ففی الامر یحرم اضدادہ۔ وفی النھی یکفی لہ الاتیان بواحد من الاضداد غیر معین۔ وھٰذا ھو مختار الجصاص۔ وعندنا الامر بالشئی یقتضی کراھۃ ضدہ انتھی مختصرًا۔ ازان بعد حصول المامول کو دیکھا اوسمیں صاف یہی ہے ذھب الجمھور من اھل الاصول ومن الحنفیّۃ والشافعیّۃ والمحدثین الی ان الشئی المعین اذا امر بہ کان ذلک الامر بہ نھیًا عن الشئی المعین المضاد لہٗ۔ سواء کان ضدًا واحدًا اوکان الضّد متعددًا الی اٰخر ما قال۔ وقال الرازی۔ والقاضی ابوزید۔ والصیرفی۔ وصدرالاسلام واتباعھم من التاخرین۔ الامر یقتضی کراھۃ ضدہ ولوکان ایجابًا انتھی مختصرًا وملتقطًا اور تلویح وغیرہ کے عبارات نقل نہیں کئی گئی۔ خوفًا للاطناب

اب گزارش ہی۔ کہ ہماری اصول میں تو یہی لکھا ہے۔ امر الشئی مستلزم نہی ضدہ اوکراہتہ ضدہ کا ہے آپنے کہان سے اسکی نفی کا التزام فرمایا۔ کسی کتاب مین لکھا پایا۔ یا سنا سنایا ہے الزام لگایا۔ پس مطلق قرارت یا قرارت فاتحہ کی نہی یا کراہتہ واسطے مقتدی کے اس آیہ شریفہ سے ثابت ہوئی **قولہ** استماع کی تخصیص جھری نمازون کے ساتھہ اور انصات کی سریہ کے ساتھہ مستلزم ظنیت عموم ہے

اقول۔ تفسیر کبیر مین ہی۔ الانصات السکوت فی الاستماع۔ یقال نصت و انصت وانتصت بمعنی واحد انتھی اور فتح القدیر میں ہی الانصات لا یخص الجھریۃ لانہ عدم الکلام لکن قیل ان السکوت للاستماع لا مطلقا وحاصل الاستدلال بالایۃ ان المطلوب امران الاستماع۔ والسکوت۔ فیعمل بکل منھما والاول یخص الجھریۃ والثانی لا۔ فیجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القرائت مطلقا وھذا بناء علی ان ورود الایۃ فی القرائت فی الصلوۃ وھو کذلک الخ **حاصل ترجمہ** چپکے رہنا نمازوں جہریہ کی ساتھہ مخصوص نہیں۔ کیونکہ انصات کے معنے نکرنا کلام کا ہے۔ اور کسی کا کہنا کہ چپکے رہنا واسطے سماع قرآن کی ہی۔ پس سریہ میں سکوت آیت سے ثابت نہ ہوئی۔ تو اوسکا جواب یہ ہے۔ کہ آیت مشتمل دو حکمون پر ہی۔ اول استماع قرآن دوم چپکے رہنا۔ فاستمعوا مخصوص بجہریہ ہے۔ وانصتوا جہریہ سریہ دونون کو شامل ہے۔ پس مقتدی کو چپکے رہنا نماز جہریہ اور سریہ میں لازم ہوا۔ اور یہہ دلیل اسپر مبنی ہی کہ ورود اس آیۃ کا درباب قرات فی الصلوۃ ہو۔ سو یہہ امر ایسا ہی ہے **الی آخرہ** اب گزارش ہی اول تو کلام صاحب رسالہ کے ماذکر کے خلاف ہی۔ خیر اس سی قطع نظر مقصود اس کلام سی یہہ ہے کہ فاستمعوا اپنے معنے موضوع لہ میں (یعنی جب قرآن جہر اپڑہا جاوی تو سنو) مستعمل ہی

تو پھر ظنیت کہاں سے آگئی۔ پس اب آیتہ کریمہ اپنی عموم پرہی مخصوص نہیں فلا
یجوز تخصیصه بالظنی **قوله** یہ آیتہ اپنے اطلاق عموم پر بالکل نہیں الے آخر
ما قال تخصیص خبر واحد سے ممنوع نہ ہوگی **اقول** قبل از جواب تین مسئلوں کا
بیان کرنا ضروریات سے ہے۔ تاکہ مسئلہ تخصیص کی حقیقت پوری پوری معلوم ہو۔
مسئلہ اول تخصیص مصطلح کی تعریف والتخصیص فی الاصطلاح هو قصر
العام علی بعض مسمیاته بکلام مستقل موصول۔ فان لم یکن کلاما۔
بان کان عقلا اوحسا اوعادة اوعرفا لم یکن تخصیصا اصطلاحا ولم یصر
ظنیا۔ وکذا ان لم یکن مستقلا بل کان تغایة اوشرط اواستثناء او
صفة وسیجئ تفاصیلها۔ وکذا ان لم یکن موصولا بل کان متراخیا
لا یسمی تخصیصا بل یسمی نسخا انتھی نور الانوار منه عینه **مسئلہ**
ثانیہ مخصص کی تاخیر جائز ہے یا نہ۔ **مسلم الثبوت** میں لکھا ہے لا یجوز
تاخیر المخصص عند الحنفیة۔ خلافا للشافعیه۔ وفی موضع اخر منه۔
والحق ان المتراخی ناسخ اولا کان او ثانیا انتھی۔ اور **تلویح** میں ہے و
مذهبنا فی المتاخر انه نسخ لا تخصیص انتھی **مسئلہ ثالثہ** عام وضعاً
اپنے جملہ افراد کو مستغرق ہے۔ اور جن افرادوں کو متناول ہو اون افراد میں
اوسکا حکم قطعی ہے۔ تو تخصیص عام جبتک کہ قطعی کے ساتھہ نہ ہو لے ظنی (یعنی
خبر واحد وقیاس) سے جائز نہیں۔ کیونکہ جب عام اپنی جملہ افراد کو من حیث الوضع
مستغرق ہے۔ تو بعض پر اطلاق کرنا یا اطلاق علے الکل الجزو یا تسمیة الجزء باسم الکل
کے قبیلہ سے ہے۔ پس احتمال تخصیص عام میں ایساہی جیسا کہ احتمال مجاز حقیقت
میں ہی۔ اور ظاہر ہے کہ احتمال مجاز قطعیہ معنی حقیقی کو مضر نہیں۔ جبتک
کہ کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ نہو **فی التوضیح** وعندنا هو قطعیٌ

مساوٍ للخاص وسیجیئ معنے القطع فلا یجوز تخصیصه لواحدٍ منهما ۔ ماله
بعض بقطعی ۔ لان اللفظ متی وضع لمعنی کان ذلك المعنی لازماً له الا ان
تدل القرینة علی خلافه ۔ ولو اراد البعض بلا قرینة ۔ لارتفع الامان عن
اللغة والشرع بالکلیة ۔ لان خطابات الشرع عامة والاحتمال الغیر
الناشی عن دلیل لا یعتبر فاحتمال الخصوص ههنا کاحتمال المجاز فی الخاص
انتہی مذکورہ مسائل سے ثابت ہوا ۔ کہ تخصیص مصطلح وہ ہے کہ کلام مستقل موصول
سے ہو ۔ بحکم مسئلہ اولے کے ۔ اور متاخر کو ناسخ کہتے ہیں ۔ نہ تخصیص بحکم مسئلہ ثانیہ
کے ۔ اور مجرد احتمال غیر الناشی عن دلیل عام کو قطعیت سے خارج نہیں کرتا ۔
بحکم مسئلہ ثالث کے ۔ کیونکہ اگر مجرد احتمال سے عام ظنی ہو تو چاہیئے کہ خاص بھی ظنی
ہو ۔ اسلئے کہ اس میں بھی احتمال مجاز قائم ہے اور وَارْکَعُوْا بھی ظنی ہو ۔
کیونکہ رکوع بمعنے انحنا ہے ۔ اس میں احتمال ہے کہ کسی طرح کا انحنا ہو ۔ اور
کسیطرف ہو ۔ اور یحتمل کہ بمعنی مجازی ہو ۔ اور وَاسْجُدُوْا بھی ظنی ہو ۔ کیونکہ
سجدہ کے معنے وضع علی الجبهة علے الارض ہیں ۔ اسمیں احتمال ہے کہ وضو سے
ہو یا بغیر وضو ہو ۔ قبلہ کیطرف ہو یا جنوب و شمال کیطرف ۔ اور احتمال ہے کہ بمعنی
مجازی ہو ۔ اور اٰمَنُوْا بھی ظنی ہو کیونکہ ایمان بمعنی گرویدن یعنی مان لینا
ہے ۔ اسمیں احتمال ہے کہ صرف زبانی ہو ۔ اور جائز ہے کہ معنی مجازی ہو وغیرہ
وغیرہ ۔ خاص خاص احکام کا ذکر کیوں کیا جاوے ۔ بلکہ چاہیئے کہ بتجویز صاحب
رسالہ کے کوئی حکم قرآنی اور نبوی قطعی نہو ۔ کیونکہ مجرد احتمال وہمی تو ہر ایک
میں پیدا ہو سکتا ہے ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوۃ وغیرہ احکامات سب کو ظنی
کہنا چاہیئے ۔ قطعی کا نام و نشان ہی نہ رہا ۔ الغرض ایسے ایسے احتمالات وہمیہ تو
ہر ایک حکم میں موجود ہیں ۔ پھر چاہیے کہ کوی حکم قطعی نہ ہو وهو ظاهر البطلان ۔

پس تمام جو اپنے افراد کو قطعًا اور یقینًا شامل ہے۔ اور متناول ہے۔ جبتک کہ کسی قطعی دلیل سے مخصوص نہوئی۔ اوسکی تخصیص خبر واحد سی۔ جو ظنی ہی جائز نہیں اسلئی کہ جسکو قطعی متناول قطعًا اور یقینًا ہے اوسکا ابطال ظنی سی کب جائز ہے اور **طرفہ** یہہ ہی کہ لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب میں احتمال نفی فضیلت اور اجزا کا ناشی از دلیل موجود و قایم ہے۔ پھر اسکو تو بلا دغدغہ قطعی مثبت فرضیت مان لیا۔ ظنیت نے یہاں کچھہ اثر ہی پیدا نکیا۔ اس تفصیلی جواب سے **صاحب رسالہ** کی آیندہ جواب بھی بہت سے رد ہو گئے **فاحفظہ فانہ ینفعک** علاوہ اسکی مشرق میں پڑہنی۔ تو مغرب والونکو سننا اور چپ رہنا کہنا مقتضی **فاستمعوا** کا اسکی رد کی لئے کافی ہے کیونکہ فاستمعوا کا مقتضی مقتضی ہے۔ کہ چپ رہنا اون لوگونکے لئے ضروری ہی۔ جو کہ استماع کرسکیں۔ مشرق میں پڑہنی سی مغرب والی استماع نہیں کرسکتی **صاحب** رسالہ نے فاستمعوا کے لفظ کیطرف خیال نفرما کے مونہہ آئی بات کہدے۔ گو کہ لفظ مقتضی ہو یا نہو **قولہ** آیت عام ہے اور عام کی تخصیص سنت ثابتہ سی صحابہ کرام نے جائز رکھی ہی **اقول** سنت ثابتہ یعنی قطعیہ مشہورہ اور متواترہ سے صحابہ کرام نے تخصیص جائز رکہی ہے۔ وھذا ھو مذھب اصحابنا الحنفیۃ الکرام۔ اور سنت ظنیہ سی جائز نہیں فلا یضرنا ھذا المقال **قولہ** تخصیص خبر واحد سی صحابہ کا معمول تہا **اقول** جن صحابے نے خبر واحد سی تخصیص جائز رکھی ہی۔ اوسکا نام او وہ حدیث میدان میں لائی حتی نراھا۔ اور جناب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ سے استدلال فرمایا۔ اول تو یہ حدیث خبر واحد ہی نہیں کما تحقیقہ۔ دوم اگر فرضًا تسلیم کریں تو اوس کی قطعیت فوق المتواتر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہی۔ لانہ سمع مشافھۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھو بحر العلوم فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں ولو سلم العموم فلیس ھذا من الباب فی شیٔ فان تخصیص خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما کان لانہ کان قاطعاً عندہ مثل قطعیۃ الکتاب فانہ سمع مشافھۃ فالقطع فیہ فوق القطع من المتواتر ومن ہٰہنا ظہر لک ان ماجرح بہ الخبیث النصیر الطوسی فی شان **صدیق الاکبر** انہ خصص الکتاب بخبر الواحد۔ فمن غایۃ حماقتہ وبلادتہ وجھلہ عصمنا اللہ ولسائر المسلمین عنہ۔ واما تخصیص غیرہم فلانہ کان مقطوعاً عندہم الیٰ آخرہ انتھی وقدمر فیمامر **قولہ** جمہور اہل اسلام نے عام کی تخصیص کو جائز کہا ہے **اقول** جواز تخصیص عام میں تو کلام ہی نہیں۔ کلام تو تخصیص العام بخبر الواحد میں ہے سو اوسکا یہاں ذکر ہی نہیں **قولہ** امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عام کی تخصیص خبر واحد سے جائز الخ **اقول** اسکا جواب فاقرؤا ماتیسّر کے جوابوں میں گزر چکا ہے فلینظرہ ثمہ اور جہاں انکی دلائل مذکور ہیں وہاں اون کی جواب بھی مسطور ہیں **قولہ** نواں جواب **اقول** اسکا جواب چوتھی جواب میں مذکور ہو چکا ہے۔ تکرار موجب طوالت کلام ہے اوسی کو ملاحظہ کریں۔ **قولہ** دسواں جواب الخ قولہ تعالیٰ میں اب تک کسینے منع نہیں کیا **اقول** نمبر ۱۰ سے ۱۱ سے ۱۲ سے ۱۳ سے ۱۴ تک ان سب کا بلکہ اس سے ماقبل کے بہت جوابوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ صرف گنتی ہی بڑہائی گئی ہے۔ کما لا یخفی علی الناظر سو انکا جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تخصیص مصطلح نہیں تاکہ مورث ظنیت عام ہو کیونکہ تخصیص عام مصطلح تو قصر العام علی بعض مسمّیاتہ بکلام مستقل موصول کو کہتے ہیں۔ سو اگر تخصیص بکلام نہو۔ یا بکلام ہو۔ اور مستقل نہو۔ یا بکلام مستقل ہو۔ اور موصول نہو۔

یہ سب اقسام تخصیص مصطلح کے نہیں۔ اور نہ ان تحقیقات سے عام ظنی ہوتا ہے
ورنہ اللہ خالق کل شئ و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا
مخصوص البعض ہیں لا نا نعلم فی الاول قطعاً انہ لیس خالق لنفسہ وفی الثانی
انہ لیس بمتناول للصبی و المجنون پھر ظنی ہوں وکذلک **قولہ تعالیٰ**
اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ الآیۃ ونظائرھا بھی مخصوص البعض ہیں
لخروج الصبی والمجنون ظنی ہوں **قال صاحب التلویح** لا یتوھم ان
خطابات الشرع التی خص منھا الصبی و المجنون بالعقل دلیل فیہ شبہۃ
کالخطابات الواردۃ بالفرائض فانہ یکفر جاھدھا اجماعاً مع کونھا مخصوصۃ
عقلاً۔ فان التخصیص بالعقل لا یورث شبہۃ۔ فان کل ما یوجب العقل
تخصیصہ یخص و الا فلا انتھی۔ پس ثابت ہوا کہ ایسی ایسی تحقیقات سے عام
مخصوص البعض مصطلح (یعنی الذی تمکن فیہ شبہۃ) نہیں ہوتا اور نہ یہ
تحقیقات مورث شبہ کے عام میں ہیں فکیف یجوز تخصیصہ بالخبر
الواحد الذی ھو ظنی کما مر فیما سبق **قولہ** پندرہواں سولہواں جواب
اقول ان ہر دو جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ فاتحۃ الکتاب کی حدیث قراۃ الامام
کی حدیث سے کم نہیں۔ اور یہ حدیث متواتر ہے۔ سو ان دونوں امر کا جواب مفصل فاقرؤا
ما تیسر من القرآن میں گزر چکا ہے فلینظر الطالب ثمہ **قولہ** سترہواں جواب۔
آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے الی قولہ تو یہ آیت محتملہ حجت قطعیہ ہونے کے
قابل نہیں **اقول** اختلاف شان نزول مستلزم ظنیت آیۃ کا نہیں۔ اگر یہ اختلاف
مستلزم ظنیت کا ہو تو بڑا حصہ قرآن کریم کا ظنی ہو کما لا یخفی علی من یعلم اسباب
النزول چنانچہ نظیراً بعض آیات واسطے ملاحظہ کے حوالہ قلم ہوتی ہیں **قال عز
من قائل** انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ الآیۃ قد اختلف

الناس فی سبب نزول ھذہ الایۃ فذھب الجمہور الی انہا نزلت فی العرنیین، وقال مالک والشافعی وابو ثور واصحاب الرائ انہا نزلت فیمن خرج من المسلمین بقطع الطریق ولسعی فی الارض **نیل المرام** اخرج الشیخان عن المسیّب قال لما حضر ابا طالب الوفاۃ (وذکر القصۃ) فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنک فنزلت ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الایۃ **واخرج الترمذی** وحسنہ عن علی رضی اللہ عنہ قال سمعت رجلا یستغفر لابویہ وھما مشرکان۔ فقلت أتستغفر لابویک وھما مشرکان۔ فقال استغفر ابراھیم علیہ السلام لابیہ وھو مشرک فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واخرج الحاکم وغیرہ عن ابن مسعود خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما الی المقابر فجلس الی قبر منہا۔ فناجاہ طویلا ثم بکی فقال ان القبر الذی جلست انہ قبر امی وانی استاذنت ربی فی الدعاء لہا فلم یاذن لی فانزل علی۔ ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الایہ **اتقان** ص۲۷ اورآیۃ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کے شان نزول میں بھی اختلاف ہی **ما اخرجہ** ابن جریر وابن ابی حاتم میں کچھ ہے۔ اور **ما اخرجہ الحاکم** وغیرہ میں کچھ اور ہے۔ دیکھو اتقان صفحہ ۲۵ **روی** انہ علیہ السلام قال کنت بحراء فنودیت فنظرت عن یمینی وشمالی الی اخرما قال فنزل جبرئیل وقال یایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر وقیل تاذی من قریش فیعطی بثوبہ متفکرا او کان قائما متدثرا فنزلت دیکھو **بیضاوی** صفحہ ۳۹۵ تو اسمیں بھی اختلاف ہی سورہ والضحی کے شان نزول میں بھی اختلاف ہے **ما اخرجہ الشیخان** میں کچھ اور ہے اور **ما اخرجہ الطبرانی** اور ابن شیبہ میں کچھ

اور ہے۔ دیکھو اتقان ص ۴۵ اور بیضاوی اور فاتحۃ الکتاب کے شان نزول میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ اکثر کا قول یہہ ہے۔ کہ سب سے اول یہی نازل ہوئی ہے۔ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ اول اقرأ نازل ہوئی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اول نازل ہوئی ہے۔ وقیل یاایھا المدثر اور بعض کہتے ہیں سورۂ فاتحہ مکی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ مدنی ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ دوبارہ نازل ہوئی ایکدفعہ مکہ میں اور دفعہ دوم مدینہ میں۔ اور بعض کا قول ہے کہ نصف مکہ میں اور نصف مدینہ میں نازل ہوئی دیکھو اتقان وعلی ہذا القیاس بہت آیات احکامی وغیرہا کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ اگر اختلاف موجب عدم حجت ہے۔ تو بہت آیات قرآنی قابل حجت نہیں رہتیں

قولہ استماع اور انصات آہستہ قرات کا مانع نہیں **اقول** مستعینا باللہ **اولا** اس آیۂ کریمہ میں باری تعالے نے حکم قرات کے بعد فاستمعوا۔ فرمایا۔ استماع مع القرات سرّیہ بنظر ظاہر چونکہ ممکن تہا یعنے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص قرآن کریم سنتا بھی ہے اور سرّا کچھہ پڑھتا بھی ہے۔ اس لیے دفعا لذلک اوس کے بعد وانصتوا فرمایا۔ کہ ایسا مت کرو بلکہ جب قرآن کریم پڑھا جاوے تو سنو۔ اور چپکے رہو۔ کچھہ نہ پڑھو۔ اگر آیۂ کریمہ کو اون معنوں پر حمل کیا جاوے جن پر صاحب رسالہ نے حمل کیا ہے تو وانصتوا کا سوا تکرار بیفائدہ کے کوئی فائدہ معتد بہا نہیں رہتا وکلام اللہ کا ہے عزمجدہ علو عن ذلک علوا کبیرا۔ فثبت ان ذلک المحمل غیر سدید اور انصات آہستہ قرات کا مانع ہے **انتباہ** یہ جواب تسلیم اتحاد معنی سماع اور استماع پر مبنی ہے۔ والا بینہما فرق وسیاتے۔ **ثانیا** علامہ ابن الھمام نے لکھا ہے۔ الانصات عدم التکلم انتھی۔ جب انصات کے معنی عدم التکلم کے ہوئی۔ تو قراۃ سرّا کو کوئی عدم التکلم نہیں کہتا۔ کیونکہ کوئی اہل محاورہ نہیں کہیگا۔ کہ تکلم زید ثم انصت

کے معنی یہہ ہیں۔ کہ زید بعد کلام کے چپکا تو ہو گیا الا اسکا ارادہ ضرور کلام کرتا ہی ہا

ثالثاً قال الرازی الانصات السکوت والاستماع یقال نصت وانصت و
انتصت بمعنی انتھے۔ یعنی انصتوا کا مدلول مطابقی سکوت اور استماع ہے۔ اور تقضا
اوسکا یہ دونوں امر ہیں ایک نہیں۔ تو معنی آیت کے یہہ ہوئے۔ کہ جب کوئی شخص
قران کریم پڑہے۔ تو سامعین پر سکوت یعنی کچھہ نہ پڑہنا اور استماع لازم ہو لینتفعوا
بہ ویتدبروا مافیہ من الحکم والمصالح اور بقول **صاحب رسالہ** کے معنے
انصتوا کے یہہ ہوئے۔ کہ بوقت قرات قرآن کو استماع لازم ہی۔ اور سکوت بمعنی
مذکور لازم نہیں۔ اوّل تو مقتضی انصتوا پر عمل ہے کہاں۔ دوم یہ تقسیم نہایت
عمدہ ہے کہ ایک لفظ کا نصف مدلول فرض ہو اور نصف فرض نہیں **رابعاً**
روی الخمسۃ الا الترمذی انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا
واذا قرأ فانصتوا۔ واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ
فقولوا ربنا ولک الحمد۔ اس حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت
اقتدا اور ایتمام کی بیان فرمائی۔ بعض امور میں امر بالمشارکت اور بعض میں امر
بالسکوت اور بعض میں جواب دینا ارشاد فرمایا۔ واذا قرء میں فانصتوا فرمایا۔
اور یہہ نفرمایا کہ جب امام قرات پڑہے تو تم بھی آہستہ قرات پڑہو۔ اور بعض
اخبار سے جو قرات فاتحہ خلف الامام کا پڑہنا معلوم ہوتا ہے اونکا جواب ہو چکا ہے۔
پس انصتوا کو حمل قرات سریہ پر کرنا خلاف تقسیم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے
فلا یعتد بہ۔ **خامساً** حدیث شریف میں سکتۃ ھنیئۃ کا لفظ واقع ہے
وانصت ھنیئۃ کا لفظ واقع نہیں۔ پس جائز ہے کہ قرات سریہ مع السکوت مجامع
ہو اور مع الانصات مجامع نہو۔ لان الانصات السکوت والاستماع معاً۔ لا
السکوت فقط فیکون قیاس السکوت علی الانصات مع الفارق **سادساً**

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں سکوت بین الجہرین ہے۔ یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ اکبر جہرًا فرمایا۔ آور پہر قرارت بہی جہرًا پڑہے اور دونوں کے درمیان تہوڑا سا سکوت فرمایا۔ توابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا باَبی انت وامی کیا آپ اس سکوت میں کچھ آہستہ پڑہتے ہیں۔ توآپنے فرمایا کہ ہاں۔ میں یہ دعا آہستہ پڑہتا ہوں۔ پس جائز ہے کہ سکوت بین الجہرین میں قرارت سرّیہ مجامع ہو۔ اور آیت میں یہ بات کہاں ہے فافترقا **سابعًا** یہ دُعا بلامعارض ہے۔ آور قرارت مقتدی کے معارض قران اور احادیث صحیح موجود ہیں فالاقتیاس علیہا **ثامنًا**۔ سکتہ بین التکبیر والقراءت ہیں چونکہ دعا حضرت ص ستے ثابت ہے توجائز ہے کہ یہ امر مخصوص ہے محل کے لئے ہو۔ عام نہو۔ فلا یجاوز غیرہ **تاسعًا** روے عن ابی بن کعب انہ لمّا نزلت ہذہ الایۃ رای اذا قرء القران) ترکوا القراءۃ خلف الامام یہ قرینہ صریحہ ہے کہ صحابہ کرام رض نے باوصف حصول برکات صحبت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال محاورہ دانی کے انصتوا سے ترک القراءۃ مطلقا سمجہا۔ نہ سکوت مع القراءۃ جیسا کہ صاحب رسالہ فرماتی ہیں فاین ہذا من ذالک **عاشرًا** انہ تعالی امراولا بالاستماع واشتغالہ بالقرآءۃ یمنعہ من الاستماع۔ لان السّماع غیر۔ والاستماع غیر۔ فالاستماع عبارۃ عن کونہ بحیث یحیط بذلک الکلام المسموع علی الوجہ الکامل کماقال اللہ تعالی لموسی علیہ السلام وانا اخترتک فاستمع لما یوحی واذا ثبت ہذا وظہران الاشتغال بالقراءۃ مما یمنع من الاستماع۔ علمنا ان الامر بالاستماع یفید النہی عن القرآءۃ مطلقًا انتہی تفسیر کبیر **لحادی عشر** علی سبیل التنزل ہم کہتے ہیں۔ کہ امتناع قرارت خلف الامام در جہریہ۔ اس آیت سے ثابت ہے اور سریہ کا امتناع اور احادیث وآثار سے جو کہ مذکور ہو چکی ہیں۔ ثمبر من

اور ثابت ہو فالمقصود حاصل **قولہ** زیلعی نے عمرو بن عمرو سے نقل کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث سلیمان سے اشہر ہے **اقول** صاحب رسالہ نے زیلعی کی پوری عبارت نقل نہیں کی۔ اشہر کے ماقبل زیلعی کی عبارت یہہ ہے ورواہ ابن ماجہ فی سننہ بسند ابی داؤد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرء الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدۃ فلیکن اول ذکر احدکم التشہد انتہی **واخرجہ** البزار فی مسندہ کذلک وقال لا نعلم احدا قال فیہ فاذا قرء فانصتوا الا سلیمان التیمی **الا** ما حدثناہ محمد بن یحیی القطیعی حدثنا سالم بن نوح عن عمرو بن عامر عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد اللہ عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنحو حدیث سلیمان التیمی واذا قرء فانصتوا انتہی۔ **و** بھذہ السند رواہ ابن عدی فی الکامل عن سالم ابن نوح العطار عن عمرو بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ بہ ولم یعلہ وانما قال وھذا الحدیث بسلیمان التیمی اشھر من عمرو ابن عامر وابن عروبۃ انتہی۔ اس عبارت سے تین باتیں حاصل ہوئیں (۱) لفظ اشہر کا زیلعی کا مقولہ نہیں بلکہ ابن عدی کا مقولہ ہے (۲) ابن عدی نے اس حدیث میں کوئی علت بیان نہیں کی ہاں یہہ کہا ہے کہ یہ روایت بہ نسبت اور رواۃ کی سلیمان سے اشہر ہے۔ (۳) بزار اور ابن عدی کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ راوی اس حدیث کا فقط سلیمان تیمی ہی نہیں۔ بلکہ اس کے راوی اور بھی ہیں **قولہ** عینی نے کہا ہے۔ اس لفظ کے خطا ہونے پر حافظوں کا اجماع ہی ان میں سے۔ ابو داؤد ابن حاتم - ابن معین - حاکم - دار قطنی - ہیں **اقول** اس نقل میں صاحب رسالہ نے سخت جسارت اور دلیری کی ہے۔ کہ عینی کی کلام کو محرفانہ بیان فرمایا۔ دیکھو عینی شرح ہدایہ کے صفحہ ۱۱۷ میں بعد قیل وقال کے یہ عبارت لکھتا ہے

فان قلت قال البیہقی فی المعرفة بعد ان روی حدیث ابی ھریرة وابی موسی قد اجمع الحفاظ علی خطاء ھذہ اللفظة فی حدیث ابوداؤد وابن حاتم وابن معین والحاکم والدارقطنی وقالوا انھا لیست بمحفوظة۔ قلت یردہ ھذا کلہ ما یوجد فی بعض نسخ مسلم ھذہ الزیادة عقیب ھذا الحدیث وصحح ابن خزیمہ حدیث ابن عیلان المذکور فیہ تلک الزیادة وقال مسلم ھو صحیح عندی یعنی حدیث الذی رواہ ابوھریرة وفیہ الزیادة المذکورة فقیل لہ لم لم تضعہ ھھنا فقال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ھھنا۔ انما وضعت ھھنا ما اجمعوا علیہ ھذا مسلم جبل من جبال أئمة الحدیث واھل النقل قد حکم بصحة ھذا الحدیث ورد بھذا الکلام البیہقی وامثالہ انتھی۔ اب ناظرین منصفانہ نظر کریں۔ اور انصاف سے کہیں کہ عینی کی کلام کو کچھ بھی نسبت صاحب رسالہ کی کلام سے ہے **قولہ** ابوخالد کا اس زیادتے میں کوئی تابع نہیں قال الزیلعی وقال (ابوداؤد) وھذہ الزیادة واذا قرأ فانصتوا لیست بمحفوظة والوھم عندنا من ابی خالد انتھی۔ وتعقبہ المنذری فی مختصرہ فقال وھذا فیہ نظر فان اباخالد الاحمر ھذا ھو سلیمان بن حیان وھو من الثقات الذین احتج بھم البخاری ومسلم ومع ھذا فلم یتفرد بھذہ الزیادة بل تابعہ علیھا ابوسعید محمد بن سعد الانصاری الاشھلی المدنی نزیل بغداد وقد سمع من ابن عجلان وھو ثقة وثقہ النسائی وابن معین وغیرھما **وقد** اخرج مسلم ھذہ الزیادة فی صحیحہ فی حدیث ابی موسی الاشعری من حدیث سلیمان التیمی عن قتادة انتھی۔ اور محمد بن سعد الانصاری کی حدیث نسائی نے اپنی سنن میں بیان کی ہے۔ دیکھو نسائی صفحہ ۱۵۳ **واخرجہ** الدارقطنی فی سننہ ایضاً ذکرہ الزیلعی ولسلیمان التیمی متابعان اخران غیر محمد بن سعد

اخرج الدارقطنی فی سننه حدیثهما وضعفهما - احدهما اسمعیل بن ابان والآخر محمد بن عیسی ابی سعد ذکره الزیلعی اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ ابو خالد اس حدیث میں متفرد نہیں - جیسا کہ صاحب رسالہ فرماتے ہیں - بلکہ اوس کے تابع کتنی ہی ہیں - کما سمعت بما ذکرنا - فاندفع به قول من قال انه منفرد ولم یتابعه احد **قوله** مسلم نے بھی یہہ بات لکھی ہے کہ یہ حدیث مجمع علیہ نہیں **اقول** مسلم رحمہ اللہ علیہ نے غیر مجمع علیہ ہونا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان فرمایا ہے - نہ حدیث سلیمان کا جیسا کہ صاحب رسالہ سے ظاہر ہوتا ہے - مسلم کے ص ۱۷۴ میں لکھا ہے قال ابو اسحاق قال ابو بکر بن اخت ابی نضر فی هذا الحدیث - فقال مسلم تزید احفظ من سلیمان - فقال له ابو بکر فحدیث ابی هریرة فقال هو صحیح عندی یعنی واذا قرء فانصتوا فقال لم تضعه ههنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتها ههنا انما وضعت ههنا ما اجمعوا علیه انتهی - اور اس حدیث کی تخریج میں جو کچھ نووی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اوس سے بھی یہی بات ظاہر کیا بلکہ اظہر ہے بلکہ نووی رحمہ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم میں اس حدیث ابی ہریرہ کو خاص لا کر گفتگو کی ہے - دیکھو صفحہ ۵ سطر ۲۰ **قوله** حقیقی جواب کا خلاصہ یہہ ہے کہ یہ حدیث احادیث حکم قراءۃ فاتحۃ الکتاب کے خلاف نہیں **اقول** اس حدیث (واذا قرأ فانصتوا) کا مضمون یہی ہے کہ جب امام قراءت پڑھے - تو تم سنو - اور کچھ نہ پڑھو اور حدیث فاتحہ کا یہہ مطلب ہے کہ جب امام قراءۃ پڑھے تو تم چپکے مت رہو اور فاتحۃ الکتاب پڑھو - اب یہ اور وہ باہم متعارض ہوئیں - کیونکہ تعارض کی تعریف علماء اصول کے نزدیک یہی ہے - التعارض فی الاصطلاح هو تقابل الدلیلین علی سبیل الممانعة فثبت انهما متعارضان (وفی المسلم وشرحه وحکمه ای التعارض النسخ ان علم المتقدم والمتأخر والا فالترجیح ان امکن والا یعمل بالاجماع لان ترک

الراجح خلاف المعقول والاجماع والا فالجمع بقدر الامكان انتهى وفى موضع
آخر ان قيل الاعمال بالدليلين اولى من الاهمال باحدهما فيقدم الجمع الذى
فيه اعمال الدليلين على الترجيح الذى فيه اهمال بالمرجوح قلنا تقديم الراجح
على المرجوح هو المعقول وعليه انعقد الاجماع فاولوية الاعمال انما هو اذا لم
يكن المهمل مرجوحا - والتحقيق ان المرجوح عند مقابلة الراجح ليس دليلا
فليس فيه اهماله اهمال الدليل انتهى **مسلم الثبوت** اور اوسکی شرح سے یہ بات ثابت
ہوئی کہ جب دو دلیلیں باہم متعارض ہوں تو عمل بالراجح کرنا چاہیئے - پس ظاہر ہی
کہ یہ حدیث سلیمان تیمی کی بوجوہات راجح ہے - حدیث عبادہ سے (۱) اس لئے کہ
اس کے مؤید قرآن کریم ہے (۲) اسواسطے کہ حدیث من کان لہ امام الحدیث مؤید اسی
کی ہے - (۳) اسی لئے کہ جملہ استثنائیہ (الا بام القرآن) حدیث عبادہ کا محفوظ
نہیں قال محقق الفن ابن المعین الجملہ استثنائیہ - اسنادہ لیس بذاک (۴)
اس لئے کہ دوسری حدیث عبادہ کی جو اسحدیث کے معارض ہے اسکو ضعیف کرتی ہے
وقد مر فیما مر وغیر ذلک من الترجیح التی ذکرناها قبل ذلک فتذکرها
پس ثابت ہوا کہ صاحب [illegible] کا یہ فرمانا کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں
ثابت ہے - وتقدیم الجمع علی الترجیح خلاف الاصول والمعقول والاجماع
علی ما ذکرہ شیخ الشیخ بحر العلوم - صاحب المسلم الفواتح **قوله** خاص
مقارنت کے ساتھ تخصیص کرلیا ہے **اقول** دونوں ساجیسا کہ کتب اصول
میں اوسکی تصریح کیگئی ہے اسطرح ہے فان تعارض العام والخاص فان لم یعلم التاریخ
حمل علی المقارنة - فعند الشافعی رحمه الله یخص العام بالخاص لانه ظنی والخاص
قطعی فلا یثبت حکم التعارض وعندنا یثبت حکم التعارض فی القدر الذی تناوله
الخاص والعام جمیعا لا فی القدر الذی تفرد العام بتناوله فان حکمه ثابت

بلا معارض وسیجئی حکم تعارض النصین عند الجهل بالتاریخ انتہی ما فی التوضیح والتلویح باختصار و التقاط **حاصل مدلول** اس مسئلہ کا یہہ ہے۔ کہ جب عام خاص باہم متعارض ہوں اور تاریخ مجہول ہو۔ تو اون دونوں کو مقارنت پر حمل کیا جاوے تو بعد الحمل عند الشافعیہ خاص مخصص عام کا ہوگا۔ اور حنفیہ کے نزدیک بین مقدار کو عام وخاص متناول ہیں۔ اوس مقدار میں ہر دو متعارض ہونگے۔ اور حکم متعارضین کا اسکے ماقبل کے قول میں گزر چکا ہے۔ پس ما نحن فیہ میں جبکہ خاص وعام متعارض ہیں تو عمل بالراجح واجب ہوا لان المرجوح فی حکم العدم پس ثابت ہوا کہ تخصیص بالمقارن شافعیہ کا قول ہی۔ نہ جملہ متاخرین اہل اصول کا **قولہ** اور اسمقام میں عبادہ ہی خاص اور عام کا راوی ہے **اقول** عام قاعدہ ہے کہ جب عام وخاص باہم متعارض ہوں تو اونکو مقارنت پر حمل کیا جاوے خصوصیت واحد ہونے راوی کے قاعدہ کا مقتضی نہین کیونکہ جب راوی واحد نہو تو کیا حمل علی المقارنۃ نہوگا۔ پس یہ کہنا کہ ہر دو کا راوی عبادہ ہے لیس لہ فائدۃ معتد بہا **قولہ** پہلا جواب الی قولہ لارسالہ وانقطاعہ **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حدیث قرأۃ الامام لہ قرأۃ کسی اہل حدیث کے نزدیک ثابت نہیں۔ مرسل اور منقطع ہے اسکا متصل ہونا ثابت نہیں۔ سو یہہ بخاری رحمہ اللہ کا محض ادعا ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث کا ثبوت و اتصال باحسن وجوہ ثابت ہے۔ **قال محمد** اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ من قال من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ اور رواۃ اس حدیث کے کلہم ثقات ہیں **قال العینی** اما ابو حنیفہ فابو حنیفۃ وابو الحسن موسی بن عائشۃ الکوفی من الثقات الاثبات ومن رجال الصحیحین و عبد اللہ بن شداد من کبار التابعین وثقاتہم۔ انتہی۔ اور ابن الہمام نے

فتح القدیر میں لکھا ہے **وقولهم** ان الحفاظ الذین عدوهم لم یرفعوه ـ غیر صحیح قال احمد بن منیع فی مسنده اخبرنا اسحاق الازرق **حدثنا** سفیان و شریک عن موسی بن ابی عائشة عن عبداللہ بن شداد عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام الحدیث **وقال** وحدثنا جریر عن موسی بن ابی عائشة عن عبداللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکره ولم یذکر عن جابر **ورواه** عبدالحمید حدثنا ابونعیم حدثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکره ـ واسناد حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین ـ والثانی علی شرط مسلم ـ فهولاء سفیان و شریک وجریر وابوالزبیر رفعوه بطرق الصحیحة فبطل عدهم فیمن لم یرفعه انتهی ـ **الحاصل** یہ حدیث بہت طرق سے مروی ہے ـ ابن الہمام اور طحاوی وغیرہ نے بخوبی بیان کئے ہیں ـ نقول عبارات موجب طوالت کلام ہے الاسمتقام پر اعلم العلماء مولوی **عبدالحی** صاحب لکھنوی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی الوفی کی کلام پر اکتفا کرتا ہوں و هذا کلامه **وتلخص** منه ان بعض طرقه صحیحة او حسنة لیس فیه شیء یوجب القدح عند التحقیق وبعضها صحیحة مرسلة وان لم تصح مسندة والمراسیل مقبولة وبعضها ضعیفة ینجبر ضعفها بضم بعضها الی بعض وبه ظهر ان قول الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی ان طرقه کلها معلولة لیس علی ما ینبغی ـ وکذا قول البخاری فی رسالة القراءة خلف الامام انه حدیث لم یثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لارساله وانقطاعه **اما** ارساله فرواه عبداللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما انقطاعه فرواه الحسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا یدری

اسمع جابر عن ابی الزبیر ام لا- انتہی- لا یخلو عن خدشات واضحۃ انتہی- کلام
الفاضل اللکھنوی- اِس کلام سے ظاہر ہے کہ **بخاری** رحمۃ اللہ علیہ کی کلام
میں بہت خدشے ہیں- پہر باوصف موجودگی خدشات کے بخاری علیہ الرحمۃ کا فرمانا
کب حجت ہوسکتا ہے **قولہ** حافظ نے کہا ہے جابر کی حدیث اوس کے کئے
طُرق ہیں صحابہ سے- اور سبھی روایتیں معلول ہیں **اقول** یہہ بہی او عاصر
ہی دیکھو اسکے طُرق صحیحہ موجود ہیں کما مرّ فیما مرّ اسلئے فاضل لکھنوی
مولنا **عبد الحیّ صاحب** نے فرمایا ہے- کہ حافظ کی کلام علے ماینبغی نہیں-
قولہ فتح الباری میں لکھا ہے الی قولہ تعارض نہیں ہے **اقول** حسنا
فتح الباری کے دعوا کا حال بھی ابن الہمام اور کلام فاضل لکھنوی سے کھلگیا- کہ
یہہ قول بھی بلا تحقیق ہے- جبکہ اسکے طرق صحیحہ یا حسنہ موجود ہیں- توپہر کیا وجہ
کہ جملہ حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے- **ہاں** البتہ جو اس کے طرق ضعیف ہیں وہ
حفاظ کے نزدیک ضعیف ہیں- نہ کہ صحیحہ بھی ضعیف ہیں- اور عام وخاص کے
تعارض کا مسئلہ پہلے بیان ہوچکا ہے- فلا نعیدہٗ **قولہ** امام کی ولایت
تمام قراءت میں سوا فاتحہ کے مسلّم ہے **اقول** رسولخدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے
تو اس ولایت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے- واذا قرأ فانصتوا یعنے جب کہ
امام قرارت پڑہی تو تم چپکے ہو اور سنو- اور قراۃ فاتحہ وماسوا فاتحہ کو شامل ہے
پھر اس ولایت عامہ کی تخصیص مقتضائے کلام شریف کا نہیں- اور فاتحہ کی حدیث
کو منفرد پر کیوں نہ حمل کیا جاوے جیسا کہ حضرت جابر صحابی جلیل القدر اور سفیان نے
حمل کیا ہے **قولہ** اس اجتماع کی ممانعت شرع میں کوئی ثابت نہیں **اقول**

اخرج محمد عن ابی حنیفۃ اخبرنا ابو الحسن موسی بن عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد
عن جابر بن عبد اللہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجل خلفہ یقرأ

فجعل رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہاہ عن القراءۃ فی

الصلوۃ۔ فلما انصرف عن الصلوۃ اقبل علیہ الرجل فقال اتنہانی عن القراءۃ

خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ

وسلم فقال علیہ السلام من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ انتہی۔

ذکرہ ابن الہمام۔ یہ ممانعت نہیں تو اور کیا ہے۔ الا۔ لانسلم کی تو کوئی حدیث نہیں۔

وذکر ابن الہمام بعد ذکر روایۃ ابی حنیفۃ۔ ھذا یفید ان اصل الحدیث ھذا

غیر ان جابرًا روی منہ محل الحکم تارۃ والمجموع تارۃ ویتضمن رد

القراءۃ خلف الامام لانہ خرج تائید النہی ذلک الصحابی عنہا مطلقا لا اباحۃ

فعلہا وترکہا انتہی۔ اور جبکہ اس حدیث سے ممانعت ثابت ہوئی۔ تو منع کا مقدم

بر اثبات ہونا بھی ثابت ہوا **قولہ** اور قوت سند کا دعوی الی آخر ما قال فائدہ نہیں

دیسکتا۔ **اقول** ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ یہ (قراءۃ

الامام الحدیث) حدیث اور جو کہ بعض روایات حدیث مالی انازع القرآن میں

فانکان لابد فالفاتحۃ اور عبادہ بن صامت رض کی حدیث جسکو ترمذی اور

ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔ اور اس میں (لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ

لاصلوۃ لمن لم یقرأ بہا وارد ہے۔ معارض ہوئیں (لا انہ رای قراءۃ

الامام الحدیث) یقدم لتقدم المنع علی الاطلاق عند التعارض ولقوۃ السند

فان حدیث المنع من کان لہ امام اصح۔ یعنے حدیث اول کی سند میں رافع بن

محمود ہے وہ مستور الحال ہے۔ **قالہ فی التقریب** اور حدیث عبادہ کی سند میں

جسکو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے محمد بن اسحاق موجود ہے۔ اور اسکا

حال پہلے اسکے دو دفعہ مذکور ہو چکا ہے۔ جبکہ ایسا راوی جو عند الثقات متکلم فیہ

بھی روایت ترمذی اور ابوداؤد میں موجود ہے۔ تو اوسکی صحت معلوم اور اس حدیث

من کان له امام کے رواۃ کلہم ثقات عند الحفاظ ہیں۔ حتی کہ ابن الہمام
نے کہا ہے کہ حدیث اول علی شرط الشیخین ہے۔ اور دوسری علی شرط
مسلم ہے۔ پس عند الموازنہ اصح ہونا حدیث من کان له امام۔ کا۔ بلا ریب ثابت
ہوا۔ اور یہ تقریر بے نظیر اور گوہر بیانے علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی صرف
مریدان راسخ الاعتقاد کے لئے۔ تسلی بخش اور روح افزا نہیں۔ اسلئے کہ وہ
تو دوا نا۔ اطاعت پیر روشن ضمیر سے سر نہیں اوٹھاتی۔ اور دلیل و کرامت اور
خرق عادات کی طالب نہیں ہوتے۔ دیکھو حضرت صدیق الاکبر راس الصدیقین
کہ بلا طلب معجزات اور رویت خرق عادات بمشیتہ سابقہ سعادت ازلی پیران پیر
جہانیان اور مقتدای عالم و عالمیان پر از صدق دل ایمان لائے۔ بلکہ منکران پیر کے
توجہ دلانے۔ اور اونکی مرکوزہ کدورات و زنگ کہن سالہ دفعہ کرنے کے لئے مصقلہ
اور مصفاۃ ہے کون دانش پسند اور ہوشمند ہے کہ آفتاب نصف النہار کو شام تصور
کرے۔ یا لعل بدخشان کو خرمہرہ جانے اللہم احفظنا من الآفات والبلیات و
الکدورات **قوله** عدم استثناء کو باطل نہیں کرتا **اقول** قبل ازین ثابت
ہو چکا ہے۔ کہ حدیث من کان له امام متصل مرفوع بلا کلام عند الاعلام ہے۔ تو یہ
استثنا بموقوف نہوا بلکہ بمتصل مرفوع ہوا۔ پس مرفوع دلائل فاتحہ کے عموم کو اور
عدم استثنا کو باطل کر سکتا ہے۔ وذلك غیر خافیۃ فالسؤال باق علی ما کان۔
قوله اور ادلہ قراءت فاتحہ۔ قرأت پر نص ہیں **اقول** اگر وہ ادلہ نص ہیں تو ادلہ
عدم قراءۃ بھی صریح ہیں قال الفاضل اللکنوی وحدیث واذا قرء فانصتوا
مع قوله تعالی فاستمعوا وانصتوا۔ صریح فی منع القراءۃ خلف الامام حین
قراءته لا خلاله باستماع انتھی۔ اس عبارت سے واضح ہے۔ کہ منع المقتدی عن القراءۃ
فقط مفہوم ہی نہیں۔ تا کہ قاعدہ تقدیم النص علی المفہوم کا اقتضا ضروری ہو۔ بلکہ

ادلہ منع المقتدی عن القرأت کے صریح ہیں - اور صریح اپنی اخوات پر دوامًا مقدم ہوتا ہے - دیکھو اصول **قولہ** ابن عمر الی قولہ فتوی آپ کے مرلو کے برخلاف ہی جیسا کہ آثار میں مذکور ہوا **اقول** ابن عمر کے فتوی کا حال تو موطا امام مالک میں کھلا کھلا موجود ہے مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرء احد خلف الامام - قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام - واذا صلى وحده فليقرأ - قال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام انتهى اب فرمائیے کہ یہ فتوی ہے یا اور کچھ اور باقی تحقیقات اسکی انشاء اللہ تعالی آثار میں گزارش ہوگی - **قولہ** یہاں اگر ترک القراءۃ کی حدیث کو مشہور مان لیا ہے **اقول** اس سے ماقبل بھی مذکور ہو چکا ہے - کہ عینی رحمہ اللہ علیہ - اس حدیث (قراءۃ الامام له قراءۃ) کو خبر واحد ہی کہتا ہے اور مانتا ہے - دیکھو عینی شرح ہدایہ مطبوعہ نولکشوری جلد اول کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ عبارت مرقوم ہے - فان قلت قوله عليه السلام قراءة الامام له قراءة معارض لقوله تعالى فاقرؤا - فلا يجوز تركه بخبر الواحد - قلت جعل المقتدى قاريًا بقراءة الامام فلا يلزم الترك او نقول انه خص منه المقتدى الذى ادرك الامام فى الركوع - فانه لا يجب عليه القراءة بالاجماع فيجوز الزيادة عليه حينئذ بخبر الواحد انتهى اس عبارت سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اس خبر کو عینی رحمۃ اللہ علیہ خبر مشہور کہتا ہے - بلکہ یہ عبارۃ صریح ہے کہ عینی رحمہ اللہ علیہ اسکو خبر واحد کہہ رہا ہے - پھر عینی رحمہ اللہ علیہ پر بار بار کیوں یہ دھینگا اور اتہام لگایا جاتا ہے - شائد صاحب رسالہ کے پاس کوئی اور خاص عینی ہوگی جسمیں یہ عبارات موجود ہو - **ہاں** اس عبارت کے ماقبل احادیث مشہورہ کا لفظ لکھا ہے - سو اس سے مراد مشہور على الالسنہ ہے نہ مصطلح والقرينة عليه كلامه المذكور بعده يعني فان قلت و قلت - اور مشہور کا اطلاق مشہور على الالسنہ پر بھی شائع ہے حافظ

ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نخبۃ الفکر میں کہتے ہیں ثم المشهور يطلق على ما قررهھنا وعلى ما اشتهر على الالسنة فيشتمل ماله اسناد واحد فصاعدا ويطلق على ما لا يوجد له اسناد واصلاً انتهى۔ پس فرمائیے کہ تقلید انصاف کی دشمن ہے۔ یا خود رائی آنکھ بند کر دیتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کے اعتراض پر آمادہ کر دیتی ہے۔ **قولہ** بخاری نے جزو القراءۃ میں فرمایا ہے وقوله فانتهى الناس بكلام الزهرى الى آخر ما قال **نووی** نے کہا ہے هذا مما لا خلاف فيه بينهم **اقول** قال ابن الملك هو من كلام ابى هريرة وقال الفاضل اللكنوى فى التعليقات اكثر رواة ابن الشهاب عنه لهذا الحديث يجعلونه من كلام ابن الشهاب ومنهم من يجعلونه من كلام ابى هريرة انتهى۔ اس سے واضح ہے کہ یہ امر مختلف فیہ ائمہ حدیث میں ہے۔ پھر نووی رحمہ اللہ علیہ کا کہنا لا خلاف فيه بينهم کہاں درست ہوا۔ اور بخاری علیہ الرحمہ کا بھی اپنی مسموع کا بیان ہے جواب اسکا بوجوہات ہے **وجہ اول** کلام زہری کا منافی ہونا کلام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نہیں ہے۔ کیونکہ زہری نے کبھی اسکو مرسل روایت کیا ہے کما روى الاوزاعى عن الزهرى فاتعظ المسلمون بذلك فلم يكونوا يقرأون فيما يجهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم كما نقله الشيخ سلامة الله فى المحلى۔ اور کبھی مرفوعاً روایت کیا ہے کما روى غيره من ائمة الحديث اور ثقہ کبھی حدیث مسنداً روایت کرتا ہے۔ اور کبھی مرسلاً۔ تو قائلین بالارسال نے ارسال سے گمان کیا کہ یہ کلام زہری سے ہی فقط۔ اور بخاری وغیرہ رحمہ اللہ علیہم نے بلاواسطہ زہری سے روایت نہیں کے تاکہ انکا قول ان هذا من كلام الزهرى۔ بیان اور نقل سند متصل ہو اور اوزاعی کا زہری سے مرسلاً روایت کرنا دلیل اسپر نہیں۔ کہ یہ کلام زہری کی ہی فقط۔ لما قلنا۔ اور نیز اوزاعی نے زہری سے اسطرح روایت نہیں کیا۔ کچھ

قطعہ حدیث کا میری کلام ہی۔ ابوہریرہ کی کلام نہیں۔ بل اتصال نظم الکلام

کما وقع فی مرویات ائمة الحدیث عن ابی هریرة ینادی علی انه من کلام ابی هریرة۔ لا من کلام الزہری **وجہ دوم** اگر ہم تسلیم کریں کہ کلام زہری سی بھی ہے۔ تو بہی ہمکو کچھ مضرت نہیں کیونکہ زہری تابعی جلیل القدر امام ائمہ الحدیث سی ہی۔ اور مرسل کا حجت ہونا فیما مر میں مبرہن ہو چکا ہے فکیف اذا اعتضد بما ذکرنا **وجہ سوم** لشرط القبول کہ یہ قول زہری کا ہے۔ زہری کا یہ قول روایت الحدیث کے قبیلہ سے نہیں۔ تاکہ صحت ورفع کے شرائط اوس میں ملحوظ ہوں۔ بلکہ اخبار وحکایات اجماع کی باب سے ہے۔ اور تابعی ثقہ جو امام ائمہ حدیث سی ہے۔ اجماع صحابہ کو بغیر نقل طرق صحیحہ کے کب ترکوا القراءة کہہ سکتا ہے وقد اعتضد بما روی ابی بن کعب وهو من فقهاء الصحابة لما نزلت۔ واذا قرئ القرآن فانصتوا۔ ترکوا القراءة الخ اور اوس کے معتضدات اور شواہد بہت ہیں۔ **حاصل کلام**۔ اس قول کا کلام زہری سے ہونا مختلف فیہ ائمہ رواۃ کا ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو بہی یہ بات ضروری الثبوت ہے۔ کہ جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی مالی انازع القرآن کو سُنا تو فیما جہر فیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ میں قراءت ترک کردی فهو المطلوب **قولہ** حدیث کا مدار ابن اکیمہ لیثی پر ہے الی آخر ما قال اور حازمی نے کہا ہے **اقول** تعلیق الممجد میں لکھا ہے۔ ابن اکیمہ بضم الهمزة وفتح الکاف مصغر اکمة واسمه عمارہ بضم المهملة والتخفیف والیاء **وقیل** عمار بالفتح والتخفیف **وقیل** عمرو بفتح العین **وقیل** عامر اللیثی ابو الولید المدنی ثقة مات سنة احدی ومائة قاله الزرقانی انتهی۔ اور تقریب میں ہی۔ عمارة ابن اکیمة اللیثی ثقة من الثالثة مات سنة احد ومائة۔ وله تسع وسبعون انتهی مختصرا۔ اور **ابو حاتم** نے کہا ہے۔ کہ صحیح الحدیث ہی۔ قاله

[illegible]

فی المیزان۔ ان نقول سے ظاہر ہے۔ کہ ابن اکیمہ لیثی۔ ثقہ صحیح الحدیث۔ اور طبقہ
ثالثہ سے ہی۔ اور حیات و وفات اوسکی بخوبی معلوم ہے۔ اور باصطلاح محدثین راوی
مجہول الحال تین قسم پر ہی (۱) مجہول العدالت باطنا او ظاہرا۔ اور وہ غیر مقبول
عند الجمہور ہے (۲) مجہول العدالت باطنا۔ لا ظاہرا۔ وہو مستور۔ اور اوس کا
مقبول ہونا مختلف فیہ ہی۔ قال بعضہم مقبول۔ وقال بعضہم لا۔ وتوقف بعضہم
الی استبانۃ حالہ وہو مختار امام الحرمین (۳) مجہول العین قال الحافظ
ابن حجر۔ فان سمی الراوی وانفرد راو واحد بالروایۃ عنہ فہو مجہول العین
کالمبہم۔ الا ان یوثقہ غیر من ینفرد عنہ علی الاصح۔ وکذا من ینفرد عنہ
اذا کان متاہلا لذلک انتہی۔ اور سید محمد ابراہیم نے کہا ہی فان سمے
المجہول وانفرد واحد عنہ فمجہول العین والحق عند الاصولیین۔ انہ اذا
اوثقہ ثقۃ۔ الراوی۔ او غیرہ قبل۔ خلافا للاکثر المحدثین۔ والقول قول
الاصولیین انتہی۔ اور خطیب بغدادی وغیرہ نے کہا ہی۔ راوی کی جہالت دو
طریق سی مرتفع ہوتی ہے الاول بمعرفۃ العلماء لہ۔ والثانی ان یروی عنہ عدلان
انتہی۔ یہ مضمون منہج الوصول کا ہے۔ اس تحقیقات سی ثابت ہی کہ ابن اکیمۃ
اللیثی۔ مجہول العدالت ظاہرا اور باطنا۔ اور مستور الحال نہیں کما مر۔ اور
مجہول العین بھی نہیں۔ لمعرفۃ العلماء لہ۔ لما سبق من الخطیب وغیرہ۔ اور
ترمذی کی تحسین۔ اور ابن حبان کی تصحیح۔ اور ابو حاتم کا صحیح الحدیث کہنا۔ اور
ابن حجر اور زرقانی کا ثقہ اور طبقہ ثالثہ سی کہنا مؤید اس تحقیقات کا ہے۔ اگر ان
محققین کی تحقیقات سی قطع نظر کرکے بتقلید حمیدی وغیرہ کے ہم بہی لکھدیں۔ کہ
ابن اکیمہ لیثی مجہول ہی۔ اور جس جہالت کو صاحب رسالہ تسلیم فرماتی ہیں۔ تسلیم کریں
توبہی ہم کو کچھہ ضرر نہیں۔ کیونکہ مدار مسئلہ قرأۃ فاتحۃ الکتاب کا کچھہ اسی حدیث پر نہیں

بلکہ اوسکی اثبات کے دلائل اور ہی ہیں۔ کما مر فیما مر **قولہ** اور اس حدیث کی ضعف پر ائمہ نے اتفاق کیا ہے **اقول** ترمذی رحمہ اللہ کہتا ہے۔ کہ یہ حدیث حسن ہی۔ اور ابن حبان کہتا ہے کہ صحیح ہے۔ اور ابو حاتم کہتا ہے کہ مقبول ہی۔ پھر با ایں ہمہ یہہ کہنا کہ اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ائمہ کا ہے۔ یعنی دعوائی اتفاق کرنا ضعف سے خالی نہیں ہے۔ **حافظ ابن حجر شرح نخبہ میں** کہتے ہیں یقبل التزکیۃ من عارف باسبابها۔ ولو کانت من مزکٍ واحد علی الاصح۔ خلافًا لمن شرط انها لا تقبل الا من اثنین الحاقًا لها بالشهادۃ فی الاصح ایضًا انتهی مختصرًا تو اس بیان سی فریقیں کے نزدیک سقم اس حدیث کا مرتفع ہوا۔ فافهم **قولہ** بلکہ حجت ہی نہیں **اقول** یہ کلام یعنی فانتهی الناس عن القرآءۃ آہ من قبیل فہم صحابی کے نہیں۔ تاکہ مقابلہ اور محبت میں کلام کیجاوے۔ بلکہ من قبیل حکایت الحال والنقل کے ہے۔ یعنی ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد الاستغفار فرمایا مالی انازع القرآن تو لوگ قرات سی ہٹ گئیے۔ پھر یہہ فہم ہی یا حکایت الحال۔ ہاں البتہ اگر یوں کہا جاتا۔ کہ لوگوں کا قراۃ سے ہٹ رہنا۔ کان مرادهم لا بامر الرسول۔ فلا حجۃ فیہ۔ تو معقول ہوتا۔ سو اسکا جواب صاحب تعلیق الممجد نے یوں دیا ہی۔ وفیہ نظر ظاهر۔ لان انتهاءهم کان بعد توبیخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والظاهر اطلاعہ واقرارہ بالانتهاء۔ **قولہ** مقتدی کے جہر پڑہنے میں منازعت ہوتی ہے الخ **اقول** اگر تسلیم کیا جاوے کہ آہستہ پڑہنی میں منازعت نہیں۔ بہلا فرمائیے کہ یہہ کہاں سی ثابت ہوتا ہی کہ اوس قاری نے قرات جہراً ہی پڑہی تھی۔ **حدیث شریف** میں تو هل قرأ لفظ واقع ہے۔ کسی مرفوع حدیث صحیح سی نہیں تو ضعیف ہی سہی۔ اس خاص قصہ میں دکھلا دیجیئے۔ کہ اوس قاری نے جہراً ہی قرات پڑہی تھی اگر انصرف من صلوۃ جهر فیها بالقرآءۃ کو قرینہ قرار دیجیئےگا

توبجواب اسکی گزارش ہوگا۔ کہ مطالبہ حدیث کا ہی یہہ قیاسی بات ہی۔ ومعذلک
عمران بن حصین کیحدیث میں صلی الظہر کا لفظ وارد ہی۔ اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بھی خالجنیہا فرمایا ہے۔ اگر صلوۃ جہریہ قرنیہ جہرا کا ہے۔ تو صلوۃ
سریہ قرنیہ سرا کا ویسا ہی موجود ہے۔ وجہ مرجح گیا ہے۔ اور **بخاری** کی جزو القراۃ
میں جو حدیث **محمد مقاتل** سے مروی ہی وہ قصہ اور ہی۔ پس معلوم ہوا کہ منازعت
اور مخالجت مخصوص بجہرا نہیں۔ بلکہ اسکی وجہ وہی عمدہ ہی جو ایک صوفی مشرب نے
گزارش کی **قولہ** ہماری اہلحدیث صوفی مشرب **مولوی صاحب** کے رشید شاگرد نے
الی آخر ما قال انکاری استفہام کلام عرب اور قرآن اور حدیث میں نہیں سنا **اقول**
اول تو مذاق کلام۔ اور سوق عبارت اور سوال وجواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا دال بر استفسار ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی استفسار کیا هل
قرأ معی احد منکم فقال رجل نعم یا رسول اللہ۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انی اقول مالی انازع القرآن فرمایا۔ یہ سوال وجواب اور مذاق عبارت مقتضی استفہام
انکاری کا نہیں۔ اور هل واسطے استفسار کے بھی آتا ہی۔ جیسی کہ روایت مسلم وغیرہ
میں آیا ہے۔ ان رجلا وقع بامرأتہ فی رمضان فاستفتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن ذلک فقال هل لک رقبۃ فقال لا وقال هل تستطیع صیام شهرین قال لا
قال فاطعم ستین مسکینا۔ **مسلم** ص ۳۵۵ اور نیز حدیث روایت مسلم میں حدیث
طویل میں وارد ہی صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ خمسا فلما انفتل توشوش القوم
بینهم۔ فقال ما شانکم۔ قالوا یا رسول اللہ۔ هل زید فی الصلوۃ قال لا۔ قالوا
فانک صلیت خمسا الحدیث۔ ونظائرها کثیرۃ غیر خافیۃ۔ خیر۔ چونکہ
کلام عرب میں هل واسطے استفہام انکاری کی بھی آتا ہی۔ تسلیم کیا کہ واسطے استفہام انکاری کے
بھی ہے۔ الا استفہام انکاری سی یہ کہاں ثابت ہی۔ کہ اوس شخص نے ضرور جہرا

ہی قرارة پڑہی تہی۔ اس امر کا ثبوت۔ مدلول استفہام انکاری کا نہیں۔ غایۃ الامر اوسکا مدلول حصول علم یقینی ہے۔ سو وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جائز ہے کہ تاثر نقص ناقص ہے یا بواسطہ کسی اور امر کے حاصل ہو۔ اور سائل اسکی ثبوت کا طالب تہا۔ حضرتِ صوفی صاحب کے سوال کا جواب تسلی بخش۔ استفہام انکاری ہونے سے ثابت نہیں ہوتا۔ **صوفی صاحب** کا منصب تہا کہ اس امر کا بار ثبوت بذمہٗ صاحب رسالہ عائد فرماتے۔ الا چونکہ صوفی شربوں کی لئے قلت کلام ہی ضروری ہی سکوت کرگئے۔ یا جواب کی ہیضا بلگی پر مطلع ہوکر دم بخود ہوئے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

نواب صدیق الحسن خانصاحب رحمہ اللہ علیہ شرح بلوغ المرام میں لکہتے ہیں۔ وتواند کہ سبب ثقل کراہت این فعل وناخوش داشتن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این فعل را از ایشان باشد۔ وسبب ثقل تاثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باشد از نقص کہ ناشی میشد مر ایشانرا۔ از عدم انصات واستماع قرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ و کامل گاہے متاثر میشود بنقص ناقص۔ چنانچہ مروی ست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزی در نماز صبح افتتاح قرات بستہ شد۔ و بیان کرد کہ سبب این بستگی آنست۔ کہ قومی لیس مس می ایستند۔ کہ وضو را خوب نمیکنند۔ ومارعایت آداب نمیسازند۔ انتہی کلامہٗ۔ اس نقل سے یہ غرض ہی۔ کہ صافی قلب۔ لوگوں کے نقص سی کبھی متاثر ہوتا ہے۔ جہر اور سر اوسکی نزدیک متساویۃ الاقدام ہیں۔ اور نیز صوفی صاحب کے قول کی مؤید ہے۔ **قولہ** حدیث کا مقابلہ کب کرسکتا ہے **اقول** عدم مقابلہ کی وجہ اگر یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں راوی ابن اکیمہ لیثی ہے۔ اور وہ متکلم فیہ ہے۔ تو یہ وجہ حدیث عبادہ میں بھی موجود ہے۔ کہ اس میں راوی محمد بن اسحاق ہے اور وہ ابن اکیمہ لیثی سے زیادہ متکلم فیہ ہے۔ اور اگر مسئلہ عام وخاص مدنظر ہے۔ تو اسکا جواب باسبق میں مشروحًا گزارش ہو چکا ہے۔ اگر کوئی اور وجہ ہی۔ تو بیان ہونی

چاہیئے۔ لینظر فیہا۔ **قولہ** سیوم مخالجہ اور مخالطہ کی حدیث۔ الخ
اقول اسکا اجمالاً جواب تو منازعت کی حدیث میں گزارش ہوچکا ہے۔ تفصیلی
جواب انشاء اللہ آیندہ مذکور ہوگا **قولہ** اور قول صحابہ اور تفسیر راوی آپکی یہاں حجۃ
ہی **اقول** صحابی کا قول اوسوقت مقبول ہے۔ جبکہ مقابلہ نصوص کے نہو۔ مقابلہ
نصوص کے حجت نہیں دیکھو **اصول** اور یہہ مسئلہ فیما بین مشرّحاً مذکور ہوچکا ہی
ہاں آن ملاحظہ فرمائیے۔ **قولہ** نقض الوضو مس ذکر سے ثابت نہیں **اقول** اس
مسئلہ میں طحاوی **شرح معانی الآثار** میں بہت طوالت کی ساتھ گفتگو کی ہے
اور احادیث فریقین کے نقل کرکے مالہا وما علیہا بیاں کیا ہے۔ اور امام محمد نے
بھی **مؤطا** میں بہت آثار نقل کئے ہین۔ انکی کلام کی نقل موجب طوالت سمجھکر
ترمذی کی حدیث اور زیلعی کی کلام پر اکتفا کیا گیا۔ **طحاوی** کے دیکھنے سے قائلین
بالنقض کی قلعی کھلجاتے ہے۔ **روی الترمذی** حدثنا هنا وانا
ملازم ابن عمرو عن عبد اللہ بن بدر عن قیس بن طلق بن علی الحنفی عن ابیہ عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال وهل هو الا مضغة منه او بضعة منه۔ وفی
الباب عن ابی امامة۔ قال ابو عیسی قد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وبعض التابعین انهم لم یروا الوضوء من مس الذکر وهو
قول اهل الکوفة۔ وابن المبارک۔ وهذا الحدیث احسن شیء روی فی هذا
الباب۔ وحدیث ملازم بن عمرو عن عبد اللہ بن بدر اصح واحسن انتہی مختصراً
ورواه ابو داؤد۔ وقال رواه هشام بن حسان وسفیان الثوری وشعبة
وابن عیینة وجریر الرازی عن محمد بن جابر عن قیس بن طلق۔ ورواه النسائی
وذکر القصة۔ وذکر الزیلعی **فی تخریج** احادیث الهدایة۔ ورواه ابن حبان
فی صحیحه ورواه الطحاوی فی شرح الآثار۔ وقال هذا حدیث مستقیم الاسناد

غیر مضطرب فی اسنادہ ومتنہ۔ ثم اسند من علی المدینی انہ قال حدیث ملازم
بن عمرو احسن من حدیث بسرۃ **وروی** عن عمرو بن علی الفلاس انہ قال
حدیث طلق عندنا اثبت من حدیث بسرۃ۔ وروی ذلک عن علی بن ابیطالب
وعمار بن یاسر۔ وعبداللہ بن مسعود۔ وعبداللہ بن عباس۔ وحذیفۃ ابن
الیمان۔ وعمران بن الحصین۔ وابی الدرداء۔ وسعد بن ابی وقاص فی احدی
الروایتین عنہ۔ وسعید بن المسیب فی احد الروایتین۔ وسعید بن جبیر۔
وابراھیم النخعی۔ وربیعۃ ابن ابی عبدالرحمان۔ وسفیان الثوری۔ وابی حنیفہ
واصحابہ۔ ویحیی بن معین۔ واھل کوفہ انتھی ملتقطا۔ اور صاحب **تعلیق الممجد**
نے استذکار سے نقل کرکے لکھاہے والیہ ذھب جمہور علماء العراق۔ اور شریک اور
حسن بن صالح بن یحیی کو زیادہ کیاہے والیہ ذھب الحسن۔ ان نقول سے کالشمس
فی النہار روشن ہے۔ کہ عدم نقض وضو از مس ذکر۔ صرف حنفیہ کا ہی مذہب نہیں
بلکہ بہت صحابہ اور بہت تابعین رضی اللہ عنھم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور حنفیہ کرام کا
ماخذ حدیث صحیح بلکہ اصح واحسن ہے۔ **صاحب** رسالہ کا یہ طعن کہ حنفیہ اس مسئلہ میں
ایسا کہتے ہیں۔ محض انکی جبلت پر مبنی ہے۔ ورنہ جبکہ حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے پاس
ایسی عمدہ حدیث صحیح اور احسن۔ اور صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل
موجود ہے۔ تو جای طعن ہے کیا ہے۔ اگر ترک حدیث بسرہ بنت صفوان کے خیال سے
ایسا کہا ہے۔ تو یہ طعن قائلین بالنقض پر بھی وارد ہے۔ کہ حدیث طلق بن علی کی
جو ایسی اصح واحسن ہے۔ اور انکا عمل اسکے خلاف ہی۔ **غایۃ الامر** یہ مسئلہ مختلف
فیہا ہے۔ اور حدیث بسرہ بنت صفوان اور طلق بن علی کی۔ امام بخاری اور مسلم
نے تو روایت ہی نہیں کی۔ اور محدثین نے ان دونوں کو روایت کیا ہے۔ اور ترجیح
احدی الروایتین میں مختلف ہیں۔ مجتہدین رحمہ اللہ علیہم نے۔ اپنی مقبولہ شرائط

اور مقررہ قواعد کے موجب ترجیح دیکر عمل کیا۔ ہر ایک مثوب و ماجور ہے۔ لکل وجهة هو موليها۔ پس صرف حنفیہ کرام پر طعن کرنا محض عنایت ولی پر محمول ہے۔ صحابہ کرام مذکورین اور تابعین مسطورین کو اگر اس طعن میں شریک کر لیتے تو مناسب ہوتا۔ واللہ یعصمنا و لاخواننا عن الاباطیل الواهية والاقاويل الباطلة **اب** بسم اللہ جہرًا کا حال گزارش ہے۔ **صاحب** رسالہ فرماتے ہیں۔ بسم اللہ جہرًا پڑھنا تسلیم نہیں کرتے۔ گول بات ہے۔ خارج از نماز بسم اللہ جہرًا پڑھنا تسلیم نہیں کرتے۔ یا داخل نماز۔ اگر اول مراد ہے تو اتہام ہے۔ کوئی حنفی بیرون نماز بسم اللہ جہرًا پڑھنے سے مانع نہیں۔ اگر داخل نماز مراد ہے۔ تو اوسکے باب میں گزارش ہے۔ **زیلعی**۔ اور **طحاوی**۔ اور **عینی** نے اس مسئلہ میں نہایت وسعت سے کلام کی ہے۔ اونکی نقل باعث ملال و کلال سامعین اگر نہوتا۔ تو پورا پورا ان کو نقل کیا جاتا۔ لا بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے تحقیقًا للمقام مختصر گزارش ہے **روی** مسلم بسندہ عن انس رضی اللہ عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدًا منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم **وايضًا** عن انس قال صليت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان۔ فكانوا يستفتحون الصلوة بالحمد لله رب العلمين **وروى** النسائی۔ عن انس بن مالك قال صلى بنا رسول الله صلى الله فلم يسمعنا قراءة بسم الله الرحمن الرحيم۔ وصلى بنا ابو بكر و عمر فلم نسمعها منهما **وفی رواية** صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منهم يجهر۔ ببسم الله الرحمن الرحيم۔ **وايضًا** النسائی حدثنا ابن عبد الله بن مغفل قال كان عبد الله بن مغفل اذا سمع احدنا يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم۔ يقول صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلف ابی بکر وخلف

عمرؓ فما سمعت احدًا منهم قرء بسم اللہ الرحمن الرحیم **وروے الترمذی** بسندہ عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدًا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ۔ قال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احدًا منہم یقولہا۔ فلا تقلہا۔ اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العالمین قال ابو عیسی حدیث عبد اللہ بن مغفل حدیث حسن والعمل علیہ عند اکثر اہل العلم من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ منہم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وغیرہم۔ ومن بعدہم من التابعین وبہ یقول سفیان الثوری وابن المبارک واحمد۔ واسحاق۔ لا یرون ان یجہر بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا ویقولہا فی نفسہ انتہی **وذکر العینی روی النسائی** فی سننہ واحمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ والدارقطنی فی سننہ۔ وقالوا فیہ کانوا لا یجہرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم وزاد ابن حبان ویجہرون بالحمد للہ رب العالمین۔ وفی لفظ لابن حبان والنسائی ایضًا فلم نسمع احدًا منہم یجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ لابی یعلی الموصلی فی مسندہ فکانوا یستفتحون القراءۃ فیما یجہر بہ بالحمد للہ رب العالمین۔ وفی لفظ الطبرانی فی معجمہ وابی نعیم فی الحلیۃ وابن خزیمۃ فی مختصر المختصر۔ والطحاوی فی شرح الآثار۔ فکانوا یسرون بسم اللہ الرحمن الرحیم ورجال ہذہ الروایا کلہم ثقات مخرج لہم فی الصحیحین انتہی۔ اور **فتح القدیر شرح ہدایہ** میں ہے قال بعض الحفاظ لیس حدیث صریح فی الجہر الا وفی اسنادہ مقال عند اہل الحدیث ولہذا اعرض ارباب المسانید المشہورۃ الاربعۃ واحمد فلم یخرجوا

منها شيئا مع المقال كلهم على احاديث ضعيفة **قال ابن تيمية** وروينا عن الدارقطني انه قال لم يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في الجهر حديث **وعن الدارقطني** انه صنف كتابا بمصر في الجهر بالبسملة - فاقسم بعض المالكية يعرفه الصحيح منها فقال لم يصح في الجهر حديث **وقال الحازمي** احاديث الجهر وان كانت ماثورة عن نفر من الصحابة غير ان اكثرها لم يسلم من شوائب وقد روى **الطحاوي** وابو عمر بن عبد البر عن ابن عباس الجهر قراءة الاعراب - وعن ابن عباس لم يجهر النبي صلى الله عليه وسلم بالبسملة حتى مات الى آخر ما قال عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسر به بسم الله الرحمن الرحيم وابا بكر - وعمر وعثمان - وعليا - ومن تقدم من التابعين وهو مذهب الثوري - وابن المبارك - وقال ابن عبد البر وابن المنذر - هو قول ابن مسعود وابن الزبير وعمار بن ياسر - وعبد الله بن مغفل - والحكم والحسن بن ابي الحسن والشعبي والنخعي والاوزاعي وعبد الله بن المبارك وقتادة وعمر بن عبد العزيز - والاعمش - والزهري - ومجاهد - وحماد - وابي عبيد - واحمد واسحاق التهى به مختصرا - حال ائمہ حنفیہ کرام کا اس مسئلہ میں ہی - جیسے صاحب رسالہ فرماتے ہیں - کہ جہرًا بسم اللہ پڑھنا تسلیم نہیں کرتے - اِس مسئلہ کی پوری تحقیق زیلعی تخریج ہدایہ - اور طحاوی شرح آثار میں دیکھنی چاہیئے - اِن نقول سے چند امر ثابت ہیں (۱) بسم اللہ نماز میں سرًا پڑھنا مسنون ہی (۲) اور اُسپر عمل خلفا اربعہ اور اکثر صحابہ اور تابعین کا ہی - (۳) جہرًا مستحدث ہی (۴) جہر میں کوئی حدیث صحیح صریح ثابت نہیں - جو ہی اوسکی اسناد میں اہل حدیث کو مقال ہی - (۵) دار قطنی کا اقرار کہ جہر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں (۶) جہرًا بسم اللہ پڑھنا قرأۃ اعراب کی ہے (۷) تا انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سرًا پڑہی رہا - اور یہ بہی واضح ہو - کہ صاحب رسالہ اس مسئلہ میں صحیحین سے بھی مستغنی ہوگئے ہیں

اصح الکتب بعد الکتاب العزیز **البخاری ومسلم** کو بھی بالائے طاق رکھدیا۔
جھر بسم اللہ کی حدیث صاحبان صحیحین نے تو روایت ہی نہیں کی۔ مسلم کی روایت
انس بن مالک سے سراً پڑھنے میں صریح ہے۔ اور بخاری کی روایت ہے اسی پر
دال ہے۔ کان الحدیث بعضہ یفسر بعضاً **اور دارمی** نے باب کراھۃ الجھر بسم
اللہ الرحمن الرحیم کا منعقد کرکے حدیث انس کی بیان کی ہے۔ **اور ترمذی کی** روایت
بھی سراً پڑھنے میں صریح ہے۔ پھر باانیہمہ حنفیت مطعون جہراً پڑھنیوالی غیر مطعون
وہ حضرت انصاف اسی کا نام ہے۔ اور محققانہ کلام بھی اسی کو کہتے ہیں۔ باقی رہا مسئلہ
رفع یدین کا سو انشاء اللہ تعالےٰ اسکا جواب اوس موقعہ پر جہاں اسکو صاحب رسالہ نے
اصالۃً بیان کیا ہی گزارش ہوگا فانتظرہ **قولہ** خبر احاد سے خود ہی استدلال
بھی پکڑنے لگے **اقول** نہیں حضرت طعن ناقص رہا۔ قرآن کریم کو بھی ساتھ ملا
لیجئے۔ اور یوں فرمائیے کہ اخبار احاد اور قرآن کریم سے استدلال پکڑنے لگے۔ تاکہ
شائبہ اتھام سے براءۃ حاصل ہو۔ اور عموم بلوی کی بابت مسئلہ مس ذکر۔ اور جھر
بسم اللہ میں کیفیت معلوم ہوچکی ہے۔ کہ حنفیہ کا عموم بلوا ایسا ہے **قولہ** محل نزاع
فاتحہ کا پڑھنا ہے نہ سورۃ کا **اقول** (۱) قائلین بالمنع تو مطلق قراءۃ کے
مانع ہیں۔ فاتحہ وغیرہا۔ اونکے نزدیک برابر ہیں۔ یہ تفرقہ مجوزین فاتحہ کے نزدیک
ہو تو پڑا ہو۔ (۲) بالفرض اگر ایسا ہی تسلیم کریں تو بھی منازعت امام سے حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ثابت ہے۔ اور علت منع کی حضرت صاحب نے منازعت
فرماتی۔ اور یہ علت فاتحہ میں بھی دائر ہے۔ پس ممانعت فاتحہ کی بحکم دوران علت
کے مستفاد ہے۔ ودعوی عدم المنازعۃ فی الفاتحۃ وکونہا فی السورۃ غیر
مسموع۔ لانہ علیہ السلام منع عن السورۃ فی ھذہ القصۃ۔ ومنع عن مطلق القراءۃ
فی قصۃ مالی انازع القرآن فاستویا فیہ۔ **قولہ** وہ جواب یہاں بھی سمجھ لیجئے۔

اقول جو جواب وہاں ذکر کئے ہیں وہ جواب یہاں بھی تصور فرمائیے **قوله** قتادہ راوی سے پوچھا۔ کانه کرهه فقال لو کرهه لنهی عنه **اقول** (۱) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استفسار ایکم قرأ۔ وبعضکم خالجنیها۔ فرمانا بمنطوقہ ممانعت پر دال ہے۔ ورنہ قرارت اور عدم قرارت جب مساوی ہوں تو جواب وسوال۔ اور خالجنیہا۔ فرمانیکا کچھ فایدہ نہیں۔ حالانکہ کلام مبارک **محبوب جہانیاں** کی فوائد سے خالی نہ تھی۔ ویؤیده حدیث انس رضی اللہ عنه لا تفعلوا اخرجه الطحاوی فی شرح الآثار (۲) زہری یا ابوہریرہ کا رد علی الاختلاف) فانتهی الناس عن القراءة۔ تو قابل التفات اور لحاظ قرار نہیں دیا گیا۔ اور قتادہ کا با این وسائط بعیدہ لو کرهه لنهی عنه کہنا قابل احتجاج تصور کیا گیا۔ وهل هذا الا لشئ عجاب اور حجاج بن ارطاۃ کا حال یہ ہے۔ دارقطنی نے کہا ہے لا یحتج به اور ایسا ہی نسائی نے بھی صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے۔ الا اوسکی توثیق بھی بہت لوگوں نے کی ہے۔ کچھ مختصر حال حجاج بن ارطاۃ کا **میزان الاعتدال** سے بطریق التقاط گزارش ہے۔ حیث قال۔ حجاج بن ارطاة الفقیه ابو ارطاة النخعی۔ احد الاعلام علی لین فی حدیثه۔ له عن الشعبی حدیث واحد۔ وعن عطاء وعمرو بن شعیب ونافع۔ وطائفة کثیرة۔ وعنه سفیان وشعبة۔ وعبد الرزاق وطائفة قال الثوری ما بقی احد اعرف۔ بما یخرج من راسه منه۔ وقال العجلی کان فقیها مفتیا وکان فیه تیه۔ وروی نحوا من ستمائة حدیث۔ وقال احمد کان من الحفاظ وقال یحیی بن یعلی المحاربی امرنا زائدة ان نترک حدیث الحجاج بن ارطاة۔ وقال القطان هو وابن اسحاق عندی سواء۔ وقال ابو حاتم اذا قال نا فهو صالح لا یرتاب فی صدقه وحفظه۔ وروی ابو طالب عن احمد قال کان حجاج حافظا قیل له لیس هو بذاک۔ قال لان فی حدیثه زیادة

حجاج بن ارطاۃ کا حال

علی حدیث الناس ۔ وقال عثمان الدارمی عن یحیی ۔ حجاج بن ارطاۃ فی زیادۃ

صالح ۔ وقال شعبۃ اکتبوا عن حجاج بن ارطاۃ ۔ وابن اسحاق فانہما حافظان

قال النسائی ذکر المدلسین ۔ الحجاج بن ارطاۃ ۔ والحسن ۔ وقتادۃ ۔ وحمید

ویونس بن عبید ۔ وسلیمان التیمی ۔ ویحیی ابن ابی کثیر ۔ وابو اسحاق

والحکم ۔ واسماعیل ابن ابی خالد ۔ ومغیرۃ ۔ وابو الزبیر ۔ وابن نجیح ۔

وسعید بن ابی عروبہ ۔ وھشیم ۔ وابن عیینہ ۔ قلت والاعمش ۔ و

الولید بن مسلم ۔ وبقیہ واخرون انتہی ۔ اگرچہ صاحب میزان نے دارقطنی

نسائی وغیرہ جارحین کا ذکر بھی کیا ہے ۔ الا مقصود بیان کرنا حجاج کے مادحین کا

ہے ۔ تاکہ معلوم ہو کہ اوس کی توثیق کے اسقدر حفاظ قائل ہیں ۔ پس جب کہ حجاج

بن ارطاۃ کے لئے حفاظ توثیق بیان کریں ۔ تو بلحاظ انکی توثیق کے حجاج کی اس

زیادۃ کو اگر زیادہ ثقہ کی قرار دی جاوے تو ممانعت بوجہ اتم ثابت ہوئی **علاوہ**

اسکے اوسکے مؤیدات قرآن کریم اور احادیث بھی ثابت ہیں **قولہ** یہ خاص ایک واقعہ

کا بیان ہے ۔ اور اوسکو عموم نہیں ہوتا ۔ **اقول** واقعہ خاص بہ نسبت اوس شخص قاری

کے ہے ۔ یا بہ نسبت اس سورۃ خاص یعنی سبح اسم ربک الاعلی کے یا بہ نسبت دونو

کے ۔ اگر بہ نسبت اوس شخص کے ہے ۔ تو چاہیے کہ اور ونکو خلف الامام یہ سورۃ پڑھنے

ممنوع نہو ۔ وحدیث عبادہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأن احدکم والامام

یقرأ ۔ الا بام القرآن رواہ البخاری فی الجزء) یمنعہ ۔ اور اگر خاص بہ نسبت اسی

سورہ کے ہے ۔ تو چاہیے کہ اور سورتین (سوای فاتحہ) منع نہوں ۔ وھو کذلک ایضا

لحدیث عبادۃ ومحمد بن ابی عائشۃ کما رواہ البخاری فی الجزء ۔ فبطل کونہ

واقعۃ عین لا عموم لہا ۔ وثبت کونہ حاماً لہ ولسائر المسائل **واضح ہے**

کہ باتباع صاحب رسالہ کے یہ گفتگو الزاماً کی گئی ہے ۔ **قولہ** بخاری نے محمد بن مقاتل

سے الی آخرہ **اقول** امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو اسطرح نقل فرمایا ہے

البخاری قال ثنا محمد بن مقاتل قال ثنا النظر قال انبأ یونس عن ابی اسحاق

عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوم کانوا

یقرؤن یجھرون بہ۔ خلطتم علی القران الحدیث۔ تو اسکی جواب میں گزارش ہے

اولاً۔ اس حدیث میں نماز کا ذکر ہی کھاں ہے۔ کہ عند المعارضہ حجۃ ہو۔ کیونکہ جائز

ہے کہ یہ واقعہ خارج نماز ہو۔ فہذا الحدیث لایقوم حجۃ **ثانیاً** یہ (فیجھرون) لفظ اس

روایت کے سوا اور روایتوں میں واقع نہیں ہوا جائز ہے کہ کسی راوی نے نقل بالمعنی

کرتے ہوئے۔ اس لفظ کا ازاد کیا ہو **روی البخاری** فی الجزء عن عبادۃ

وفیہ انی اراکم تقراءون خلف امامکم الحدیث **وروی**

ایضاً فیہ عن انس وفیہ فقال اتقراءون فی صلوتکم والامام یقرأ

الحدیث **وایضاً فیہ** عن محمد بن عائشۃ عمن شھد ذلک و فیہ

قال اتقراءون والامام یقرء الحدیث **وایضاً فیہ** عن عبادۃ و

فیہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ تقرأون القرآن اذا کنتم معی فی

الصلوۃ الحدیث **وایضاً فیہ** عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقرأون خلفی قالوا نعم الحدیث و

روی الترمذی وابوداؤد والنسائی معناہ عن عبادۃ وفیہ لعلکم

تقرءون خلف امامکم الحدیث **روی** الطحاوی وفیہ لعلکم تقرأون

الحدیث۔ **ثالثاً**۔ اگر تسلیم کریں کہ ایسا ہی ہے تو بھی اس روایت سے منازعت

بالجھر کی ممانعت ثابت ہوئی۔ اور حدیث مالی انازع القرآن۔ اور خالجنیھا سے

منازعت جھری اور سری کی ممانعت ثابت ہے۔ تو انکی مجموعہ سے ممانعت منازعت

بالجھر اور منازعت بالسر دونوں کی ثابت ہوئی فھو المطلوب **علاوہ** اسکے واذا قرء القرآن الآیۃ

جواب یجھرون تخلطون ۔ ط

بھی اسکی مؤید ہے ۔ **رابعًا** طحاوی نے شرح آثار میں اسی روایت کو بیان
کیا ہے ۔ اور یہ لفظ اوس میں نہیں قال حدثنا ابوبکرۃ قال حدثنا ابواحمد
محمد ابن عبید اللہ بن الزبیر ۔ قال حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق
عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کانوا ۔ یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال خلطتم علی القراۃ انتہی ۔ اور نیز اس سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ واقعہ صلوتیہ ہے
قولہ علاوہ برین جب سے الی آخرہ **اقول ۔ اولًا** ۔ اعادہ صلوۃ اور منع
ترتب فرماتے ۔ جبکہ یہ واقعہ نماز میں ہوتا ۔ سو اس سے یہ روایت ساکت ہے ۔ **ثانیًا** ۔
بعد التسلیم کما ھو مدلول روایۃ الطحاوی ۔ خلطتم علی القرآن اور مالی انازع القرآن
فرمانا ہی ممانعت ہے ۔ اسی لئے سامعین نے قراۃ خلف الامام ترک کر دی ہے ۔ **ثالثًا** ۔
بعد التسلیم ۔ جملہ احکام نماز کا مدار اتنی ہی روایت پر نہیں ہے ۔ واذا قرأ فانصتوا ۔
اور واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ۔ سے قراۃ خلف الامام کی ممانعت ثابت
ہے **رابعًا** ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کی اخیر میں اوسی عبد اللہ سے
روایت کیا ہے ۔ وکنا نسلم فی الصلوۃ فقیل لنا ان فی الصلوۃ لشغلا ۔ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اعادہ صلوۃ کا حکم فرمایا ۔ اور نہ منع کیا ۔ بلکہ کراہت تک کا
بھی ذکر نہیں فرمایا ۔ حالانکہ کلام عمدًا مفسد صلوۃ عند الکل ہے ۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اور حادیث
میں اس مسئلہ کا بیان ہو چکا ہے ۔ تو ہم بھی کہینگے کہ اور احادیث اور قرآن کریم میں اوس
مسئلہ کا حکم بھی ثابت ہو چکا ہے **قولہ** پہلا جواب یہ لاتفعلوا کی حدیث الی آخر ما قال
خواہ مخواہ ماننا پڑا **اقول** یہ دونو حدیثیں صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں ۔
اور اونکے جواب بھی وہان بیان ہو چکے ہیں ۔ تکرار کی ضرورت نہیں ۔ وہان ملاحظہ
کرنا چاہیئے ۔ **قولہ** اس حدیث میں امام کے پیچھے الحمد سے ممانعت ہے **اقول** تقریر
سوال یوں ہے ۔ کہ اس حدیث سے عدم فرضیت فاتحہ خلف الامام کی ثابت ہے ۔ اس لئے

* یہ روایت صاف دال ہے کہ بجز ان کا لفظ ازراہ [illegible] ہے ۔

کہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ سوا فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوتے - کیونکہ پڑھنا فاتحہ کا هر ایک کے لئے فرض ہے - الا اوس شخص کے لیے جو امام کے پیچھے ہو - کیونکہ اوسکے لئے فرض نہیں - یعنی مقتدی پر پڑھنا فاتحہ کا فرض نہیں - اور یہی مبحوث فیہ ہے - جبکہ تقریر سوال یہ ہوئی - تو صاحب رسالہ کا جواب پنجم اور ششم اور هفتم - ساقط ہوا فافہم - الا جبکہ صاحب رسالہ نے تقریر سوال کو ممانعت پر حمل کیا ہے - تو ہم بہ تسلیم اوس پیرایہ کے جواب دیتے ہیں - **قولہ** جواب اول امام مالک اور ترمذی نے اس حدیث کو موقوف روایت کیا ہے نہ مرفوع **اقول** امام مالک اور ترمذی کا موقوف روایت کرنا - کیا منع کرتا ہے کہ مرفوع نہ ہو - یا یہ ہی کوئی قاعدہ عامہ ہے - کہ جب ایک محدث موقوف روایت کرے - تو وہ مرفوع ہوتی ہی نہیں - یا اوسکا رفع دشوار عند العقل والنقل ہے - ترمذی اور امام مالک یہ کو موقوف پہونچی - تو موقوف بیان کی - اسی حدیث کو طحاوی نے شرح آثار میں مرفوع روایت کیا ہے **حدثنا** بحر بن نصر قال حدثنا یحیے بن سلام قال حدثنا مالك عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام انتهى - اور یہاں فائدہ ششم میں ماسبق میں نقلا عن النووی متحقق ہوچکا ہے - کہ جب وصل وانقطاع - اور وقف و رفع میں اختلاف ہو تو حکم رفع اور وصل ہی کو ہوتا ہے[۱] - پس اس قاعدہ سے تو یہ حدیث مطلقا مرفوع ہے - فثبت ما فهمناه ولم يثبت ما ادعاه **قولہ** دارقطنی نے کہا ہے اسکا راوی یحیی بن سلام ضعیف ہے - اور عبد البر نے کہا اسحدیث کو مرفوع کہنا صحیح نہیں - بلکہ جابر پر موقوف ہے **اقول** ترمذی نے اپنی روایت میں اسحدیث کو حسن

[۱] شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ مصفی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں - سیوطی گفتہ است کہ مرسل و منقطع حجت است نزدیک مالک وسائر ائمہ موافق اوست دریں مسئلہ وہم چنیں حجت شد نزدیک ما وقتیکہ معتضد باشد بروایتہ مرفوعہ یا موقوفہ صحابی - و در مؤطا ہیچ مرسل نیست مگر کہ معتضد است بروایات دیگر فرجہ بهمان لفظ یا بمعنی آن پس صواب آنست کہ گفتہ شود کہ مؤطا صحیح است نزدیک جمیع انتہی - ۱۲ منہ

امام مالک اور ترمذی نے موقوف کیا ہے - کا جواب

صیحح کہا ہے۔ اور دار قطنی کے جرح غیر مبین ہے حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں لکھا ہے۔ کہ جرح غیر مُبین مقبول نہیں۔ اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے وقال ابن عدی یکتب حدیثہ (یحیی بن سلام) مع ضعفہ انتھے۔ **قولہ** مرفوع ثابت نہیں آہ

اقول مرفوع ہوتا اسحدیث کا معلوم ہوچکا ہے۔ جیسی روایت طحاوی سی گزرا ہے۔ اور اختلاف رفع اور وقف سے بھی ثابت ہوکہ ایسی حالت میں حکم مرفوع کے لئے ہے فینتھض الحجۃ فالممنوع ممنوع **قولہ** آثار متخالفہ مین سی ہے **اقول** آثار متخالفہ کیجانب راجح کے حجت ہونیمیں کچھ کلام نہیں۔ لان الجانب المرجوح کالعدم۔ وھھنا کذلک لانہ یرجحہ القرآن الکریم والحدیث المرفوع **قولہ** استثنا آپکے مذہب میں آہ

اقول مسئلہ استثنا میں حنفی اصولی مختلف ہیں۔ شرح اس مسئلہ کی از بس دراز ہے۔ یہ اوراق اوس کے متحمل نہیں۔ الا بحکم ضرورت مختصر طور پر گزارش ہوتا ہے **فی المسلم** وشرحہ۔ الاستثناء من الاثبات نفی وبالعکس ای من النفی اثبات عند الجمہور من الشافعیۃ والمالکیۃ والحنابلۃ۔ وطائفۃ من الحنفیۃ المحققین۔ ومنھم فخر الاسلام۔ والامام شمس الائمۃ والقاضی الامام ابوزید۔ وغیرھم من المحققین وفی الھدایۃ لو قال ما انت الاحر عتق۔ لان الاستثناء من النفی اثبات علی وجہ التاکید۔ وانما صار مؤکدا لکونہ مقصودا علیہ دون غیرہ انتھی بموجب کلام اس طائفہ محققین حنفیہ کے استثنا نفی سے اثبات ہے۔ اور اثبات سے نفی۔ تو استثنا صدر کے مخالف حکم کا مثبت ہوا۔ پس مقتدی کے لئے قرارت فاتحہ سے منع کا مثبت ٹھہرا۔ فثبت ما اراد السائل۔ اور بموجب قول صاحب **توضیح وتلویح وغیرہ** کے یکون الاستثنا تکلما بالباقی بعد الثنیا۔ تو مقتدی حکم ماقبل یعنے صدر کلام میں داخل نہیں۔ تو معنی اسحدیث کے یہہ ہوئے۔ کہ سوا مقتدی کے جو شخص فاتحہ نہ پڑھیگا۔ اوسکی نماز نہوگی۔ جوزا یا کمالا۔ رہا مقتدی۔ سو اوسکے حکم میں بموجب اس قول کے۔ یہ

یحیی بن سلام کا حال

مسئلہ استثنا کی تحقیق

حدیث ساکت ہے۔ اوسکا حکم دلیل خارجی سے ثابت ہے۔ اور وہ آیۃ واذا قرأ القرآن اور حدیث واذا قرء فانصتوا وغیرہ کا ہے۔ پس بہرحال مقتدی کے لئے قرارت کی ممانعت ثابت ہوئی وھو مقصود السائل **قولہ** اس استثناء کا مدلول اشارہ ہے

اقول اصطلاح میں اشارہ کی تعریف یہہ ہے دلالۃ التزامیۃ لا تقصد اصلا۔ لا بالذات ولا بالتبع ولا یکون لتصحیح الکلام کما مر فی المسلم وشرحہ اور صاحب

نور الانوار اسطرح لکھتا ہے اشارۃ النص ما ثبت بنظمہ لغۃ لکنہ غیر مقصود ولا سیق لہ النص۔ ولیس بظاھر من کل وجہ انتھی۔ جبکہ اشارہ کی تعریف یہہ ہوئی۔ توکون دانشمند واقف از اصول کہہ سکتا ہے۔ کہ اسحدیث میں حکم فاتحہ کا اشارہ مذکور ہے۔ اور اوسپر تعریف اشارہ کی صادق آتی ہے۔ کیونکہ وہ تو دلالۃ التزامی ہوتی ہے۔ اور سوق کلام کا بھی اوسکے لئے نہیں ہوتا۔ اور من کل الوجوہ ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس حدیث میں بفضلہ یہ جملہ امور بالعکس موجود ہیں۔ اس لئے کہ سوق اس کلام کا بنا بر اظہار حکم فاتحہ کے ہے۔ اور حکم فاتحہ کا اسحدیث کا مدلول مطابقی ہے۔ التزامی نہیں اور فاتحہ کے حکم پر ظاہر دال ہے۔ بلکہ حکم فاتحہ کا اسکا مدلول عبارۃً کہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ عبارۃ نص کی تعریف علماء اصول نے اسطرح کی ہے۔ وہی ما ثبت بالنظم مقصودًا بہ۔ اور نور الانوار میں ہے ما سبق الکلام لاجلہ پس ثابت ہوا کہ حکم فاتحہ پر حدیث عبارۃً دال ہے۔ نہ اشارۃً۔ فلم یثبت ما اوہمہ۔ اور اگر یہہ غرض ہو کہ بسبب سکوت استثناء کے فاتحہ کی ممانعت مقتدی کی لئے اس استثناء سے اشارۃً مستفاد ہے۔ تو یہ اول سے بھی سخیف تر ہے **اولًا**۔ تو اس لئے کہ عند القائلین بہ۔ کے نزدیک استثناء تکلم بالباقی پر دال بالوضع مطابقۃ ہے۔ فکانت دلالۃ علیہ بالمطابقۃ۔ لا بالالتزام۔ ولا اشارۃ من الثانی لا الاول **ثانیًا** جبکہ اس استثناء میں لا نفیًا ولا اثباتًا کسیطرح کا حکم نہیں۔ بلکہ وہ حکم سے مسکوت ہے۔ توپھر اشارۃً ممانعت کہاں سے پیدا ہوئی۔ الحاصل یہ حدیث حکم

فاتحہ پر عبارۃً دال ہے نہ اشارۃً۔ رہی یہ بات کہ جب حدیث عبارۃً دال ہوئی۔ اور اثر
ابوہریرہ کا بھی ایسا ہی ہے۔ تو پھر دونوں میں تعارض ہوا۔ فکیف التوفیق۔
تو کہا جاویگا کہ راجح پر عمل کرنا ضرور ہے۔ سو اس حدیث کا راجح ہونا ظاھر ہے
اول تو اس لئے کہ یہ حدیث مرفوع بھی مروی ہے۔ اور ابوہریرہ کا اثر بالاتفاق ہی موقوف
ہے۔ **دوم** آیۃ واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا بھی اسی کی مؤید ہے
سیوم حدیث صحیح۔ صحیح مسلم وغیرہ کی واذا قرأ فانصتوا بھی اسی کو
ترجیح دیتی ہے۔ **چہارم** اور آثار صحابہ کرام کے بھی اسیکو تائید دیتے ہیں وغیرہ
وغیرہ **قولہ** ساتواں جواب استثنا کا مدلول اشارۃ ہے **اقول** اسکا جواب
ماقبل کے جواب میں۔ سے معلوم ہوچکا ہے۔ دوبارہ ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں
قولہ نواں اعتراض ابوسعید سے روایت ہے الخ **اقول** سوال کی تقریر اسطرح
ہے **اخرج البخاری** فی الجزء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ ان لا صلوۃ الا بقرآءۃ ولو بفاتحۃ
الکتاب فما زاد۔ واخرج ایضا فیہ۔ عن عطاء عن ابی ہریرۃ فی کل صلوۃ قراءۃ
ولو بفاتحۃ الکتاب الحدیث۔ واخرج ایضا فیہ قال لنا ابونعیم حدثنا الحسن
بن ابی الحسناء حدثنا ابو العالیۃ۔ فسألت ابن عمر بمکۃ اقرأ فی الصلوۃ۔ قال
انی لاستحیی من رب ھذا البیت ان اصلی صلوۃ۔ لا اقرأ فیھا۔ ولو بام الکتاب
واخرج ایضا۔ فیہ۔ قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا اراد ان یقرأ سکت سکتۃ۔ وکان ابوسلمۃ بن عبدالرحمان۔ ومیمون
بن مھران وغیرھم۔ وسعید بن جبیر۔ یرون القراءۃ عند سکوت الامام الی
نون نعبد لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب واخرج
ابوداود عن ابی ھریرۃ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی

بانواں اعتراض کا جواب

المدینۃ۔ لاصلوٰۃ الا بقرآن ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد۔ سائل کہتا ہے۔ کہ
ان مرفوعہ احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاتحہ بخصوصہا کا پڑھنا فرض نہیں
جبکہ فرض ہی نہیں ہے۔ تو امام کے پیچھے کیسے فرض ہوگی۔ **قولہ** معلوم نہیں
کہ یہ لفظ کہاں سے آگیا **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً**۔ عدم العلم بالشیء۔ اور علم العدم
یہ۔ میں بہت بڑا فرق ہے۔ اول مستلزم ضعف کا نہیں **ثانیاً** ابن سید الناس
نے اپنی علم کی نسبت یہ فرمایا ہے آور وہ مستلزم عدم فی نفسہ کا نہیں۔ کیا حضرت
ابن عمر نے بہ نسبت صلوٰۃ الضحیٰ کے بجواب سائل کے لا اخالہ نہیں فرمایا۔ یعنی میں
گمان کرتا ہوں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی نہیں پڑھتے تھے کما رواہ البخاری
اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے نہیں فرمایا۔ کہ سوا ایک دفعہ کے میں نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ضحی کی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا رواہ البخاری ایضاً
حالانکہ نماز ضحے کا ثبوت اور بار بار پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کالشمس روشن ہے
کما رواہ مسلم وغیرہ ابو محمد حارثی اور ابن عدی نے اس حدیث کو ابی سعید خدری سے
روایت کیا ہے۔ اور قوی اور ضعیف ہونا حدیث ہذا کا بہ محل خود مبین ہے۔ الآ
اس حدیث کی تخریج تو مجہول نہیں **قولہ** جیسے ابو داؤد میں ہے آہ **اقول** ابو داؤد
نے ابو سعید خدری سے روایت کیا امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر اس
صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فاتحہ اور ما تیسر دونوں مامور بالقراءۃ ہیں فہذا
الحدیث حجۃ علی القائلین بوجوب الفاتحۃ فقط **قولہ** ابو داؤد کی طریق میں
جعفر بن میمون ہے۔ نسائی نے کہا لیس بثقۃ الخ **اقول** جعفر بن میمون کو دارقطنی نے
کہا یعتبر حدیثہ۔ وقال مرۃ صالح الحدیث۔ وقال ابن عدی لم ار لہ حدیثہ
منکرۃ وروی عنہ عندا ویحیی القطان ذکرہ فی میزان الاعتدال اس سے
بھی قطع نظر کرکے۔ تسلیم کیا کہ ابو داؤد کے اس طریق میں جعفر بن میمون ہے۔ الآ

ابن سید الناس کا جواب

جعفر بن میمون کا حال

ابوداؤد کا دوسرا طریق جسمیں یہ راوی نہیں وہ صحیح ہے ولفظہ امرنا ان نقرأ
بفاتحۃ الکتاب وماتیسر۔ واخرجہ ابن حبان وصححہ ولفظہ امرنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وماتیسر واخرجہ
احمد وابویعلی الموصلی فی مسندھما۔ واخرج ابونعیم فی تاریخ اصبہان عن
ابی مسعود الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتجزئ صلوۃ
لایقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب وشئ معھا۔ واخرج احمد فی مسندہ فی
صلوۃ المسیٔ صلوتہ عن رفاعۃ بن رافع ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرء بماشئت
ورواہ ابوداؤد عن محمد بن عمرو ثم اقرء بام القرآن وبماشاء اللہ ان تقرأ
یہ خلاصہ **نصب الدرایہ** حافظ ابن حجر کا ہے۔ پس ان احادیث سے فاتحہ مع شئے
آخر کی فرضیت ثابت ہے۔ پس قائلین فرضیت فاتحہ خلف الامام فقط پر یہ احادیث
حجت ہیں **قولہ فصاعدًا** الی حدیث صحیح ہے اھ **اقول** فرضًا
تسلیم کیا کہ حدیث فصاعدًا ماول کما اولہ البخاری ہے۔ الاحدیث ثم اقرأ
بام القرآن ثم اقرأ بماشئت اور لاتجزئ صلوۃ لایقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب
وشئ معھا اس تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ اور اہل محاورہ کب پسند کرتے ہیں۔
اور ایسی تاویل جو مقتضائی عبارت سے خارج ہو۔ صرف عن الظاہر سے قطع نظر
خصم کے نزدیک حجت ہے۔ کب ہوسکتی ہے **قولہ** آپکے نزدیک قول صحابی حجت
ہے آہ **اقول** صحابی کا قول حجت اوسوقت ہے۔ جب کہ مقابلہ نصوص کے نہو۔ ورنہ
حجیت صحابی کے قول کی حنفیہ کرام کب قائل ہیں **فی التلویح** علی الخلاف
قول الصحابی للمجتہد ھل یکون حجۃ علی مجتہد غیر الصحابی۔ ولم یظھر لہ دلیل
من کتاب وسنۃ انتھی۔ **وفی المنار** تقلید الصحابی واجب یترک بہ القیاس
انتھی۔ پس ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں تقلید صحابی کی حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں

فصاعدًا کا صحیح ہونا ثابت ہے

ماننے پر بھی حجت نہیں

لودود النصوص الظاهرة **انتباہ** سامعین غور کریں کہ جب ما ذکر احادیث سے فاتحہ مع شئ زائد کی فرضیت ثابت ہے ۔ تو پھر تخصیص وجوب فاتحہ میں اتباع بقول الرسول کہاں ہے ۔ **قولہ** کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا **اقول** الزام کی جلی کھی تنہا بیش قاضی روی ۔ راضی آنیکی مثال صادق آتی ہے ۔ ورنہ میدان مقابلہ میں اس دعوی کو کون سنتا ہے ۔ اس تجویز ذہنی پر چند در چند الزام عائد ہوتی ہیں ۔ **اولاً** ۔ مخالفت فاقرؤا ما تیسر من القرآن کی کہ اس آیت میں مطلق قراءت کا حکم ہے ۔ تخصیص فاتحہ کی اس حکم کے خلاف ہے ۔ **ثانیاً** ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن کی تخصیص خلاف ہے **ثالثاً** حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لا تجزئ صلوۃ ۔ لا یقرء فیہا بفاتحۃ الکتاب و شئ معہا ہے تخصیص اس حکم کا خلاف ہے **رابعاً** حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ثم اقرء بام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرأ ۔ تخصیص اس حکم کے خلاف ہے **خامساً** امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر کے خلاف ہے **سادساً** یہ تفریق ذہنی عموم الفاظ احادیث کی خلاف ہے **سابعاً** واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے خلاف ہے **ثامناً** واذا قرء فانصتوا کے خلاف ہے **قولہ** ہم کہتے ہیں ما زاد کا پڑھنا بالکل منع نہیں **اقول** حاصل کلام صاحب رسالہ کا یہ ہے ۔ کہ فاتحہ ما زاد کے خلف الامام جہراً ۔ اور سراً ۔ صلوۃ جہریہ اور سریہ میں بالکل ممنوع نہیں ۔ سو یا تو مقتدی کو ہر دو کا پڑھنا بطریق فرض ہوگا ۔ یا بطریق مسنون ۔ یا فاتحہ کا بطریق فرض ۔ اور ما زاد کا مسنون ۔ یا بالعکس یعنی ما زاد کا فرض ۔ اور فاتحہ کا مسنون ۔ فصار المسئلۃ مربعۃ ۔ ہر چہار شقوق اسکے بالکل ممنوع ہیں ۔ اول ۔ دوم سوم ۔ تو اسلئے کہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا اور حدیث واذا قرء ای الامام فانصتوا ۔ رواہ مسلم وغیرہ اور مالی انازع القرآن اور خالجنیہا ۔ اور خلطتم علی القرآن وغیرہ کے خلاف ہے ۔ اور

جواب مؤلف کا کوئی الزام قائم نہیں ہو سکتا ۔ بوجوہ ۔

مازاد کا پڑھنا ممنوع نہیں ۔ کا جواب

چہارم ماذکر من الادلۃ کے سوا۔ لا قائل بہ من الامۃ المحمدیۃ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ **علاوہ** ازاں جسقدر ادلہ درباب عدم قرأت الفاتحہ والسورۃ خلف الامام فی مامر۔ میں مذکور ہوئی ہیں۔ یہاں بھی تصور کرنی چاہیئے۔ اور خود رائی تو خود مرض لاعلاج ہے۔ اور کلام اتباع ادلہ شرعیہ میں ہے۔ **قولہ** شافعی جیسا صاحب مذہب اس اجماع پر مطلع نہ ہوتا **اقول** فاتحہ خلف الامام میں اجماع ہوا۔ یا نہوا۔ اصل مسئلہ کی بابت استفسار ہے کہ اجماعیہ مسائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر دو سو برس بعد بعید العہد پیدائش کی اطلاع۔ کیا شرائط ضروریہ انعقاد اجماع سے ہے۔ وفاق وموافقت امام شافعی وغیرہ کی مسائل اجماعیہ صحابہ میں تو مدار انعقاد اجماع کا نہیں ہے۔ پر کیا عدم اطلاع مانع عدم انعقاد اجماع ہے **فی المسلم وشرحہ** لا عبرۃ فی الاجماع بالکافر ولا عبرۃ ایضًا لوفاق من سیوجد اجماعًا۔ انتہی **ثانیًا** بہت مسائل اجماعی ایسے ہیں کہ اون میں **صاحب رسالہ** کو بہ نسبت محدثین بھی یہی بات کہنی پڑیگی (۱) **نووی** **شرح صحیح مسلم** میں لکھتا ہے۔ اجمع العلماء علی جواز التیمم عن الحدث الاصغر۔ وکذالک اجمع اھل ھذہ الاعصار ومن قبلھم علی جوازہ للجنب والحائض والنفساء انتہی اور ابراہیم نخعی تابعی امام جلیل الشان لایری التیمم لہ پس صاحب رسالہ کہدیں۔ کہ اگر اجماع ہوتا۔ تو امام ابراہیم نخعی تابعی قریب العہد مطلع نہ ہوتا (۲) **نووی** نے اوسی کتاب میں لکھا ہے۔ اذا صلی الجنب بالتیمم ثم وجد الماء وجب علیہ الاغتسال باجماع العلماء انتہی اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن تابعی امام جلیل الشان ہے۔ قال لا یلزمہ الغسل یہاں بھی صاحب رسالہ وہی بات لکھ دیں (۳) **نووی** اوسی کتاب میں لا یبولن احدکم فی الماء الراکد کے ذیل میں لکھتا ہے والتغوط فی الماء

شافعی جیسا امام اس اجماع پر مطلع نہ ہونا۔ کا جواب بوجوہ۔ وجہ اول۔

کالبول فیہ واقبح وعلیہ اجماع العلماء انتھی۔ مضمونًا۔ اور داؤد ظاہری
امام کہتا ہے۔ ان الغائط لیس بنھی عنہ فی الماء پس اس میں بھی ویسا ہی
کھدیں (۴) اوسی کتاب میں نووی لکھتا ہے کہ عند البیع والشراء فقط
عورت کے مونہہ اور دونوں ہاتھوں کو دیکھ لینا جائز ہے۔ اور اسپر اجماع اُمت کا
ہے۔ وقال الاوزاعی ینظر الی موضع اللحم وقال داؤد ینظر الی
جمیع بدنھا پس یہاں بھی وہی بات کھدیں (۵) نووی نے اوسی کتاب
میں لکھا ہے نقل الحارث المحاسبی اجماع العلماء علی ان الام تفضل فی البر
علی الاب۔ وخالف فی ذلک مالک فانہ یقول انھما فی البر سواء۔ پھر
صاحب رسالہ یہاں بہی بھی فرماویں۔ کہ اگر اجماع ہوتا تو امام مالک جیسے امام
مطلع نہوتے۔ اور اوس کے نظائر ازبس ہیں طوالت قلم کو روکتی ہے وذلک
غیر خافیۃ علی ناظری کتب الفن۔ پس ثابت ہوا کہ عدم اطلاع امام شافعی وغیرہ
کی مانع انعقاد اجماع صحابہ کرام کی نہیں ہی فثبت وھن ھذا القول قولہ
باحسن وجوہ ثابت ہی اقول جیسی قراءت فاتحہ خلف الامام بعض صحابہ۔ اور
تابعین سے ثابت ہے۔ ویسی ہی عدم القراءۃ خلف الامام بھی صحابہ اور تابعین
سی بعمدہ وجوہ ثابت اور مبرہن ہی۔ فثبت ان المسئلۃ اختلافیۃ۔ الا امر
متنازع فیہ فرضیت فاتحہ خلف الامام ہی۔ سو اوسکا ثبوت اس کلام سی جیز منع میں
ہے۔ بلکہ اختلاف صحابہ اور تابعین کا مؤید عدم فرضیت کا ہی۔ رہی یہہ بات
کہ مسئلہ اختلافی ہے تو اجماع کہنا درست نہوا۔ سو اسکی بابت آگے گزارش ہوگا قولہ
سینئ بخاری نے کہا حدثنا یحیی عن الابان حدثنا ابو نضرۃ
الخ اقول اس روایت میں ابان سہو قلم ہے۔ بلکہ صحیح العوام ہے۔ اور یہہ عوام
بن حمزۃ المازنی ہے۔ سو میزان الاعتدال میں اسکے ترجمہ میں لکھا ہے۔

باحسن وجوہ ثابت کا جواب

عوام بن حمزۃ المازنی کا حال۔

روی عباس عن یحیی لیس حدیثه بشئ وقال احمد له مناکیر انتہی۔

قوله وبروایۃ عن عبد الرحمن بن ہرمز ان ابا سعید الخدری الخ **اقول** اس حدیث کی ایک روایت میں یحیی بن عبد اللہ بن بکیر مصری ہے۔ اور وہ مختلف فیہ ہے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ قال ابو حاتم کان یفهم هذا الشان یکتب حدیثه ولا یحتج به۔ **وقال** النسائی ضعیف۔ وقال مرة۔ لیس بثقة انتہی۔ اور دوسری روایت میں عبد اللہ بن صالح ہے۔ اور یہ عبد اللہ بن صالح بن محمد بن مسلم جہنی مصری ابو صالح کاتب اللیث بن سعد ہے۔ **تقریب** میں لکھا ہے صدوق کثیر الغلط ہے۔ اور میزان میں لکھا ہے قال النسائی لیس بثقة۔ وقال ابن المدینی لا اروی عنه شیئا۔ وقال ابن عدی هو عندی مستقیم الحدیث الا انه یقع فی اسانیده ومتونه غلط ولا یعتمد علیه انتہی **قوله** قال البخاری رحمه اللہ و کانت عائشة تقول بذلک **اقول** یہ روایت بے سند ہے۔ اگر اوسکی سند مذکور ہوتے تو رواۃ کا حال معلوم ہوتا **قوله** قال البخاری قال عبد الرزاق الخ **اقول** اس روایت کو صاحب رسالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا۔ بخاری رحمہ اللہ علیہ نے جزء قراءت میں اسکو یوں لکھا ہے قال البخاری قال عبد الرزاق عن ابن جریج عن عطاء قال اذا کان الامام یجهر فلیبادر بقراءة ام القرآن۔ اولیقرء بعد ما سکت فاذا قرء فلینصت کما قال اللہ تعالی انتہی **اولا**۔ گذارش ہے کہ عبد الرزاق جو اس روایت میں ہے عبد الرزاق بن ہمام بن نافع ہے۔ اور وہ متکلم فیہ عند الحفاظ ہے **میزان** میں اوسکی توثیق کا حال بھی لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے وضعف بصره فی آخر عمره فهو ضعیف السماع۔ وقال محمد بن عثمان الثقفی البصری۔ واللہ الذی لا اله الا هو۔ ان عبد الرزاق کذاب۔ والواقدی اصدق منه۔ وقال زید بن عبد المبارک لا اروی عنه۔ وقال جعفر بن عفان الطیالسی سمعت ابن معین

عبد اللہ بن صالح

عبد الرزاق بن ہمام بن نافع

یقول سمعت من عبد الرزاق کلامًا یومًا۔ فاستدللت به علی تشیعه۔ فقلت ان استاذیك الذین اخذت عنهم کلهم اصحاب سنة۔ معمر ومالك و ابن جریج وسفیان۔ والاوزاعی۔ فمن اخذت هذا المذهب۔ فقال قدم علینا جعفر بن سلیمان الضبعی فرأیته فاضلا حسن الهدی۔ فاخذت هذا عنه۔ وقال احمد بن خیثمة سالت ابن معین وقیل له ان احمد یقول ان عبید الله بن موسی یرد حدیثه للتشیع۔ فقال کان۔ والله الذی لا اله الا هو۔ عبد الرزاق اعلی فی ذلك من عبید الله مائة ضعف انتهی ملتقطًا اور **تقریب** میں ہے ثقة حافظ مصنف شهیر عمی فی اخر عمره فتغیر وکان یتشیع انتهی اور **ثانیًا** یہ اثر خود دال ہے کہ اگر مقتدی کو موقعہ مذکور نہ ملے۔ تو انصات عند قراءة الامام واجب ہے۔ فاتحہ نہ پڑھے۔ فاین فرضیة الفاتحة **قوله** قال البخاری عن ابی السائب عن ابی هریرة رضی الله عنه الخ **اقول** یہ حدیث صاحب رسالہ پہلے ابتدا رسالہ میں بیان کرچکے ہیں۔ اور اوسکا جواب وہاں عمدہ طرح سے دیا گیا ہے۔ فلا نعیده **قوله** قال البخاری عن ابی المغیرة عن ابی بن کعب الخ **اقول** اس روایت کی سند میں زیاد البکائی ہے۔ اور وہ زیاد بن عبد الله بن طفیل البکائی ہے۔ **میزان الاعتدال** میں اوس کے ترجمہ میں لکھا ہے قال ابن معین لا باس به فی المغازی واما فی غیرها فلا۔ وقال ابن مدینی ضعیف کتبت عنه وترکته۔ وقال ابو حاتم لا یحتج به۔ وقال النسائی ضعیف وقال مرة لیس بالقوی۔ وقال ابن سعد کان عندهم ضعیفًا انتهی **قوله** عن ابن سنان قال قلت لابی بن کعب الی اخره **اقول** اس روایت کی سند میں عبید الله بن موسی العبسی الکوفی شیخ البخاری ہے۔ **میزان** میں لکھا ہے۔ عبید الله فی نفسه ثقة لکنه شیعی محترق۔ و قال ابو داؤد کان شیعیًا محترقًا۔ وعن احمد کان عبید الله صاحب تخلیط حدث

زیاد البکائی کا حال۔

عبید اللہ بن موسیٰ کا حال

باحادیث سوء واخرج تلک البلایا - وقد رایته بمکة فما عرفت له - وقد استشار محدث احمد بن حنبل فی الاخذ عنه فنهاه انتہی - **قوله** قال البخاری عن ابی رافع عن علی بن ابیطالب الخ **اقول** اس روایت میں سفیان بن حسین سمعت عن الزہری واقع ہے - میزان الاعتدال میں لکھا ہے یروی عن الزہری مضطرب فیه - وقال احمد لیس بذاک فی الزہری - وقال عباس عن یحیی لیس به باس ولیس من کبار اصحاب الزہری - فی حدیثه ضعف وروی ابن خیثمة عن ابن معین ثقة فی غیر الزہری - وروی یعقوب بن شیبة عن یحیی کان مؤدبا لم یکن بالقوی - وروی ابوداؤد عن یحیی لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری - وقال ابن معین لم یکن بالقوی انتہی مختصرًا **قوله** قال البخاری عن ابی مریم سمعت ابن مسعود الخ **اقول** اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابان ہے میزان میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہے اسماعیل بن ابان الازدی الکوفی الوراق شیخ البخاری - قال البخاری صدوق وقال غیره کان یتشیع - وروی الحاکم عن الدارقطنی انه قال لیس عندی بالقوی **قوله** قال البخاری عن سفیان وقال حذیفة یقرء خلف الامام **اقول** یہ روایت جزء القراءت امام بخاری رحمہ اللہ - مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۱۳ - سطر ۴ میں فقط اسقدر ہی - وقال حذیفة - یقرء اور خلف الامام کا لفظ اسمیں نہیں - شاید ازدیاد ہے - یا ایجاد یا سہو کاتب ہے اور یقرء عام ہے داخل ہو یا خارج نماز کے - اور مقتدی اور امام اور منفرد کو - فاین تقوم به الحجة علی القراءة خلف الامام - اور نیز اس روایت کی سند میں محمد بن یوسف الفریابی شیخ البخاری ہے میزان میں اوس کی توثیق کے بعد لکھا ہے - قال العجلی اخطاء الفریابی فی مایة وخمسین حدیثا انتہی - **قوله** حدثنا ابو النضر

سفیان بن حسین کا حال

اسمعیل بن ابان کا حال

محمد بن یوسف الفریابی کا حال

قال سألت ابا سعيد عن القراءة خلف الامام **اقول** یہ روایت اور جو روایت کہ صاحب رسالہ نے اول بقولہ۔ سنیے بخاری نے کہا ہے **حدثنا** مسدد حدثنا یحیی الخ بیان کی ہے۔ ایک ہی ہے۔ صاحب رسالہ نے اسکو آثار کی تعداد بڑہانے کے لئے یا سہو سے بغرض آخر۔ مکرر بیان فرمایا۔ اسکی سند میں وہی عوام بن حمزة المازنی ہے جسے یحیی نے کہا۔ لیس حديثه بشئ وقال احمد له مناكير كما مر قبل ذلك من الميزان

قوله وعن مجاهد اذا نسي فاتحة الكتاب فلا تعد تلك الركعة **اقول** اس روایت سے استدلال صاحب رسالہ کا ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ اوسمیں خلف الامام کا کہاں ذکر ہے۔ تاکہ صاحب رسالہ کو مفید ہوتا۔ کما لا یخفی۔ جائز ہے کہ مجاہد نے منفرد کے لئے فرمایا ہو۔ جیسی حنفیہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ منفرد کے لئے قراءة فاتحة الكتاب واجب ہے۔ اوس کے ترک سہوًا سے بھی نقصان کمال لازم آتا ہے۔ كما هو المذكور فی الفقه **قوله** وعن عبد الله بن مغفل انه كان يقرأ فی الظهر والعصر الخ **اقول** اس روایت کی سند میں عمر بن ابی سحیم النهدری ہے۔ اوسکو میزان الاعتدال میں غیر معروف لکھا ہے حيث قال عمر بن ابی سحیم۔ عن عبد الله بن مغفل لا يعرف يحيى بن ابی اسحاق الحضرمی عنه حديث انتهى **قوله** عن عبد الله بن الزبير عن ابيه عن عائشة الخ **اقول۔ اولاً۔** اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ محدثین کے نزدیک جو اوسکا حال ہے۔ سابق میں گزر چکا ہے۔ **ثانیاً** اس سے قطع نظر لفظ خداج مشترک ہے كما مر قبل ذلك فلا يتم حجة **ثالثاً** ليس فی هذا الحديث شئ يدل على انه صلى الله عليه وسلم اراد بذلك الصلوة التی تكون وراء الامام۔ قد يجوز ان يكون عنى بذلك الصلوة التی لا امام فيها۔ **واخرج** من ذلك المأموم بقوله من كان له امام فقراءة الامام له قراءة فلا يتم به الحجة **قوله** عن عبادة صلى النبی صلى الله عليه وسلم

صلوٰۃ الخ **اقول** اس روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہے۔ اور نیز اسکا جواب ابتدا رسالہ میں گزرچکا ہے۔ علاوہ اوسکا طوالت سے خالی نہیں فلانعیدہٗ **قولہ** قال البخاری قال ابن خثیم قلت لسعید ابن جبیر الخ **اقول**۔ **میزان الاعتدال** میں لکھا ہے عبداللہ بن عثمان بن خثیم المکی روی الثوری عن ابن معین احادیثہ لیست بالقویۃ۔ وقال مرۃ لایحتج بہ۔ وقال النسائی لین الحدیث انتہی۔ اگرچہ اس عبداللہ کی بعض نے توثیق بھی کی ہے الا ضعف راجح ہے **قولہ** قال البخاری قال انا محمد بن یوسف ثنا سفیان الخ **اقول** اس روایت کی سند میں جواب ابن عبید اللہ التیمی ہے **میزان** میں کہا ہے وثقہ ابن معین ضعفہ ابن نمیر۔ وقال ابوخالد الاحمر ابیتہ وکان یقص وکان یذہب الی الارجاء۔ وقال الثوری لم اعرض لہ الا لارجاء۔ وقال ابن علی لیس للجواب من المسند الا قلیل۔ لہ مقاطیع فی الزہد وغیرہ رحمہ اللہ انتہی ملخصاً **قولہ** قال مجاہد اذالم یقرأ خلف الامام الخ **اقول** یہ اثر اور عبداللہ بن عمر کا اثر حدیث مرفوع اور واذا قرء (الامام) فانصتوا۔ رواہ مسلم والنسائی اور آیۃ قرآنی واذا قریٔ القرآن فاستمعوالہ وانصتوا۔ اور **حدیث** قراءۃ الامام لہ قراءۃ کا کب مقابلہ کرسکتی ہیں **قولہ** اسقدر آثار ایک ہی کتاب سے نقل کردیے ہیں **اقول** ہر ایک اثر کا حال معلوم ہوچکا ہے۔ اور ضعف اونکا واضح اور ظاہر ہوگیا۔ پھر ایسے ضعاف کو معرض مقابلہ اور محل استدلال میں پیش کرنا سامحت کے سوا اور کیا کہا جاوے۔ **قولہ** ایک اور پیارا قول نقل کرنے کو جی چاہتا ہے **اقول** قطع نظر اثبات کے کہ یہ اثر بھی احادیث مرفوعہ اور آیۃ قرآنی کا مقابلہ کب کرسکتا ہے۔ اسکی سند میں وہی جواب تیمی ہے جسکا حال میزان سے گزرچکا ہے۔ اور **تقریب** میں لکھا ہے صدوق رمی بالارجاء **قولہ** قال قال ابی بن خلف وحذیفۃ الخ **اقول** یہ اونہی آثار کا نتیجہ

ہے۔ جنکا ضعف پہلے معلوم ہوچکا ہے۔ جبکہ آثار کا حال یہ ہے۔ تو پھر اس نتیجہ کو کون تسلیم کرے۔ **قولہ** وقال القاسم بن محمدؒ کان رجال الخ **اقول** یہ روایت صاحب رسالہ نے پوری پوری بیان نہیں کی۔ ایک جملہ مطلب کا ذکر کیا۔ اور دوسرا جملہ بیان کرنے سے حیا مانع ہوا ہوگا۔ **مؤطا** میں ہے۔ قال اسامۃ فسألت القاسم بن محمد عن ذلک (ای القرآءۃ خلف الامام) فقال ان ترکت فقد ترکہ ناس (ای من الصحابۃ) یقتدی بھم۔ وان قرات فقد قرات ناس یقتدی بھم وکان القاسم ممن لا یقرأ **فائدہ** اس اثر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بہت صحابہ۔ خلف الامام قراۃ نہیں پڑہتے تہے۔ جیسا فقد ترکہ ناس کا مدلول ہے فاین الفریضۃ

قولہ وقال ابی مریم سمعت ابن مسعودؓ الخ **اقول** ان سب آثار کا حال گزارش ہوچکا ہے **قولہ** کافی صاحب کا قول بہی ان آثار سے کذب بحت ثابت ہوگیا۔ الی آخر ما قال۔ کیونکہ مرتضے رضی اللہ عنہ کا خلف الامام قراۃ پڑہنا ثابت ہی **اقول** اولا۔ بہت عمدہ درجہ کا ثبوت ہوچکا ہے۔ بہلا اس سے بڑہ کر اور کیا ثبوت ہونا چاہیئے کہ خود امام الائمہ بخاری بصیغہ تمریض (یعنی یذکر عن علیؓ رض) بیان فرماتے ہیں۔ جبکہ بخاری رحمہ اللہ کے بیان پر مدار ثبوت ہے۔ تو بخاری کو تو یقیناً یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی کہ حضرت خلیفہ چہارم خلف الامام قرادت پڑہتے تہے۔ یا نہ پڑہتے تہے۔ حضرت امام الائمہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جبکہ خود ہی متوہم اور متشکک ہیں تو پہر ثابت ہی کہاں ہوچکا ہے۔ وہ حیۃ خوش۔ بخاری پر بہی اتہام لگانے سے باز نہ آئے اور آیۃ ان بطش ربک لشدید کو جلد ہی بہول گئے۔ **ثانیاً** جس روایت پر مدار حصول علم قراۃ خلف الامام خلیفہ چہارم کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ اوسکی سند میں سفیان بن حسین ہے۔ اور اس سفیان کے ضعف کا حال نقلاً عن المیزان بخوبی معلوم ہوچکا ہے۔ پہر ایسے ضعیف کی روایت کو درجہ ثبوت کہاں حاصل ہے **ثالثاً** حافظ ابن حجر عسقلانی نے تخریج

قال القاسم کا جواب +

کافی کا قول کذب بحت ہی۔ کا جواب +

ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ وانما یثبت ذلك (ای منع القراءة خلف الامام) عن ابن عمر وجابر وزید بن ثابت وابن مسعود۔ وجاء عن سعید۔ وعمر۔ وابن عباس وعلی انتہی

تنبیہ جبکہ روایت مثبتہ قراءۃ حضرت علی کا یہ حال۔ اور امام الائمہ بخاری کو خود یقین ہی نہین۔ اور ابن حجر جیسا محقق شافعی المذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا منع قراءۃ خلف الامام نقل کرتا ہے۔ تو پھر صاحب کافی کے قول کو کذب بحت کہنے کو۔ اگر کذب بحت اور سخت جسارت کہا جاوے۔ تو شاید بعید از اعتدال نہو **قولہ** پہلا اثر جناب عمر رضی اللہ عنہ کا ہے بخاری نے کہا ہے آہ **اقول** حضرت عمرؓ کے اثر کو صاحب رسالہ نے پورا پورا بیان نہیں کیا۔ **زیلعی** نے **تخریج احادیث ہدایہ** میں ناقلا عن الخلاصہ للنووی۔ بیان کیا ہے حیث قال۔ عن ابی سلمۃ ومحمد بن علی ان عمر بن الخطاب صلی المغرب فلم یقرء فقیل له۔ فقال کیف کان الرکوع والسجود۔ قالوا حسنا قال فلا باس انتھی۔ وقال ھذا منقطع لانھما لم یدرکا عمر رضی اللہ عنہ۔ قال وفی روایۃ للبیہقی موصولۃ ان عمر اعاد الصلوۃ انتھی تم نے تسلیم کیا کہ پہلا اثر منقطع ہے۔ اور دوسرا موصول الا اعادہ نماز کا حضرت عمر فاروق نے بسبب نہ پڑھنے مطلق قرات کے جو کہ فرض تھے فرمایا۔ وہو مذہب الحنفیۃ۔ نہ بباعث نہ پڑھنے فاتحۃ الکتاب کے۔ کیونکہ اس اثر میں صلی المغرب ولم یقرء واقع ہے۔ سو اوسکا مدلول عدم القرأت مطلقا ہی نہ عدم قراءۃ الفاتحۃ۔ فہذا الاثر لنا لا له **قولہ** ویکفی فی بطلانہ اجماع المسلمین علی خلافه آہ **اقول** اس اجماع المسلمین میں صحابہ رضوان اللہ علیہم داخل ہیں یا نہیں۔ اگر داخل ہیں تو اوسکا کہنا اجماع المسلمین صریح البطلان ہے **قال البخاری** فی الجزء۔ انما اجاز ادراك الرکوع من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منھم ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔ وابن عمر انتھی۔ **بخاری** رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے واضح ہے۔ کہ قراءۃ خلف الامام۔

اثر عمرؓ کا جواب

اجماع المسلمین کا جواب

کل صحابہ کا مذہب نہیں - پھر اجماع المسلمین علے خلافہ کہاں ہوا - اور اگر صحابہ
داخل نہیں ہیں - تو اجماع المسلمین کجا - فذلک اصرح البطلان من الاول -
اگر بعد انقراض زمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع المسلمین علے خلافہ مراد ہے - تو
بھی صحیح نہیں لاختلاف التابعین ومن بعدھم فی ھذہ المسئلۃ وھو ظاھر غیر
خافیۃ **قولہ** پھر بخاری نے کہا ہے علی مرتضی کا وہی اثر اول اور صحیح ہی **اقول**
یہ اول اور صحیح وہی اثر ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے - اور اوسکی سند میں سفیان
بن حسین ہے - اور اوسکے ضعف کا حال **میزان الاعتدال** سے منقول ہوا ہے
پھر باوصف ایسے ضعیف راوی کی اول اور صحیح کسطرح ہوا - **قولہ** اور جناب امیر کی
اوس اثر کی نسبت الخ **اقول** اس اثر کو **حافظ ابن حجر** نے تخریج احادیث ہدایہ میں
اسطرح بیان کیا ہے **اخرج** (البیہقی) من طریق الحارث عن علی ان رجلا
قال لہ صلیت فلم اقرأ فقال اتممت الرکوع والسجود قال نعم - قال تمت صلوتک
انتھی - وقال الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایۃ - وقال الحارث مجمع علی ضعفہ
فانہ کان کذابا انتھی - اس روایت کی سند میں چونکہ حارث ہے اور وہ ضعیف
مجمع علیہ ہے - لہذا یہ روایت ضعیف ہوئی - اگر فرضا حارث کے ضعف سے قطع
نظر بھی کیجاوے - تو بھی یہ روایت نصوص صریحہ دالہ بر وجوب قراءۃ مطلق کے
معارض ہے - کیونکہ سائل نے کہا صلیت فلم اقرء یعنے مینے نماز پڑھی - اور اوس
میں قرارت بالکل نہیں پڑھی - پس ظاہر ہے کہ جبکہ اوس نے قراءۃ مطلقا نہیں پڑھی
تو پھر اوسکی نماز کسطرح صحیح ہو کان مطلق القرآءۃ فرض - وھو بعینہ مذھب الحنفیۃ
رضوان اللہ علیہم اجمعین **قولہ** فرضوں کی رکعتوں میں قراءۃ ضروری نہیں سمجھتے
اقول اسکا جواب انشاء اللہ تعالے آگے ذکر ہوگا **قولہ** جابر کا فعل مخالف ہے - ابن ماجہ
نے سنن میں لکھا ہے عن جابر کنا نقرأ فی الظھر الی آخرہ **اقول** - اولا -

شاہ عبد الغنی مرحوم نے حاشیہ ابن ماجہ میں

ابن ماجہ نے روایت کی جابر رضی اللہ عنہ سے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة **ثانیاً** ترمذی نے حضرت جابرؓ
سے روایت کیا ہے من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون
وراء الامام وقال هذا حدیث حسن **ثالثاً** قال الحافظ ابن حجر فی نصب الرایة
فی تخریج احادیث الهدایة انما یثبت ذلك ای المنع عن ابن عمر وجابر وزید بن
ثابت وابن مسعود انتهی **رابعاً** قال ابن عبد البر ما اعلم فی هذا الباب من الصحابة
من صح عنه ما ذهب الیه الکوفیون فیه - من غیر اختلاف عنه الا جابر **خامساً**
قال بعض اعیان الدهلی لعل هذا کان باجتهادهم - فلما احسن رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم منهم - قال من کان له امام فان قراءة الامام له قراءة - کما یجیئ
فی باب - اذا قرء الامام فانصتوا انتهی - ان وجوہات سے صاف ظاہر ہے - کہ راجح

بخاری کی روایت کا جواب اور بیان

روایت یہی ہے کہ معمول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا عدم القراءة تہا کما لا یخفی **قوله**
بخاری نے روایت کیا ہے عن الزہری عن مولی جابر بن عبد اللہ الخ **اقول** امامُ
الائمہ بخاری علیہ الرحمة نے اس اثر کو جزء القراءة میں یوں بیان فرمایا ہے - **و**
روی سفیان بن حسین عن الزہری عن مولی جابر بن عبد اللہ قال لی جابر
بن عبد اللہ اقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام انتہی - اسمیں گزارش ہے **اولاً** -
اس روایت کی سند میں وہی سفیان بن حسین ہے - جسکا ضعف **میزان الاعتدال**
سے مذکور ہو چکا ہے فکیف الاحتجاج به **ثانیاً** حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ
میں بیان کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے منع عن القراءة خلف الامام ثابت ہے - و
ہذہ عبارته - وانما یثبت ذلك (ای منع القراءة خلف الامام) عن ابن عمر وجابر و
زید بن ثابت وابن مسعود الخ **ثالثاً** روی الترمذی عن جابر بن عبد اللہ یقول
من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام - هذا حدیث

حسن صحیح انتھی **رابعًا**۔ روی الطحاوی فی شرح الآثار بسندہ عن جابر بن عبد اللہ
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ الحدیث **خامسًا** روی
مالک فی مؤطاہ عن وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی
رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام انتھی۔ **سادسًا**
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نصًا بیان کیا ہے۔ کہ جابر رضی اللہ عنہ نے
حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب کی تاویل کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ یہ
حدیث من کان وحدہ کے لئے ہے۔ من کان خلف الامام کیواسطے نہیں ہے۔ بلکہ
اوس کے لئے من صلی رکعۃ الحدیث ہی۔ اگر اس حدیث کا ثبوت عند الجابر رضی اللہ عنہ
نہوتا۔ تو حضرت جابر کو تاویل حدیث اول کی کیا ضرورت تہی۔ اور احمد بن حنبل ؒ
نے بہی حدیث لا صلوۃ کی الحدیث یہی تاویل کی ہے۔ **قال الترمذی**
اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ
الکتاب۔ اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی
رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ قال احمد
فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ انتھی۔ جب کہ
حدیث حسن صحیح وان کان موقوفًا۔ اور مرفوع موجود۔ اور حضرت جابر سے ثبوت میں
منقول۔ اور مار وی البخاری فی الجزء کا ضعف مکشوف۔ تو پہر اس حدیث کے ثبوت
میں کیا کچہ کلام ہے **علاوہ** براں بخاری کا اثر ضعیف۔ مرفوع اور موقوف حسن
صحیح اور احمد بن حنبل کی روایت کا بہلا مقابلہ کر سکتا ہے۔ **مخاصم** کا درِ کلام
تو بند ہونا معلوم۔ وللمنصف مانقلنا کاف **قولہ** اور ابن مسعود سے ثبوت
قراءۃ خلف الامام اوپر گزر چکا ہے۔ **اقول** (اولًا) وہاں بھی اوس روایت کا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت قرأت کا جواب

حال بھی گزارش ہوچکا ہے۔ یعنی وہان بیان ہوچکا ہے۔ کہ اس روایت کی سند میں اسماعیل بن ابان ہے۔ **میزان الاعتدال** میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہے۔ اسماعیل بن ابان ازدی الکوفی الوراق شیخ البخاری قال البخاری صدوق وقال غیرہ کان یتشیع۔ **وروی الحاکم** عن الدارقطنی انہ قال لیس عندی بالقوی انتہی **ثانیًا** خود امام الائمہ بخاری نے جزء القراۃ میں لکھا ہے انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی صلعم الذین لم یروا القراۃ خلف الامام۔ منہم ابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمر انتہی **ثالثًا** حافظ ابن حجر **تخریج احادیث ہدایہ** میں لکھا ہے انما یثبت ذلک رای منع القراۃ خلف الامام عن ابن عمر وجابر وزید بن ثابت وابن مسعود انتہی ۔ یہ حال ثبوت مذکور کا ہے جس پر صاحب رسالہ نازان ہوکر فرماتے ہیں کہ ثبوت گزرچکا ہے **قولہ** اور ابن عمرو کے اثر کی نسبت قال البخاری الحدیث **اقول** ۔ اولا ۔ یہ روایت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے مروی ہے ۔ ابن عمرو بالواو سہو قلم ہے بلاواو صحیح ہے) بخاری کے جزء القرات کی روایت میں۔ لا اقرء فیھا ولو بام القران ہے۔ اور **طحاوی** کی روایت میں لا اقرء فیھا بام القرآن او ما تیسر واقع ہے۔ ہر دو روایتوں سے وجوب مطلق قراءۃ کا مستفاد ہوتا ہے۔ نہ فاتحہ کی تعیین **ثانیا** اس روایت میں قراءۃ فی الصلوۃ کا ذکر ہے۔ قراءت خلف الامام کا اسمیں ذکر ہی کہاں ہے فھذہ الروایۃ لا تنفع لصاحب الرسالۃ **قولہ** ان یحیی سال ابن عمر عن القراءۃ خلف الامام الحدیث **اقول** ۔ اولاً ۔ یہ روایت بھی عبداللہ بن عمر الخطاب سے مروی ہے۔ ابن عمرو بالواو سہو قلم ہے۔ اس روایت کی سند میں یحیی بن مسلم البکائی ہے ۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے یحیی بن مسلم البکائی قال ابو زرعۃ لیس بالقوی ۔ وقال ابن سعد ثقۃ انشاء اللہ تعالی ۔ واما یحیی القطان لا یرضاہ ۔ وقال النسائی متروک الحدیث ۔ وقال الدارقطنی ضعیف ۔ وقال ابن حبان لا یجوز الاحتجاج بہ۔

وقال وکیع یروی عن شیخ ضعیف + وقد روی احمد بن زہیر عن ابن معین قال
یحیی البکاء لیس بذاک + وقال النسائی یحیی بن مسلم البکاء البصری متروک
انتہی۔ **وفی التقریب** ضعیف من الرابعۃ انتہی **ثانیاً** خود امام بخاری علیہ الرحمۃ
نے جزء القراءۃ میں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ممن لم یر القراءۃ خلف الامام سے شمار کیا
ہے کما مر عبارتہ **ثالثاً** حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ میں ابن عمر کو مانعین
قراءۃ خلف الامام سے گنا ہے۔ وایضاً سبقت عبارتہ **رابعاً** موطا امام مالک میں ہے
عن نافع ان عبداللہ عمر کان اذا سئل ھل یقرء احد خلف الامام۔ قال
اذا صلی احد خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام۔ واذا صلی وحدہ فلیقرء۔ قال
وکان عبداللہ بن عمر لا یقرأ انتہی۔ **خامساً** موطا امام محمد میں نافع کی روایت بعینہ
موجود ہے **و** فیہ ایضاً اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر انہ سئل عن القراءۃ
خلف الامام قال یکفیک قراءۃ الامام انتہی مختصراً **وایضاً فیہ** کان ابن
عمر لا یقرأ خلف الامام آن عبارات سے کئی فایدہ معلوم ہوئے **اول** ضعف یحیی
البکا کا حال جو بخاری کی روایت میں ہے۔ **دوم** یہ روایت معارض ہے۔ اوس
روایت کے جو خود بخاری نے بیان فرمائی ہے **سیوم** ابن حجر کے بیان
کے مخالف ہے **چہارم** امام مالک کی روایت جو قوی اوس کے معارض ہے **پنجم**
روایات موطا محمد کے مخالف ہے پھر باوصف ضعف اور معارضات کے کیف یصح
الاحتجاج بہ **قولہ** اور زید بن ثابت کے اثر بخاری نے کہا ہے لا یعرف الخ **اقول**
اس جواب میں صاحب رسالہ نے بہت عمدہ نمایاں حکیمانہ کارروائی فرمائی ہے۔ ظاہر
ظاہر میں گویہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بخاری کا جواب زید بن ثابت کی دونوں اثروں کا جواب ہے
والحال انہ لیس کذلک بخاری رہ کی جزء القراءۃ کی عبارت یہ ہے قال البخاری وروی
عمرو بن موسی بن سعد عن زید بن ثابت قال من قرء خلف الامام فلا صلوۃ لہ۔ و

يعرف لهذا الاسناد سماع بعضهم من بعض ولا يصح مثله - یہ جواب صرف اسی اثر
کا ہے - اور زید بن ثابت کے روایت جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بیان فرمائی ہے
صاحب رسالہ اوسکے جواب سے ساکت ہیں - اور وہ یہ ہے عن عطاء بن یسار
انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت عن القرآءة مع الامام - فقال لا قرآءة مع
الامام فی شیء انتہی **واخرجه** النسائی ایضاً فی سجود القرآن **قوله** ابو الدرداء
کے اثر پر خود ابو الدرداء کا قول کافی ہے - الخ **اقول** - اولاً - یہ امر تو پہلے ہی معلوم ہو
کہ یہ اثر ابو الدرداء کا ہے - مرفوع صریح نہیں - پھر اوسکے جواب میں یہ کہنا کہ ابو الدرداء
کہتا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں - یہ جواب ہے - تاکہ اوسکی عبارت کا ترجمہ عمداً وہ
اگر شارحین نے ترجمہ **اری** کا **اعتقد** کے ساتھ کیا ہے نہ خیال سے
ثانیاً - یہ حدیث درباب وجوب قراءۃ فی الصلوۃ مین وارد ہے - نہ وجوب قراءۃ خلف
الامام میں کما یدل علیه لفظ الحدیث **روی** النسائی بسنده عن ابی الدرداء
سمعه یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم - افی کل صلوۃ قرآءة قال نعم
قال رجل من الانصار وجبت هذه الحدیث الی آخرہ - **طحاوی** نے شرح آثار میں
لکھا ہے فهذا ابو الدرداء قد سمع من النبی صلی اللہ علیه وسلم فی کل صلوۃ قرآءة
فقال رجل من الانصار وجبت هذه فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیه
وسلم من قول الانصاری - ثم قال ابو الدرداء بعد من رأیه ما قال انتهی
الحاصل ابو الدرداء کا بعد سماع نعم کے اری ان الامام اذا ام القوم فقد
کفاهم - کہنا بغیر حصول علم کے مشکوۃ نبوۃ سے بن نہیں پڑتا - فیکون رفعاً
معنیً - ابن الهمام نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے لا یکون ذلک عن ابی الدرداء
الا لعلم عنده فيه من النبی صلی اللہ علیه وسلم انتهی بمضمونه **قوله** اور اوسکی اری
کے مقابلہ میں عبادہ بن ثابت کا اثر ہے وہ سنیئے **اقول** اولاً - علی تقدیر تسلیم

التقابل کے۔ ظاہراً معلوم نہیں ہوتا کہ اس جواب کا حاصل ہی کیا ہے۔ کیونکہ جواب ترکی بہ ترکی۔ ہم ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ عبادہ بن صامت کے اثر کے بالمقابل ابو الدرداء کا اثر موجود ہے۔ اور نیز زید بن ثابت کا وہ اثر جو امام مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔

(سئل زید بن ثابت عن القرآءۃ خلف الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیء) عبادہ کے اثر کے مقابل ہے۔ اور عبداللہ بن عمر کا اثر بھی اوسکے مقابل ہے۔ اور نیز اور بہت آثار اوسکے بالمقابل وارد ہیں۔ بلکہ مرفوعہ احادیث۔ بلکہ قران کریم بھی اوسکے مقابلہ میں موجود ہے۔ اگر تقابل پر ہی کارروائی ختم ہے۔ تو تقابل کا یہ حال ہے جو کہ مختصراً گزارش ہوا **انتباہ** صاحب رسالہ کی عبارت میں جو عبادہ بن ثابت بالثاء المثلثہ لکھا ہی سہو قلم ہے۔ صحیح عبادہ بن صامت بالصاد المہملہ ہے۔ ثانیاً۔ بنظر غور و تامل مقابلہ ہی کہاں ہے۔ کیونکہ ابو الدرداء نے تو صراحۃً بیان فرمایا کہ مقتدی کو قرارت خلف الامام کی کچھ ضرورت نہیں۔ امام کی قرارت اس کے لئے مکتفی ہے۔ اور عبادہ کی روایت کو اگر منفرد پر محمول کیا جاوے اور ظاہر بھی یہی ہے تو پھر تقابل ہی کہاں رہتا ہی **قولہ** اب رہا عبداللہ بن عباس کا اثر۔ اوسکے جواب میں **بخاری** صاحب فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس و مجاھد لیس لاحد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الا یوخذ فی قولہ ویترک الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم **اقول**۔ اصل کتاب مین بجائے فی کے من ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ فی۔ سہو قلم ہے۔ اسمقام میں صاحب رسالہ نے عجیب ترکار روائی فرمائی ہے۔ گو کہ اوسکا بیان موجب طوالت کلام ہی۔ الا بغیر بیان کئے ہوئے اس کارروائی کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ **بخاری علیہ الرحمۃ** کے جزء القراءۃ کی عبارت یہ ہی۔ **وروے** ابو شیخہ عن سلمۃ بن کھیل عن ابراھیم قال نے

نسختہ عبداللہ۔ وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ نتنا۔ وھذا

مرسل لا یحتج بہ۔ وخالفہ ابن عون عن ابراھیم عن الاسود وقال رضفا۔ ولیس

عبداللہ بن عباس کے اثر کے جواب میں امام بخاری کی کارروائی

هٰذا من کلام اهل العلم بوجوہ - اما احدھا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلاعنوا
بلعنۃ اللہ ولا بالنار - ولا تعذبوا بعذاب اللہ - والوجہ الاٰخر انہ لا ینبغی لاحد
ان یتمنی ان یملأ افواہ اصحاب النبیؐ مثل عمر بن الخطاب وابی بن کعب حذیفۃ
ومن ذکرنا رضفا ولا نتنا ولا ترابا - والوجہ الثالث اذا ثبت الخبر عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلیس فی الاسود ونحوہ حجۃ قال ابن عباس ومجاھد
لیس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا یؤخذ من قولہ ویترک الا النبی صلی اللہ
علیہ وسلم انتھی - اب ہم صاحب رسالہ کو مقام قیام عنداسد یاد دلاتے ہیں - اور قسم
دلاکر پوچھتے ہیں - کہ بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ جواب اثر ابن عباس کا دیا ہے - یا اثر اسود
ونحوہ کا جواب فرمایا ہے - اللہ سے ڈرنا چاہیئے - بخاری امام المسلمین پیشوائے
محدثین قافلہ سالار اہل ہدیٰ مزین کلام خیر الورے - ما رأت اعین مثلہ - وما سمعت
اذن نظیرہ بعدہ کو - ایسے جھوٹے اتہام سے بچانا چاہیئے - ابن عباس کے اثر کا
جواب بلا سے اگر نہیں بن پڑا تو نہ سہی - کیا ایک اثر کے جواب نہ آنے سے کچھ شان
کم ہوجاتی ہے - یا کم علمی کا دھبہ لگ جاتا ہے - قبل اسکے زید بن ثابت کے اثر کا جواب
نہیں دیا گیا - تو کیا کچھ عظمت میں فرق آگیا ہے - **مصرع** راستی موجب رضائے
خداست + اگر کوئی منجانب صاحب رسالہ کے مختارانہ یہ جواب دے - کہ اگرچہ یہ کلام بخاری
علیہ الرحمۃ کا - بظاہر ابن عباس کے اثر کا جواب نہیں ہے - الا یہ کلام بخاری کا بعموم
تو جواب اس اثر کا بھی بن سکتا ہے تو صاحب رسالہ نے بنابر عموم کے ایسا فرمایا تو اوسکے جواب میں
گزارش ہے اول تو عبارت صاحب رسالہ کی (اب رہا عبداللہ بن عباس کا اثر اوسکے جواب میں بخاری
صاحب فرماتے ہیں) اس تاویل کی مقتضی نہیں - بلکہ آبی ہے بفرض محال بعد تسلیم اس عموم کے ہم کہتے
ہیں کہ صاحب رسالہ کی اگر یہ عموم مدنظر ہوتا تو پھر اتنی دردسری اور طوالت کلام کی کیا حاجت تھی صرف اتنا ہی کہنا
کافی تھا کہ یہ جملہ آثار پیش کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پایۂ اعتبار سے ساقط اور نا معتبر ہیں -

قال ابن عباس ومجاهد لیس احد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھ۔ **قولہ**
یہ حال آپ کے ان آثار کا ہے **اقول** ان آثار اور جو آثار کہ ایک ہی کتاب سے آپ نے
نقل کئے ہیں۔ اور بہت وضاحت سے سب کا حال مفصل لکھا گیا ہے۔ انصاف کی
نظر سے ملاحظہ فرمائیے **قولہ** یہ آثار جن سے آپ لوگ الی آخر ما قال مقابلہ کرو کون سی
آثار کو ترجیح ہے **اقول**۔ میزان الاعتدال انصاف کے ہاتھ میں ہیں۔
اور موازنہ فرمائیں۔ بعدش کہیں۔ کہ اون آثار سے کونسا اثر مجروح نہیں۔ بالفرض
اگر کوئی اون میں سے من حیث السند مجروح نہیں۔ تو مقابلہ نصوص مرفوعہ سے خالی
نہو گا کہ مَا حرّرنا فیما مر فلیطالعها **قولہ** مفید مطلب آثار ثابت نہیں الی آخر
ما قال آثار متعارضہ حجت نہیں **اقول** ثبوت وعدم ثبوت کا حال بعد ملاحظہ
ان اوراق کے فرمائیے۔ اور آثار متعارضہ کا حجت نہ ہونا اوس وقت ہے۔ جبکہ
مؤید بالنصوص مرفوعہ نہوں۔ وههنا لیس کذلک بل الآثار مؤیدة بالنصوص
المرفوعة بل بالقرآن الکریم۔ فکیف لا تکون حجة دیکھو
کتب اصول **قولہ** اکثر آثار سے جنکو آپ لوگ بیان کرتے ہیں الی آخر ما قال
منع نکلتی ہی نہیں **اقول** بہت آثار منع پر دال ہیں۔ نظر شرط ہے۔ سنئیے
اوّل من قرء خلف الامام فقد اخطاء الفطرة **دوم** ابن مسعودؓ نے اپنے اصحاب
کے ساتھ نماز پڑہی فسمع ناسًا یقرأون خلفہ فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفهموا
اما ان لکم ان تعقلوا۔ اذا قرء القران فاستمعوا له وانصتوا کما امرکم اللہ
سیوم زید بن ثابت کا اثر جو بخاری علیہ الرحمة نے بیان فرمایا ہے من قرء
خلف الامام فلا صلوة له **چہارم** زید بن ثابت کا وہ اثر جو **مسلم** نے بیان
اپنی صحیح میں اور **نسائی** نے سجود القرآن میں بیان کیا ہے۔ سئل زید بن
ثابت عن القراءة خلف الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیٔ انتهی۔ ای

من الصّلوٰة **پنجم** ابن عباس کا اثر جو طحاوی نے بیان کیا ہے قلت لابن عبّاس اقرء والامام بین یدی قال لا یہ آثار خود صاحب رسالہ نے ص۴۰ و ۴۹ میں بیان فرمائے ہیں۔ کیا یہ آثار دال بر منع نہیں ہیں **ششم** روی الطحاوی بسندہٖ عن عبداللہ بن مقسم انہ سال عبداللہ بن عمر۔ وزید بن ثابت۔ وجابر بن عبداللہ فقالوا لا تقرء وا خلف الامام فی شیء من الصلوٰت **ہفتم** الطحاوی عن عبداللہ بن مقسم قال سمعت جابر بن عبداللہ ثم ذکر الحدیث مثل ذلک **ہشتم** الطحاوی بسندہٖ عن مخرمۃ بن بکیر عن ابیہ عن عطاء بن یسارٍ عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا تقرأ خلف الامام فی شیء من الصّلوٰۃ **نہم** الطحاوی بسندہٖ عن یزید بن قسیط عن عطاء بن یسار عن زید مثلہٗ **دہم** ان سعدًا قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔ رواہ محمد فی مؤطاہ۔ ورواہ عبدالرزاق الا انہ قال فی فیہ حجر **یازدہم** روی محمّد عن ابن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت الذی یقرء خلف الامام فی فمہ حجرًا۔ ورواہ عبدالرزاق ایضًا

آپ بنظر انصاف فرمائیے کہ یہ جملہ آثار منع پر دلالت کرتی ہیں۔ یا کہ کفایت پر۔ کون دانشمند کہیگا کہ دال بر منع نہیں **قولہ** بلکہ کفایت نکلتی ہے۔ اور آپکا مدعی نہیں **اقول** اصلی مقصود ہمارا یعنے حنفیہ کرام کا یہ ہے کہ حظّ المقتدی سماع اور انصات اور عدم القرات ہے۔ سو یہ کفایت مذکورہ ان آثار سے مستفاد ہے۔ فکیف لا تکون الکفایۃ مطلوبًا لنا ایضًا فافھم **قولہ** مطلق آثار کی حجیت حیز منع میں ہے۔ **اقول** ہم کب کہتے ہیں۔ کہ عدم القراۃ خلف الامام مطلق آثار سے ثابت ہے۔ بلکہ اوسکے منع کے اصلیہ دلائل تو احادیث مرفوعہ اور قرآن کریم ہے۔ آثار تو فقط معاضد اور مؤید ہیں۔ فلا ینفعکہ ھذا

الکلام **قولہ** آثار صحابہ کرام الی آخرہ یا قال مرفوع حدیث سے فقیر ثابت کیا ہے **اقول** تسلیم کیا کہ آثار فقط حجت نہیں الا احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ مجموع کی حجیت میں کسکو کلام ہے وھھنا کذلک اور اوسی مقام میں راقم بھی عدم وجوب فاتحہ خلف الامام۔ احادیث مرفوعہ اور قران کریم سے ثابت کرچکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ **قولہ** آثار کفایت بلکہ منع قرارت خلف الامام۔ **اقول** منجملہ منع قرارت خلف الامام کے آثار سے من قرء خلف الامام فقد خطاء الفطرۃ اور من قرء خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ ہے۔ پھر آپ ان پر کہاں عمل کرتے ہیں۔ مجرد دعوی اور چیز ہے امر واقعی اور **قولہ** اور حدیث فصاعدًا سب پر عمل کیا اور کرتے ہیں **اقول** حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن فصاعدًا رواہ البخاری فی الجزء اور حدیث ابی ہریرہ امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناد فی المدینۃ ان لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد رواہ البخاری معناہ۔ منجملہ احادیث اس باب کے ہیں۔ پھر آپ اسپر کیونکر عامل ہیں۔ کیا ان احادیث کا مدلول یہی ہے۔ کہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور سورہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ کہ بغیر فاتحہ اور ما زاد کے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ احادیث فاتحہ مع ما زاد کی فرضیت پر دال ہیں۔ پھر فاتحہ کا پڑھنا ضروری۔ اور سورۃ کا غیر ضروری جاننا۔ کیا عمل ان احادیث پر ہے۔ یا انکے معارض پر۔ **قولہ** دیکھو سب احکام الٰہیہ پر سر تسلیم جھکائے بیٹھے ہیں **اقول** ہاں صاحب دیکھا + کس نگوید کہ دوغ من ترشست + کیفیت عمل احکام کی معلوم ہوئی۔ البتہ حنفیہ کرام اگر ایسا کہیں تو بجا ہے۔ کہ آثار منع پر بھی عمل کرتے ہیں۔ کہ مقتدی کو قرارۃ سے منع کرتے ہیں۔ اور حدیث فاتحہ پر بھی عامل ہیں۔ کہ سوای مقتدی کے قراۃ فاتحہ کو واجب

ع ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

جانتے ہیں۔ آور آیۃ پر بھی عمل بلا دغدغہ کر رہے ہیں۔ کہ وقت قراءت قرآن
کریم کے سماع اور انصات ضروری جانتے ہیں **قال العینی فی شرح
الهداية** قلنا بوجوب قراءۃ الفاتحۃ وضم السورۃ حتی یاثم تارکھما اذا
عمد ویلزمه سجود السهو اذا سهے۔ والحاصل انا غن عملنا بالعدل بالقرآن
والحدیث۔ واثبتنا فرضیۃ مطلق القراءۃ بالنص۔ ووجوبیۃ قراءۃ الفاتحۃ
وضم السورۃ بالحدیث۔ وهذا هو العدل فی باب اعمال الاخبار۔ ولیس
من العدل ان یعمل باحدهما ویهمل الاخر انتھی۔ **قوله** اور جو آثار آپ کے
خلاف ہیں وہ تو خود صحیح ہیں **اقول** جو آثار ہمارے خلاف ہیں اور آپنے
بیان فرمائے ہیں۔ اونکی صحت تو معلوم۔ بلکہ حالت ہر ایک کی ماقبل میں
بیان کیگئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اگر اسکا نام صحت ہے۔ تو پھر مجروح
کہاں **قوله** پیش کیجئے **اقول** آیۃ فاقرؤا ومای تیسر من القرآن اور اذا
قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ آور احادیث صحاح اور آثار واردہ فی القراءۃ
کو۔ اپنا عروۃ الوثقے ٹھہرا کر عمل کیا جاتا ہے **قوله** آپکا عینی امام شافعی کی عدم
اطلاع پر الی آخرہ ماقال کیوں دہوکھہ دیتے ہو **اقول** ہدایہ اور عینی کی عبارت
اسمقام میں یہہ ہے وعلیه اجماع الصحابة رضی اللہ عنہم ای علی ترک القراءۃ خلف
الامام۔ فان قلت کیف ینعقد الاجماع مع خلف البعض۔ قلت سماہ اجماعا
باعتبار اتفاق الاکثر۔ فانه یسمی اجماعا عندنا۔ آو نقول اجماع ثبت
بنقل الاحاد ولهذا لم یعد مخالفه جاهلاً۔ فلا یمنعه نقل البعض بخلافه
کنقل حدیث الاحاد لا یمنع نقل حدیث آخر معارض له انتھی عبارۃ العینی
ملخصاً مختصراً۔ اس عبارت پر صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ نقل متواتر کہاں
جس سے اجماع ثابت ہو۔ آور امام شافعی کی عدم اطلاع پر دم بخود ہے۔ آور کہتا ہی

اجماع صحابہ پر عینی

خبر واحد سے ثابت ہی۔ سبحان اللہ کیا یہی اجماع آپکے اصول میں حجت ہی۔ خدا سے ڈرو ”کتب اُصول میں لکھا ہے۔ اجماع کی نقل کبھی بتواتر منقول ہوتی ہے۔ اور وہ مفید قطعی ہے۔ اور کبھی بشہرت۔ اور اوسکا فایدہ بہی اس کے قریب ہے۔ اور کبھی بطریق احاد کے منقول ہوتی ہے۔ اور وہ مفید ظن کے ہے۔ الا عمل اسکے ساتھ بہی واجب ہے۔ صاحب تلویح لکھتا ہے نقل الاجماع الینا قد یکون بالتواتر فیفید القطع۔ وقد یکون بالشہرۃ فیقرب منہ وقد یکون بخبر الواحد فیفید الظن۔ ویوجب العمل۔ لوجوب اتباع الظن بالدلائل المذکورۃ انتہی۔ اور نور الانوار ومنار میں ہی۔ واذا انتقل الینا اجماع السلف باجماع کل عصر علی نقلہ کان کنقل الحدیث المتواتر فیکون موجبا للعلم والعمل قطعا کاجماعھم علی کون القرآن کتاب اللہ تعالی وفرضیۃ الصلوۃ وغیرھا۔ واذا انتقل الینا بالافراد۔ ای بنقل الاحاد من دون وصول الی حد التواتر بان روی ثقۃ ان الصحابۃ اجمعوا علی کذا۔ کان کنقل السنۃ بالاحاد۔ فانہ یوجب العمل دون العلم مثل خبر الاحاد انتہی اور حصول المامول میں منقول ہے۔ الاجماع المنقول بطریق الاحاد حجۃ۔ وبہ قال الماوردی وامام الحرمین والامدی انتہی۔ اور صاحب مسلّم الثبوت۔ اور فواتح الرحموت فرماتے ہیں۔ الاجماع المنقول باخبار الاحاد۔ یجب العمل بہ فی المختار۔ لنا اولا نقل الظنی احادا کالخبر الماول مثلا موجب للعمل قطعا فالقطعی المنقول احادا۔ الذی ھو الاجماع۔ اولی بان یوجب العمل۔ وھذا ظاہر جدا انتہی ملخصا“ نقول اصول سے ثابت اور مبرہن ہوا کہ اجماع کی نقل تین طرح پر ہوتی ہے۔ کما مر تفصیلہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر اجماع اسمقام میں بطریق تواتر نہ بہی منقول ہو تو بہی کچھ ہرج نہیں کیونکہ

کیونکہ اجماع منقول بطریق الاحاد بہی حجت اور مفید وجوب عمل کا ہے صرح بہ
صاحب حصول المامول ایضًا۔ والاجماع المنقول بطریق الاحاد حجۃ وبہ
قال الماوردی وامام الحرمین والامدی پہر عینی نے اگر یہاں اجماع احادی
مراد لیا۔ تو کیا بیجا کیا۔ کیونکہ یہہ اجماع کا بھی اُصولیوں کے نزدیک حجت اور واجب
العمل ہے۔ ہاں اگر عینی علیہ الرحمۃ اس قسم اجماع کا خود موجد ہوتا۔ تو البتہ اگر
شُبہ کیا جاتا تو شائد بیجا نہوتا واذلیس فلیس پس صاحب رسالہ کا یہہ کہنا
کہ سُبحان اللہ کیا یہی اجماع آپکے اصول میں حجت ہے۔ لایخلو عن مسامحۃ
وجسارۃ کما لا یخفی۔ لان الاجماع المنقول باخبار الاحاد حجۃ یجب العمل بہ بلاارتیاب
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے عدم اطلاع کی بابت ازیں مشیتر گذارش ہوچکا ہے۔
فلانعیدہ **قولہ** جو اجماع اصول فقہ میں بعد از سنت حجت مانا گیا ہے۔ وُہ
اجماع الکل ہے۔ اور جس اجماع سے صاحب ہدایہ استدلال پکڑ رہے ہیں وہ حسب
بیان آپ کے جمہوری اجماع ہے اور وہ حجت نہیں **اقول**۔ اولا۔ اجماع الکل
سے اگر اجماع الکل من حیث الکل بحیث لا یشذ فرد منہ مُراد ہے۔ تو چاہیئے کہ اجماع صحابہ
کرام کا خلافت امام الاصدقین راس المتقین خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالی عنہ پر حجت نہو لتخلف البعض عنہ۔ اس اجمال کی تفصیل یہہ ہے روی
مسلم بسندہ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہ فی حدیث طویل فابی
ابو بکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئا۔ فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک قال
فہجرتہ۔ فلم تکلمتہ حتی توفیت۔ وعاشت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علی بن ابی طالب رضی اللہ لیلاً لم یوذن
بہا ابا بکر وصلی علیہا علی۔ وکان لعلی من الناس جہۃ حیاۃ فاطمۃ رض۔ فلما
توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ۔ ولم یکن

ولم یکن بایع تلك الاشہر الحدیث جبکہ چھ مہینے تک حضرت علی رضہ کا تخلف عن البیعۃ
ثابت ہی تو پھر اجماع الکل من حیث الکل کسطرح ہوا۔ اور نیز سعد بن عبادہ بدری نے
تخلف عن البیعۃ کیا۔ **لما** روے البخارے فی حدیث طویل۔ فقال عمر رضی اللہ تعالی
عنہ بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذ
عمر بیدہ فبایعہ۔ فبایعہ الناس۔ فقال قائل قتلتم سعد بن عبادۃ۔ قال عمر قتلہ اللہ
الحدیث۔ اور نیز توقف کیا حضرت عباس بن عبد المطلب عم النبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے۔ اور بہت بنی ہاشم نے۔ کما قالہ صاحب **دراسات اللبیب**
والعہدۃ علیہ۔ حیث قال۔ وقد وافقہ فی توقف البیعۃ عباس بن عبد المطلب
عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وسائر بنی ہاشم انتہی ص ۲۱۱۔ اور نیز حضرت سلمان رضی
اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ صاحب **مسلم الثبوت** لکہتا ہے صح خلافۃ ابو بکر رضی
مع خلاف امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔ وسعد بن عبادہ وسلمان انتہی
اور یہی حال خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہارم کا ہے لو سلم ان خلافۃ رضی
اللہ ثبتت بالاجماع کیونکہ اس بیعت سے تخلف کیا حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ
نے قالہ فی المسلم۔ اور نیز تخلف کیا اسامہ بن زید اور ابو موسے اور ابو مسعود رضی اللہ
عنہم نے کما رواہ البخاری فی کتاب ظہور الفتن اور نیز تخلف کیا حضرت ابو بکرہ
رضی اللہ نے کما یلوح من البخارے فی الکتاب المذکور۔ وایضاً ذکرہ
صاحب مسلم الثبوت پھر فرماتے کہ باوصف تخلف اتنے لوگون کے اجماع الکل کہاں ہوا۔ ثانیاً۔
مسلم الثبوت اور اوسکی شرح **فواتح الرحموت** میں لکہا ہے۔ اور یہ اصولے
کتابیں ہیں واما الصحۃ ای صحۃ الخلافۃ فللاجماع علی کفایۃ بیعتہ بالاکثر
وقد وجدت فانا لم یتخلف یوم السقیفۃ الا رجال اقلون ثم بایعوا بعد
ذلك فافہم انتہی ثالثاً۔ اہل اصول کے نزدیک دراصل یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے

حصُول المامول میں لکھا ہے۔ اذا خالف اهل الاجماع واحد من المجتهدين فقط فذهب الجمهور الى انه لا يكون إجماعًا ولا حجة۔ قال الغزالى المذهب انه ينعقد مع مخالفة الاقل۔ وقيل حجة وليس باجماع ورجحه ابن حاجب رح وقيل لا ينعقد مع مخالفة الاثنين دون الواحد وقيل مع الثلاثة دون الاثنين انتهى۔ **الحاصل** اصول میں اجماع الکل حجت بلا اختلاف مانا گیا ہے۔ اور اجماع الکل مع ندرۃ المخالف بھی حجت ہو۔ الا على الاختلاف۔ اور اجماع الاکثر بھی حجت على الاختلاف ہے۔ پس صاحب رسالہ کا یہ فرمانا کہ جس اجماع سے صاحب ہدایہ استدلال پکڑ رہے ہیں۔ وہ جمہوری اجماع ہے۔ اور وہ اصول میں حجت نہیں على الاطلاق صحیح نہیں کما سمعت بما تلونا عليك۔ ومن ههنا قال العينى قلت سماه اجماعا باعتبار اتفاق الاكثر فانه يسمى اجماعًا عندنا انتهى۔ اى يسمى اجماعًا عندنا ايضًا فافهم۔ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ اُصولیوں نے اجماع کی تعریف اتفاق المجتهدين من امة محمد صلى الله عليه وسلم بعد وفاته فى عصر من الاعصار على امر من الامور کی ہو۔ اور اوس کا مقتضا اتفاق الکل من حيث الکل ہے کما هو مقتضى كلام الاستغراق تو کہا جاویگا کہ یہ تعریف اجماع اتفاقی کی ہے۔ والقرنية عليه۔ اختلاف مذاهبهم فى ذلك كما مرّ من حصول المامول فلا ورود اور اگر کل من حيث الکل بحیثیت مذکورہ مراد نہیں ہے، تو استدلال صاحب ہدایہ کا بجا و ٹھیک ہے **قوله** بہ تسلیم محال مانا کہ اجماع جمہوری حجت ہے الى ان قال العمل على هذا الحديث فى القراءة خلف الامام عند اكثر اهل العلم **اقول** اولا۔ عینی رح دربارہ ثبوت اکثریۃ فی عصر واحد یعنی عصر الصحابة رضى الله عنهم کا ہے اور ترمذی اور بخاری رح کی غرض ثبوت اکثریۃ فی زمان بعد زمان کے ہے۔ وبينهما بون بعيد۔ اوّل مثبت اجماع و ثانی

علی الخلاف کا ہے۔ اور دوم میں اِسکی بو بھی نہیں۔ پس اسکو جمہوری اجماع کہنا صحیح نہوا۔ کیونکہ اجماع اتفاق المجتہدین نے عصر واحد کو کہتے ہیں۔ نہ اتفاق فے الاعصار کو۔ والاصل فے الاصول **ثانیًا** مسئلہ قرارۃ فاتحہ خلف الامام کا چونکہ در اصل مختلف فیہ ہے۔ ترمذی اور بخاری نے اپنا ماثبت بیان فرمایا۔ اور عینی اور صاحب ہدایہ نے اپنی تحقیقات کا اظہار کیا۔ ولکل وجہۃ۔ اور قوی اور راجح جانب مذکورہ ادلہ (سواس دلیل کے) اور ماسیاتی سے ثابت اور مبرہن ہے **قولہ** تنبیہ۔ آپ لوگ عمل بالحدیث پر یہ اعتراض فرمایا کرتے ہیں۔ کہ احادیث میں بعض سے اطلاق کا ذکر ہے **اقول** اوّلاً۔ یہ کہنا کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ مطلق کو جہاں مقید کرنا تھا وہاں فقہا نے مقید کر دیا۔ اور کوئی ایسا مطلق نہیں جو کہ فقہا نے اوسکو مقید نہ کیا ہو۔ یہ ایسا حصر کلی کرنا۔ خلاف داب حنفیہ کرام کا ہے۔ کوئی محقق حنفی انشاء اللہ تعالیٰ ایسے حصر کلی کا قائل نہیں صاحب رسالہ کو چاہیئے کہ اس حصر کے نقل کتب معتبرین حنفیہ سے پیش کریں۔ ورنہ ایسی دعوی کو فضول تصور فرمائیں۔ **ثانیًا** بعد الفرض والتسلیم۔ حسب مقولہ مولف رسالہ کے (فقہاء مقلدین خاص ایک امام اور اوسکے شاگردوں نے خوب مفصل بیان کر دیا۔ اور مطلق جہاں مقید کرنا تھا وہاں مقید کر دیا) لفظ فقہاء عام شامل واسطے مقلدین وغیرہ کے ہی۔ پس اس مطلق کو بھی فقہاء نے مقید کر دیا ہے پھر اس مطلق سے شبہہ اور خلل مولف صاحب رسالہ کیونکر صحیح اور درست ہوا۔ او عفل عن قولہ المذکور عفلۃ لا سترۃ فی ذلک فافہم **قولہ** عمر رض مرتضی رض ابن مسعود ابن عمر رض ابن زبیر رض **اقول** جن آثار سے مولف رسالہ نے حضرات مذکورین رضی اللہ عنہم سے قرارت ثابت فرمائی ہی۔ وہ آثار در حد ذات خود مجروح اور مخدوش ہیں کما مر قبل ذلک فی ولہ الآثار مفصلا و مشروحًا پھر ثبوت ہی کہاں کر دیا۔ اگر کوئی اور فرضی دعویٰ ثبوت ہے تو وہ امر علیحدہ ہے **قولہ** اب انکو کافی ہوگا یہ قول منھم مرتضی والعبادلہ

معلوم ہو گیا۔ کہ کہاں تک سچ ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل غلط ہے **اقول** آثار مثبتہ کا حال تو فیما سبق میں مفصلاً معلوم ہی ہو چکا ہے۔ اور در باب عدم قرات ان حضرات کے بخاری علیہ الرحمۃ جزء القراءۃ میں لکھتے ہیں۔ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام۔ منہم ابن مسعود۔ وزید بن ثابت۔ وابن عمر انتہی اور حافظ ابن حجر عسقلانی۔ تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ انما ثبت ذلک ای المنع عن ابن عمر وجابر وزید بن ثابت وابن مسعود۔ وجاء عن سعد وعمر وابن عباس وعلی انتہی۔ آپ کو کافی کا قول معلوم ہوا۔ کہ کیسا درست اور صحیح ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بالکل ہی صحیح اور درست ہے **تنبیہ** صاحب رسالہ کا اس غلطی کے نسبت فقط کافی کی طرف کرنا۔ کافی نہیں۔ غلط ہے۔ بلکہ کافی کے ساتھ بخاری اور ابن حجرؒ کو بھی ملا لینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ نقل اس قول میں کافی تن تنہا نہیں۔ بلکہ بخاری اور حافظ ابن حجرؒ بھی اوس کے ساتھ کے ہیں **قولہ** یہ آثار ثابت ہیں **اقول** ان آثار کے ثبوت کی نسبت ما سبق میں گزارش ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہ **قولہ** بہت آثار کو جہر قرات کے منع پر حمل کر سکتے ہیں۔ اور وہ آثار جہر کے مانع ہیں نہ سر کے۔ **اقول** سلمنا ذلک۔ حسب تسلیم آپکے جبکہ بہت آثار جہر قراءۃ کے مانع ہیں تو ممانعت قرات جہریہ کی تو اون آثار سے ثابت ہوئی۔ اور باقی آثار دسولا ون بہت آثار قراءۃ سریہ کے ممانعت۔ یا سریہ اور جہریہ ہر دو کی ممانعت پر دال ہیں۔ پس انکی ہیئت مجموعی ہر دو کی ممانعت حسب تسلیم آپکے ثابت ہوئی۔ فہو المطلوب اور پندرہویں **جواب** کی ہر ایک شق کی بابت ما سبق میں جابجا گزارش ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرماویں۔ اور امکان جمع میں بھی کلام گزارش ہو چکا ہے۔ **قولہ** کیونکہ جن جمہوری اجماع کو کتب فقہ میں اجماع کیا ہے وہ حجت نہیں الی قولہ وہ اجماع اکل ہے **اقول** تحقیقات

مسئلہ اجماع اور اوس کے حجت ہونیکی قریب ہی گزر چکی ہے۔ بار بار ذکر ایکہی بات کا موجب طوالت کلام ہے **قولہ** عینی کا فرمانا باعتبار الاکثر کل صحابہ کرام کے لحاظ سے ہے۔ یا مختلفین فی مسئلہ فاتحہ الکتاب والقراءۃ کے اعتبار سے ہی **اقول** چونکہ ایکجماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترک قراءۃ فاتحہ خلف الامام مروی ہے۔ وان کانت الروایۃ عنہم مختلفۃ فیہا۔ لھذا عینی علیہ الرحمۃ نے اوس جماعت صحابہ کو کثرت واقعیہ نفس الامریہ جو کہ شق ثالث ہے لحاظ و اعتبار کرکے والاکثر فرمایا **اخرج** الطحاوی بسندہ عن ابن مسعود قال انصت للقراءۃ فان فی الصلوۃ شغلا و سیکفیک ذاک الامام۔ وبسند اخر ایضًا نحوہ۔ وبسند اخر نحوہ۔ **واخرج ایضًا** عن ابن مسعود قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوہ ناراً۔ وبسند اخر ایضًا نحوہ **واخرج ایضًا** بسندہ عن زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ لا یقرء خلف الامام فی شیء من الصلوات۔ وبسند اخر عن جابر مثل ذلک **و اخرج ایضًا** بسندہ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات وبسند اخر مثلہ **واخرج** مسلم فی باب السجود التلاوۃ بسندہ عن عطاء بن یسار انہ سأل زیدًا عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ فی شیء **واخرج** الامام محمد فی الموطا بسندہ عن ابی وائل قال سئل عبد اللہ مسعود عن القراءۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلوۃ شغلا و سیکفیک ذاک الامام **واخرج ایضًا** بسندہ عن علقمۃ بن قیس ان ابن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجہر فیہ و فیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین۔ واذا صلی وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ ولا یقرأ فی الاخریین شیئًا **واخرج الطحاوی** بسندہ عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل ہل یقرأ احد خلف الامام یقول اذا صلی احدکم خلف الامام

(حاشیہ: اثر ابن مسعود)

(حاشیہ: اثر زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ و ابن مسعود)

(حاشیہ: اثر ابن عمر)

فحسبه قراءة الامام۔ وكان عبد الله لا يقرأ خلف الامام **واخرج الامام**
محمد فى الموطأ بسنده عن نافع عن ابن عمر قال من صلى خلف الامام كفته قراءة
الامام **واخرج مالك** فى الموطا عن نافع عن ابن عمر انه كان اذا
سئل هل يقرأ احد مع الامام قال اذا صلى احدكم مع الامام فحسبه قراءة الامام
وكان ابن عمر لا يقرء مع الامام **واخرج** عبد بن حميد وابن جرير وابن
ابى حاتم وابو الشيخ والبيهقى عن ابن مسعود انه صلى باصحابه فسمع ناسا يقرأون خلفه
فلما انصرف قال اما ان لكم ان تفقهوا اما ان لكم تعقلوا۔ واذا قرئ
القران فاستمعوا له وانصتوا۔ كما امركم الله كذا ذكره السيوطى فى
الدر المنثور عند تفسير قوله تعالى۔ واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا **و**
اخرج على ما ذكره السيوطى ايضا فى الدر المنثور۔ ابن ابى شيبه والطبرانى فى
الاوسط وابن مردويه والبيهقى فى كتاب القراءة عن ابى وائل عن ابن مسعود
انه قال فى القراءة خلف الامام انصت للقران كما امرت فان فى الصلوة شغلا
وسيكفيك ذلك الامام۔ **واخرج** على ما ذكره ايضا ابن ابى شيبة عن
زيد بن ثابت قال لا قراءة خلف الامام **واخرج** الترمذى بسنده عن ابى
نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ
فيها بام القران فلم يصل الا ان يكون وراء الامام **قال** الترمذى هذا حديث
حسن **و**اخرج مالك فى الموطا عن وهب بن كيسان عن جابر انه قال من صلى
ركعة لم يقرء فيها بام القران فلم يصل الا وراء الامام **و**اخرج محمد فى موطاه
بسنده عن جابر بن عبد الله عن النبى صلى الله عليه وسلم۔ انه قال من صلى خلف
الامام فان قراءة الامام له قراءة **وايضا** اخرج محمد بسند اخر عن جابر بن
عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث **واخرج** النسائى

ايضا عن ابن مسعود وزيد بن ثابت

جابر

بسندہ عن کثیر بن مرۃ الحضرمی عن ابی الدرداء سمعہ یقول سئل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلوۃ قراءۃ قال نعم قال رجل من
الانصار وجبت ہذہ فالتفت الی وکنت اقرب القوم منہ فقال ما اری
الامام اذا ام القوم الا قد کفاہم **قال** ابو عبد الرحمن النسائی ہذا عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاء انما ہو قول ابی الدرداء **واخرج الطحاوی**
بسندہ عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء ان رجلا قال یا رسول اللہ افی الصلوۃ
قرآن قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت قال وقال ابو الدرداء اری
ان الامام اذا ام القوم فقد کفاہم **قال الطحاوی** فہذا ابو الدرداء قد
سمع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل صلوۃ قرآن فقال رجل من الانصار وجبت
فلم ینکر ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قول الانصاری ثم قال
ابو الدرداء من رایہ ما قال وکان ذلک عندہ علی من یصلی وحدہ لا علی المامومین
انتہی **واخرج الطحاوی** بسندہ عن المختار بن عبد اللہ بن ابی لیلی قال قال علی
رضی اللہ عنہ من قرء خلف الامام فلیس علی الفطرۃ واخرج علی ما ذکرہ السیوطی
فی الدر المنثور ابن ابی شیبۃ عن علی قال من قرء خلف الامام فقد اخطأ و
اخرج الدارقطنی من طرق عن علی انہ قال من قرأ خلف الامام فقد اخطأ
الفطرۃ وروی ابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق ایضا ذکرہ الزیلعی **واخرج**
الدارقطنی بسندہ عن الحارث عن علی قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانہ یکفیک انتہی **واخرج**
الطحاوی بسندہ عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال
لا **واخرج** الدارقطنی بسندہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
یکفیک قراءۃ الامام خافت او جہر انتہی **واخرج محمد** فی موطاہ

عن داؤد بن قیس الفراء المدینی قال اخبرنی بعض ولد سعد ابن ابی وقاص ان
سعدًا قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ - ورواہ
عبد الرزاق فی مصنفہ الا انہ قال فی فیہ حجر - وکذلک ابن ابی شیبۃ
ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ **قال** محمد فی مؤطاہ اخبرنا
داؤد بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی
فم الذی یقرء خلف الامام حجرًا انتہی - واخرجہ عبد الرزاق ایضًا ذکرہ
الزیلعی **واخرج الدارقطنی** فی سننہ بسندہ عن سہیل
ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ **واخرج ابوداؤد**
والنسائی وابن ماجۃ بسندہم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا
واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد **واخرج مسلم**
فی صحیحہ عن ابی موسی واذا قرء فانصتوا **وروی الطبرانی**
فی معجمہ الاوسط بسندہ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ انتہی **و**
اخرجہ ابن عدی فی الکامل ایضًا ذکرہ الزیلعی **وقال العینی**
فی شرح البخاری روی عبد الرزاق فی مصنفہ اخبرنی موسی بن عقبۃ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعثمان کانوا ینہون عن
القراءۃ خلف الامام انتہی **واخرج ابن مردویہ** فی تفسیرہ بسندہ
عن معاویۃ بن قرۃ قال سألت بعض اشیاخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال السرو فی احسبہ قال عبد اللہ بن مغفل قلت لہ اکل من سمع

القرآن وجب علیہ الاستماع والانصات ۔ قال انما نزلت هذه الاية و اذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءۃ خلف الامام۔ اذا قرء الامام فاستمع له۔ وانصت انتہی۔ **زیلعی**۔ **واخرج** ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویه والبیہقی فی القراءۃ عن عبد الله بن مغفل رض انه سئل اکل من سمع القرآن وجب علیه الاستماع والانصات قال انما نزلت هذه الاية واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا فی القراءۃ خلف الامام۔ اذا قرء الامام فاستمع وانصت انتہی ذکرہ الفاضل اللکنوی فی الامام **واخرج الدارقطنی** بسندہ عن عمران بن حصین قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی بالناس ورجل یقرء خلفه فلما فرغ قال من ذا الذی یخالجنی سورۃ کذا فنہاهم عن القراءۃ خلف الامام انتہی **و روی** الطحاوی فی شرح الآثار بسندہ عن ابی قلابة عن انس قال صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم اقبل بوجهه فقال اتقرءون والامام یقرأ فسکتوا فسالهم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا انتہی **الغرض** ان مذکورین حضرات یعنی۔ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ جابر بن عبد اللہ۔ عبد اللہ بن عمر۔ ابی الدرداء۔ علی ابن ابیطالب۔ عبد اللہ بن عباس۔ سعد بن ابی وقاص۔ عمر بن الخطاب۔ ابوہریرہ۔ ابی موسی اشعری۔ ابی سعید الخدری۔ ابوبکر الصدیق۔ عثمان ابن عفان۔ عبد اللہ بن مغفل۔ عمران بن حصین۔ انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ترک قراءۃ خلف الامام مروی ہے کما دلت الآثار المذکورۃ علیه۔ پس عینی علیہ الرحمۃ کا والاکثر کہنا بلحاظ اس جماعت صحابہ کے جو کہ کثرت نفس الامری ہے۔ صحیح ہوا۔ اگرچہ اسناد بعض آثار میں محدثین کو کلام ہے۔ **غرض** راقم کی یہ ہے۔ کہ درباب ترک قراءۃ

خلف الامام صحابہ رضؓ سے بعض الآثار مروی ہوئے ہیں کلام نہیں (عبارات بالا
سے بہت اقوال آئندہ مؤلف رسالہ کے حل ہو گئے فتدبر۔ زیادہ تنقیح کی حاجت نہیں)
قوله جواب پہلا۔ آپنے تخریج مواعیـد کا بیان کیا۔ (**اقول**) وباللہ
التوفیق **اولاً** وعید عام اس سے ہے کہ ثبوت اوسکا آثار سے ہو۔ یا آیات قرآنیہ
یا مرفوعہ احادیث سے۔ تو اسمقام میں وآذا قرئ القرآن فاستمعوا له۔ الآیۃ
کا خلاف بھی داخل وعید ہے۔ اور وآذا قرء فانصتوا۔ رواہ مسلم وغیرہ
کا خلاف بھی داخل وعید ہے۔ ہم نے فرض کیا۔ جو آثار کہ مولف رسالہ نے بیان
کئے ہیں وہ قابل استدلال نہیں۔ ثبوت وعیـد کا اون سے پایہ ثبوت کو
نہیں پہونچتا۔ الآیۃ قرآنے اور حدیث صحیح مرفوع جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ آونکی
قوت اور صحت میں بھی کچھہ کلام ہے۔ پھر وعید کی نفی کیونکر ہو۔ **ثانیاً**
قال محمد أخبرنا داؤد بن قیس الفراء **أخبرنا** محمد بن عجلان ان عمر
بن الخطاب قال لیس فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجر انتہی اور رواۃ
اس اثر کے ثقہ ہیں۔ اما داؤد بن قیس فوثقه الشافعی۔ واحمد۔ وابن معین۔
وابو زرعه۔ وابو حاتم۔ والنسائی۔ والساجی۔ وابن المدینی۔ وغیرهم
وذکر عبارتهم صاحب التهذیب تهذیبه۔ واما محمد بن عجلان فوثقه
احمد وابن معین وابن عیینه۔ وابو حاتم۔ وروی عباس عن ابن معین
قال ابن عجلان اوثق من محمد بن عمرو قاله فی المیزان۔ وانقطاعه
لا یضرنا لانه من المؤیدات **ثالثاً** قال محمد اخبرنا بکیر بن عامر حدثنا
ابراهیم النخعی عن علقمة بن قیس قال لان اعض علی جمرة احب الیٰ
من ان اقرأ خلف الامام انتهی۔ اور جملہ رواۃ اس اثر کے بھی ثقہ ہیں اما
بکیر بن عامر قال ابن سعد الحاکم ثقة۔ وذکره ابن حبان فی الثقات

جواب مؤلف کا آثار تخریج مواعید کا بیان کیا۔

وقال ابن عدی لیس کثیر الروایۃ - وروایته قلیلة ولم اجد له متنا منکرا
وهو ممن یکتب حدیثه کذا فی تهذیب التهذیب واما ابراهیم النخعی
قال الاعمش کان خیرا فی الحدیث و قال الشعبی ما ترک احدا اعلم منه -
کذا فی تهذیب التهذیب وفی التهذیب فقیه ثقة - واما علقمه بن قیس
وثقه ابن معین - وشعبه وابن سیرین وغیرهم واثنوا علیه خیرا - وهو
من اجل اصحاب ابن مسعود - کذا فی تهذیب التهذیب **الحاصل** قراۃ
خلف الامام وعید سے خالی نہیں - **قوله** عمر رضی اللہ عنہ کا فتوی اوپر گزرا - کہ
اسکے خلاف ہے (**اقول**) وباللہ التوفیق اوسکا جواب بہی اوپر گزرا ہے - کہ
اس روایت مین کی سند میں جواب تیمی ہی اوسکی ضعف کا حال میزان الاعتدال
سے پہلے بیان ہوچکا ہے فلا تعید فلا ینہض حجۃ **قوله** لیس من کلام
اهل العلم آه (**اقول**) وباللہ التوفیق مولوی عبد الحی صاحب لکہنوی نے اسکے
جواب میں لکہا ہے وهذه عبارته وفیه انه لا باس بامثال [illegible] الکلام للتهدید
والتشدید - والتعذیب بعذاب اللہ ممنوع لا التهدید به انتہی ما فی التعلیق
قوله اگر ترجیح عدم قراءت فاتحہ کا موجب بہی آثار ہیں اور [illegible] نہیں - بلکہ اس
کی ترجیح کی وجوہ تو آیہ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار [illegible] جو اوپر گزارش ہو چکے
ہیں - ہیں - ان آثار وعیدیہ پر مدار ثبوت اس مسئلہ کا نہیں - اور نہ کسی حنفی نے
یہ بات لکہی ہے - کہ مدار اس مسئلہ کا اور اسکا موجب ترجیح فقط یہی آثار ہیں - یہہ بی تک
بات ہے **قوله** الاجہاں تقلید شخصی کی جمود نے تحقیق سے دور پہنکا دیا ہوا آه
(**اقول**) وباللہ التوفیق یہ گفتگو خلاف تہذیب ہے - ہرچند ایسی بے تہذیبی سے قلم
رکتا ہے الا باتباع مؤلف رسالہ کے کچہہ نہ کچہہ کہنا پڑتا ہے ~ بدنہ بولے زیر گردوں
گر کوئی میری سنے - ہی یہہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے - انکی تحقیقات کی

قلعی اس رسالہ کی تحقیقات کے مطالعہ سے کہلجاتی ہے۔ جمود۔ اور تشال
کا حال بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ یھدی لمن یشاء الی صراط
مستقیم **قولہ** پہلا جواب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں فاتحہ
کے پڑہنے کی تاکید فرمائی ہی الی اخرما قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ
الکتاب اہ **اقول** وباللہ التوفیق **اولاً** یہہ عبارت بعینہا یا قریب بعینہا
کے مؤلف رسالہ نے صدر رسالہ میں بیان فرمائی ہیں۔ آونکا جواب شافی
مفصلاً وہاں بخوبی دیا گیا ہے۔ فلینظر الطالب ثمہ **ثانیاً** باری تعالے
جل و علا نے استماع قران کریم کی سخت تاکید فرمائی ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن
فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جب قرآن پڑہا جاوے تو تم سکو
سنو اور چپ رہو تاکہ تم لائق رحمت الٰہی کے ہو۔ پہر یہہ ظاہر ہی کہ یہہ
حدیث ہمسنگ قران کریم کے نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ اس آیت شریفہ کی تخصیص
کرینگے تو ہم بھی اوس حدیث شریف میں تاویل کرینگے۔ اور نیز یہہ وہ دلیل
ہے۔ کہ جسکو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بہی مان
گئی ہیں۔ جو تمام جہاں میں ایجاب قراۃ فاتحہ علے المقتدی میں علم میں۔ یہی
وجہ ہے کہ ایکصاحب تو تتبع سکتات الامام کی تکلیف دی رہی ہیں۔ اور
ایکصاحب فاتحہ اور سورۃ کے درمیان سکتہ طویلہ نکالتے ہیں۔ اگر مخالفت
آیتہ کا کہٹکا نہ تہا۔ تو پہر ماخذ وجوب قراۃ فاتحہ علی المقتدی تو خود ہی عام تہا
اس تجویز غیر مروی کیضرورت ہی کیا ہے۔ **ثالثاً** دارقطنی۔ بیہقی۔ ابن
جریر۔ عبد بن حمید۔ ابن مردویہ۔ سعید بن منصور۔ ابن ابی حاتم۔ ابو الشیخ۔
ابن عساکر۔ ابن ابی شیبہ۔ وغیرہم نے فرمایا ہے نزلت ھٰذہ الاٰیۃ فی قراءۃ الصحابۃ
ورفع الاصوات بہا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما بسطہ السیوطی فی

الدر المنثور ۔ نقله الفاضل اللکھنوی ۔ فدلت هذه الاية على فرضية استماع القرآن والنصات المقتدى له اگراس سے ہی تنزل کریں تو ثبوت وجوب تو کہیں نہیں گیا ۔ پھر اس تقدیر پر اگر کوئی عالم فساد یا کراہتہ نماز مقتدی در صورت قراءة الفاتحة خلف الامام سے کہدیوے تو کیونکر ملام ہی لانہ عمل بالظاهر الاية مع انه يعاضده نزولها في الصلوة كما مر آنفا من الدر المنثور ۔ والحديث عنده ماؤل كما اوله جابر رض پس جب کہ اوسکی نزدیک مقتدائی کذائی تارک فرض یا واجب نماز کا ہے ۔ تو پھر فساد یا کراہتہ کہنے سے کون مانع ہے لان الفساد هو خروج العبادة بسبب فوت بعض الفرائض من الشرائط والاركان ۔ وتما يفوت الوصف فيه مع بقاء الاصل يسمى مكروها ۔ **قوله** اور کیا اسناد اسحدیث کا صحیح ہے اه **اقول** وبالله التوفيق **اولا** ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اسحدیث کی صحت میں ہم کو کیا ۔ بلکہ کسی محدث کو کلام نہیں ۔ الا کلام اسمیں ہے کہ یہ حدیث شریف قرآن کا معارضہ نہیں کرسکتی ۔ لہذا اول ہی کما اوله جابر الصحابي ۔ **ثانیا** دارقطنی نے کہا ہی کہ اسناداً یہ حدیث صحیح ہی ۔ یہہ نہیں کہا کہ معنی بھی غیر ماؤل ہے واین هذا من ذاك **قوله** اعرابی مسئ فی الصلوة کیحدیث میں ۔ امام احمد ۔ ابوداؤد ۔ ابن حبان میں ہے ثم اقرء بام القرآن **اقول** وبالله التوفيق **اولا** ابوداؤد کے صفحہ ۱۲۶ میں ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء الله ان تقرأ ۔ اور تخریج زیلعی ہدایہ کے صفحہ ۱۹۲ اور نصب الرایہ صفحہ ۶۷ میں مسند احمد سے ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرء بما شئت ہی ۔ **مؤلف رسالہ** نے اخیر جملہ ہر دو حدیث کا ذکر نہیں فرمایا سو گزارش ہے کہ اس روایۃ میں تو حکم فاتحہ مع شئے زاید کا ہے ۔ پھر فاتحہ فقط کی خصوصیت اس روایۃ سے کیونکر ثابت ہوئی **ثانیا** اعرابی مسئ فی الصلوۃ ۔ تو

جواب ۔ حجت ۔ مسئ

اکیلا ہی نماز پڑھ رہا تہا - کما ھو مدلول حدیث احمد وغیرہ - جاء رجل و رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی المسجد فصلی قریبًا منہ الحدیث پہر مقتدی پر
وجوب فاتحہ کا جو متنازعہ فیہ ہو اس حدیث کو تسے بطہ کا مدلول ہی ۔ اور اور احادیث کا ذکر آپ نہ
فرماویں کہ انکا جواب ماسبق میں گذر چکا ہی اور عبادہ کی حدیث کا بہی گذرچکا ہے فلا نعیدہ **قولہ**
بالتخصیص آہستہ فاتحۃ الکتاب خلف الامام پڑہنے کے منع پر کوئی حدیث صحیح صریح مرفوع نہیں

آہستہ فاتحہ خلف الامام پڑھنیکے منع پر کوئی حدیث صحیح صریح مرفوع نہیں ہے +

اقول وباللہ التوفیق **اوّلاً** حدیث شریف کی تجسس اور تلاش کی کیا
ضرورت ہی - قرآن کریم ہی کفایت کرتا ہے - اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وانصتوا لعلکم ترحمون خود اسی مرض کا علاج ہے - جبکہ ہر ایک سامع
کیلئے سننے اور چپ رہنیکا حکم ہے - تو مقتدی بھی اوسی میں داخل ہی **ثانیًا**
کوئی حدیث صحیح متفق علیہ مرفوع ایسے نہیں جس سے مقتدی کے لئے خصوصًا امر
وجوب قراءت بطور نص نکلتا ہو **قولہ** اور حدیث مثبت فاتحہ تبصریح بخاری
متواتر ہے - **اقول** وباللہ التوفیق اسکا جواب جہاں ماسبق میں مؤلف رسالہ
نے نقلاً عن البخاری فرمایا ہے تواتر الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث
بوضاحت ہوچکا ہے - ایک بات کا ذکر بار بار مثمر زیبائی نہیں **قولہ** اگرچہ
واحد ہی ان لیں تو خبر واحد قطعی اور باعث یقین بہی ہوتی ہے تذکرہ راشدہ
میں **مولوی عبد الحیّ صاحب** نے لکھا ہے آہ **اقول** وباللہ التوفیق
تذکرہ راشدہ کے صفحہ ۱۰۱ میں مولوی عبد الحی صاحب نے بعض کتب کی عبارات
نقل کی ہیں - از انجملہ **شرح مختصر عضدی** کی عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے
اختلف فی خبر الواحد العدل بل یفید العلم او لا والمختار انہ یفید العلم بانضمام
القرائن انتہی آور اسی قبیل سے اور بھی دو تین کتاب کی عبارت منقول ہے - اور
شرح الشرح نخبہ میں لکھا ہے اختلف فی خبر الواحد العدل یفید العلم الیقینی

اولا فقال قوم یحصل العلم به مطلقا سواء انضم الیه قرینة اولا۔ ثم اختلفوا
فقال احمد وداؤد ظاهری یحصل العلم به بلا قرینة ویطرد ای کلما حصل
خبر الواحد حصل العلم۔ وقال قوم لا یطرد ای قد یحصل العلم به بلا قرینة
وقد لا یحصل **والمختار** انه یفید العلم بانضمام القرائن وقال الاکثر
لا یحصل به العلم الیقینی مطلقا سواء کان مع القرائن اولا بل یحصل به
الظن انتهی۔ یہہ حال اس مسئلہ کا بین العلماء ہے۔ اور جس جہالت کو مؤلف
رسالہ مان رہے ہیں۔ اوسکا حال بہی معلوم ہوا۔ **اب گزارش ہے۔** کہ
اول خبر واحد کا قطعی اور باعث یقین ہونا معلوم۔ اگر ہم تنزلا اوسکو بہی تسلیم
کریں۔ تو غایت الامر یہہ ثابت ہوا۔ کہ اسحدیث کا ثبوت قطعی ہے۔ اور نیز باعث
یقین ہے۔ سو اسبات کا کب ہمنے انکار کیا ہے۔ بلکہ پہلے ہی ہم لکھہ چکے ہیں
کہ یہہ حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب نہایت صحیح ہے۔ الا کلام
اسمیں ہے کہ یہ حدیث اپنی عموم پر نہیں۔ بلکہ باول کما اوله جابر رضی الله ہے۔ ورنہ
معارض کتاب کریم کی ہوگی فتدبر۔ **قوله** جب فاتحہ خلف الامام کا پڑہنا ثابت
ہوا دیکہو جواب اول **اقول** وبالله التوفیق کہاں ثابت ہوا دیکہو جواب اول
کا جواب **قوله** پس اس مسئلہ میں آپکے اور رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے
درمیان اختلاف ہوا۔ **اقول** وبالله التوفیق حنفیہ کرام اور رسول خدا صلی الله
علیہ وسلم کے درمیان اختلاف کی بو بہی نہیں (الا بزعم مولف رسالہ کے) بلکہ
حنفیہ رضوان الله علیہم نے تو حدیث لا صلوة۔ اور قراءة الامام له قراءة اور وغیرہ
وغیرہ احادیث اور احادیث آثار صحابہ اور قرآن کریم واذا قرئ القرآن فاستمعوا
له اور فاقرؤا ما تیسر من القرآن جو کہ اس مسئلہ میں وارد ہیں سب پر عمل کیا ہے
ع گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + ہاں البتہ اسمقام میں

اس مسئلہ میں آپکے اور رسول خدا صلعم کے درمیان اختلاف ہوا۔

یہ کہیں کہ مؤلف رسالہ اور خداوند کریم میں اختلاف ہوا تو شاید بیجا نہو۔ کیونکہ
ہمنے جب کہ اس حدیث میں یا اسباب کی احادیث اور قرآن کریم پر تطبیق دیکر عمل کیا
ہے رگو وہ تطبیق مولف رسالہ کی رائے کے مطابق نہو) پھر باوصف ایسی عمدہ
عمل کے مخالف رسول م کے ہوئی۔ تو اسی طرح مؤلف رسالہ نے بھی آیۃ قرآنی
پر بالتاویل عمل کیا ہے اگر ایسا ہی عمل مخالفت ہی تو مؤلف رسالہ بھی آپنے
آپکو مخالف خدا سمجھیں۔ اگر ایسا نہیں تو نہیں۔ **قوله** راقم اور کل اہلحدیث
رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کہتی ہیں **اقول** وباللہ التوفیق ــــ کس
نگوئید کہ دوغ من ترشست + کل فرق مدعی اسلام۔ شیعہ۔ خارجی۔ معتزلہ۔
جہمیہ۔ وغیرہم کب کہتی ہیں۔ کہ ہم رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات
نہیں مانتے اور نہیں کہتے۔ آلا راستی پیروہی فرقہ ہے۔ جسکی لئی رسولخدا م
نے فرمایا۔ ما انا علیہ واصحابی ہاں البتہ اگر مؤلف رسالہ اسطرح فرماتے۔ کہ راقم اور
کل اہلحدیث کیا کل اہلسنت وجماعت رسولخدا کی بات کہتی ہیں۔ تو فی الجملہ راستی
کا خیال کیا جاتا **قوله** افسوس ہے ہماری تو حنفی بہیے اس مسئلہ میں اہ **اقول**
وباللہ التوفیق۔ اس تقدیم میں علما کا اختلاف ہی۔ ابو یوسف اور امام احمد نے

فی روایۃ تقدیم اقرء کی فرماتے ہیں لحدیث ابی مسعود الانصاری یؤم القوم
اقرءهم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواءً فاعلمهم بالسنۃ الحدیث
اخرجہ الجماعۃ الا البخاری اور امام شافعی اور مالک اور امام ابو حنیفہ ور محمد
اور امام احمد نے روایۃ تقدیم اعلم بالسنۃ فرماتے ہیں لحدیث مروا ابابکر فلیصل
بالناس اخرجہ البخاری ومسلم وغیرهما۔ وکان ثمہ من هو اقرء منہ
لا اعلم **دلیل الاول** قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرأکم ابی **ودلیل الثانی**
قول ابی سعید کان ابوبکر اعلمنا۔ وهذا آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ

راقم اور کل اہلحدیث رسولخدا کی بات کہتی میں

ما انا علیہ واصحابی

علیہ وسلم فیکون المعوّل علیہ ۔ کذا حققہ صاحب الفتح الشیخ ابن الہمام رحمہ اللہ
وعلی ذلک مشی البخاری الامام ۔ حیث بوب علیہ بابا فی صحیحہ واتی بحدیث
عائشۃ رضی اللہ عنہا ۔ **باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ** مری ابابکر فلیصل بالناس اور امام قسطلانی لکھتا ہے ۔
فان ابابکر افضل الصحابۃ واعلمہم وافقہہم کما یدل علیہ مراجعتہ
الشارع ۔ بانہ ھو الذی یصلی ۔ ولا صح ان الافقہ اولی بالامامۃ
من الاقرأ والاورع ۔ الحاصل یہ مسئلہ علماء میں مختلف فیہا ہے ۔ بلکہ
حنفیہ اور امام شافعیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم کی دلیل قوی ہے ۔ اور
حدیث اول متاول ہے لحصول التطبیق ۔ **افسوس ہے** کہ صاحب رسالہ
نے اس افسوس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شریک نہیں فرمایا ۔ تاکہ امام
بخاری کا مذہب بھی معلوم ہوتا **قولہ** تیسرا جواب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی اطاعت حضرت حقسبحانہ وتعالی کی اطاعت ہے قال اللہ تعالی اہ **اقول**
وباللہ التوفیق **اولاً** اس سے کون انکار کرتا ہے لاینکرہ الا المرتاب آسی مقام
سے ہے کہ جسنے حدیث واذا قرئ (ای الامام) فانصتوا اخرجہ مسلم وغیرہ اور
قراءۃ الامام لہ قراءۃ کما رواہ جابر مرفوعاً پر عمل کیا اوس نے حقسبحانہ وتعالی
کی فرمودہ پر عمل کیا ۔ اتبک نہونچی مغز سخن سے آگاہ + لاحول ولا قوۃ الا باللہ
ثانیاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مس ذکر کی بابت ہو مضغۃ او بضعۃ
منہ فرمایا ۔ اخرجہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ۔ من
حدیث طلق بن علی اور آپ صاحبان کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے ۔ تو اسکا
خلاف حقسبحانہ وتعالی کا خلاف ہے ۔ اور ترک الوضوء بمماسۃ النار میں حضرت جابر
فرماتے ہیں کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء بمماسۃ

بجواب – ... [illegible]

النار وھو حدیث صحیح رواہ ابوداؤد والنسائی وغیرھما من اھل السنن باسانیدھم الصحیحۃ کما قال النووی اور اکل لحوم الجزور (یعنے اونٹ کا گوشت) آپکے نزدیک ناقض وضوء ہے ۔ پس اسکا خلاف حقسبحانہ وتعالی کا خلاف ہی اور اوسکے نظائر بہت ہیں ؎ یکحرف بست گر شعور است ✦ فما ھو جوابکم فھو جوابنا **قولہ** اکثر صحابہ کرام جیسی ترمذی نے بیان کیا ہے **اقول)** اولاً اسکا جواب ما قبل میں گزر چکا ہے فلا نعیدہٗ **ثانیًا** الوضوء مما مست النار کی باب میں نووی شافعی لکھتا ہے ذھب جماھیر العلماء من السلف والخلف الی انہ لا ینقض الوضوء باکل ما مستہ النار ۔ ممن ذھب الیہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وعلی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وعبداللہ بن مسعود وابو الدرداء وابن عباس وعبد اللہ بن عمر وانس بن مالک وجابر بن سمرۃ وزید بن ثابت وابو موسی وابو ھریرۃ وابی بن کعب وابو طلحۃ وعامر بن ربیعہ وابو امامہ وعائشہ رضی اللہ عنھم وھؤلاء کلھم صحابۃ ۔ وذھب الیہ جماھیر التابعین وھو مذھب مالک وابی حنیفۃ والشافعی واحمد واسحاق بن راھویہ ویحیی بن یحیی وابو ثور وابی خیثمہ رحمھم اللہ حضرت سلامت یہ صحابہ اور تابعین رح ایک طرف ہیں ۔ اور آپ کا قول ایکطرف پس انکے مقابلہ آپکا قول اگر خنگی نہو تو .... ہوگا **قولہ** اور ایکطرف ابوحنیفہ رح جیسا تابعی اگر یان نیں آہ **اقول)** حضرت یہہ تو محض ہی غلط ہی ذرا البخاری رح کا جزء القراءۃ ہی دیکھا ہوتا ۔ کہ خود بخاری علیہ الرحمۃ اوسکے صفحہ ۱ ۔ اور صفحہ ۱۳ ۔ میں فرماتے ہیں انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منھم

قول امام ابوحنیفہ کا اور ہی [illegible]

ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عمر انتہی۔ اور حجر عسقلانی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے کما مر فیما سبق پھر فرمائیے کہ اسطرف ایک ابوحنیفہ ہیں یا کہ انکے ساتھہ اصحاب رسول اللہ صلعم کے بھی ہیں۔ با آنکہ امام صاحب کے قول کیموافق نص قرآنی بھی موجود ہے۔ پھر کون مرجح ہوا۔ واضح رہے۔ کہ یہ کلام عدم جواز قرات خلف الامام مین ہے۔ اور امام صاحب کا تابعی ہونا واقعی ہے۔ فرضی کی کچھ حاجت نہیں کما مر فی صدر الرسالۃ **قولہ** خود علماء حنفیہ استحسان قرات فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں **اقول** اولاً علماء حنفیہ کا قائل باستحسان ہونا اور نہونا فتح القدیر کی عبارت سے واضح ہے اور وہ یہ ہے قولہ علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد یقتضی ھذہ العبارۃ انہا لیست ظاھر الروایۃ عنہ کما قال فی الزکوٰۃ خلافا لابی یوسف فیما یروی عنہ فی دین الزکوٰۃ۔ وھو الذی یظھر من قولہ فی الذخیرۃ و بعض مشائخنا ذکر وان قول محمد رح ولا یکرہ وعلی قولھما یکرہ ثم قال فی الفصل الرابع الاصح انہ یکرہ والحق ان قول محمد رحمہ اللہ کقولھما فان عبارتہ فی کتبہ مصرحۃ بالتجافی عن خلافہ فانہ فی کتاب الآثار فی باب القراءۃ خلف الامام بعد ما اسند الی علقمۃ بن قیس انہ ما قرأ قط فیما یجھر فیہ ولا فیما لا یجھر فیہ قال و بہ ناخذ لا نری القراءۃ خلف الامام فی شیء من الصلوۃ یجھر فیہ او لا یجھر ثم استمر فی اسناد آثار اخر ثم قال محمد لا ینبغی ان یقرء خلف الامام فی شیء من الصلوۃ **وفی موطاہ** بعد ان روی فی منع القرآءۃ فی الصلوۃ ما روی قال محمد لا قراءۃ خلف الامام فیما جھر ولا فیما لم یجھر و بذلک جاءت عامۃ الاخبار وھو قول ابی حنیفۃ۔ ثم

قولہ خود علماء حنفیہ استحسان۔ قرات فاتحہ خلف الامام کے قائل

لایخفی ان الاحتیاط فی عدم القراءۃ خلف الامام۔ لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین۔ ولیس اقواهما القراءۃ بل المنع انتهی مخلص البعض

یہ عبارت فتح القدیر کی مؤلف رسالہ اور مولوی عبدالحی صاحب ہر دو صاحبان پر حجت ہے۔ اور امام محمد کے اقوال مصرحہ صریحاً اس بیان کے خلاف ہیں۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اشارہ بھی اسی طرف فرمایا ہے وهو وانکان ضعیفاً روایۃً۔ **ثانیاً**۔ مؤلف رسالہ نے مولوی عبدالحی صاحب کا انصاف حدیث من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ۔ میں ملاحظہ نفرمایا۔ اور وہ انصاف نہی۔ باری کیوں دیکھتے کہ اونکے مدعی مفروض کے خلاف تہا۔ حیث قال بعد نقل طرق هذا الحدیث هذا خلاصۃ الکلام فی طرق هذا الحدیث وتلخیصه ان بعض طرقه صحیحۃ او حسنۃ لیس فیه شیٔ یوجب القدح عند التحقیق وبعضها صحیحۃ مرسلۃ وان لم تصح مسندۃ۔ والمراسیل مقبولۃ۔ وبعضها ضعیفۃ ینجبر ضعفها بضم بعضها الی بعض۔ وبه ظهر ان قول الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الرافعی ان طرقه کلها معلولۃ۔ لیس علی ماینبغی وکذا قول البخاری فی رسالۃ القراءۃ خلف الامام انه حدیث لم یثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لارساله وانقطاعه۔ اما ارساله فرواه عبدالله بن شداد عن النبی صلی الله علیه وسلم۔ واما انقطاعه فرواه الحسن بن صالح عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم ولایدری اسمع جابر عن ابی الزبیر ام لا انتهی لایخلو عن خدشات واضحۃ انتهی

قوله قائلین بکراہت اور قائلین باستحسان کو آپس میں متعارض سمجھکر ساقط کردینگے۔ **(اقول)** یہاں تعارض ہی کہاں ہے تاکہ ساقط کردینے کی نوبت حاصل ہو۔ کیونکہ تعارض کہتے ہیں تقابل الحجتین علی السواء لامزیۃ

لاحدھما علی الاخر لا فی الذات ولا فی صفۃ ۔ فی حکمین متضادین کو کما ھو المسطور فی کتب الاصول ۔ آور محل متنازع فیہ میں عدم قراءۃ راجح اور اقوی دلیلاً ہے ۔ **فی الفتح** لان الاحتیاط ھو العمل باقوی الدلیلین و لیس اقواھما القراءۃ بل المنع انتھی آور نیز استحسان کی روایت سخت مرجوح ۔ امام محمد کے اقوال مصرحہ کے خلاف ہی کما مر انفا من الفتح ۔ والمرجوح کالعدم کما سبق فیما سبق من المسلم و شرحہ **قولہ** رفع یدین میں جا بجا نسو خبر اور اثر کا ذکر کیا گیا ہے **اقول** اسکا جواب انشاء اللہ تعالے رفع یدین کے مسئلہ میں گزارش ہوگا **قولہ** جواب حنفیہ کے اقوال اس مسئلہ میں مضطرب ہیں آور حنفیہ نے قلتین کی حدیث صحیح کو صرف مضطرب سمجھکر باوجودیکہ اوس میں اضطراب نہ تہا چھوڑ دیا ۔ تو حنفیہ کو اپنے علماء کا اضطراب اس مسئلہ میں دیکھکر اونکے اقوال مضطربہ چھوڑ دینے تہے **اقول** اس جواب میں صاحب رسالہ نے حنفیہ کرام کی نسبت دو امر ارشاد فرمائے ہیں ۔ **اوّل** یہ کہ اقوال حنفیہ کے اس مسئلہ میں مضطرب ہیں ۔ **دوم** یہ کہ حنفیہ نے کہ باوصف آنکہ حدیث قلتین فی الواقع مضطرب نہ تھی ۔ مضطرب جانکر چھوڑ دیا ۔ سوان ہر دو امر کا جواب بعد تعریف مضطرب کے گزارش ہوتا ہے **تعریف مضطرب** ۔

فی النخبۃ و شرحہ وان کانت المخالفۃ بابدال الراوی ولا مرجح لاحدی الروایتین علی الاخر فھذا ھو المضطرب انتھی بتغییر یسیر **وفی منھج الوصول** اضطراب آنست کہ راوی خلاف غیر خود کردہ باشد ۔ بابدال براوی دیگر ۔ و مرجح یکے از دو روایت بر دیگر موجود نباشد ۔ و این راوی اصطلاح محدثین مضطرب نامند ۔ و اضطراب موجب ضعف حدیث باشد ۔ بنا بر عدم ضبط روایت کہ در صحت و حسن شرط ست انتھی ۔ عبارت نخبہ از منھج الوصول

سے دو امر ثابت ہوئے **اوّل** یہ کہ اضطراب مصطلح اوس وقت ہوتا ہے۔ جب کہ ہر دو روایت مساویۃ الاقدام ہوں۔ ایکدوسری پر راجح بوجوہ ترجیح نہو دوسرا یہ کہ حدیث مضطرب ضعیف ہے۔ پس اب بابت امر اوّل کی گزارش ہے۔ جبکہ ماسبق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ روایت عدم القراءۃ راجح اور اولے من حیث الدلیل ہے۔ اور مرجوح فی حکم العدم ہوتی ہے۔ کما مر فکیف الاضطراب۔ لان الاضطراب شرطہ المساواۃ ولا یترجح احدھما علی الاخر وھھنا لیس کذالک فلا اضطراب اور بابت امر دوم یعنی حدیث قلتین مضطرب نہیں۔ مگر حنفیہ نے خواہ مخواہ اوسکو مضطرب کہا۔ غرض ہے شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب امام میں۔ اور طحاوی نے معانی الآثار میں۔ اور زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ میں۔ اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں۔ انہوں نے اضطراب کو نہایت بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ اوراق پوری پوری ذکر کے متحمل نہیں الا تاہم مختصر اگذارش ہے۔ حدیث قلتین کو بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے بیان نہیں فرمایا۔ لوجہ کان عندھما۔ اور ترمذی وغیرہ نے بیان کیا ہے سو اس حدیث میں دو طرح کا اضطراب ہے۔ لفظاً۔ اور معنیً۔ اضطراب لفظی تو اسلئے کہ بعض طرق میں اذا کان الماء اربعین قلۃ اور بعض میں اذا کان الماء قلتین اور بعض میں اذا کان الماء قلتین فما فوق ذلک اور بعض میں اذا کان الماء قلتین فصاعدًا۔ اور بعض میں اذا کان الماء اربعین غربًا اور بعض میں اربعین دلوًا اور بعض میں قلتین او ثلثا وارد ہے۔ اور اضطراب معنے اسلئے کہ قلہ کے معنے لغت میں مشک کے ہیں اور مشکیزے۔ اور چوٹی پہاڑ کی۔ اور سر جیسی بلند کی قال الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایہ فیہ من الاضطراب لفظا و

معنیً اما اضطرابه فی اللفظ فمن جهة الاسناد والمتن۔ ثم سرد الکلام
لبیانهما۔ ثم قال واما الاضطراب فی معناه فلانه کذا وکذا۔ اور محدثین
اور فقہاء نے بھی اس حدیث میں کلام کیا ہے فتح القدیر میں ہے وممن
ضعفه الحافظ ابن عبد البر والقاضی اسماعیل بن اسحاق وابو بکر
العربی المالکیون انتهی یعنی یہ مذکورین فضلا جو مالکی المذہب ہیں۔ انہوں نے
بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور بدائع میں ہے۔ عن ابن المدینی لا
یثبت حدیث قلتین یعنے ابن مدینی نے کہا کہ حدیث قلتین ثابت نہیں۔
اور سفر السعادت میں ہے باب۔ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا
قال جماعة لم یصح فیه حدیث وجماعة قائلون بصحته۔ وقد اوردہ
اکابر اهل الحدیث فی مصنفاتهم۔ اور زیلعی نے کہا ہے حدیث القلتین
ضعیف ضعفه جماعة المحدثین حتی قال البیهقی من الشافعیة انه غیر
قوی۔ وترکه الغزالی والرویانی مع شدة اتباعهم للشافعی رحمه الله
لضعفه انتهی یعنے حدیث قلتین کی ضعیف ہے۔ ضعیف کہا اسکو جماعت
نے محدثین سے یہانتک کہ کہا بیہقی شافعی نے کہ وہ قوی نہیں۔ اور ترک کیا
اسکو امام غزالی اور رویانی نے باوجود شدت اتباع اونکی واسطے امام شافعی رح کے
واسطے ضعف اس حدیث کے۔ اور تمہید میں ہے ما ذهب الیه الشافعی
من حدیث قلتین مذهب ضعیف یہ مختصر حال تحقیقات حنفیہ کا اس حدیث میں
ہے۔ جسپر صاحب رسالہ کہتے ہیں۔ کہ حنفیہ نے باوصف صحیح ہونے اس حدیث
کی مضطرب جانکر چھوڑ دیا۔ خیر۔ حنفیہ تو درکنار۔ مالکیہ شافعیہ نے بھی
اس حدیث کو ضعیف کہا۔ اور اپنے امام کی مقبول حدیث کو چھوڑ دیا۔ پھر حنفیہ نے
کیا برا کیا۔ اور بیجا۔ کہ در پئے تحقیقات اس حدیث کے ہوئے۔ الا یہ ہمکی توجہ

اور عنایت دلی کا ثمرہ ہے۔ جو حنفیہؒ کے نسبت فرمایا گیا۔ سچ ہے۔ گل ست سعدی در چشم دشمنان خارست + راستی کا پائے بند ہونا عمدہ چیز ہے۔ ع راستی موجب رضای خدا است + کدورت تعصب سے دلکو پاک اور صاف کرنا ضروریات دین سے ہے۔ ع بسوئے راستے دل را ہدایت کن کہ میباشد + عصائے آبنوسے بہ نیل سرمہ اعمے را + **قولہ** قران اور احادیث ثابتہ میں کوی تعارض اور تخالف نہیں آہ **اقول** وباللہ التوفیق۔ **اولا**۔ اگر اس کلام سے مؤلف رسالہ کے یھ غرض ہے کہ قرآن اور احادیث میں بحسب الظاہر اور بادی النظر میں بھی تعارض اور تخالف نہیں۔ فھذا الکلام مردود علی صاحبہ لان فی الکتاب الکریم ایات تعارض بعضھا بعضًا فی الظاھر وقد الف فی ذلک قطرب کتابا بسیطا ذکرہ السیوطی فی الاتقان وفی الاحادیث ایضًا کذلک کیف لا وان علماء اصول الفقہ والحدیث قد بوّبوا فی مصنفاتھم لدفع ھذا التعارض بابا وبحثوا فیہ بحثا طویلا شکر اللہ سعیھم فی المسلم وشرحہ **فصل** فی التعارض وھو تدافع الحجتین وفی المنار وشرحہ و قد یقع التعارض بین الحجج فیما بیننا لجھلنا بالناسخ والمنسوخ وفی حصول المامول البحث الخامس فی تعارض الافعال وفی التوضیح باب المعارضۃ والترجیح وفی اتقان السیوطی النوع الثامن والاربعون فی مشکلہ وموھم الاختلاف والتناقض **ثانیًا** خود مؤلف رسالہ بھی جواب ہذا میں درپے تطبیق ہیں۔ اگر تعارض اور تخالف نہ تہا تو پہر یہاں تطبیق کس چیز کی ہو رہی ہے۔ اور اگر یھ غرض ہے کہ اگرچہ بحسب الظاہر اور بادی النظر میں بینھما تعارض ہوتا ہے۔ الّا امعان نظر اور تطبیق دینے سے وہ مرتفع ہو جاتا ہے۔ تو اس دردسری کا کیا فایدہ ہے۔ اسکے تو ہم بھی قائل ہیں کہ تعارض اور تخالف فی الحقیقت

بیں الآیات والاحادیث نہیں۔ فی المسلم وشرحہ لایکون التعارض) فی الحجج
الشرعیۃ فی نفس الامر ولا لزم التعارض قطعًا۔ **وفی نور الانوار** ولا
فلا تعارض فی نفس الامر لان احدھما یکون منسوخًا والاٰخر ناسخًا۔ وکیف
یقع التعارض فی کلامہ تعالیٰ لان ذلک من امارات العجز۔ تعالی اللہ عن ذلک
علوًا کبیرًا انتھی اور اسی ظاہر تعارض اور تناقض کے لئے رفع کے لئے جو اس
مسئلہ فاتحۃ الکتاب میں۔ آیات اور احادیث میں بادی النظر میں معلوم
ہوتا ہے۔ علماء امصار و دیار نے کوششیں بلیغہ فرمائیں۔ جیسی راقم نے جابجا
بیان کیا ہے فانظر فیما مر **قولہ** آیۃ فاقرؤا ما تیسر میں۔ ما۔ کا کلمہ ضرور عام
مخصوص البعض ہے۔ **ابن الھمام حاشیہ ہدایہ** میں لکھتے ہیں۔ ولنا قولہ
علیہ الکلام من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ فاذا صح وجب ان یخص
عموم الایۃ والحدیث علی طریقۃ الخصم مطلقا فیخرج المقتدی وعلی طریقتنا
ایضًا لانھا عام خص عنہ البعض وھو المدرک اجماعا فی تخصیصھما انتھی **اقول**
(وباللہ التوفیق) اوّلًا۔ مؤلف رسالہ نے دعویٰ یہ کیا ہے۔ کہ کلمہ ما کا آیۃ ما تیسر میں
ہی عام مخصوص البعض ہے۔ اور شاہد اثبات مدعیٰ کا عبارت ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ
کی بیان کی۔ سو مذکورہ عبارت میں انسبات کا کہیں نام و نشان بھی نہیں کہ کلمہ ما کا عام مخصوص
البعض ہے۔ ہاں البتہ ابن الہام یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت مخصوص البعض ہے اجماعًا بیننا وبین الشافعی ہے۔
سو اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ ما کا ضرور عام مخصوص البعض ہے کما قالہ المولف ثانیًا۔ یہ
آیہ شریفہ مشتمل بر دو تعمیم ہے تعمیم اول فاقرأوا کی جسکا مدلول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا فرض
ہے اور تعمیم دوم ما تیسر کی اور اوسکا مدلول یہ ہے کہ قرآن کریم سے کسی سورت خاص
(مثلًا فاتحہ) کا پڑھنا فرض نہیں۔ ابن الہمام کی یہ غرض ہے کہ جبکہ تخصیص عام اول کی اجماعًا
بیننا وبین الشافعی ہو چکا ہے۔ یہ نہ اب تخصیص اس آیت کے حدیث قراۃ

الامام لہ قرارۃ سے جائز و درست ہوئی۔ کیونکہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے۔
پس اسوقت یہ حدیث شریف مخصص ہونے کے قابل ہوئی۔ اور عام دوسرا اپنے
عموم پر قطعی ہے اوسکی تخصیص خبر واحد سے جو کہ ظنی ہو جائز نہیں۔ لعدم المساواۃ
بینہما۔ ومن لم یمیّز بین العامین فقد وقع فیما وقع وقال ما قال صاحب
رسالہ نے جبکہ ہر دو عام میں خلط ملط کر دیا۔ تو ایسا فرمایا۔ اور ابن الہمام کو بھی
اپنے ساتھ ملایا۔ حالانکہ ابن الھمام کی کلام سے یہ بات مفہوم نہیں ہوتی۔ اور
اسیات کو صاحب رسالہ پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ اور وہاں جواب بھی دیا گیا ہے
قولہ اور عام مخصوص کی تخصیص بالاتفاق ممنوع نہیں۔ پس لا صلوۃ
کی متواتر حدیث سے تخصیص کیوں ممنوع ہوگی۔ **اقول** وباللہ التوفیق یہاں
عام مخصوص ہی کہاں ہے۔ جسکی تخصیص جائز ہو۔ بلکہ یہہ عام اپنے عموم پر
باقی ہے۔ کما مر قبل ذلک۔ اور حدیث لا صلوۃ کی متواتر ہونیکا حال بھی
ماقبل میں گزارش ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہٗ **قولہ** اور آپکے یہاں اس لئے کہ مخصوص
ہی بحکام ر **اقول** وباللہ التوفیق۔ مامر میں اسکا جواب بھی ہو چکا ہے فلا نکررہ۔
قولہ اور احادیث میں اس لئے تعارض نہیں۔ کہ اعرابی کی حدیث میں فاتحہ
کا صریح حکم موجود ہے دیکھو ابن حبان اور مسند امام احمد **اقول**
وباللہ التوفیق اولا۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں تو ثم اقرأ ما تیسر
معک من القرآن ہے وارد ہی۔ کیا یہاں صحیحین کو چھوڑ دیا گیا۔ اور اس محل میں
صحیحین کی فوقیت اور ترجیح باقی کتب احادیث پر ضعیف ہو گئی ہے۔ ثانیا
اگر اسی روایت مسند احمد پر ہی عمل منظور ہے تو اوسمیں ثم اقرأ بام القرآن۔ ثم
اقرأ بما شئت بھی ہے۔ پھر چاہئے کہ فاتحہ مع سورت ہر دو فرض ہوں۔ نہ فاتحہ
تنہا فکیف التطبیق **قولہ** پس ہم بھی کہتے ہیں ان لزوم الفاتحۃ کان ظاہرا

اقول وباللہ التوفیق) ابن الہمام کی تاویل نص قرآنی فاقروا ماتیسر من القرآن کے معارض نہیں۔ لانہ فی صدد ثبوت الوجوب وذلک ظاہر جدًا۔ اور مؤلف رسالہ کی تاویل یعارض النص المذکور لانہ فی صدد ثبوت الفرضیۃ فافترقا فافہم وانصف۔ فکیف التطبیق **قولہ** والمقصود ماتیسر بعدہا الظہور لزومہا **اقول** وباللہ التوفیق اولًا ابن ہمام کی عبارت میں لزوم بمعنی وجوب مصطلحہ حنفیہ ہے۔ وھو بین لا سترۃ فیہ اور مولف رسالہ کی عبارت میں لزوم بمعنی فرض ہی۔ فمعارضۃ الآیۃ المذکورۃ قائمۃ علی تاویل المؤلف لا علی تاویل ابن ہمام فکیف التطبیق ثانیًا اعرابی مسئ فی الصلوۃ کی حدیث میں فاتحہ کا ذکر ہی کہاں ہے۔ تاکہ ماتیسر محمول بر مازاد علے الفاتحہ ہو۔ **قولہ** اور حدیث قراءۃ الامام اور اذا قرء فانصتوا دونوں اوّل توشاذ ہیں۔ انکا شذوذ ابن ہمام نے مانا ہے گوشاذ مقبول کہا ہے **اقول** وباللہ التوفیق) تنزلًا قبول کیا شاذ مقبول ہیز تو پھر خلل ہی کیا ہوا۔ شاذ مقبول تو اصطلاح محدثین میں اوسے کو کہتے ہیں۔ کہ راوی ثقہ راوی اوثق کے مخالف زیادۃً یا نقصانًا فی المتن او فی السند روایت کرے۔ اور زیادۃ ثقہ کی مقبول بلاریب ہی۔ کما مرّ فی الفوائد **قولہ** اور دوجوہ مرقومۃ الصدر کے سواحسب قول ابن ہمام حیث قال ویحمل ثم اقرأ ماتیسر معک علی غیر حالۃ الاقتداء جمعًا بین الادلۃ ہم کہتے ہیں ماتیسر معک اور لہٗ قراءۃ اور اذا قرء فانصتوا کل فی سوئے الفاتحۃ جمعًا بین الادلۃ

اقول وباللہ التوفیق) تفصیل اسمقام کی یہہ ہے۔ کہ ابن ہمام نے حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعرابی مسئ فی الصلوۃ کو کئی بعد تعلیم اور امور کے ثم اقرء ماتیسر معک من القرآن۔ فرمانا محمول بر غیر حالت

اِقتدا کی ہے۔ سواس حمل کے لئے حالت صلوٰتیہ اعرابی مسیٔ فی الصلوٰۃ (یعنی
منفرداً نماز پڑہنا) کے۔ جیساکہ مدلول صریح حدیث کا ہے۔ جاء رجل و رسول
الله صلی الله علیہ وسلم جالس فی المسجد فصلی قریبًا منہ الحدیث قرینہ واضحہ
غیر خافیہ ہے۔ اور سوی الفاتحہ پر فرمایئے کہ کونسا قرینہ صریحہ ہی۔ علاوہ
براں اس روایت صحیحین میں فاتحہ کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پہر سوی الفاتحہ
کہاں سے آگیا۔ اور روایت احمد وغیرہ میں جو تصریح فاتحہ کی ہے اون میں
وسورۃ معہا بہی ہی۔ فالامور بہ امران۔ پس ابن ہمام اور مؤلف رسالہ کے
حمل میں یوں بعید ہے۔ فاین ہذا من ذاک فافہم وانصف اور قراءۃ الامام
اور اذا قرء فانصتوا کا حمل بہا سوی الفاتحہ پر حمل غیر صریح ہے۔ لانہ یاباہ عموم
النص وہو واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا۔ **قولہ** یا درہے ابن
ہمام نے ان حدیثونکی نسبت کہا ہے الاول صحیح علی شرط الشیخین والثانی
علی شرط مسلم حالانکہ بخاری اور مسلم نے اپنی شروط کی کہیں تصریح نہیں کے۔
اقول وباللہ التوفیق) یہ قول۔ (یعنے علی شرط الشیخین او علی شرط احدہما)
صرف ابن ہمام کا ہی نہیں۔ بلکہ اکثر محدثین ہی ایسا لکھتے ہیں۔ **علامہ**
ابن حجر نخبہ۔ اور اوسکی شرح میں لکھتے ہیں۔ ومن ثم قدم صحیح البخاری
علی غیرہ من الکتب المصنفۃ فی الحدیث ثم صحیح مسلم لمشارکتہ للبخاری
ثم قدم فی الارجحیۃ من حیث الاصحیۃ۔ ما وافقہ شرطہما لان المراد بہ
رواتہما مع باقی شروط الصحیح ورواتہما۔ فان کان الخبر علی شرطہما
معا کان دون ما اخرجہ مسلم او مثلہ۔ وان کان علی شرط احدہما فیقدم
شرط البخاری وحدہ علی شرط مسلم وحدہ تبعًا لاصل کل منہما انتہی بحذف
البعض اور سیّد شریف علی جرجانی اُصول حدیث کے رسالہ میں لکھتے ہیں:

واعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیه - ثم ما انفرد به البخاری - ثم ما انفرد به مسلم ثم ما کان علی شرطهما وان لم یخرجاه ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم انتهی
اور منہج الوصول میں ہے - وبالجملہ صحیح بخاری بایں وجوہ مقدم بر ہمہ کتب است وبعدہ صحیح مسلم است - وبعدہ مقدم آنست کہ موافق شرط ایں ہر دو باشد انتہی مختصرا - اور حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مرحوم لکھتے ہیں وقد استدرک الحاکم علیہما احادیث ھی علی شرطھما ولم یذکراھا انتہی - ثم سرد الکلام فیہ - اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ دوسری مقام نخبہ کی شرح میں لکھتے ہیں - اما رجحانہ رای البخاری من حیث الاتصال فلاشتراطہ ان یکون الراوی قد ثبت له لقاء من روی عنه ولو مرۃ واکتفی مسلم بمطلق المعاصرۃ انتہی - انکے ما ورا اور محدثین اور محققین کے کلام میں یہ عبارت موجود ہے تو پھر ابن ہمام رحمہ اللہ علیہ پر کیا اعتراض واضح رہے کہ بخاری اور مسلم رحمہما نے اپنے شروط مقررہ کہیں تحریر نہیں فرمائیں - قال النووی لیس لهما شرط فی کتابیهما ولا فی غیرھما انتہی - الا فضلاء محدثین باحثین نے تتبع ما فیہا کا فرمایا - اور استنباط شروط کا کیا - لہذا حسب قرار داد فضلا محدثین کے یہہ کہا جاتا ہے - کہ بخاری رح کی یہ شرط ہے اور مسلم رح کی یہ شرط کما مر من النخبۃ وغیرہ - پس علامہ ابن ہمام رح بھی اپنی کتاب میں اسی قرار داد فضلاء محدثین پر لکھتا ہے - ھذا علی شرط الشیخین - وھذا علی شرط احدھما - فلا اعتراض علیه اور مؤلف رسالہ بفضلہ تعالی قرار داد فضلاء محدثین سے بھی جونکہ دست بردار ہیں - موافق اپنی بات کہہ دیتے ہیں - مزد حضا یہ تقسیم مراتب حدیث کی جو کہ نخبۃ الفکر وغیرہ میں ہے - یہہ فضلا محدثین نے کی ہے - یا کسی ڈھنڈورا پیٹنے والی نے - پھر اوسی تقسیم کے لحاظ سے علامہ ابن الہمام نے لکھا تو کیا برا کیا

ے ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانی دارد **قولہ** مولوی صاحب مخاطب صحیحین کی عظمت
کے قائل نہیں **اقول** وباللہ التوفیق) معاذ اللہ ھل ھذا الا بھتان عظیم۔
او ظن فاسد و وھم کاسد یکذبہ ما مدحنا ھما رحمہما اللہ فیما سلفنا
فی رسالتنا ھذہ فی مواضع عدیدۃ۔ ومقامات شتی فلینظر الناظر فیھا
لیظھر لہ کذبہ البحت او ظنہ الفاتر او وھمہ الکاسد **ھ** دعوی بے
دلیل قبول خرد نہیں۔ **قولہ** اور منازعہ اور مخاطبہ آہ **اقول** وباللہ التوفیق)
ان سب کے جواب ماسبق میں مفصل مذکور ہو چکے ہیں۔ بار بار ایک ہی بات کا
ذکر کرنا خالی از بے لطفی نہیں۔ اور نیز طوالت کا خوف بھی قلم کو روکتا ہے۔
قولہ حسب تحقیق سابق آہ **اقول** وباللہ التوفیق) وہ تحقیق تو کالعدم
بلکہ کالعھن المنفوش ہو گئی۔ اوسکا تو ذکر ہی نہ کیجئے۔ اور قیاس یہاں بمقابلہ
نص کے نہیں تاکہ غیر مقبول ہو۔ بلکہ متفرع از نصوص ہے پھر کیوں مقبول
نھو **قولہ** مدرک فی الرکوع آہ **اقول** وباللہ التوفیق) انشاء اللہ تعالی
اس مسئلہ کو اسکے محل میں جہاں مؤلف نے بالاصالت بیان فرمایا ہے گزارش
کرونگا **قولہ** کیونکہ قراءۃ فاتحہ میں رکعت کے فوت ہونیکا ڈر ہے بخلاف تکبیر
اور قیام کے **اقول** وباللہ التوفیق) اولاً اگر امام نے رکوع طویل کیا تو اس
میں فوت رکعت کا کہاں ڈر ہے۔ پھر چاہیئے کہ ایسی حالت میں مدرک فی الرکوع
کی رکعت محسوب نہو۔ والامر لیس کذلک۔ ثانیاً غایت مایلزم منہ یہی ہے کہ تکبیر
اور مقیس علیہ ازیک قبیل نہیں ولو سلمنا ذلک تاہم اصل مقصود مفقود نہیں۔
یعنی مقصود مسائل کا یہہ تہا کہ مدرک فی الرکوع کذائی کی رکعت محسوب ہوتی ہے
اگر فاتحہ فرض ہوتی تو ایسی ضرورت میں ساقط نہوتی۔ اور نیز رکعت بھی محسوب نہوتی
سو اوسکا عدم محسوب ہونا اس جواب سے بھی ثابت نہیں ہوا **قولہ** بعض غرض

بعض فرض ضرورت کیوقت ساقط ہوجاتے ہیں

ضرورت کی وقت ساقط ہوجاتے ہیں۔ **اقول** وباللہ التوفیق۔ اولًا
انکا سقوط الی الخلف ہی اور قراءت کا حال ایسا نہیں۔ یعنی جب قیام عند العجز
ساقط ہوا تو قعود ونحوہ اسکا خلف ہی اور رکوع اور سجود جب ساقط ہوا تو ایما
اسکا خلف ہی۔ ولیس فرض یسقط عند العجز بلا خلف والقراءۃ تسقط عن
مدرک الرکوع بلا خلف فافترقا۔ فدل ذلک علی انہا لیست بمفروضۃ
علی المقتدی راسًا والا لما سقطت کلیۃ ثانیًا سائل کا کلام ایک خاص
ضرورت میں ہی۔ نہ ضرورت مطلقہ عامہ میں۔ یدل علیہ قولہ اگر قراءت بہی فرض
ہوتی تو وہ بہی بضرورت خوف ادراک فوت نہوتی۔ پس سقوط بعض الفرض عند
العجز اوسکو مضر نہیں۔ لان الرکنین والقیام لا یسقطان عند خوف فوات
الادراک کما یسقط الفاتحۃ فیہ **قولہ** سقوط عند الضرورت مستلزم عدم
فرضیت نہیں۔ **اقول** وباللہ التوفیق) عدم استلزام ضرورت مطلقہ عامہ
میں تو مسلم ہی۔ الا ضرورت مفروضہ خاص سائل میں غیر مسلم ہی لان القیام لا یسقط
عند خوف فوات الادراک فہذا لا یضرہ **قولہ** اہل حدیث کے نزدیک
خطبہ کیحالت میں رکعتین خفیفین آہ **اقول** وباللہ التوفیق) اسکا جواب
ماسبق میں مفصلا مذکور ہوچکا ہے فلا نکررہ **قولہ** جس شخص کی فجر کی نماز
قضا ہوجاوے اوسکو جنہیں ادا صلوۃ عند الخطبہ حنفی جائز کہتے ہیں **اقول**
وباللہ التوفیق شرح وقایہ مطبوعہ مطبع انوار محمدی کے ص ۱۶۲ میں لکہا ہی
وکرہ التنفل اذا خرج الامام لخطبۃ الجمعۃ وبعد الصبح لا سنتہ وبعد اداء
العصر الی اداء المغرب وصح الفوائت و صلوۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ فی ہذین
ای بعد الصبح وبعد اداء العصر الی اداء المغرب لکنہا ای الفوائت) یکرہ فی
الاول وہو ما اذا خرج الی الخطبۃ۔ انتہی۔ اور اسکی حاشیہ میں مولوی عبد الحی صاحب

لکھنوی لکھتے ہیں قولہ یکرہ الخ وذلک لاختلالہ بالاستماع المامور بہ حتی نہی عن الامر بالمعروف فی الخطبۃ کما اخرجہ الشیخان وغیرہم اذا قلت لصاحبک انصت والامام یخطب فقد لغوت انتہی اور ترجمہ شرح وقایہ میں جسکو مولوی **مسیح الزماں** صاحب نے کیا ہے لکھا ہے۔ "جب امام جمعہ کے دن خطبہ کیواسطے اوٹھے۔ نفل اور قضا اور نماز جنازہ پڑھنا۔ اور سجدہ تلاوت کا کرنا مکروہ ہے۔ انتہی عبارتہ۔ اس باب میں روایت کراہت کی ہے وخلافہا خلاف الاصح **قولہ** پھر کیا حرج ہے کوسی حرج شرعی ثابت کردیجئے **اقول** الحرج الشرعی ثابت ھہنا لان الشارع حجر المقتدی عن ولایۃ القراءۃ حیث جعل قراءۃ الامام قراءۃ لہ فلو قرأ یلزم ابطال الحجر الشرعی ولانہ یلزم اجتماع القرأتین حقیقۃ وحکما ولا نظیر لہ فی الشرع والقول بانہ نظیرہ اجتماع الصلوتین فی وقت واحد فی رجل دخل المسجد لانتظار الصلوۃ وصلی مابدا لہ من النوافل فانہ قد ورد فی الاخبار ان المنتظر للصلوۃ فی حکم المصلی مادام ھو منتظر۔ فیکون الانتظار لہ صلوۃ حکمیۃ ومع ذلک لایمنع من اداء الصلوۃ فی تلک الحالۃ بل یستحسن لہ کما قالہ الفاضل الکھنوی یستنکرہ الطبع السلیم لان حالۃ انتظار الصلوۃ غیر حالۃ اداء الصلوۃ فکیف یجتمعان۔ بخلاف المقتدی فان قراءۃ الامام قراءۃ حکمیۃ لہ۔ فلو قرأ بنفسہ۔ ایضا یلزم اجتماع القرأتین حقیقۃ وحکما فی حالۃ واحدۃ وھو محجور شرعا فافترقا۔ **قولہ** جواب مقتدی بدون منازعۃ آہ **اقول** اس جواب کو پہلی ہی صاحب رسالہ لکھہ چکے ہیں۔ اور وہاں جواب بھی دیا گیا ہے **قولہ** امام صاحب کا مناظرہ مجھی یاد پڑتا ہے۔ کہ دلیل محکم میں یہہ مناظرہ لکھا ہی۔ الا افسوس

حاشیہ: اعتراض ... [illegible]

رسالہ اسوقت موجود نہیں۔ آور جب دیکھا تھا اوسوقت راقم نہایت صغیر سن تھا۔ حافظہ میں جسقدر ہے اوسے لکھتا ہوں **پانچسو عالم** امام صاحبؒ کیخدمت میں ترک فاتحہ کے مخالف جمع ہوئے الخ **اقول** اس مناظرہ کی حکایت **دلیل قوی** میں جوکہ مؤلفہ فخر المحدثین مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری مرحوم کا ہے اسطرح لکھی ہے۔ کہ ایک گروہ اہل علم کا واسطے مناظرہ مسئلہ قرادۃ خلف امام کی امام اعظم رحمۃ اللہ کے پاس آیا۔ اور کہا امام صاحب کو کہ منع قرادۃ خلف امام کی کیا دلیل ہے۔ چونکہ امام المسلمین پیشوائے سالار اہل یقین نہایت درجہ کے ذہین اور فہیم تھے ایسے طور سے جواب دیا۔ کہ وہ خواہ مخواہ تسلیم کریں۔ اور کسی کو مجال گفتگو کی نہ تھی یعنی **امام صاحب** نے فرمایا۔ چونکہ ایک شخص کو جماعت کثیرہ سے مناظرہ کرنا بہت مشکل ہے۔ پس لائق ہے تم کو کہ مختار کر دا اپنے میں سے ایک کو پہر اونہوں نے مختار بنا کر ایک عالم کو پیش کیا۔ امام صاحب نے کہا کہ جیت ہار اسکی کو تم اپنی جیت ہار سمجھو گے۔ کہا سب نے کہ ہاں۔ فرمایا امام صاحب نے جب مناظرہ ایک شخص کا کفایت کرتا ہے۔ جماعت کیطرف سے پس قرادت امام کی کیوں نہیں کفایت کرتی واسطے مقتدیوں کے۔ پہر کسی کو جواب نہ آیا مغلوب ہو کر چلے گئے۔ انتہی۔ آور اس حکایت کو **امام فخر الدین رازی** نے تفسیر کبیر میں بہی لکھا ہے حیث قال۔ ان جماعۃ من اھل المدینۃ۔ جاؤا الی ابی حنیفۃ لیناظروہ فی القراءۃ خلف الامام وبکتوہ وتشنعوہ۔ فقال لھم لا یمکن مناظرۃ الجمیع۔ ففوضوا امر المنازعۃ الی اعلمکم لا ناظرہ۔ فاشاروا الی واحد۔ فقال اعلمکم قالوا نعم۔ قال والمناظرۃ معہ کالمناظرۃ معکم قالوا نعم۔ قال والالزام علیہ کالالزام علیکم قالوا نعم قال وان

بجواب حسن تمام

وان ناظرته ولزمته الحجة فقد لزمتكم۔ قالوا نعم۔ قالوا وكيف

قالوا لانا رضينا به اماما فكان قوله قولا لنا۔ قال ابوحنيفة فنحن

لما اختار الامام في الصلوة كانت قرائته قراءة لنا وهو ينوب عنا فاقروا

له بالالزام انتهى۔ هكذا في هوامش مسند خوارزمی امام اعظم رحمة الله کیواسطے باری تعالے نے فہم وذکا قدرتی اور فراست وذہانت فطرتی ایسی عنایت فرمائی تہی۔ کہ اکثر مضامین آیات واحادیث کے تمثیل کے طور پر واسطے تعلیم وتفہیم سائلوں کے بیان فرماتے۔ پہر کسیکو مجال چون وچرا کی باقی نرہتے۔ ایسی وفور عقل وذکا اور دانشمندی امام صاحب کی تعریف امام مالک فرماتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب میزان شعرانی نے میزان کبرے کے

میں ذکر کیا ہے لما سئل (ای المالك) عن ابی حنيفة (يقول) ما تقولون

في رجل لو ناظرته ان نصف هذه الاسطوانة حجر ونصفها فضة لقام

بحجة انتهى۔ اور یہہ تمثیلی فہمائش کئی مقاموں مین رسولخدا صلے الله علیه

وسلم سے بہی ثابت ہے۔ روی البخاری بسنده عن ابن عباس

ان امرأة من جهينة جاءت الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت ان امی

نذرت ان تحج فلم تحج حتى ماتت افاحج عنها قال حجی عنها۔ آرأيت

لوكان على امك دين اكنت قاضية اقضوا الله فالله احق بالوفاء

صنـ٢٥ یعنے جہنیہ کی ایکعورت نے حضرت صلی الله علیہ وسلم سے پوچہا۔ کہ یارسول الله صلی الله علیہ وسلم میری ماں نے نذر مانی تہی۔ کہ مین حج کرونگی پہر وہ حج کرنے نہ پای تہی کہ مرگئی۔ کیا میں اوسکیطرفسے حج کردوں۔ آپنے فرمایا کیوں نہیں حج کر۔ اگر تیری ماں پر لوگونکا کچہہ دین ہوتا۔ تو تو اوسکو ادا نہ کرتی۔ الله کا دین احق بالاداہے) یہاں حضرت صاحب نے اوسعورت کو

امام صاحب کا ذکا اور دانش اور مسائل کو تمثیلی طور پر فرمانا +

کو تمثیلی طور پر فہمایش فرمائی۔ کیونکہ یہہ اوقع فے الذہن ہے۔ بلکہ تمثیلی فہمائش قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت الآیۃ ومثلہم کمثل الذے استوقد نارًا الآیۃ وغیر ذلک یہ تمثیلی فہمائش کمال ذکا اور وفور متانت پر دال ہے۔ عند العقلاء کچھہ عیب کی بات نہیں۔ اور کوئی دانشمند اسکو ناپسند نہیں کرتا۔ اور مذکورہ حکایت صرف عقلی وقیاسی بات نہیں جیسا کہ مؤلف رسالہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ ترجمہ حدیث من کان لہ امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ کا ہے کما لا یخفی۔ فلا یرد ما اورد مؤلف الرسالۃ بعید ذلک بقولہ جواب اول الخ **قولہ** جواب اول نقل صحیح اور ایسی قیاس مع الفارق کا معارضہ کیا۔ **اقول**) صحت نقل کے لئے امام رازی کی نقل ہی مکتفی ہے اور یہہ قیاس نہایت صحیح ترجمہ حدیث شریف مذکور کا ہے مع الفارق کہنا محض مع الفارق اور جرح غیر مبین ہے۔ **قولہ** دوم معلوم ہوا اوسوقت کی ہی بخوبی عالم اس مسئلہ میں امام صاحب کی مخالف ہے **اقول** تخصیص آپنسو کی کہیں بھی ثابت نہیں **تفسیر کبیر** میں۔ ان جماعۃ الخ ہے۔ الا جونکہ مفہوم مشترک ہر دو کا قریب قریب یعنی کثرت ہی محل اخذ نہیں۔ سو کئی مقاموں میں قلت حاکم بر کثرت ہوتی قال عز من قائل۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ الآیۃ والفرقۃ الناجیۃ واحدۃ اقل من ثلثین وسبعین۔ والمومنون اقل من الکفرۃ۔ وفی علم الاسناد القلۃ نقضی علی الکثرۃ وغیر ذلک مقام ہذا میں بھی قلت حاکم بر کثرت ہر کان الحق یعلو ولا یعلی **قولہ** سوم یہ ظریفانہ دلیل اگر صحیح ہے تو رکوع وسجود وغیرہ میں جاری ہوسکتی ہے۔ اسکا بھی انکار کردو الخ **اقول** اسکا جریان

جواب سوم [illegible]

رکوع وسجود وغیرہ میں غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ سابق میں
بیان ہوچکا ہے۔ کہ یہ صرف قیاسی بات نہیں۔ بلکہ معنے حدیث قراۃ الامام
الحدیث کی ہیں۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت اقتدا اور ایتمام کی
اور اذا قرء فانصتوا۔ واذا رکع فارکعوا۔ واذا سجد فاسجدوا۔ الحدیث میں مفصل
بیان فرمائی۔ وہاں چپ کرنیکا حکم فرمایا۔ اور رکوع سجود میں رکوع سجود کا ارشاد
کیا۔ پھر انکو اوسپر قیاس کرنا تبدیل حکم شارع کا ہے۔ پس قیاس قرات کا رکوع
وسجود پر محض غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ **قولہ** آپکے علما تو اس مسئلہ میں
حیران ہیں اہ **اقول** عدم جواز۔ کراہت اور حرمت اور منع اور نفی کو شامل ہے
رہا احتیاط اور استحسان سو اوسکی ابن ہمام نے تردید کردی ہے۔ کہ امام محمد کیطرف
اسکی نسبت کرنی جیسا کہ صاحب ہدایہ۔ اور ذخیرہ نے کی ہے درست نہیں
امام محمد رح کی تصریح اسکے مخالف ہے۔ دیکھو کتاب آثار۔ اور مؤطا امام محمد رح کا۔
کہ خود امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اون میں تصریح کرتے ہیں۔ پھر حضرت نا انصافی کہنا
خود نا انصافی ہے۔ **قولہ** اگر ہدایہ میں یہ لکھا ہے۔ لایقرء الموتم الی آخرہ
اقول یہ جملہ امور صاحب رسالہ پہلے بیان کرچکا ہے۔ حسب عادت مکرر لایا ہے
اور وہاں جواب ان امور کے مفصل دئے گئے ہیں۔ فلا نکررہ خوفا للتطویل
قولہ فیقرا اترک ذینک الشیخین اہ **اقول** واہ حضرت یہہ جوش
یہہ خروش۔ آن ہر دو حضرات کی شیخوخیت تو بحصول درجہ تلقی الامامت بالقبول
کی مقبول ہے۔ آپکے اخلاق عام اور تہذیب الکلام کی خلاف ہے۔ البتہ اگر شیعان
پاک ایسا گبھرا اور جوش خروش کرتے تو مضایقہ نہ تہا۔ ماشاء اللہ اہل سنت تو
منجملہ صحابہ کرام کے حضرت خلیفہ اول۔ اور ثانی رضی اللہ عنہما کو بھی شیخین
کہتے ہیں۔ اور گروہ مجتہدین میں سے امام الائمہ سراج الامۃ **ابو حنیفہ**

نیک شیخین کا جواب

اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو بھی شیخین کہتے ہیں۔ اور یہہ قرارداد امر اصطلاحی ہے ولا مباحثۃ فیہ۔ پھر ایسی جوش خروش کیوجہ سوا تعصب کے اور کوئی چیز نہیں۔ واللہ یعصمنا **قوله** مسئلہ مدرک فی الرکوع کی بحث **اقول** مستعینا باللہ۔ ونجعل فی ہذہ المسئلۃ ثلثۃ مسالک **المسلک الاول** اسمیں اثبات اس امر کا مطلوب ہی۔ کہ اطلاق رکعت کا رکوع پر کلام شارع میں پایا جاتا ہے یا نہ۔ سو کلام شارع میں یہہ اطلاق بلاریب موجود ہی **روی البخاری** بسندہ عن ابی ہریرۃ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ یکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ الحدیث ص ۱۰۹ اسحدیث میں رکعت بمعنی رکوع بلاریب ہے۔ **وعن** رفاعۃ بن رافع قال کنا نصلی وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع رأسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ رواہ البخاری مشکوۃ ص ۷۴ اسحدیث میں بھی رکعت بمعنی رکوع بلاشبہ ہی۔ **وعن** نافع ان عبد اللہ بن عمر کان یقول اذا فاتتک الرکعۃ فقد فاتتک السجدۃ رواہ مالک۔ مصفی ص ۱۳۸ **وروی** مالک ایضا ان عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ۔ مصفی ص ۱۳۹ **وروی** مالک ان ابا ہریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ۔ مصفی ص ۱۳۹ **وروی** مالک عن ابن شہاب انہ کان یقول اذا ادرک الرجل رکعۃ فکبر تکبیرۃ واحدۃ اجزت عنہ تلک التکبیرۃ ایضا **وروی** النسائی فی حدیث طویل عن ابی سلمۃ ان ابا ہریرۃ کان اذا قام الی الصلوۃ المکتوبۃ کبر ثم یکبر حین یرکع فاذا رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ الحدیث ص ۱۶۸۔

مسئلہ مدرک الرکوع

وروی النسائی ایضًا عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان

اذا اراد السجدۃ بعد الرکعۃ یقول اللّٰھم ربنا لک الحمد الحدیث ص ۱۷۵۔
ان روایات مذکورہ میں اطلاق رکعت کا رکوع پر صراحۃً پایا جاتا ہے اور اوسکی
سوا اور احادیث اور آثار بہت ہیں۔ جنمیں یہہ اطلاق بلاریب پایا جاتا ہے
کما لا یخفی۔ الا خوف طوالت روکتا ہے۔ پس یہہ امر ثابت ہوا۔ کہ اطلاق رکعت
کا رکوع پر صحیح اور درست ہے ولا نغنی بھذا المسلک الا ھذا **المسلک
الثانی** اس مسلک میں بیان کرنا اون روایات اور اقوال کا مطلوب ہے جن سے
یہہ ثابت ہو کہ مدرک فی الرکوع تارک قراءۃ کی رکعت محسوب ہے۔ تو سو اب ہیں
بہت احادیث صریحہ یا کالصریحہ ثابت ہیں **حدیث اوّل** روی النسائی
بسندہ عن زیاد الاعلم قال حدثنا الحسن ان ابابکرۃ حدثہ انہ دخل المسجد
والنبی صلے اللہ علیہ وسلم راکع فرکع دون الصّف فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص ۱۳۶ **وفی روایۃ** ابی داؤد ان ابابکرۃ
جاء ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع فرکع دون الصّف ثم مشی الی الصف
فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوتہ قال ایکم الذی رکع دون الصّف
ثم مشی الی الصّف فقال ابو بکرۃ انا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ
حرصًا ولا تعد **وفی روایۃ** لہ۔ ان ابابکرۃ حدث انہ دخل المسجد
ونبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع قال فرکعت دون الصف فقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم زادک اللہ حرصًا ولا تعد ص ۱۰۰ **وفی روایۃ** الطحاوی عن
الحسن عن ابی بکرۃ قال جئت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع وقد حفزنی
النفس فرکعت دون الصّف ثم مشیت الی الصّف فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الصلوۃ قال ایکم الذی رکع دون الصّف قال ابو بکرۃ انا قال زادک اللہ

حرصًا ولا تعد ص٢٣ وفی روایة البخاری عن ابی بکرة انه انتهی الی النبی
صلی الله علیه وسلم وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک
للنبی صلی الله علیه وسلم فقال زادک الله حرصًا ولا تعد ص١٠٨ حاصل ترجمہ
اس حدیث کا یہہ ہے۔ ابی بکرہ (جو فضلاے صحابہ میں سے ہے) کہتے ہیں کہ
میں جلد جلد نماز کے لئے آیا۔ اور رسول خدا صلے الله علیہ وسلم اوسوقت
رکوع میں تہے۔ تینے صف سے وری ہی رکوع کیا۔ پہر حالت رکوع ہی
چلکر صف میں ملگیا۔ حضرت صاحب نے ان معنی پر مطلع ہوکر فرمایا۔ کہ الله
تیری حرص زیادہ کرے پہر ایسا نکر۔ عینی شارح بخاری لکہتا ہے قوله ولا
تعد ای الی ان ترکع دون الصف وقیل لا تعد ان تسعی الی الصلوة سعیًا
یحفزک فیه النفس وقیل لا تعد الی الابطاء انتهی اور قسطلانی شافعی
لکہتے ہیں ولا تعد الی الرکوع دون الصف منفردًا فانه مکروه لحدیث
ابی هریرة مرفوعًا اذا اتی احدکم الصلوة فلا یرکع دون الصف حتی
یاخذ مکانه من الصف۔ والنهی محمول علی التنزیه ولو کان للتحریم
لامر ابابکرة بالاعادة وانما نهاه عن العود ارشادا الی الفضل۔ وذهب
الی التحریم احمد واسحاق وابن خزیمه من الشافعیة لحدیث وابصة
عند اصحاب السنن وصححه احمد وابن خزیمه ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم رای رجلا یصلی خلف الصف وحده فامره ان یعید الصلوة
زاد ابن خزیمة فی روایة له لا صلوة لمنفرد خلف الصف۔ واجاب
الجمهور بان المراد لا صلوة کاملة لان من سنة الصلوة مع الامام اتصال
الصفوف وسد الفرج۔ وقد روی البیهقی من طریق مغیرة عن ابراهیم
فیمن صلی خلف الصف وحده فقال صلوته تامة اور المراد لا تعد الی ان تسعی

الی الصلوۃ سعیاً بحیث یضیق علیک النفس لحدیث الطبرانی۔ انہ دخل المسجد وقد اقیمت الصلوۃ فانطلق یسعی۔ وللطحاوی وقد حضرہ النفس او المراد لا تعد تمشی وانت راکع الی الصف لروایۃ حماد عند الطبرانی فلما انصرف علیہ الصلوۃ والسلام قال ایکم دخل الصف وھو راکع و لابی داؤد ایکم الذی رکع دون الصف ثم مشی الی الصف فقال ابو بکرۃ انا۔ وھذا وان لم یفسد الصلوۃ لکونہ خطوۃ او خطوتین لکنہ مثل بغیہ فی مشیہ راکعاً لانہا کمشیۃ البہائم انتہی ص ۸۵ جلد دوم

مذکورہ روایات سے یہہ امر ثابت ہوا۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکرہ کو بعد حصول علم لا تعد یعنی آیندہ ایسا مت کرو فرمایا۔ اعادہ نماز کے لئے نہیں فرمایا۔ بلکہ سکوت فرمائی۔ والسکوت فی محل الضرورۃ۔

بیان حدیث دوم روی ابوداؤد بسندہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئا۔ ومن ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوۃ ص ۱۳۰ یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب تم لوگ نماز کے لئے اور ہم سجدہ میں ہوں۔ تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اس سجدہ کو گنتی میں نہ لاؤ۔ اور جس شخص نے رکوع کو پایا۔ بیشک اوس نے رکعت کو پایا۔ حدیث سیوم مالک انہ بلغہ ان عبد اللہ عمر و زید بن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ مصفی ص ۱۳۹ ترجمہ۔ جس شخص نے رکوع پایا۔ بیشک اوس نے سجدہ کو پایا۔ یعنی رکوع پانے سے رکعت پوری پائی۔ حدیث چہارم مالک بلغہ ان ابا ھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ ومن فاتتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر مصفی ص ۱۳۹ حدیث پنجم

مالك ومحمد عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان یقول اذا فاتتك الرکعة فقد فاتتك السجدة **مصفی** ص۱۳۶ **حدیث ششم** اخرج الطحاوی فی شرح الآثار بسنده عن زید بن وهب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود فادرکنا الامام وهو راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوة قمت لاقضی فقال عبداللہ قد ادرکت الصلوة ص۲۳۱ **حدیث هفتم** الطحاوی ایضًا بسنده عن طارق قال کنا مع ابن مسعود جلوسًا فجاء آذنه فقال قد قامت الصلوة فقام و قمنا فدخل المسجد فرای الناس رکوعًا فی مقدم المسجد فکبر فرکع ومشی وفعلنا مثل ما فعل ص۲۳۲ **حدیث هشتم** الطحاوی ایضًا۔ بسنده عن ابی امامة بن سهل قال رأیت زید بن ثابت دخل المسجد والناس رکوع فمشی حتی اذا امکنه ان یصل الی الصف وهو راکع کبر فرکع ثم دب وهو راکع حتی دخل الصف ص ایضًا **حدیث نهم** الطحاوی ایضًا **حدثنا** یونس قال حدثنا ابن وهب قال حدثنی مالك وابن ابی ذئب عن ابن شهاب فذکر باسناده مثله ص ایضًا **حدیث دهم** الطحاوی ایضًا۔ عن خارجة بن زید بن ثابت ان زید بن ثابت کان یرکع علی عتبة المسجد ووجهه الی القبلة ثم یمشی معترضًا علی شقه الایمن ثم یعتد بها ان وصل الی الصف اولم یصل ص ایضًا **حدیث یازدهم** اخرجه ابن خزیمه عن ابی هریرة مرفوعًا من ادرك الرکعة من الصلوة فقد ادرکها قبل ان یقیم الامام صلبه **حدیث دوازدهم** عن عمر رض انه قال اذا ادرکت الامام راکعًا فرکعت قبل ان یرفع راسه فقد ادرکت الرکعة وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتك تلك الرکعة ذکره الحلبی فی شرح المنیه ص۳۵۰ وقال هذا نص فی المسئلة **حدیث**

سیر دہم - اخرجہ ابن عبد البر عن علی وابن مسعود وزید بن ثابت
وابن عمر باسانیدہ الیھم فی التمھید شرح المؤطا **وقال** فی شرحہ
الاستذکار قال جمھور الفقھاء من ادرک الامام راکعا فکبر ورکع امکن
یدیہ من رکبتیہ قبل ان یرفع الامام راسہ فقد ادرک الرکعۃ ومن لم
یدرک ذلک فاتتہ الرکعۃ ومن فاتتہ الرکعۃ فقد فاتتہ السجدۃ -
ای لا یعتد بھا ھذا مذھب مالک والشافعی وابی حنیفۃ واصحابھم
والثوری والاوزاعی وابی ثور واحمد واسحاق **وروی**
ذلک عن علی وابن مسعود وزید وابن عمر وقد ذکرنا الاسانید عنھم
فی التمھید انتھی - ان مذکورہ احادیث اور آثار سے جو کہ صریح یا کالصریح ہیں
اور عبارت ابن عبد البر سے ظاہر ہے - کہ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ مدرک
فی الرکوع کی رکعت محسوب ہوتی ہے - اور یہی مذہب امام شافعی - اور مالک اور
ابو حنیفہ و اصحابھم - ثوری - اوزاعی - ابی ثور - احمد - اور اسحاق کا ہے - اور
یہی مروی ہے حضرت علی - ابن مسعود - زید - اور ابن عمر سے قال البیہقی وفی
ذلک دلیل علی ادراک الرکعۃ ولولا ذلک لما تکلفوا - انتھی - **المسلک
الثالث فی الاجوبۃ** یعنے یہہ مسلک صاحب رسالہ کی استدلال کے
جواب میں ہے **قولہ** پہلی دلیل بخاری اور مسلم کی متفق حدیث میں مسئے
فی الصلوۃ کا اصلی قصہ آچکا ہے اھ ۱ **اقول** صاحب رسالہ نے حدیث مسئے
فی الصلوۃ سے استدلال پکڑا ہے - کہ مدرک فی الرکوع کے بغیر فاتحہ کے رکعت محسوب
نہیں ہوتے سو یہہ حدیث بچند وجوہ اثبات مدعی صاحب رسالہ پر حجت نہیں
اور واسطے تردید مذہب جمہور فقہا کے کافی دلیل نہیں - ا **اولاً** صحیحین کے
روایت میں تو بفضلہ تعالی فاتحۃ الکتاب کا کچھ ذکر ہی نہیں - فضلا عن ان یکون

یکننا لاز مًا للمدرک فی الرکوع - بلکہ اون میں ارشاد ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن کا ہے - ماتیسر فاتحہ کا بخصوصہا کو نہیں کہتے - بلکہ عام ہے اس سے کہ فاتحہ ہو یا سوا فاتحہ کے - تدل علیہ کلمۃ ما العامۃ - وما قیل ان ماتیسر ہو الفاتحۃ فہو دعوی بلا دلیل - یبطلہ ظاہر الحدیث بل القرآن ایضًا لان کلمہ ما عامۃ شاملۃ لجمیع ماتیسر لا للفاتحۃ خاصۃ - ومر فیما مر تفصیلًا اور ابن حبان وغیرہ کی روایت میں ثم اقرء بام القرآن ثم اقرأ بما شئت کے لئے حکم فرمایا - توحسب تمسیل اس روایت کی ماموربہ فاتحہ مع شئے زائد کی ہے - نہ صرف فاتحہ - پس مدرک فی الرکوع جبتک ہر دو نہ پڑہے اوسکی رکعت معتد بہا نہ ہونی چاہیئے - ولم یقل بہ احد - کیونکہ جمہور فقہا کے نزدیک تو فاتحۃ الکتاب بہی ایسی ضرورت کیوقت ساقط ہوجاتی ہے - اور جو بعض کہ اونکے مخالف ہیں وہ بہی سورہ کی رکنیت کے قائل نہیں - صرف فاتحہ کی قائل ہیں فہذا الحدیث لم یکن حجۃ لما ادعاہ - **ثانیًا** اسحدیث مسئی فی الصلوۃ میں بعض اوامر ایسے ہیں کہ اونکا مدلول رکنیت بالاجماع نہیں کالثناء والتسمیع وتکبیرات الانتقال وغیرہ وغیرہ - فلتکن الفاتحۃ من ہذا القبیل - فہذا الحدیث لا ینہض حجۃ علی ما ادعاہ **ثالثًا** یہہ حدیث چونکہ من قبیل اخبار احاد کی ہے - مثبت رکنیت فاتحہ کے نہیں - تاکہ مدرک فی الرکوع کے لئے ضرورت فاتحۃ الکتاب کی ہو - **رابعًا** وہ اعرابی مسئی فی الصلوۃ تو اکیلا ہی نماز پڑہ رہا تہا - کما لا یخفی - پہر اوسکو حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ڈانٹا - اور فرمایا ثم اقرء بام القرآن - ثم اقرء بما شئت الحدیث - فلم لا یجوز ان تکون ہذا الحکم للمنفرد - اور مقتدی محکوم واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الایۃ - واذا قرء فانصتوا وقراءۃ الامام لہ قراءۃ - کا ہو - پس یہہ حدیث مقتدی کی لئے واسطے رکنیت فاتحۃ الکتاب کے حجت نہوئی - +

فضلا عن ان یکون للمدرک حجة **خامسًا** الامر قد یکون نصًا فی
الرکنیة۔ وقد یکون المأمور به واجبًا او مندوبًا وهو غیر خفی و
الاصل فی الاصول۔ فلیکن امر الفاتحة للمأموم من الثانی لا الاول۔ فلا
یکون حدیث المسیٔ فی الصلوٰة حجة۔ لرکنیة الفاتحة حتی تکون رکنًا
للمدرک فی الرکوع **سادسًا** اس حدیث مسیٔ فی الصلوٰة کے اخیر میں وارد ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو فرمایا۔ واذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک
وان انتقصت منه شیئًا فقد انتقصت من صلوتک۔ یعنی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نقصان بعض سے نقصان نماز کا فرمایا۔ نہ بطلان نماز کا۔ وفقدان الرکن
یستلزم فقدان الشیٔ وبطلانه۔ لا انتقصانه۔ کترک الرکوع او السجود و
غیرهما من ارکان الصلوٰة وهو غیر خافیة۔ فجاز ان یکون ترک الفاتحة
موجبًا نقصان الصلوٰة لا لبطلانها۔ فلم یکن هذا الحدیث حجة لاثبات الرکنیة
الفاتحة راسًا فکیف یکون حجة للمدرک فی الرکوع **سابعًا** تعلیم حضرت
کی واسطے مسیٔ فی الصلوٰة کے بیان حالت اختیاریہ کا ہے۔ نہ اضطراریہ کا۔ وهو
ظاهر لاستترة فیه۔ واحکام الاولی تخالف الثانیة۔ ولا خفاء فی ذلک ایضًا
لان القیام والرکوع والسجود مع کونها ارکانا للصلوٰة یسقط عن المصلی
عند الاضطرار۔ لا عند الاختیار۔ وسقوط الفاتحة ههنا عن الاضطرار۔
فلا یتناوله حدیث المسیٔ فی الصلوٰة۔ فهذا الحدیث لا ینهض حجة للمدرک فی
الرکوع۔ پس ان وجوہات مذکورۃ الصدر سے ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث مدعی مؤلف رسالہ
کے لئے حجت نہیں۔ اور واسطے تردید مذہب جمہور فقہاء کے کافی دلیل نہیں **قولہ**
پس ثابت ہوا کہ قراءت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے **اقول** ثبوتها فی حین
السقوط۔ کیونکہ اسکا ثبوت اسوقت ضروری ہونا۔ اسوقت تھا جبکہ یہ امر ثابت ہوتا کہ

جملہ وامر اسحدیث شریف کی از قبیل ضروریات اور فرائض اور ارکان ہی کی ہیں ح

وانّیٰ ذلک۔ فاین المثبوت۔ وتفصیلہ مرفیما مرّ **قولہ** پندرہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے آہ **اقول** حضرت اگر برا نہ مانیئے تو یہہ فتوی آپکا قطع نظر اورانکہ خلاف جمہور فقہا ی خصوصًا ائمہ اربعہ یعنی۔ امام ابوحنیفہ۔ اور امام شافعی۔ اور امام مالک۔ اور امام احمد حنبل۔ اور حضرت علی اور ابن مسعود۔ اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر۔ رضی اللہ عنہم کے ہے۔ اور اصل بے دلیل اور بلا برہان ہی کیونکہ مدار اس فتوی کا ادلّہ ہیں۔ اور جو ادلہ کہ آپنے بیان فرمائے ہیں اوہن عن بیت العنکبوت ہین۔ **تردید مذہب جمہور** اور نیا مذہب پیدا کرنے کے لئے کافی دلیل اور وافی برہان قائم کرنا ضرور ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی اور دلیل جو موجب اطمینان اور تسلی بخش واسطے تردید مذہب جمہور فقہا کے پیدا ہو۔ تو مضائقہ نہیں۔ کہ آپ اس فتوی سے رجوع نفرمائیں۔ اور اپنی فہم کو عروۃ الوثقی تصور فرمائیں۔ اللّٰھم ارنا الحق حقا۔ والباطل باطلا **قولہ** دوسری دلیل آہ

ما قال عن ابی السائب رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رجل والنبی صلی اللہ علیہ وسلم ینظر الیہ۔ الحدیث **اقول** اولًا۔ اس حدیث شریف کو دوسری دلیل قرار دینا۔ بجز تعداد اولہ بڑہانیکے اور کوی فایدہ معتدبہا نظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہہ حدیث وہی مسئی فی الصلوۃ کی ہی۔ جسکو صاحب رسالہ نے پہلی دلیل قرار دیا ہے۔ البتہ یہ فرق تو ضرور ہے کہ وہ حدیث صحیحین وغیرہما میں ہے۔ اور یہہ **جزو القراءۃ بخاری** رحمۃ اللہ علیہ میں۔ ورنہ ثم ارکع ثم اسجد تو صحیحین وغیرہ کی روایت میں جسکو صاحب رسالہ نے پہلے دلیل قرار دیا ہے موجود ہی۔ کیا یہہ نتیجہ ران احادیث میں صاف حکم ہی کہ رکوع کو بعد قراءت کے کرو اون رواتیوں کا مدلول نہیں ہے۔ یا ان سے یہہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ درست ہے۔

جوابات جواب دلیل اول + جواب دلیل دوسری کا +

یہہ نتیجہ اوسسے بھی نکلسکتا ہے الاتعداد ادلہ کی نہین پڑہتی ۔ اور مقصود از بحث یہی تو
ہے خیر ۔ یہہ قیل وقال نازیبا اور غیر موضوع ہے ۔ اسلئے کہ ہر ایک مؤلف اثبات
مدعا کے لئے کثرت ادلہ کا طالب ہوتا ہے ۔ شائد ہماری اس کتاب میں بھی ایسی
بات کہین نہ کہیں موجود ہو ۔ پھر ہم اور صاحب رسالہ اسی اخذ مین ماخوذ ہوں ۔
پس اصل مقصود کو بیاں کرنا چاہیئے ۔ فنقول ۔ **ثانیگا** چونکہ یہہ حدیث وہی
حدیث مسئ فی الصلوۃ کی ہے ۔ وہی جملہ وجوہات جو ماقبل میں بیان ہوچکی
ہیں ۔ اسکا جواب بہی سمجھنا چاہیئے ۔ ولا نکثرها خوفا للاطناب ۔ وتقرب
العھد **ثالثگا** یہہ حدیث بخاری علیہ الرحمۃ کی **جزو القراءۃ** کے صہ ۲۵ میں
ہے اور اوسکی اخیر میں ہے ۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو فرمایا
فما انتقصت من ھذا فقد نقصت من صلوتک اور اس جملہ حدیث کو صاحب رسالہ
نے بیان نہیں فرمایا ۔ الغرض عندہ ۔ پس وجہ سادس من الوجوہ المذکورۃ اس
حدیث پر علاوہ روایت صحیحین کے واردہوگی ۔ کہ صحیحین کی روایت میں یہ جملہ حدیث
کا نہیں ہے ۔ **قولہ** ان احادیث میں صاف حکم ہی کہ رکوع کو قرارت کے
ابعد کرو **اقول** یہہ حکم بیان حالت اختیاریہ کا ہے ۔ وللاضطرار احکام
یضاد الاختیار کما مرقبل ذلک **قولہ** دلیل تیسری امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
نے مختلف طرق سی ابو قتادہ اور انس اور ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت کیا ۔ اذا
اقیم الصلوۃ فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا ۔ اسحدیث کے لحاظ
سی جس شخص سے قرارت یا قیام فوت ہوگیا ہو ۔ تو حسب الحکم شارع علیہ السلام
کے اوسکو پورا کرنا ضرور ہوا ۔ اس کے شواہد آہ **اقول** ۔ اما فاتکم میں
کلمہ ما کا عام اپنی اصل وضع پر شامل لجمیع ما فی الصلوۃ کے ہے ۔ یا مخصوص
البعض ۔ اگر عام ہے تو چاہیے کہ جو شخص مدرک الارکان مع الفاتحہ ۔ اور فائیت

ادعیہ ماثورہ نحو الثناء والتوجیہ وغیرہما۔ اور فاتحۃ السورۃ ہو۔ اوسکو قضا مافات
کی ضرورت ہو۔ وہو باطل۔ اور اگر مخصوص البعض ہے۔ توجسطرح آپ اس عام کی تخصیص
بالارکان والشرائط اور ادلہ ودلائل سے کرتے ہیں۔ لنا ان نخص بما سوی الفاتحۃ
بلا ثانی الخ **قولہ** چوتھی دلیل الی ان قال عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک من الصلوۃ رکعۃ فقد ادرکہا الا ان یقضی
مافاتہ **اقول** اولاً اسکا جواب بھی وہی جواب ہے جو کہ تیسری دلیل میں
گزرا ہے لان کلمۃ ما فی قولہ ان یقضی مافاتہ ان کانت عامۃ علی اصل
وضعہا۔ فکذا۔ وان کانت مخصوصۃ فکذا۔ فہذا الحدیث ایضاً لا ینہض
حجۃ علی ما ادعاہ **ثانیاً** یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی معارض ہے
اوسکی جسکو ابن خزیمہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ وھذا لفظہ
من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرکہا قبل ان یقیم الامام صلبہ انتہی
اور نیز معارض ہے اوس روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے جسکو امام مالک رح
نے بلاغاً روایت کیا ہے۔ ولفظ ھذا۔ ان اباھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول من
ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ الحدیث **ثالثاً** جملہ الا ان یقضی
مافاتہ۔ کا اس حدیث میں غریب ہے لا یتابع علیہا۔ اتی بہا ایوب بن بلال قال
ابو الفتح ازدی یحدث باحادیث لا یتابع علیہا۔ **ذکرہ فی میزان
الاعتدال۔** **قولہ** پانچویں دلیل ہر رکعت میں فاتحہ پڑھنی کی
فرضیت پر بخاری کی روایت میں قتادہ کی حدیث میں آیا ہے ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کان یقرء فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب الی ان قال بخاری رح کی
روایت میں ثابت ہوا صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ ان دو حدیثوں کے ملانے سے معلوم
ہوا کہ ہر رکعت میں قرأۃ فاتحہ فرض ہے **اقول** نقول اولاً فی جرح الدلیل

+ جواب چوتھی دلیل کا

+ جواب پانچویں دلیل کا

نثر فی البغیتہ **حدیث اوّل** میں گزارش ہے اوّلاً کان یقرء میں فرضیت
کس کلمہ کا مدلول وتقتضائے اگر کان یفعلہ کذا کا مدلول فرضیت ہو۔ تو ان
مفصلہ ذیل احادیث میں بھی کان یفعل کذا موجود ہے۔ پس بمقتضائے
اس دلیل کے یہ جملہ امور فرض ہونی چاہیئے۔ واذلیس فلیس **تفصیل**
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ یرفع یدایہ الحدیث **ترمذی**
کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللہم اعوذ بک الحدیث
ترمذی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانک **ترمذی**
کان اذا توضا خلل اصابعہ ولحیتہ۔ **سعید** کان اذا جاءہ امر
یسرہ خر ساجداً۔ شکراً للہ **ابی داؤد وابن ماجہ** کان اذا ختم یقرأ
من اول القران خمس ایات **حکیم ترمذی فی النوادر** کان اذا خرج یوم
العید من طریق رجع من غیرہ **ترمذی حاکم** کان
اذا توضا مسح وجہہ بطرف ثوبہ
ترمذی کان اذا دخل بیتہ بدلہ بالسواک **مسلم** کان اذا رای المطر
قال اللہم صیبا نافعا **بخاری** علی ھذا القیاس کئی سو حدیث ہیں جن
میں اسی قبیل کے عبارت یعنی کان یفعلہ کذا کان یفعلہ کذا۔ پائی جاتی ہیں
حالانکہ یہ امور اجماعاً فرض نہیں۔ پس معلوم ہوا۔ کان یقرء کا مقتضی فرضیت
نہیں ثانیاً کلمہ کان کا استمرار ومواظبت اور تعدد وتکرار پر عقلاً اور نقلاً دال نہیں
عقلاً تو اس لیے کہ کان کا ماخذ اور مشتق منہ کون ہی۔ اور وہ مرادف ثبوت کا ہے
تو اسکا مفاد ثبوت مطلق ہے نہ دوام واستغراق۔ اس لیئے کہ مبدا وماخذ افعالونکا
جنس مطلق ہوتی ہے۔ اوسکی تحقق کیلئے کسی حصہ اور فرد کا کافی ہو کماھو مبرھن
فی موضعہ اگر عمرو بکر وغیرہ نے مثلاً زید کو کسی وقت قائم دیکھکر کہا کان زید قائما

کماہ

تو تعدد حکایت کنند کان کا تعدد محکی عنہ پر ہرگز دال نہیں والسرّ فی ذلک ان
الحکایۃ تابعۃ للمحکی عنہ ولا عکس۔ ومن ھھنا قالوا ان حکایۃ الفعل
لا تعم۔ ولا اصل فی الاصول۔ اور نقلاً اسلئے کہ نووی شرح صحیح مسلم میں
حضرت عائشہ صدیقہ کے قول کان یصلی رکعتین وھو جالس کی شرح لکھتا ہے
وہذہ عبارتہ۔ قلت الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما صلی اللہ علیہ وسلم
بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا
ولم یواظب علی ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ۔ ولا تغتر
بقولھا کان یصلی فان المختار الذی علیہ الاکثرون والمحققون من
الاصولیین ان لفظۃ کان لا یلزم منھا الدوام ولا التکرار وانما ھی فعل
ماض یدل علی وقوعہ مرۃ۔ فان دل دلیل علی التکرار عمل بہ والا فلا۔
تقتضیہ بوضعھا وقد قالت عائشۃ رضی اللہ عنہ کنت اطیب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لحلہ قبل ان یطوف۔ ومعلوم انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم
یحج بعد ان صحبتہ عائشۃ الا حجۃ واحدۃ وھی حجۃ الوداع۔ فاستعملت
کان فی مرۃ واحدۃ۔ ولا یقال لعلھا طیبۃ فی احرامہ بعمرۃ لان المعتمر
لا یحل لہ الطیب قبل الطواف بالاجماع فثبت انھا استعملت کان فی مرۃ واحدۃ
کما قالہ الاصولیون انتھی۔ اور شیخ ابو الطاہر نے مجمع البحار میں بھی ایسا
ہی لکھا ہے حیث قال فیہ دلیل لاکثر المحققین علی ان کان لا یدل علی التکرار
والدوام اذ لم یحج بعد صحبۃ عائشۃ الا حجۃ الوداع پس مذکور سے معلوم ہوا۔ کہ
مدلول کان نہ دوام و استمرار ہے اور نہ رکنیت و فرضیت ثالثاً فرضاً تسلیم کیا کہ کان
کا مدلول مواظبت ہی ہے پھر یہ مواظبت مع الترک احیاناً ہے۔ یا بلا ترک۔ اول تو مفید
مخاصم نہیں کما لا یخفی۔ دوم بھی مثبت مدعا اسکے کے نہیں۔ لان المولاۃ فی الوضوء

والمضمضة - والاستنشاق - والترتيب فيه - والاعتكاف - والجماعة - و

الاذان - والاقامة وغيرذلك مما ثبت فيه لمواظبته من غير ترك ليست بفرائض

وهوظاهر - پس ثابت ہوا کہ مواظبت بلاترک احیانا بہی مثبت رکنیت اور فرضیت

نہیں - وہذا الوجہ قریب من الاول رابعاً قد تقرر فی مقرہ ان فعله صلی الله

علیہ وسلم لا یکون موجباً علی الامة عند الحنفية والحنابلة لمنعه صلی الله علیه

وسلم اصحابه عن الوصال خلع النعال - وهذه المسئلة مبرهنة فی الاصول بالدلائل

كثيرة وتحقيق انيق - فثبت انه صلی الله علیه وسلم كان يقرء - لا يكون مثبتاً

للركنية - فلم يثبت من هذا الحديث ركنية الفاتحة فی كل ركعة - حتی

تكون ركنا للمدرك فی الركوع - اور **حدیث دوم** یعنے - صلوا كما

رأيتموني اصلی) میں عرض ہے - هذا الحديث لا يخلو من ان يكون عاما

شاملاً لجميع ما فی الصلوة من الفرائض والواجبات والسنن والمندوبات

اويكون مخصوص البعض فالاول لا يفيد وهو ظاهر لانه يستلزم ان تكون

جميع ما فی الصلوة ركنا وهو باطل - والثانی ايضاً لا يضر فانه كما

يخصص العام بالاركان والشرائط بدلائل اخرى - فليخصص الفاتحة ايضاً

بدلائل اخرى - قال القاری فی المرقاة **شرح المشكوة** اما

حديث البخاری (صلوا كما رأيتموني اصلی) فمخصوص البعض اجماعا - لان

بعض اعماله سنن بلا خلاف - وقال ابن الهمام فی التحرير والامر فی هذا الحديث

ليس للوجوب فان صلوته صلی الله عليه وسلم كانت تشتملت علی السنن و

المندوبات ولا يجب جميعها انتهى - پس ظاہر ہے کہ یہ حدیث بہی مثبت رکنیت

فاتحہ کے نہیں - حتی تکون رکنا للمدرک فی الرکوع تمام

دلیل مجیب کی ہر دو جزو کا ہے - پس بمقتضائے اوس قاعدہ کے جسکو مؤلف رسالہ

پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ مرکب بانتفاء اجزا یا بانتفا ایک جزو کی منتفی ہوجاتا ہے پھر مرکب یعنے دلیل پنجم۔ بھی بانتفاء ہر دو جزو کی منتفی ہوگا فقد کسّاہ

قولہ ہر دو حدیثوں کے ملانیسے معلوم ہؤا۔ کہ ہر رکعت میں قراءت فاتحہ فرض ہے

اقول بفضلہٖ تعالےٰ ان ہر دو حدیثوں سے تو فرضیت فاتحہ کی ایکر کعت میں بھی ثابت نہیں ہوتے فضلاً ان تکون فی کل رکعۃٍ۔ جیساکہ حال ہر دو حدیثوں کا مفصلاً معلوم ہوچکا ہے۔ فلینصف **قولہ** اس دلیل کے تمام ہوتے ہی مجھے یہ خیال پیدا ہوگیا۔ کہ بعضے ناظر اس دلیل پر جوش کرینگے۔ کیونکہ **کیدانی** نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کو سنیت کا مُستلزم بنایا ہے۔ نہ فرضیت کا۔ **اقول** اوّلاً۔ لفظ خیال یاد رہے) ناظرین اس دلیل کیا دیوانے ہوئے ہیں۔ یا اونکا سر کھجلاتا ہے۔ کہ ایسی خیالی باتوں پر بے وجہ اور بیہودہ شر کریں۔ کیدانی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کو۔ اس دلیل سے نسبت ہی کیا ہے۔ کیونکہ اس دلیل میں اوّل تو مواظبت کا صریحاً کچھ ذکر ہی نہیں۔ اگر تسلیم کریں۔ کہ فحوائے کلام اور اوسکا سیاق دال پر مواظبت ہے۔ تو پھر بھی مواظبت مع عدم الترک بلکہ مع الانکار علے الترک ہونی چاہیئے۔ لیتم التقریب + اور کیدانی نے علیہ الرحمۃ نے مواظبت مع الترک احیاناً کو مُستلزم سنیّت فرمایا ہے نہ مع عدم الترک کو۔

حیث قال السنّۃ ما واظب النّبی علیہ السّلام مع الترک مرۃ او مرتین۔ فاین هذا من ذالک **ہاں** البتہ کیدانی نے رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کو اس دلیل پنجم سے اوسوقت نسبت ہوتی ہے جبکہ اس دلیل میں مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین کو مثبت فرض قرار دیا جاتا۔ پھر ناظرین جوش کرتے کہ کیدانی علیہ الرحمۃ نے مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین کو مُستلزم سنیت بیان کیا ہے۔ اور دلیل ہذا میں ایسی مواظبت کو مستلزم فرضیت۔ تو بفضلہٖ تعالےٰ یہاں اسکا کچھ ذکر ہی نہیں۔ پس معلوم ہؤا

قولہ کیدانی رحمۃ اللہ علیہ نے رسولخدا صلعم کی مواظبت کو سنیت کا مُستلزم بنایا ہی۔ کا جواب اوّل +

کہ کیدانی علیہ الرحمۃ کی کلام کو۔ اس دلیل سے کچھ بھی ربط و تعلق نہیں۔ ظاہرا
حسب مقولہ مؤلف کے صرف خیال ہی ہے۔ سو یہ خیال پیدا ہوگیا) فرمانا اس موقع
پر بہت ہی زیبا اور مناسب ہے۔ ثانیاً یہ فرمانا کہ کیدانی نے مواظبت رسول خدا ص
کو مستلزم سنیت کا بنایا ہے۔ نہ فرضیت کا۔ اگر اوسکا یہ کہنا ناگوار و بیجا ہے۔
تو آپ ہی اس مواظبت مع الترک مرۃ او مرتین کو فرض نہیں تو واجب ہی کہدیویں

قولہ اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ مواظبت سے فرضیت ثابت کی ہی

اقول اولاً عینی علیہ الرحمۃ نے اپنی اسی کتاب میں مواظبت کو بہت جگہہ
سنیت کا مستلزم قرار دیا ہے۔ بلکہ بعد قیل و قال کے لکھتا ہے۔ کہ السّنۃ ما
فعلہٗ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل المواظبۃ۔ احسن التعریفات۔ اور موافق اقوال
علماء کے بھی یہی ہے۔ کہ مواظبت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مثبت سنیت ہے
جیسا کہ موالات۔ مضمضہ۔ ترتیب فی الوضوء۔ اعتکاف۔ وغیر ذلک۔ مما ثبت
فیہ المواظبۃ۔ پھر یہاں باب النوافل میں مواظبت کو مثبت فرضیت بیان کرنا کسی
وجہ سے خالی نہیں۔ لیحصل التطبیق بین الکلامین اور وہ یہ ہے کہ مواظبت
کی استعمال کتب فقہ میں کئی طرح آتی ہے۔ (۱) مواظبت مع عدم الترک احیاناً
فی الہدایہ۔ تجب صلوۃ العید علی کل من تجب علیہ الجمعۃ۔ و وجہہ
مواظبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہا۔ قال فی الفتح۔ ای من غیر ترک و
اما مطلق المواظبۃ فلا یفید الوجوب انتہی باختصار۔ **وایضاً**
فی الہدایۃ فی سنن الطہارۃ المضمضۃ والاستنشاق۔ لان النبی علیہ السلام
فعلہما علی المواظبۃ انتہی۔ ای بلا ترک کما یلوح من الفتح۔ وصرح بہ
فی الفوائد حیث قال۔ وکذا المضمضۃ والاستنشاق وغیر ذلک مما ثبت فیہ
المواظبۃ من غیر ترک انتہی ص ۲۶۷ (۲) مواظبت بلا ترک احیاناً مع عدم الانکار علی

الترك - في الهداية - في الاعتكاف - والصحيح انه (اعتكاف) سنة
مؤكدة لان النبي صلى الله عليه وسلم واظب عليه في العشر الاواخر من رمضان
والمواظبة دليل السنة - وفي الفتح فهذا المواظبة مقرونة بعدم الترك
مرة - لما اقترنت بعدم الانكار على من لم يفعله من الصحابة كانت دليل
السنة والا كانت دليل الوجوب (۳) مواظبت بلا الترك احيانا مع
الانكار على الترك - في الفتح والمواظبة المقرونة بالانكار على الترك
دليل الوجوب انتهى بحاصله في الاعتكاف - وفي قمر الاقمار في بحث
الامر المواظبة مع الانكار على الترك موجب للامتة - انتهى عبارتا (۴) مواظبت
مع الترك احيانا كما من الكيداني - مواظبت حکمیہ - مواظبت تشریعیہ

پس مرقومہ عبارات سے ظاہر ہے - کہ استعمال مواظبت کی عبارات فقہاء میں کئی طرح
پر آتی ہے - ہم کہتے ہیں - کہ عینی علیہ الرحمۃ کی مراد اس مواظبت سے جو کہ باب النوافل
میں ہے - مواظبت مقرونہ مع الانکار علی الترک ہے - لیحصل التطبیق - اور ایسی مواظبت
مثبت وجوب علی الامۃ بلا ارتیاب ہے - فلا خیر فیہ - پس عینی علیہ الرحمۃ کا بیان
صاحب رسالہ کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ثانیاً بفرض محال اگر عینی علیہ الرحمۃ
کسی مسئلہ میں جمہور فقہاء کے ماہرین و اتقین کے خلاف اپنی رائے ظاہر کریں - تو کیا
یہی ضرور ہے کہ وہی قابل عمل ہو - نہ جمہور فقہا علیہ الرحمۃ کا فرمانا - وہ عصمت کی
مدعی تھوڑے ہی ہیں - یہ خواص انبیاء سے ہے - ثالثاً ایسی ایسی الزامی دلائل سے
اثبات سنیت کا کرنا تحقیقات سے بعید ہے - دعوی تو ایسی بڑی وہوم وہام سے بمقابلہ
جمہور فقہا کے کرنا - کہ اگرچہ جمہور فقہاء امام ابو حنیفہ - شافعی - مالک - احمد حنبل
وغیرہم - رحمۃ اللہ علیہم جیسے - مسئلہ مدرک فی الرکوع میں - قائل باعتداد رکعت میں
اِلا ہمارے رای اونکے برخلاف ہے اور قوی ہے) اور دلائل الزامی پیش کرنے - الزامی

بہی کیسی کہ ادنے تأمل سے مردود و مطروح ہوں۔ بمقابلہ ایسے بڑے
جم غفیر کے کہ اعلے درجہ کے مجتہد ہیں۔ کوئی واثق دلیل اور برہان قطعی کہ
محول ہو۔ آپ پیش کریں۔ وانی ذالک۔ الحاصل الزامی دلیل بہی مثبت مدعا
مؤلف رسالہ کے نہیں۔ **قولہ** ہر رکعت میں فاتحۃ الکتاب پڑہنے پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے۔ **اقول** خالی نہیں کہ اس مواظبت
سے مراد۔ یا مواظبت مع الترک احیانا ہے۔ یا بلا ترک۔ یا بلا ترک مع الانکار علی
الترک۔ فالاول لا یفید۔ لانہ لا تثبت بہا الرکنیۃ۔ والثانی ایضا
کذلک۔ لکون الاعتکاف مسنونا۔ مع عدم ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم
مرۃ حتی توفاہ اللہ تعالی ودخل فی جوار رحمتہ۔ لحدیث عائشۃ رضی
اللہ عنہا فی الصحیحین وغیرہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف
العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ تعالی۔ والثالث مطالب بالدلیل
القوی۔ پس اس بیان سے بہی اثبات رکنیت فاتحۃ الکتاب کا پایۂ ثبوت کو نہ پہنچا
قولہ اور صحیحین کے مقابلہ آہ **اقول** مستعینا بحبل اللہ المتین قبل از
جواب مقام ہذا میں۔ دو امر تنقیح طلب ہیں (۱) امر من حیث الصیغہ لغۃ دال
بر تکرار ہے یا نہیں۔ سو اگرچہ اس مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ الا مذہب
منصور یہی ہے۔ کہ امر من حیث الصیغہ دال بر تکرار نہیں۔ وعلیہ اجماع اہل
العربیۃ اور لغت اور شرع بہی اسیکے مقتضی ہیں۔ اور جہاں کہیں تکرار پایا گیا ہے
وہ بالقرائن ہے من حیث الصیغہ نہیں فی حصول المامول والحاصل انہ
لا دلالۃ للصیغۃ علی التکرار۔ ولا لقرینۃ تقیدہ ذلک۔ وتدل علیہ۔ فان
حصلت حصلت التکرار والا۔ فلا یتم استدلال المستدلین علی التکرار
بصوم خاصۃ اقتضی الشرع او اللغۃ۔ ان الامر فیہا یفید التکرار لان ذلک

خارج عن محل النزاع۔ ولیس محل النزاع الا فی مجرد دلالۃ الصیغۃ مع عدم
القرینۃ انتہی۔ **وفی المسلم وشرحہ** لبحر العلوم۔ لنا۔ اولاً اجماع
اہل العربیۃ علی ان ہیئۃ الامر لا تدل علی الطلب فی الاستقبال من المامور
بہ انتہی۔ و قال ابو اسحاق علیہ اکثر الشافعیۃ۔ وہو مقتضی کلام
الشافعی رحمہ اللہ وانہ الصحیح الاشبہ بمذاہب العلماء۔ ہذا ایضاً فی
حصول المامول۔ و الیہ یشیر کلام القسطلانی۔ حیث قال فی ذیل
حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب۔ وحدیث الباب لا دلالۃ
فیہ علی وجوبہا فی کل رکعۃ۔ بل مفہومہ الدلالۃ علی الصحۃ بقراتہا
فی رکعۃ واحدۃ منہا۔ لان فعلہا فی رکعۃ واحدۃ یقتضی حصول اسم
قراتہا فی تلک الصلوۃ۔ والاصل عدم وجوب الزیادۃ علی المرۃ الواحدۃ
انتہی ان عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ امر من حیث الصیغہ دال تکرار نہیں۔
وحصول التکرار بالقرائن امر اٰخر لا کلام فیہ (۲) دلالۃ النص کسکوتی میں
قال الاصولیون۔ الدال بدلالۃ النص کلام یدل علی ثبوت الحکم المنطوق
للمسکوت بواسطۃ المعنی اللازم المفہوم منہ لغۃً لا اجتہاداً۔ وہذہ الدلالۃ
دلالۃ النص وسیمی فحوی الخطاب ولحن القول ومفہوم الموافقۃ۔ وہذا
المعنی یعبر عنہ بالمناط للحکم اس تعریف سے ظاہر ہے۔ کہ ثبوت حکم منطوق
کا واسطے مسکوت کے التزاماً ہوتا ہے۔ مطابقۃً اور تضمناً نہیں ہوتا۔ اور معنی معبر
عنہ بالمناط مدلول معنی لغوی کا ہے۔ شرعی اور عقلی نہیں۔ وقالوا فی مثالہ
لا تقل لہما اف۔ فان اللفظ لتحریم التافیف عبارۃ۔ ویفہم منہ تحریم
الضرب لاجل ان مناط المعنی عنہ ہو الایذاء۔ وہذا مفہوم لغۃً۔ فکان
ہذا منہیاً عنہ۔ ومن جزئیاتہ الضرب فیکون منہیاً عنہ ایضاً۔ فاذا ہذا

ذلک فالآن نشرع فی الجواب **فقولہ** صحیحین کے مقابل کی کتاب اصح الکتب ہدایہ شریف میں **اقول** یہ فقرہ بھی بکمال تہذیب اخلاق۔ اور عنایت ولی جو کہ مؤلف رسالہ کو صاحب ہدایہ کی نسبت ہے۔ مبنی ہے) وانہ کان رحمہ اللہ (ای علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی صاحب الہدایۃ المتوفی سنہ ۵۹۳ھ) اماماً فقیہاً حافظاً محدثاً مفسراً جامعاً للعلوم ضابطاً للفنون متقناً محققاً نظاراً مدققاً زاھداً ورعاً بارعاً فاضلاً ماھراً اصولیاً ادیباً شاعراً۔ لم تر العیون مثلہ فی العلم والادب۔ ولہ الید الباسطۃ فی الخلاف۔ والباع الممتد فی المذہب۔ ولہ تصانیف کثیرۃ شہیرۃ غیر خافیۃ علی الماہرین رحمۃ اللہ علیہ **قولہ** رکعت ثانیہ میں قراءت کی فرضیت پر ایک عجیب قیاس سے کام لیا ہے **اقول** نہیں بلکہ دلالۃ النص سے ثابت کیا ہے۔ حیث قال الامر لا یقتضی التکرار وانما اوجبنا فی الثانیۃ استدلالا بالاولی۔ لانہما تتشاکلان من کل وجہ۔ قال العینی قولہ انما اوجبنا فی الثانیۃ بدلالۃ النص۔ وھو معنی قولہ استدلالا بالاولی ش یعنی بالرکعۃ الاولی۔ ویبین ذلک بقولہ م لانہما متشاکلان من کل وجہ **وفی فتح القدیر** ولنا قولہ تعالی فاقرؤا ما تیسر من القرآن وھو لا یقتضی التکرار۔ فکان مؤداہ افتراضہا فی رکعۃ۔ الا ان الثانیۃ اعتبرت شرعاً کالاولی۔ فایجاب القراءۃ فیہا ایجاب بہا انتہی۔ وحاصل الاستدلال بھذہ الآیۃ۔ ان اقرؤا امر ومقتضاہ الافتراض۔ ولم یفرض خارج الصلوۃ۔ فوجب ان یراد بہ الافتراض الواقع فی الصلوۃ اعمالا فی حقیقتہ حیث امکن۔ فصار المعنی اذا قمتم الصلوۃ فاقرؤا ما تیسر من القرآن فی الصلوۃ۔ والامر لا یقتضی التکرار فکان مؤداہ

افتراضها في ركعة واحدة عبارةً۔ ويفهم منها الوجوب في الثانية
بدلالة النص۔ لانها كالاولى من كل وجه۔ **قال** الحلبي لا شك ان
من فهم اللغة ثم علم تسوية الشارع بين الركعة الاولى والثانية من كل
وجه۔ ثم سمعه يقول اقرأ في الصلوة تبادر اليه طلب القراءة في كلا
الركعتين لملاحظة تلك المقدمة المقررة في نفسه۔ پس ماذکر سے
ثابت ہے کہ وجوب قرأت دوسری رکعت میں دلالۃ النص سے ہے۔ قیاس
سے نہیں۔ کیونکہ قیاس مساوات المسکوت للمنصوص فی علۃ الحکم غیر مفہومۃ لغۃً
کو کہتے ہیں۔ اور اس مقام میں حکم مسکوت کا لغۃً مفہوم ہے۔ قیاس اور
اجتہاد سے نہیں **قولہ**۔ اول۔ جب امر تکرار کا مقتضی نہیں۔ تو ایزاد تکرار
نسخ ہوگا آہ **اقول** ایزاد تکرار مقتضی امر کا نہیں۔ تاکہ مستلزم نسخ ہو۔ بلکہ یہ
ایزاد معہود ما استدلالاً بالنص ہے۔ فلا یکون نسخاً لان النسخ رفع وابطال۔
وههنا اثبات حكم المنطوق للمسكوت كما مر فلا نسخ ولا قياس **قولہ**
حنفیہ کے اصول میں لکھا ہے۔ کہ امام کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس
سے مقدم ہے۔ **اقول** اولاً۔ پھر کیا ہوا۔ ما نحن فیہ میں تو اسکا کچھ ذکر ہی
نہیں۔ ثانیاً یہ تقدیم فقط حنفیہ کا ہی حصہ نہیں۔ بلکہ امام احمد حنبل اور امام
شافعی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے بھی ثابت ہے وسیجئ تحقیقہ عنقریب
فانتظرہ مفتشاً **قولہ** حنفیہ کا عمل درآمد امام صاحب کی اس چال پر کیوں
نہیں **اقول** کیوں نہیں۔ اسی چال پر ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب موجود ہوں تو قیاس سے نہیں کرتے ضرورۃً قیاس سے
کام لیتے ہیں۔ دیکھو کتاب فقہ واصول **قولہ** اول قیاس نہایت ہی گری ہوئی چیز ہے آہ **اقول**
اول شیخ صاحب کی عبارت کا یہ مدلول ہی کہاں ہے مانا یہ تراش خراش ذہن رسا اور جودت طبع کا نتیجہ ہے جنکو

تو یہ ہے۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اتباع اور اتقیاد احادیث اور آثار صحابہ
پر ایسے کمال درجہ پر تہا۔ کہ جبتک حدیث خواہ کسی درجہ کی ہو ملتی۔ تو قیاس
واجتہاد نفرماتے۔ اور جب کسی واقعہ میں حدیث اور آثار نہ ملتے تو ضرورۃً
قیاس مؤثر جو کہ عمدہ ترین اقسام قیاس سے ہے۔ فرماتے۔ ثانیاً۔ قیاس
ایسی گری ہوئی اور بودی چیز ہے۔ کہ جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاے اور
متکلمین۔ کلہم نے از سہ دل قبول کیا۔ اور اصل من اصول الدین ٹہرایا
ہاں البتہ بعض معتزلہ اور داؤد ظاہری نے اسکا انکار کیا۔ تہذا اونکے
اقوال اہلسنت وجماعت کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مطرود
و مردود ہیں۔ اور اونکو کوئی قبول نہیں کرتا۔ گو کہ اونکے تابعین اور مقلدین
کیواسطے سند و حجت ہوں **حصول المامول** میں لکھا ہے ذہب
الجمہور من الصحابة والتابعين والفقہاء والمتكلمين۔ الى انه اصل
من اصول الشريعة يستدل به على الاحكام التي يرد بها السمع انتہى۔
و فى موضع اخر ونوا ول من باح بانكار القياس و النظام وتابعه قوم
من المعتزلة وتابعہم على نفيه فى الاحكام داؤد الظاهرى۔ قال ابن
ابن عبد البر فى كتاب جامع العلم۔ لاخلاف بين فقهاء الامصار وسائر
اهل السنة فى نفى القياس فى التوحيد واثباته فى الاحكام۔ الا داؤد
فانه نفاه جميعاً انتہى۔ اور **دراسات اللبيب** میں ظاہریہ کی
بابت لکھا ہے انہم لا يقولون بالاستنباط رأساً۔ وهو مما لا يعبأ بهم
ائمة الحديث والفقه حتى قال السيوطى وغيره ان الاجماع لا يخرق
بخلافهم۔ و مذهبهم مردود بالكتاب والسنة الناطقين بجواز الاستنباط
واعمال الفكر فى كتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم انتہى

وقدم قاسمہ فی اوّل الکتاب اور نووی شافعی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ابتدا کتاب میں نووی علیہ الرحمۃ کی عبارت ثبت ہے **قولہ** تقلید واتباع باحادیث وآثار کمال کا موجب ہے **اقول** اتباع و انقیاد باحادیث وآثار فی الواقع موجب کمال ہے۔ کون صاحب کمال اس کمال کا نافی اور مانع ہے۔ بوقت ضرورت رجوع بقیاس واجتہاد بھی۔ اتباع قرآن واحادیث وآثار ہے۔ اوس کے اتباع میں ہی۔ اتباع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے لا نہ مستنبط من الکتاب والسنۃ **قولہ** ابن حزم حافظ اور امام ہیں **اقول** درست ہے وہ اپنی گروہ کے پیشوا اور امام ہیں۔ نہ اہلسنت وجماعت کے امام ہیں۔ اور ابن حزم کا بدین تعظیم وتکریم شیخ صاحب کا ذکر کرنا موجب کمال تہذیب اور حسن اخلاق کا ہے۔ اصحاب کمال ایسا ہی کرتے ہیں۔ برائی سے نام لینا ٹٹ پونجیوں کا کام ہے **قولہ** حنفیوں نے اون پر بہت سے طعن کیے ہیں **اقول** نہیں بلکہ شافعیہ وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے اوّل کتاب میں دو تین کتاب کی عبارت جس سے حال ظاہریہ کا عموماً۔ اور ابن حزم کا خصوصاً معلوم ہوتا ہے مرقوم ہے فلینظر ثمہ **قولہ** امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث پر عمل کر لیتے تھے۔ اور اوسی قیاس پر مقدم کرتے تھے **اقول** یہ مسلک فقط امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی نہیں۔ کہ بروقت نہ ملنے حدیث صحیح یا حسن کے بضرورۃ سے حدیث ضعیف پر عمل کر لینا۔ اور مقدم بر قیاس ٹھہرانا۔ بلکہ امام شافعی۔ اور امام احمد حنبل وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مسلک ہے فی شرح الالفیۃ للسخاوی۔ احتج احمد بالضعیف حیث لم یکن فی الباب غیرہ وتبعہ ابوداؤد۔ وقدماہ علی الرأی والقیاس ویقال

ابن حزم حافظ ہی - کا جواب + امام ابوحنیفہ ضعیف حدیث پر عمل کرلیتے - کا جواب +

عن ابی حنیفة ایضًا وان الشافعی یحتج بالمرسل اذا لم یجد غیرہ۔ وکذا
اذا تقبلت الامة الضعیف بالقبول یعمل علی الصحیح حتی انه ینزل منزلة
المتواتر فی انه ینسخ المقطوع به انتہی اور فتح القدیر کے باب الجنائز
میں لکھا ہے ولا استحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع له انتہی۔ اور
امام نووی کے اذکار کے صفحہ ۵ میں لکھا ہے قال العلماء من المحدثین والفقہاء
وغیرہم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترہیب بالحدیث
الضعیف مالم یکن موضوعًا واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح۔ والطلاق وغیر ذلك فلا یعمل فیها الا بالحدیث الصحیح او
الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیٔ من ذلك کما اذا ورد حدیث
ضعیف بکراهة بعض البیوع او الانکحة فان المستحب ان یتنزہ عنه لکن
لا یجب انتہی۔ اور سید عبد الوہاب شعرانی میزان کبریٰ کے
۱۲ میں لکھتے ہیں۔ وقد اطال الامام ابو جعفر الشیزامی الکلام
فی تبرئة الامام ابو حنیفة من القیاس بغیر ضرورة۔ ورد علی من نسب الامام
الی تقدیم القیاس علی النص قال انما الروایة الصحیحة عن الامام تقدیم الحدیث
ثم الاثار ثم یقیس بعد ذلك۔ فلا یقیس الا بعد ان لم یجد ذلك الحکم فی
الکتاب والسنة واقضیة الصحابة۔ الی ان قال لا خصوصیة للامام
ابی حنیفة فی القیاس بشرط المذکور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق
الاحوال اذا لم یجدوا فی المسئلة نصًا من کتاب ولا سنة ولا اجماع ولا اقضیة
الصحابة وکذلك لم یزل مقلدوهم یقیسون الی وقتنا هذا فی کل مسئلة لا
یجدون فیها نصًا من غیر نکیر فیما بینهم۔ بل جعلوا القیاس احد الادلة
الاربعة فقالوا الکتاب والسنة والاجماع۔ والقیاس۔ وقد کان

الامام الشافعی رضی اللہ عنہ یقول اذا لم نجد فی المسئلۃ دلیلاً قسناها علی غیرها انتہی۔ انتہی **فائدہ** ضعیف مذکور سے وہ ضعیف مراد ہے۔ جسکے طرق کثیرہ ہوں۔ نہ وہ جو ایک طریق واہی سے آئی ہو۔ لان ذلک الضعیف ما احتج بہ احد من المجتہدین۔ **قال** السید عبد الوہاب الشعرانی فی المیزان الکبرے۔ رأیت ادلۃ رضی اللہ عنہ [ابو حنیفہ ۱۲] وادلۃ اصحابہ ما بین صحیح او حسن او ضعیف کثرت طرقہ حتی لحق بالحسن او الصحیح فی صحۃ الاحتجاج بہ من ثلاثۃ طرق واکثر الی عشرۃ **وقد** احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃً وبالحسن اخرے۔ **وھذا** النوع من الضعیف یوجد کثیرًا فی کتاب السنن الکبرے للبیہقی التی الفہا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمۃ واقوال اصحابہم فانہ اذا لم یجد حدیثا صحیحًا او حسنًا یستدل بہ لقول ذلک الامام او قول احد من مقلدیہ یصیر یروی الحدیث الضعیف من کذا وکذا طریقًا ویکتفی بذلک **ویقول** ھذا الطرق یقوی بعضہا بعضًا۔ فبتقدیر وجود ضعف فی بعض ادلۃ اقوال الامام ابی حنیفۃ واقوال اصحابہ۔ فلا خصوصیۃ لہ فی ذلک بل الائمۃ کلہم یشارکونہ فی ذلک ولا لوم الا علی من یستدل بحدیث واہٍ جاء من طریق واحد۔ وھذا لا یکاد۔ احد یجدہ فی ادلۃ احد من المجتہدین۔ فما منہم احد استدل بضعیف الا بشرط مجیئہ من عدۃ طرق انتہی۔ فثبت من ہذہ العبارۃ ان الضعیف الذی لہ طرق کثیرۃ یلحق بالصحیح او الحسن فی الاحتجاج بہ۔ والذی لہ طریق واحد واہٍ لا یحتج بہ واحد من الائمۃ الکرام **قولہ** جن لوگوں نے فرمایا ہے کہ مجتہد کا استدلال کسی حدیث پر

مجتہد کا استدلال کسی حدیث پر تصحیح ہے اس کی۔ اس قول غلط کا جواب

اوس حدیث کی تصحیح ہے بالکل صحیح نہیں **اقول** کیوں نہیں۔ بلکہ بالکل
صحیح ہے۔ اسلئے کہ اوس قائل کی مراد یہ ہے کہ حدیث ضعیف کثیر الطرق
صحت احتجاج میں ملحق بالحسن یا بالصحیح ہے۔ نہ یہ کہ وہ ماہیۃً صحیح ہوتی
ہے۔ کما مر من المیزان الکبریٰ **قولہ** یا یہ کہا ہے کہ امام کے استدلال
کی حدیثیں اگر آج ضعیف ہیں تو امام کیوقت وہ ضرور قوی تھیں۔ بالکل صحیح
نہیں **اقول** صحیح ہے **میزان کبرے** میں لکھا ہے ان جمیع ما
استدل به لمذهبه اخذه عن خیار التابعین العدول الثقات الذین هم
من خیر القرون بشهادة رسول الله صلی الله علیه وسلم کالاسود۔ و
علقمه۔ وعطاء۔ وعکرمة۔ ومجاهد۔ ومکحول۔ والحسن البصری
وامثالهم رضی الله تعالی عنهم اجمعین۔ فکل الرواة الذین بینه وبین
رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیهم
کذاب ولا متهم بکذب۔ وان قیل بضعف شیء من ادلة مذهبه
فذلك الضعیف انما هو بالنظر الی الرواة النازلین عن سنده بعد موته
اذا رووا ذلك الحدیث من طریق غیر طریق الامام۔ وذلك لا یقدح فیما
اخذ به الامام عند کل من استصحب النظر فی الرواة۔ وهو صاعد الی النبی
صلی الله علیه وآله وسلم انتهی ملتقطاً۔ اس نقل سے ظاہر ہے کہ مرویات
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قوی اور واثق ہیں۔ اور ضعف من بعدہ کا قادح
مرویات امام کے لئے نہیں **انتباہ** یہ جواب مذکور علی تقدیر التسلیم ہے
والا بنظر تحقیق وتدقیق **شیخ عبد الحق محدث دہلوی** رحمۃ اللہ علیہ کا
نقلاً عن ابن حزم۔ یہ فرمانا۔ کہ وی رضی اللہ عنہ تا بحد ضرورت نرسد عمل بقیاس
نکند۔ و عمل بالحدیث باقسام از دست ندہد۔ تا اول باقسام لائقہ للاحتجاج

امام کے استدلال کی احادیث اگر آج ضعیف ہیں تو امام کے وقت صحیح تھیں غلطی کا جواب +

بہا عندہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہے۔ ورنہ اگر مراد اقسام حدیث کے من حیث العموم ہوں۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ حدیث موضوع۔ معلل بعلت قادح۔ اور ضعیف مروی بیک طریق واہی۔ منسوخ۔ مضطرب۔ اور متروک وغیر ذالک معمول بہ امام صاحب کے ہوں وھل ھذا الا سفسطۃ لانہ رحمۃ اللہ علیہ تضیق فی الروایۃ الی الغایۃ حتی انہ شرط التذکر لجواز الروایۃ بعد علمہ انہ خطہ۔ ولم یشترط الحفاظ ھذا۔ وخالفہ فی ذلک صاحباہ۔ ذکرہ ابن الھمام فی الفتح وقال ابن خلدون فی تاریخہ۔ والامام ابو حنیفۃ انما قلت روایتہ لما شدد فی شروط الروایۃ والتحمل وضعف روایۃ الحدیث الیقینی اذا عارضہا الفعل النفسی۔ وقلت من اجل ذلک روایتہ فقل حدیثہ۔ لا انہ ترک روایۃ الحدیث عمدًا۔ فحاشاہ من ذلک۔ ویدل علی انہ کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذھبہ فیما بینہم والتعویل علیہ۔ واعتبارہ ردًا وقبولًا۔ واما غیرہ من المحدثین وھم الجمہور فتوسعوا فی الشروط وکثر حدیثہم۔ والکل عن اجتہاد۔ وقد توسع اصحابہ من بعدہ فی الشروط وکثرت روایتہم۔ **وروی الطحاوی** فاکثر واکتب مسندًا انتہی

وہو عبد الرحمن بن محمد الحضرمی المالکی المتوفی سنۃ ۸۰۸ھ ۱۲

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اوسی کتاب یعنی **شرح سفر السعادت** کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ علم بصحت وضعف احادیث در زمان متاخر زمان سابق چہ تواند کہ حدیثے در زمان ایشان صحیح باشد بسبب اجتماع شرائط صحت وقبول در رواۃ کہ واسطہ بودند میان ایشان وحضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس ازان از جہت رواۃ دیگر کہ بعد ازاں آمدند ضعفی پیدا شد۔ پس از حکم متاخرین محدثین بضعف حدیثے لازم نیاید ضعف وی در زمان امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واین نکتہ ظاہر ست انتہی۔ پس یہ عبادات صاف دال ہین کہ شیخ علیہ الرحمۃ

کا مقولہ۔ اپنے عموم ظاہری پر نہیں ہے۔ ما قول ہر لیحصل التطبیق فتدبر
قولہ مسی کی حدیث اور احادیث مثبتہ بعدیت قرادت سے باانیکہ وہ حدیثین
بلامعارض ہیں آہ **اقول** جواب ان احادیث کا مع حدیث مسئ فی الصلوۃ
کے جہاں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ مذکور ہو چکا ہے۔ فلا نعیدہ۔ اور بلامعارض
ہونا ان احادیث کا اگر بہ نسبت بعدیت کو ع قرائت سی ہے۔ تو مسلم غیر مضر ہے۔
بل نقول بہ ایضاً۔ وان کانت حکماً۔ اور اگر بہ نسبت قرأت خلف الامام کے
ہیں۔ تو غیر مسلم بل ظاہر البطلان ہے۔ کیونکہ اونکے معارض چند در چند موجود
ہیں کما اسلفنا فیما مر مراراً۔ اور ضعاف خود ضعاف ہیں۔ معارضہ
قرآن کریم اور صحیحہ احادیث کا نہیں کر سکتے **علاوہ** ان دونون حدیثوں میں
مقتدیکا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ اور نیز جب کہ خبر واحد صحیح ہمارے اصول پر مثبت
رکنیۃ نہیں ہو سکتی۔ فکیف الضعیف **قولہ** قیاس سے استدلال کرنا
اقول نہیں۔ بلکہ دلالۃ النص سے ثابت کیا کما مر تحقیقہ **قولہ**
پھر قیاس بھی وہ جو متروک ہے آہ **اقول** یہ فقرات بجز خباب کی ضیافت
طبع اور قلم فرسائی کے اور کوئی نتیجہ مثبت مدعا نہیں دیتے۔ کیونکہ جب فیما نحن فیہ
میں قیاس ہی نہیں۔ تو پھر قیاس شبہ متروک ہو یا نہو۔ ہمیں کیا **علاوہ**
براں جبکہ اکثر اور محققین حنفیہ کے نزدیک قیاس شبہ متروک و مطروح۔ تو پھر خواہ مخواہ
صاحب ہدایہ کی کلام کو محمول بر خلاف مذہب محققین کرنا۔ سوا۔ الزام محض کے اور
کیا ہے **قولہ** مکلف کو ختیار ہے کسی وقت پڑھ لے **اقول** فرضیت قرأت
قرآن خارج نماز کے شرعاً ثابت نہیں۔ کما مر۔ پس واجب ہوا کہ مراد اس آیت
سے افتراض واقع فی الصلوۃ ہو۔ اعمالا للنص فی حقیقۃ حیث امکن و کلا
یکون حشواً۔ فثبت ان مدلول الآیۃ۔ فاقرؤا ما تیسر فی الصلوۃ ہے۔ پس

قول بالتخییر باطل ہوا **قولہ** فاقرؤا کے ساتھ فی الصلوٰۃ کی قید بھی آیۃ میں لگاویں۔ تو پہلی رکعت کی تخصیص پر بھی نہیں نکلتی **اقول** کیوں نہیں نکلتی ہے **روی مسلم** بسندہ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوٰۃ السفر وزید فی صلوٰۃ الحضر وبسند آخر قالت فرض اللہ الصلوٰۃ حین فرضہا رکعتین ثم اتمہا فی الحضر۔ فاقرت صلوٰۃ السفر علی الفریضۃ الاولی **وبسند آخر** عن عائشۃ ان الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتین فاقرت صلوٰۃ السفر واتمت صلوٰۃ الحضر ص ۲۴۱ **وروی البخاری** بسندہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ قالت الصلوٰۃ ما فرضت رکعتان فاقرت صلوٰۃ السفر واتمت صلوٰۃ الحضر الحدیث ص ۱۴۰ **وفی روایۃ لہا** قالت فرضت صلوٰۃ الحضر والسفر رکعتین۔ فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینۃ واطمأن۔ زید فی صلوٰۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلوٰۃ الفجر لطول القراءۃ فیہا۔ وصلوٰۃ المغرب لانہا وتر النہار۔ رواہ ابن خزیمۃ وحبان وغیرہما۔ ذکرہ القسطلانی ص ۲۳۲ ج ۲ **وروی البخاری** بسندہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ہاجر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکۃ ففرضت اربعا وترکت صلوٰۃ السفر علی الاولی انتہی۔ فثبت من ذلک ان الصلوٰۃ کانت رکعتین رکعتین اولًا ثم زیدت فی الحضر فالرکعتان الاخریان کانہما زائدتان فلا یعتبر بہما۔ فوجب بالقرآن فرضیۃ القراءۃ فی احد الرکعتین الاصلیین۔ عبارۃً۔ وفی الاخری بدلالۃ النص **الحاصل** مذکورہ سے ثابت ہوا کہ نماز کی اصلی رکعتین دو ہی ہیں۔ تو حسب ارشاد شارع کے فاقرؤا ما تیسر من القرآن فی الصلوٰۃ۔ پر جب عمل

عمل کیا گیا۔ اور حسب تعلیم شارع کے نماز ادا کی گئی۔ تو یہ پہلی رکعت ہوئی۔
اور مامور بہ ادا ہو گیا۔ لان الامر لا یقتضی بالتکرار۔ اب دوسری رکعت
میں فرضیت قراءۃ کی دلالۃ النص سے ثابت ہوئی لانہما یتشاکلان من کل وجہ
قولہ اگر تشاکل موجب فرضیت ہے۔ تو نفس فرضیت میں سب رکعتیں متساوی
ہیں آہ **اقول** صاحب رسالہ نے لفظ۔ من کل وجہ۔ کیطرف ملاحظہ
نہیں فرمایا۔ بلکہ اوس سے تساہل کر کے شبہ کر دیا۔ لانہ رضی اللہ عنہ۔ قال
لانہما متشاکلان من کل وجہ یعنے نفس تشاکل موجب فرضیت نہیں۔ بلکہ
تشاکل وتشابہ من کل وجہ موجب فرضیت ہے۔ اور یہ تشاکل کل رکعات میں
نہیں پایا جاتا۔ رکعت اول ودوم باہم متشاکل من کل وجہ ہیں۔ اور سیوم و
چہارم اولیین کے ساتھ متشاکل من کل وجہ نہیں لانہما الخ۔ یہ اعتراض صاحب رسالہ
کا اسوقت وارد ہوتا۔ جب کہ تشاکل مطلق یا بی وجہ کان مراد ہوتا۔ ولیس ھھنا
کذلک فلا ورد **قولہ** پس سب رکعتوں میں قرأت فرض نہیں ہونی چاہیئے
پس صفت قراءت اور قدر قرأت سے تشاکل ماننا صحیح نہوگا **اقول** اولاً
جبکہ اس تحقیقات پر فرضیت قراءت کی دوسری رکعت میں دلالۃ النص سے بنا بر
مشاکلت کے ثابت اور مبرہن ہو چکی۔ تو پھر صفت قراءۃ اور قدر قراءۃ میں تشاکل
ماننا صحیح ہوا۔ ثانیاً۔ فرضاً تسلیم کیا کہ فرضیت قراءۃ کی رکعت دوم میں دلالۃ
النص سے نہیں۔ بلکہ کسی اور دلیل سے ہے۔ تو کیا رکعت دوم۔ رکعت اول
کے ساتھ صفت قراءۃ میں اور قدر قراءۃ میں متشاکل نہیں۔ نہیں بلکہ ہے لانہ
یجھر فی الثانیۃ کما یجھر فی الاولی۔ ویخافت فیہا کما یخافت فیہا
وتقرأ الفاتحۃ مع السورۃ فی الثانیۃ کما تقرأ فی الاولی وغیر ذلک من
الوجوہ المتشاکلۃ پس نفی مشاکلت کی بینہما۔ صفت اور قدر قراءت میں۔ جو کہ

فی فرضیت میں سب رکعتیں متساوی ہیں۔ کا جواب

فی الواقع موجود ہے۔ بلادلیل اور نفی واقع کے ہے فلا یُعتبر۔ **قولہ** تشاکل فی الوجوب والسقوط کا یہ حال ہے۔ کہ وتروں میں اگر کوئی ایک رکعت پر اکتفا کرے تو اوسپر دوسری رکعت کا پڑہنا واجب اور فرض نہیں **اقول** اوّلاً۔ پہلے ہی فرض اور واجب نہیں۔ تا کہ نوبت بدیگری رسد۔ ثانیاً۔ سقوط کے لفظ میں مُساہلت ہے لان السقوط لا یکون الا من تمام قبلہ اور وتروں میں یہ بات نہیں۔ لان صلوٰۃ الوتر رکعۃ واحدۃ عند من یرے ذلک فاین السقوط یا یوں کہیں۔ کہ صلوٰۃ الوتر میں منجانب شارع کے تخییر ثابت ہی فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل۔ ومن احب ان یوتر بواحدۃ فلیفعل پس تخییر مقتضی سقوط نہیں لانہ اختلاف انواع۔ فاین السقوط ثالثاً۔ وتروں کی حالت سفر وحضر میں برابر اور متحد ہے۔ اور فرائض رباعیہ میں یہ بات نہیں فلا یُقاس الوتر علیہا۔ رابعاً۔ یہ جملہ مذکورہ جواب مبنی بر فرض وتسلیم ہیں۔ ورنہ ہمارے اصحاب حنفیہ کو یہ جواب مضر ہے۔ کب ہے۔ کیونکہ وتر کی ایک رکعت کے جب قائل ہی نہیں۔ اور ایکرکعت کو وہ نماز ہی نہیں کہتے۔ تو ایسی بات غیر مسلم ہے۔ اونپر اعتراض کرنا۔ اونکو کب مُضر ہی۔ اور مادہ شبہ کو کب رفع کرسکتا ہے۔ اگر وہ ایک رکعت کے قائل ہوتے۔ تو البتہ اونپر اعتراض قائم ہوتا۔ واذ لیس فلیس **قولہ** دوسری رکعت عنداللہ ساقط ہوجاتی ہی **اقول** یہ کلام عجیب ہے، (۱) دوسری رکعت تو اوسکی تہی ہی نہیں۔ کیا وتر دو رکعت ہی ہوتے ہیں۔ نہیں ہوتے۔ پہر اوسی منا قسط ہی کیا ہوا (۲) جبکہ وتروں کی نماز ایکرکعت ہے (عندالقائل بہ) ہے اور اوس کے اداء سے نمازی نی فراغ ذمّہ کا حاصل کیا کمصلی الظہر او العصر اور دوسریکا اوس سی مطالبہ نہیں۔ پہر ساقط کیا ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ مؤلف رسالہ کا یہ فرمانا " پس پہلے اور دوسری میں تشاکل

بلحاظ وجوب وسقوط نرہا" غیر سدید کمالا یخفٰی **قولہ** فالتفرقۃ الٰی قولہ لایضر **اقول** بل التفرقۃ بالوجوب والسقوط فی نفس الصلوٰۃ تکتفی لعدم المشاکلۃ فالاتحاد فی بعض الارکان لایضر فافہم **قولہ** اور ثلاثی نماز میں تو اتحاد فی السقوط والوجوب تیسری رکعت کو بھی حاصل ہے۔ پس حسب استدلال ثلاثی نماز کے تیسری رکعت میں قرأت فرض ہونی چاہئے **اقول** لما کانت الثانیۃ متشاکلۃ بالاولی من کل وجہ کما فسرہ رحمہ اللہ۔ وجبت القراءۃ فیہا ایضًا بالدلالۃ۔ والثالثۃ من الثلاثی لما لم تشاکل بہا مشاکلۃ تامۃ۔ لم تجب فیہا القراءۃ۔ فالمشاکلۃ فی عدم السقوط لایقدح۔ لانہا لیست مشاکلۃ تامۃ۔ والجزئیۃ لاتعتبر فلا اشکال فتدبر **قولہ** یا بالعکس یوں کہے کہ پہلی رکعت میں تعوذ ہے۔ ثنا ہے۔ تکبیر تحریمہ ہے۔ قعدہ ہے۔ اور تشہد اسکے ساتھ نہیں۔ بخلاف دوسری رکعت کے الٰی ما قال قال القدوری رحمہ **اقول** صاحب کفایہ ہدایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں المشابہۃ والمشاکلۃ فی الکمیۃ فیما یرجع الٰی نفس الصلوٰۃ وارکانہا۔ فالتکبیر شرط وہو زائد۔ والتعوذ والثناء ایضًا زائدتان لیستا من ارکان الصلوٰۃ۔ فالافتراق فیہا لایقدح فی ثبوت المماثلۃ۔ انتہٰی اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اذا کانت الصلوٰۃ من ذوات الاربع ففرض القراءۃ فیہا فی الرکعتین الاولیین انتہٰی۔ وہذا ہو المذہب المحقق عندنا فلا یعتد بما قیل کذا وکذا **قولہ** رکعتین کو مطلق رکھا ہے اولیین کے ساتھ مقید نہیں کیا **اقول** اولیین کی قید کی یہاں تو حاجت ہی نہ تھی۔ کیونکہ رکعتین سے رکعتین اصلیین مراد ہیں۔ نہ مطلق۔ کما مر من ان الصلوٰۃ کانت رکعتین اوّلًا۔ ثم زیدت الاخریان۔ فوجب بالقرآن فرضیۃ القراءۃ فی احدی

الرکعتین کالاصلیین عبارۃً وفی الاخریٰ منہما بالدلالۃ۔ فوجبت فی الرکعتین کالاصلیین۔ فلا ورود بعد التقیید **قولہ** کوئی یہ جواب دے کہ یہ استدلال بدلالۃ النص ہے نہ بقیاس شرعی **اقول** اسکے پہلے امر دوم کی تحقیقات میں گزر چکا ہے۔ کہ دلالۃ النص کلام یدل علی ثبوت الحکم المنطوق للمسکوت بواسطۃ المعنی اللازم المفہوم منہ لغۃً لا اجتہاداً۔ یعنی ہیئت مجموعی کلام سے حکم مسکوت کا التزاماً مفہوم ہوتا ہے۔ تو اس تعریف سے ثابت ہوا ہے کہ من فہم اللغۃ وعلم تسویۃ الشارع بین الرکعۃ الاولی والثانیۃ من کل وجہ ثم یقال لہ اقرأ ما تیسر لک من القرآن فی الصلوٰۃ یتبادر الیہ القراءۃ فی کلا الرکعتین۔ بملاحظۃ تلک المقدمۃ المقررۃ فی نفسہ یعنے ہیئت مجموعی کلام سے بملاحظہ ان مقدمات مقررہ فی نفسہا کے وہ ضرور جان لیگا۔ کہ مطالبہ قراءت کا رکعتین میں ہے۔ کیونکہ دلالۃ النص صفت کلام کی ہی۔ نہ کلمہ کلمہ کی۔ فتدبر

قولہ نہ شارع نے دو رکعت میں تسویہ کا حکم دیا ہے۔ نہ فی الواقع ہی **اقول** آفتاب نصف النہار کا انکار ہے۔ کیا شارع کا حکم نہیں ہے۔ کہ سفر میں قصر کیا جاوے۔ اور دو ہی رکعت پڑہی جاویں۔ یا کیا واقعہ کے خلاف ہی کہ ہر دو رکعت سفر میں ساقط نہیں ہوتیں۔ یا صلوٰۃ جہریہ میں۔ جہر فی الرکعتین نہیں۔ اور سریہ میں عدم جہر۔ یا ہر دو میں فاتحہ مع السورۃ نہیں پڑہی جاتی۔ یہ تسویۂ واقعہ ہے۔ یا غیر واقعی۔ اور تعوذ۔ ثنا۔ وغیرہ کا اگر خیال ہو۔ تو اسکا جواب معلوم ہی ہو چکا ہے۔ پہر نفی تسویہ کی جو فی الواقعہ کفنے واقعہ کی ہی۔ کون تسلیم کرتا ہے۔

قولہ ارکان کے لحاظ سے اکثر رکنوں میں سب رکعتیں مساوی ہیں **اقول** مساوات اور مشاکلت من کل الوجوہ لی گئی ہے۔ نہ مساوات جزئیہ اور اکثریہ۔ فہذہ المساوات الجزئیۃ لا یقدح فی المقصود **قولہ** اقرأ فی الصلوٰۃ کا مخاطب عالم باللغۃ

[illegible]

یہ تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ دُعا میں کچھ پڑھیو۔ **اقول** مخاطب اقرؤ فی الصلوۃ کا عالم باللغۃ جب کہ یہ جانتا ہو۔ کہ رکعت اوّل اور دوم میں شارع نے تسویہ من کل الوجوہ قرار دیا ہے۔ تو بملاحظہ ان مقدمات مقررہ فی نفسھا کے ضرور سمجھ لیگا۔ کہ مطالبہ قرأۃ کا رکعتین میں ہے۔ ہاں اگر تسویہ مذکورہ سے لاعلم اور جاہل ہے۔ تو مضائقہ نہیں۔ حالانکہ گفتگو اوّل میں ہے نہ دوم میں **قولہ** اگر ایسا متبادر ہوتا جیسا ابن الھمام نے کہا ہے الی اخر ما قال تو ائمہ مذاہب میں ایسا اختلاف نہ ہوتا۔ اور مسئلہ کا اختلاف تو طرحکو نہ پہونچتا **اقول** اختلاف کا سبب یہ نہیں ہے۔ کہ رکعت ثانیہ بالاولے مشاکل من کل الوجوہ نہیں ہے۔ بلکہ منشاء اختلاف کا یہہ ہے کہ آیا یہ مشاکلت تامہ رکعت ثانیہ میں موجب وجوب قرأۃ کا ہے۔ یا نہیں فمن قال بہ فقد اثبت ومن لا فلا یعنی عارف لغت کے لئے فہم مناط حکم کا متبادر ہونا ضروری ہے۔ نہ کہ فہم حکم مسکوت عنہ کا متبادر ہونا ضروری ہے۔ لانہ قد یقع الاختلاف فی فہم حکم المسکوت لخفاء تحقق المناط المفہوم فیہ لغۃ اما سمعت اختلاف الشافعی الامام مع ابی حنیفۃ القمقام فی وجوب الکفارۃ بالاکل فی نہار رمضان عمدًا **قال** ابوحنیفۃ رحمہ اللہ بالوجوب ولم یری الشافعی ذلک۔ وماخذ استدلالھما حدیث الاعرابی الذی رواہ البخاری وغیرہ۔ اذ جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فقال ھلکت یا رسول اللہ وقعت علی امرأتی وانا صائم الحدیث۔ فانہ یفھم کل من یعرف اللغۃ۔ ان مناط سوال الاعرابی وجوابہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو الجنایۃ الکاملۃ علی الصوم لا نفس القربۃ مع اھلہ فزعم الشافعی ان الجنایۃ الکاملۃ ھی الافطار بالوقاع فقط لاغیر وعند ابی حنیفۃ مطلق الافطار سواء کان بالجماع او بالاکل منشاء اختلاف کا عدم تبادر نہیں۔ بلکہ خفاء تحقق حکم مناط کا ہے وبینھما ما بینھما

اگر ایسا متبادر ہوتا - کا جواب

فافهم۔ اور اگر رکوع و سجود کا اختیار۔ اور الامر لا یقتضی التکرار کا جواب سبق
میں گزر چکا ہے **قوله** اقول روینا فی جزء القراءۃ ثنا محمود الی اخره
اقول اس حدیث کی سند میں سفیان بن حسین **ابو محمد الواسطی** ہے اور وہ
زہری سے روایت کرتا ہے سو میزان الاعتدال میں لکھا ہے یروی عن
الزہری مضطرب فیه۔ قال احمد لیس بذاک فی الزہری۔ وروی یعقوب
بن شیبہ عن یحیی کان مؤدبا لم یکن بالقوی۔ وروی ابوداؤد عن
یحیی لیس بالحافظ ولا بالقوی فی الزہری۔ قال ابن معین لم یکن
بالقوی۔ وقال ابوحاتم صالح الحدیث یکتب حدیثه ولا یحتج به۔ وقال
س لیس به الا فی الزہری اس حدیث کا یہ حال مختصر ہے۔ تفصیل قیام میں
گزر چکا ہے۔ اسی پر صاحب رسالہ نازاں ہو کر فرماتے ہیں روینا فی الجزء الخ اگر یہ
حدیث صحیح قابل الاحتجاج ہوتی۔ تو غالبا **بخاری** علیہ رحمۃ الباری اپنی جامع
میں درج فرماتے۔ **فوله** وثبت عنها وابن مسعود الخ **اقول** قد رجحنا
فی الاثار۔ بل ذکرها فی هذا الصراط لیس الا ید اعتد ارباب الاثر فکان
لاز الکلام ههنا لیس فی قراءۃ خلف الامام حتی ایرادهما فی هذا المقام
قوله ومن قال الخ **اقول** سلمنا المواظبۃ لکن این دلالۃ هذه المواظبۃ
علی الافتراض المبحوث ههنا۔ بل غایتها السنیۃ ونحن نقول بها ایضا
ومن ههنا قال اصحابنا ترک القراءۃ فی الاخریین اساءۃ بل قال بعضهم
بالوجوب **قوله** عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **اقول**
اس مسئلہ میں اقوال علماء امت کے مختلف ہیں ذهب بعض الی ان الوتر رکعۃ واحدۃ
وذهب قوم الی ان الوتر ثلث رکعات لا یسلم الا فی اخرهن۔ وذلک مذهب
اصحابنا الحنفیه ومختارهم۔ وبعضهم ذهبوا الی ان الوتر ثلث رکعات یسلم

فی الاثنین وفی اٰخرھن۔ ھکذا ذکرہ الطحاوی فی شرح الاٰثار اور نیز
اس باب میں روایات مختلف ہیں۔ الا حنفیہ کرام نے تین رکعات وتر بلا فصل
سلام کو مرجح پایا۔ اور عملدر امد تین رکعت پڑہی فرمایا۔ لورود الاحادیث
الصحیحۃ الصریحۃ المحکمۃ فی التثلیث **روی النسائی** عن عائشۃ رضی
اللہ عنھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر **وروی ایضًا**
عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح
اسم ربک الاعلی۔ وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یایھا الکافرون۔ وفی الثالثۃ
بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی اٰخرھن الحدیث **وروی الحاکم**
فی المستدرک وقال انہ صحیح علی شرط البخاری ومسلم۔ ولم یخرجاہ۔ و
لفظہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی
اٰخرھن انتہی۔ وفی لفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی الرکعتین
الاولیین من الوتر انتھی۔ **ثم** اخرج عن جبیب المعلم قال قیل للحسن ان ابن
عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقہ منہ
فکان ینتھض فی الثانیۃ بالتکبیر انتھی۔ وسکت عنہ ذکرہ الزیلعی فی
تخریج احادیث الھدایۃ مع ایراد **وروی الطحاوی** من طریق
صحیح عن انس انہ صلی الوتر ثلث رکعات لم یسلم الا فی اٰخرھن **وایضًا**
الطحاوی من طریق سعید بن منصور باسناد صحیح عن الحسن قال الوتر ثلث رکعات
وایضًا الطحاوی من طریق المسور بن المخرمۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ عنہ
لیلًا فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم
الا فی اٰخرھن ذکرہ الحافظ ابن حجر فی نصب الرایۃ ص۱۱ ومؤیدھا۔ ما رواہ
اصحاب السنن الاربعۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک وقال

صحیح علی شرط الشیخین۔ ولم یخرجاہ۔ وترواہ الطحاوی فی شرح الآثار
عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعۃ الاولی
من الوتر بفاتحۃ الکتاب وسبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ بقل یایھا
الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین۔ وما رواہ الطحاوی
بسندہ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث
یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الی آخرہ بنحو حدیث عائشۃ **وما رواہ**
ایضاً بسندہ عن سعید بن عبد الرحمان بن ابزی عن ابیہ انہ صلی مع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم الوتر فقرأ فی الرکعۃ الاولی بسبح اسم ربک الی آخرہ **و**
اخرجہ عن علی وعمران بن حصین نحوہ۔ واخرج النسائی والترمذی وابن ماجہ
قال النووی فی الخلاصۃ باسناد صحیح عن ابی اسحاق عن سعید بن جبیر
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی۔ وقل
یایھا الکافرون۔ وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ رکعۃ **ذکرہ الزیلعی**
و ما رواہ النسائی وبوب علیہ وقال باب کیف الوتر بثلث عن
ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ سال عائشۃ ام المومنین کیف کانت
صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ قالت ما کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ۔ یصلی
اربعاً فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعاً فلا تسال عن حسنہن
وطولہن۔ ثم یصلی ثلاثاً الحدیث وما رواہ للترمذی ویوب علیہ وقال
باب ما جاء فی الوتر بثلث بسندہ **عن** علی کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یوتر بثلث یقرأ فیہن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعۃ
بثلاث سور آخرہن قل ھو اللہ احد وفی الباب عن عمران بن حصین وعائشۃ

وابن عبّاس - وابی ایوّب - وعبدالرحمٰن بن ابزیٰ الیٰ اٰخرہ **وماروی** النسائی بسندہ عن محمد بن علی عن ابیہ عن جدّہ عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انّہ قام فاستنّ ثم صلّی رکعتین ثم نام ثم قام فاستنّ ثم توضّأ فصلّی رکعتین حتی صلّی ستّا ثم اوتر بثلث الحدیث **وماروی** الطحاوی عن ابی الزناد عن ابیہ عن الفقہاء السبعۃ سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر والقاسم بن محمد - وابی بکر بن عبدالرحمٰن - وخارجہ بن زید - وعبیداللہ بن عبداللہ - سلیمان بن یسار فی مشیخۃ سواہم اھل فقہٍ وصلاحٍ وفضلٍ - وربما اختلفوا فی شیٔ فاخذ بقول اکثرہم وافضلہم رایاً - فکان دعیت عنہم علی ہٰذہ الصّفۃ ان الوتر ثلث لا یسلّم الا فی اٰخرھنّ انتہیٰ - **و** ما اخرج محمد فی کتاب الاٰثار عن ابن مسعودؓ انہ قال ما اجزأت رکعۃ قطّ - **و** اخرجہ الطبرانی عن ابراھیم قال بلغ ابن مسعودؓ ان سعدًا یوتر برکعۃٍ فقال ما اجزأت رکعۃ قطّ **و** ما اخرج الطحاوی بسندہ عن عقبۃ بن مسلم قال سألت عبداللہ بن عمر عن الوتر فقال تعرف وتر النہار فقلت نعم صلوۃ المغرب قال صدقت واحسنت انتہیٰ **و** ما اخرج بسندہ عن ابی خالد سألت ابا العالیۃ عن الوتر - فقال علّمنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الوتر مثل صلوۃ المغرب ہٰذا وتر اللیل وھٰذا وتر النہار انتہیٰ - اور ما ذکر کے سوا اسباب میں آثار بہت ہیں - طوالت اجازت نہیں دیتی ہے ورنہ آن مباش کہ مضمون نماندہ ست + صد سال میتوان سخن زلف یار گفت + شرح معانی آثار طحاوی رحمۃ اللہ علیہ قابل دیکھنے اور ملاحظہ کے ہے ۔ وہ بسط کلامی ہو تو ایسی ہو - اور سحر بیانی ہو تو ایسی ہو - جسکے اوصاف اور مدائح سے زبان قلم بریدہ زبان - بریدہ زبان - انصاف

ف ما قال النووی فی شرح المہذب ... [illegible]

مطری قاصر اللسان ہے درشت ہے ز وصف ناتمام ما جمال یار مستغنی ست + باآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روی زیبارا + یہ مختصر حال ماخذ حنفیہ کرام کا ہے اور یہی قول حضرت عمر بن الخطابؓ + اور علی بن ابیطالبؓ + اور ابن مسعود۔ اور ابی + اور انس بن مالکؓ اور ابن عباس + اور ابی امامہ + اور عمر بن عبد العزیز اور حذیفہ۔ اور ابن المسیّب + اور عروہ بن زبیر + اور قاسم بن محمد۔ اور ابی بکر بن عبدالرحمن + اور خارجہ بن زید + اور عبید اللہ بن عبد اللہ + اور سلیمان بن یسار۔ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کا ہے ذکرہ فی النہایۃ وذکر الترمذی قال سفیان والذی استحب ان یوتر بثلث رکعات وھو قول ابن المبارک واھل الکوفۃ انتہی و قال الشمنی فی شرح النقایۃ مذھبنا اقوی من حیث النظر لان الوتر۔ لا یخلوا اما ان یکون فرضًا او سنۃً فان کان فرضًا فالفرض لیس الا رکعتین او ثلاثا او اربعًا۔ وکلھم اجمعوا علی ان الوتر لا یکون اثنین ولا اربعًا۔ فثبت انہ ثلاث وان کان سنۃ فلا تجد لہا سنۃ الا ولہا مثل فی الفرض۔ والفرض لم یوجد فیہ الوتر الا المغرب وھو ثلاث انتہی کذا فی التعلیق الممجد قلت ذکرہ الطحاوی ابسط من ذلک من شاء فلینظرہ۔ قال الزیلعی ھذا الذی قالہ حسن جدا۔ وذکر الحازمی فی کتابہ الناسخ والمنسوخ ان من جملۃ الترجیحات۔ ان یکون احد الحدیثین موافقا للقیاس دون الآخر فیکون العدول عن الثانی الی الاول متعیّنًا۔ انتہی بمضمونہ وقال بعض اصحابنا ان تعیین الوصل والاقتصار علی ثلث حسن۔ لان الصحابۃ اجمعوا علی ان الوتر بثلث موصولۃ حسن جائز واختلفوا فیما زاد او نقص فاخذنا بما اجمعوا علیہ وترکنا ما اختلفوا فیہ واذا سمعت ما تلونا۔ فنقول **قولہ** صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا خفت الصبح

حدیث صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ کا بیان +

فاوتر بواحدة رواہ الجماعة منتقی **اقول** وروی البخاری ایضاً بسندہ
عن ابن عمر ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ اللیل فقال
صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له
ما قد صلی الحدیث فعنیہ اولاً اسحدیث سی کہاں ثابت ہے۔ آور یہ حدیث کب
دال ہے۔ کہ رکعت واحدہ بتحریمہ مستانفہ ہو۔ بل یحتمل کلا۔ یعنی یحتمل أن
تکون بتحریمة مستانفة۔ ویحتمل انه اذا خشی الصبح صلی واحدة متصلة بما
قد صلی فکیف ینتہض حجة فی اثبات المرام۔ لان الاحتمال یعقد الحجة عن
الحجیة۔ وکیف یقاوم الصرائح التی ذکرناھا۔ وثانیا۔ اگر مدلول لفظ حدیث کا
ایسا ہی ہو جیسا صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ توبھی ایک رکعت ہونا وتر کا بضرورت
خوف طلوع صبح کے ثابت ہوا نہ مطلقاً کما یدل علیہ لفظ الحدیث فاذا خشی
احدکم الصبح صلی رکعة واحدة پس بوقت عدم ضرورت یعنی وسعت وقت
کے ایک رکعت ہرگز نہ پڑھنی چاہیئے۔ شافعیہ ومن توافقہم کے نزدیک تواسلیئے
کہ وہ مفہوم شرط کے قائل ہیں۔ اور حنفیہ ومن معھم کے نزدیک بھی نہیں چاہیئے
لان ما وراء الشرط مسکوت فیبقی علی الاصل وھو العدم **وقال** ابن الھمام
فاذا ابیحت بشرط تبقی ما وراءہ علی العدم لکننا لا نجیزھا ایضاً۔ لذلك عند
خشیة الصبح لانه احد محتملیہ المتساویین کما قلنا۔ فلا یجوز الحمل علیہ بعینه
انتھی **الحاصل** یہ حدیث مثبت وحدۃ مطلقۃ نہیں۔ بلکہ وحدۃ عند خشیتہ
الصبح کے ہے۔ ومعذلک محتمل الوجہین ہے۔ فلا یقوم بہ الحجة۔ وثالثا ایسی وحدۃ
رکعت کی مرویات سنت فعلیہ علیہ السلام کے خلاف ہی کلانہ لم یرو واحد قط انه
صلی اللہ علیہ وسلم صلی الوتر رکعة واحدة فقط ومن ادعی فعلیہ البیان۔ ودق
خرط القتاد **قولہ** حنفیہ نے اوتر بواحدۃ کا ترجمہ فرمایا ہی طاق کردی پہلی نماز

(حاشیہ: حنفیہ نے اوتر ۔۔۔)

کو ایک رکعت ملا کر **اقول** صرف حنفیہ ہی کا یہ ترجمہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر راوی حدیث۔ بلکہ سید الانبیاء خاتم الرسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت بیان خود ترجمان اس ترجمہ کا ہے۔ **روی البخاری و مسلم** ان رجلاً سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل۔ فقال۔ صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی یعنی ایک آدمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کا سوال کیا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم سے کسی کو خوف طلوع صبح کا ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ یہ رکعت طاق کر دے پہلی نماز کو۔ **وروی** مسلم عن ابن عمران رضی اللہ عنہ ان رجلاً۔ نادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد۔ فقال یا رسول اللہ کیف اوتر صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلے صلوٰۃ اللیل فلیصل مثنی مثنی فان احس ان یصبح۔ سجد سجدۃ۔ فاوترت لہ ما صلی یعنی کسی نے پوچھا یا رسول اللہ میں وتر کی نماز کسطرح پڑھوں۔ آپنے فرمایا۔ دو دو۔ جب معلوم ہو کہ صبح ہونیکو ہے۔ تو ایک رکعت اور پڑھ لے۔ پس یہ ایکرکعت پہلی کو طاق کر دیگی اور اسی (توتر لہ ما قد صلی) جملہ حدیث کو امام مالک۔ اور نسائی وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ آپ فرمائیے۔ کہ یہ ترجمہ (طاق کر دے ایکرکعت سے پہلے نماز کو) حنفیہ کرام کا خانہ زاد۔ اور ایجاد ہے۔ یا کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی کلام معجز نظام (توتر لہ ما قد صلے) سے مستفاد ہے۔ وحدت رکعت کی۔ صلی رکعۃ واحدۃ سے ہی مستفاد تھی۔ توتر لہ ما قد صلی کا۔ پھر فائدہ ہی کیا۔ **طرفہ تر یہ ہے**۔ کہ اس جملہ والی حدیث کو صاحب رسالہ نے معرض استشہاد میں بیان نہیں فرمایا **قولہ** پھر جب سنا یا گیا زاد احمد تسلم فی کل رکعتین۔ وکذا مسلم من ابن عمر۔ تو کھدیا

تسلیم کے معنے ہیں السلام علیك ایھا النبی کہنا آہ **اقول** صحیح مسلم کی عبارت
یہ ہے۔ عقبہ بن حریث کہتے ہیں۔ سمعت ابن عمر یحدث ان رسول اللہ ص
صلی اللہ علیہ وسلم قال صلوۃ اللیل مثنی مثنی ۔ فاذا رایت ان الصبح یدرکک
فاوتر بواحدۃ ۔ قیل لابن عمر ما مثنی مثنی قال ان تسلم فی کل رکعتین
انتہی ص ۲۵۷ آفتاب نصف النہار سے روشن ہے۔ کہ یہ قول سرور انبیا صلی اللہ
علیہ وسلم کا نہیں۔ بلکہ موقوف ابن عمر کا بیان ہے۔ تسلیم کیا کہ تفسیر راوی ثقہ معتبر
کی ہے۔ الا انکار احتمال۔ کہ محتمل دو معنوں کا نہیں ہے۔ انکار بداہتہ ہے۔ کیونکہ
اسکے معنی سلام بعد الرکعتین کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور السلام علیک ایھا النبی
کا بھی محتمل ہے۔ اب ہم **میزان الاعتدال** سے دیکھتے ہیں۔ کہ ان ہر دو
احتمال سے رجحان کسکو ہے۔ تو ہمنے دیکھا کہ خود ہی حضرت ابن عمر رضا احد المحتملین کو
ترجیح فرما رہے ہیں۔ **روی مالك** فی مؤطاہ عن عبد اللہ بن دینار ان
عبد اللہ بن عمر کان یقول صلوۃ المغرب وتر صلوۃ النہار انتہی **ورواہ**
محمد ایضا فی مؤطاہ عن مالك بهذا السند **ورواہ** ابن ابی شیبۃ مرفوعا
من حدیث ابن عمر بلفظ صلوۃ المغرب وتر النہار فاوتروا اللیل **قال**
العراقی مسند صحیح ذکرہ الزرقانی ۔ ھکذا فی التعلیق الممجد واخرج الطحاوی
عن عقبۃ بن مسلم قال سألت عن ابن عمر عن الوتر فقال اتعرف وتر النہار۔
فقلت نعم۔ صلوۃ المغرب فقال صدقت و احسنت انتہی پس ماذکر سے ثابت ہوا کہ
حضرت ابن عمر نے صلوۃ الوتر کو بصلوۃ المغرب تشبیہ دی ۔ اور ظاہر ہے ۔ کہ
صلوۃ المغرب تین رکعت بلا سلام ہے۔ تو وتر بھی ضرور ایسی ہی ہونے چاہیئے۔ تا
کہ تشبیہ تمام ہو۔ اور اسی تشبیہ تام پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام الوقت پہلے درجہ کے
فصیح و بلیغ محاورات عرب سے بدرجہ اتم ماہر ہیں۔ جنکی فصاحت و بلاغت کی تعریف

امام شافعی جیسے امامُ الوقت افصح و ابلغ۔ فرماتے ہیں۔ ما رأیتُ احدًا افصح منه

کانّ القرآن نزل بلغته۔ اور نیز امام شافعی علیه الرحمۃ کے اُستاذ ہیں۔ باب منعقد

کرکے ایسی حدیث (صلوٰۃ المغرب وتر صلوٰۃ النّہار) کو لاکر یہہ نتیجہ تحریر فرماتے

ہیں۔ قال محمد وبهذا ناخذ وینبغی لمن جعل المغرب وتر صلوٰۃ النهار کما

قال ابن عمر ان یکون وتر اللیل مثلها لا یفصل بینهما بتسلیم کما لا یفصل

فی المغرب بتسلیم وهو قول ابی حنیفة رحمة اللّٰه انتهی بلکہ یہہ روایت عبد اللّٰہ

بن مسعودؓ سے بھی ثابت ہے **روی محمّد** عن عبیدة قال قال عبد اللّٰه

بن مسعود الوتر ثلث کصلوٰۃ المغرب اور عبد اللّٰہ بن عبّاس سے بھی مروی

ہے **روی محمّد** عن عطاء بن یسار قال ابن عباس الوتر کصلوٰۃ المغرب

انتهی فلیحفظ ذلک ولیحفظه لکن اس بیان و تقریر میں۔ الخدشہ باقی رہا وہ

یہہ ہے کہ امامُ الائمہ بخاری علیه الرحمۃ نے روایت کیا ہی **روی**

البخاری عن ابن عمر انه کان یسلم بین الرکعتین والرکعة فی الوتر آہ

تو اسکا جواب قول ذیل میں گزارش ہوتا ہے **قوله** روی البخاری عن ابن عمر

انه کان یسلم بین الرکعتین والرکعة فی الوتر حتی کان یامر ببعض حاجته

اقول لفظ کان حتی کان یامر میں سہو قلم ہے صحیح حتی یامر ہے) اولًا

ابی بکر قسطلانی مواہب لدنیہ اور شرح بخاری میں لکھتے ہیں وعبارته هذه

کان ابن عمر یسلم بین الرکعة والرکعتین فی الوتر حتی یامر ببعض حاجته۔ و

هذا ظاهره انه کان یصلی الوتر موصولًا۔ فان عرضت له حاجته۔ فصل

ثم بنی علی ما مضی انتهی **قسطلانی** علیه الرحمۃ کے بیاں سے ظاہر ہے۔ کہ فعل دائمی

حضرت عمرؓ کا یہہ تہا۔ کہ وتر موصولا پڑہتے۔ اِلّا احیانًا بوقت عروض حاجت۔ و

ضرورت کے کبھی فصل کرتے۔ اور بخاری خود ثابت ہے کہ عروض حاجت اور ضرورت

(ابن عمر کا اثر و جواب)

کیوقت لبسا افعال کردنی وضروری ہی ساقط ور مبدّل ہوجاتے ہیں۔ نظائر اور تماثیل اسکے ازبس روشن اور ظاہر ہین۔ پس ایسا فعل دوام کرلئی عند المعارضہ حجت متصور نہیں ہو سکتا۔ وھذا الجواب تسلیمی والزامی ثانیا تنزلاً بمقتضائے کان یسلم کے کما قیل ہمنے تسلیم کیا کہ یہ فعل ابن عمر کا دائمی اور عادی تہا۔ یعنی آپکی عادت مبارک اور شیمہ کریمہ ایسی ہی تہی۔ کہ وتر بدین طریق مذکور دوامًا پڑہتے تو حاصل کلام یہہ ٹھہرا کہ سرمایہ خیریت دارین کا اتباع معمولات صحابہ کرام کو۔ جوکہ سالک مسالک سیرت احمدیہ علیہ التحیہ کے ہیں۔ مقرر کیا جاوے۔ تو پھر کیوں نہ فعل ابن عمر سے۔ فعل حضرت عمر فاروق رض۔ اور علی بن ابیطالب رض۔ اور عبد اللہ بن مسعود رض۔ اور عبد اللہ بن عباس رض۔ اور ابی بن کعب رض۔ اور انس بن مالک رض وغیر ذلک۔ کو مرجح جانکر انکے شیمہ کریمہ اور معمولات کو مقتدا اور پیشوائے عمل قرار دیا جاوے۔ ومن ھھنا قال الحسن اذا قیل له ان ابن عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر فقال کان عمر افقه منه فکان ینھض فی الثانیة بالتکبیر ومن غیرہ قبل ذلک۔ وقال محمد فی موطاه بعد ذکر اثر ابن عمر ھذا۔ لسنا ناخذ بھذا ولکنا ناخذ بقول عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس رض ولا نرى ان یسلم بینھما۔ **وقال** مالك بعد روایة ان سعد ابن ابی وقاص کان یوتر بعد العتمة بواحدة لیس علی ھذا العمل عندنا ولکن ادنی الوتر ثلث انتھی۔ ثالثًا ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے عملدرآمد سے قطع نظر کرکے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سیرت کریمہ اور فعل مبارک حضرت عمر کا ہی واجب الاتباع ہے۔ الا بمقابلۂ سنت سنیہ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے۔ تو چراغ پیش آفتاب یا بمنزلہ سراب ہے۔ **روی النسائی** عن عائشة انه صلی اللہ علیه وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر وروی ایضًا عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی - وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یا ایہا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی اخرھن **وروی الحاکم فی المستدرک** وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم لم یخرجاہ ولفظہ قالت (یعنی عائشۃ) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرھن - وفی لفظ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم الا فی اخرھن - وروی ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرء فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی الحدیث **ھکذا فی الفتح** اور سوا اس کے اور احادیث بہت ہیں ۔ جو کہ تثلیث الوتر کے مؤید ہیں ۔ اور اونکا ذکر باسبق میں مؤیدات میں گزر چکا ہے **قولہ** اور اس سے صریح عن ابن عمر وابن عباس انہما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الوتر رکعۃ من اخر اللیل رواہ احمد ومسلم **اقول** روی الطحاوی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر رکعۃ من اخر اللیل - ثم قال ذھب قوم الی ھذا - وخالفہم فی ذلک اخرون فقال بعضہم الوتر ثلث رکعات لا یسلم الا فی اخرھن - وقال بعضہم الوتر ثلث رکعات یسلم فی الاثنین وفی اخرھن **وکان** قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر رکعۃ من اخر اللیل - قد یحتمل عندنا ما قال اھل مقالۃ الاولی ویحتمل ان یکون رکعۃ مع شفعۃ قد تقدمہا - وذلک کلہ وتر فیکون تلک الرکعۃ توتر المتقدم لہا - وقد بین ذلک ما رواہ بعضہم عن ابن عمر - ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوۃ اللیل فقال مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فصل رکعۃ واحدۃ - توتر لک صلوتک انتہی مختصرا ثم سرد لاثبات المدعی احادیث کثیرۃ - **حاصل کلام شیخ** یہی کہ - الوتر رکعۃ من اخر اللیل محتمل دو معنوں کا ہے - احتمال ہے کہ اسکے معنے یہہ ہوں - کہ وتر ایک ہی

رکعت فقط ہے۔ اور احتمال ہے کہ یہ ایک رکعت مع ما قبل کے ملکر یہ تمام وتر ہو۔ چنانچہ تو تر لک صلوٰتک اسی احتمال کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نیز وہ جملہ روایات جو کہ درباب تثلیث وتر کے وارد ہوئی ہیں۔ انھیں معنوں کے معاضد اور مؤید ہیں۔ پس اس حدیث محتمل المعنیین کو اپنے اثبات مدعی کے لئے صریح قرار دینا خیر خفا میں ہے۔ بلکہ یہ روایت اثبات مدعی میں پہلی روایت سے بھی کمتر ہے۔ فکیف یکون صریحًا

قولہ روی سعید بن منصور باسناد صحیح۔ صلی ابن عمر رکعتین ثم قال یا غلام ارحل لنا (سواری تیار کر ہمارے لئے) ثم قام واوتر رکعۃ

اقول قال الفاضل اللکنوی فی التعلیق الممجد۔ ناقلًا عن زرقانی اما روایۃ سعید فمحتملہ انتھی پس یہ روایت بھی چونکہ مع الاحتمال ہے۔ صریح فی المقصود نہیں ہے۔

قولہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ یسلم بین کل رکعتین ویوتر بواحدۃ

اقول طحاوی رحمۃ اللہ نے شرح آثار میں لکھا ہے ولما قولھا رای عائشۃ یسلم بین کل رکعتین۔ فان ذلک محتمل ان یکون کان یسلم بین کل رکعتین فی الوتر وغیرہ۔ فثبت بذلک ما ذھب الیہ اھل المدینۃ من التسلیم بین الشفع والوتر۔ ویحتمل ان یکون کان یسلم بین کل رکعتین من ذلک غیر الوتر۔ فیتفق ذلک وحدیث سعد بن ھشام ولا یتضادان۔ مع انہ قد روی عن عروۃ فی ھذا۔ خلاف ما رواہ الزھری عنہ انتھی۔ ثم سرد الاحادیث۔ طحاوی علیہ الرحمۃ کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ یہ روایت محتمل المعنیین ہے فلم تکن نصًا فی المقصود

قولہ اور ظاہر ہے۔ کہ گیارہ رکعتوں میں یسلم کے معنے اوسط فی التشھد کے حنفیہ کے نزدیک بھی بن نہیں سکتے

اقول حنفیہ کرام نے یہ دعوی ہی کب کیا ہے۔ کہ گیارہ رکعت میں

ابکار المنن ۔ ۱۸۶ ج

یسلم کے معنی اَوسط تشہد کے ہیں۔ تاکہ اونپر یہ اعتراض وارد ہو۔ بلکہ حنفیت کے
معنی اور توجیہ۔ طحاوی رحمہ اللہ کی عبارت سے ظاہر۔ **قولہ** راوی کی
تفسیر اور رَاوی کا قول اگر حنفی حجت جانتے ہیں **اقول** راویکا قول اور راوی
کی تفسیر علے الأطلاق حجت نہ ہونا حنفیہ کا مذہب نہیں کما مر فیما مرّ۔ مع انہ
محتمل الوجھین **قولہ** اگر عبارۃ النص کو ترجیح دیتے ہیں **اقول** عبارۃ
النص ہی کہاں۔ لیتنج کما مرت فیما تلو نا **قولہ** اگر انصاف کا
خون نہیں کرتے **اقول** انصاف کا خون تو حنفیہ نے کیا کرنا ہے۔ اور کیون
کریں کہ درپئے تطبیق احادیث ہیں **ھان** اگر ایسے منصف طاعن کا خون
کر نہیں دریغ نکریں تو بعید نہیں **قولہ** اگر اوسے فقیہ مانتے ہیں **اقول**
لاشلے کو نہ فقیہما۔ ولکن عمر۔ وابن مسعود۔ وابن عباس کانوا افقہ
منہ مع ان التطبیق بین قولہ وفعلہ لا یضر فی فقاھتہ **قولہ** اگر اوسی
عاشق اتباع سمجھتے ہیں **اقول** حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ ابن عباس
ابی۔ زید۔ انس۔ وغیر ذلک مما ثبت عنہم تثلیث الوتر رضوان اللہ علیہم
اجمعین بلکہ جملہ صحابہ کرام عاشقان اتباع اور جان نثار سُنت نبویہ علیہ السلام
پر ہیں۔ کون اور کسکی طاقت ہے۔ کہ حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ اور ابن
عباس وغیرہم کو کہے کہ عاشقان اتباع نہیں۔ حالانکہ وتر تین رکعت ہی پڑھتے
تھے۔ کما ثبت فی محلہ **قولہ** وہ جو محمد بن قرظی سے نھی عن البُتیرا کی حدیث
جو مروی ہے۔ اہ **اقول** تبیرا کے ثبوت اور عدم ثبوت پر مدار اثبات تثلیث
وتر کا نہیں۔ تاکہ اوس کے اثبات میں کوشش اور اشتغال کیا جاوے کما مرّ منا
فیما سبق لہذا ابن ہمام نے بعد ذکر حدیث صلوۃ اللیل مثنی مثنی۔ الحدیث
کے کہا ہے فتم المقصود غیر متوقف علی ثبوت النھی عن البتیرا انتھی **قولہ**

ابن حزم نے کہا ہے الیٰ قوله - وقال قد روینا من طریق عبد الرزاق عن ابن
عباس - الثلاث بتیرا - یعنی الوتر - فعاد البتیرا علی المحتج بالخبر الکاذب
اقول هذا کذب بحت یکذبه ما رواه الحاکم فی المستدرک - وقال انه صحیح
علی شرط البخاری ومسلم لم یخرجاه - **عن عائشة** مرفوعاً کان
رسول الله صلی الله علیه وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرهن **وفی لفظ**
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر -
وما روی النسائی عن عائشة - انه صلی الله علیه وسلم لا یسلم فی رکعتی
الوتر - وما رواه ایضاً عن ابی بن کعب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
یقرء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ - الیٰ ان قال - وفی الثالثة بقل هو الله احد
ولا یسلم الا فی اخرهن انتهی - ومر تمامه فیما سبق **وما رواه ابو داؤد**
وغیره مرفوعاً - ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل الحدیث - وما رواه الترمذی
عن علی قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یوتر بثلث یقرء فیهن الحدیث
قال وفی الباب عن عمران بن حصین - وعائشة - وابن عباس - وابی - وایوب -
وعبد الرحمن بن ابزی انتهی - **وما روی البخاری** فی صحیحه عن القاسم
رأینا اناساً منذ ادرکنا - یوترون بثلث الیٰ اخره **وما روی الطحاوی**
عن انس انه قال الوتر ثلث رکعات وکان یوتر بثلث رکعات - وما اخرج
الطحاوی عن ثابت صلی بی انس الوتر - وانا عن یمینه - وام ولده خلفنا -
ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرهن وما اخرج عن المسور قال دفنا ابا بکر لیلاً
فقال عمر انی لم اوتر - فقام وصففنا وراءه فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخر
هن وما اخرج عن ابی الزناد عن الفقهاء السبعة - سعید بن المسیب الیٰ اخره کما
مر فیما مر - وما ذکرنا من الاحادیث الموتریة فیما سبق - فهذه الاحادیث

ابن حزم کے جھوٹ نمبر ۱ کا جواب

الصحيحة الصريحة فی تثلیث الوتر۔ ولا آثار المذکورة فی یکذب ابن حزم فی
دعواہ ۔ لیت شعری کیف تفوہ بہذا الکلام ۔ مع تبحرہ فی اخبار خیر الانام۔ و
توسع نظرہ فی آثار الصحابة الکرام ۔ ولولا مخافة طول المقال ۔ لبسطنا
الکلام بسطا فی الابطال۔ لعلہ لم تقرع سمعہ ہذہ الروایات المرویة عن
النقاد الثقات۔ ولم یصل بصرہ الی آثار الابراد والاثبات ۔ واللہ یعصمنا عن
الآفات والبلیات **قولہ** ابن مسعودؓ کے اثر ما اجزأت رکعة قط الخ **اقول**
اخرج محمد فی کتاب الآثار۔ عن ابن مسعود انہ قال ما اجزأت رکعة قط و
اخرجہ فی موطاہ ایضا **واخرج الطبرانی** عن ابراہیم قال بلغ ابن مسعود
ان سعدا یوتر برکعة فقال ما اجزأت رکعة قط **قولہ** فقد قیل انہ ذکر
ردا علی ابن عباس اہ **اقول** اسکا ضعف قیل سے ہی خود ظاہر ہے ۔ اور نا
اخرج الطبرانی سے صاف ظاہر ہے کہ ابن مسعود نے سعد کے رد میں یہ عبارت فرمائی
اور امام مالک علیہ الرحمۃ کو جب یہ اثر سعد بن ابی وقاص کا پہونچا۔ تو آپنے فرمایا
لیس علی ہذا العمل عندنا ۔ ولکن ادنی الوتر ثلث انتہی یہ عبارت بنی نبائی موطا
امام مالک میں ثبت ہے ۔ اور ابن عباس کا قول الصلوٰۃ فی حال الخوف رکعة
واحدة متاول ہے ۔ دیکھو نووی کا باب الصلوٰۃ فی السفر **قولہ** وتر کی ایک
ایک رکعت کس کس صحابی کا مذہب ہے ۔ خلفاء اربعہ ابن مسعود ۔ ابن عباس
ابی بن کعب الخ **اقول** فی التعلیق الممجد **قولہ** الوتر ثلث وھو قول عمر و
علی و ابن مسعود و ابی ۔ و انس ۔ و ابن عباس ۔ و ابی امامة ۔ و عمر بن عبد العزیز
و حذیفہ ۔ و الفقہاء السبعة ۔ و ابن المسیب ۔ وھو احد قولی الشافعی انتہی
و ذکر صاحب التمہید عن جماعة من الصحابة **روی** عنہم الوتر منہم بثلث ۔ لا
یسلم الا فی آخرہن **منہم** عمر و علی و ابن مسعود و زید ۔ و ابی ۔ و انس

انتہی ذکرہ بیان صاحب تمہید یعنے ابن عبد البر اور تعلیق الممجد سے ظاہر ہی کہ نیل کے قول سے (اگر اوسکا ہو) نیل مرام حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی جبکہ اوس کے قول کا قول معارض موجود ہے۔ تو پھر عند المعارضہ وہ حجت کیونکر ہو سکتا ہے اور اس اجمال کی تفصیل طوالت طلب ہے۔ الا مشت نمونہ از خروارے گزارش ہوتا ہی۔

اخرج الحاکم عن جیب المعلم وسکت عنه قال قیل للحسن ان ابن عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر۔ فقال کان عمر افقه منه۔ فکان ینهض فی الثانیه بالتکبیر انتہی **وذکر الطحاوی** من طریق المسور بن المخرمة۔ قال دفنا ابا بکر لیلاً فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءه فصلی ثلث رکعات لم یسلم فی اٰخرهن انتہی **ذکرہ الحافظ** ابن حجر فی نصب الرایة۔ ان آثار سے فعل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تثلیث وتر ثابت ہوتا ہے۔ نہ وحدۃ وتر کی۔ پس قول صاحب رسالہ کا کہ عمر اکیلا وتر پڑھتے تھے۔ مطالب بالدلیل ہے۔ **وروی** الطحاوی بسندہ عن ابن لهیعة عن عبد العزیز بن صالح عن ابی منصور۔ قال سالت عبد الله بن عباس عن الوتر فقال ثلث **وایضًا** عن ابن لهیعة بسند اٰخر کذلک **وایضًا** بسندہ عن ابی یحیی قال سمر المسور بن مخرمة وابن عباس الی (یعنی ہمسخن شدند) اض ما قال۔ فقال لاصحابه اترونی ادرک اصلی ثلثا یرید الوتر الحدیث **وقال** محمد فی مؤطاہ وبقول ابن عباس ناخذ انتہی۔ ای فی تثلیث الوتر۔ یہ آثار صاف دال ہیں۔ کہ ابن عباس بھی تین رکعت وتر پڑھتے تھے **وروی الطحاوی** بسندہ عن عبد الرحمن بن یزید عن عبد الله بن مسعود قال الوتر ثلث کوتر النهار صلوة المغرب **وایضًا** بسند اٰخر مثله۔ وقال محمد فی مؤطاہ۔ وبقول ابن مسعود ناخذ ان آثار سے حال ابن مسعود کا ظاہر ہے۔ کہ وتر تین رکعت ہی

پڑہتے تہے **قوله** تابعین اور علما الی آخرہ **اقول** اگر واقعی ایسا ہی ہو۔ تو
صحابہ اور تابعین اور علماے جنکے نزدیک وتر تین رکعت ہیں بکثرت ہیں۔
منهم عمر بن الخطاب۔ علی بن ابی طالب۔ ابن مسعود۔ ابی۔ انس بن مالک۔ ابن
عباس۔ ابی امامه۔ عمر بن عبد العزیز۔ حذیفه۔ ابن المسیب۔ عروة بن الزبیر
قاسم بن محمد۔ ابی بکر بن عبد الرحمان۔ خارجة بن زید۔ عبید الله بن عبد الله
سلیمان بن یسار۔ ذکرہ فی النهایة **اور حلبی** نے لکہا ہے واختارہ الثوری
وابن المبارک۔ وهو قول مالک فی کتاب القیام ذکرہ فی المعارضة
انتهی **اور طحاوی** نے لکہا ہے۔ کہ بہت مشائخ اور صالح لوگ جو لائق فتوے
اور معتمد علیہ ہیں۔ اون سے بہی تین وتر ہی منقول ہیں **قوله** امام مالک اور
امام شافعی۔ اوزاعی۔ احمد۔ اسحاق۔ ابو ثور۔ داود۔ ابن حزم۔ **اقول**
امام مالک تو اپنی موطا میں بعد ذکر روایت سعد کے فرماتے ہیں قال مالک لیس
العمل علی هذا عندنا ولکن ادنی الوتر ثلث اور صاحب **مسوی** لکہتے ہیں
افراد الرکعة مکروہ عند مالک انتهی۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے درباب وتر روایت
مختلف ہے ثلث لا یفصل بینهن بتسلیم۔ وثلث بتسلیمتین۔ والقول الثانی ان شاء
اوتر برکعة۔ وان شاء بتثلیث بتسلیمة واحدة۔ او بخمس۔ او بتسع۔ او
باحدی عشرة۔ کذا فی النهایه۔ ذکرہ فی التعلیق الممجد **اور جامع ترمذی** میں ہے
والعمل علی هذا عند بعض اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والتابعین راوا ان یفصل
الرجل بین الرکعتین والثالثة۔ یوتر برکعة۔ وبه یقول مالک والشافعی
واحمد۔ واسحاق انتهی اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ امام مالک شافعی۔ احمد۔ اسحاق
کا مذہب یہ نہیں ہے۔ کہ وتر صرف ایک ہی رکعت ہے۔ بلکہ انکا مذہب یہہ ہے۔ کہ وتر
تین رکعت ہیں۔ الا بتسلیمتین۔ ہاں ایکے ہم **کمال** یہہ ہے۔ کہ تین رکعت بیک سلام

تین اصحاب اور علما کے مذہب کا جواب +

سے منکر کوئی بھی نہیں ہے۔ بلکہ اکثر کو اونکی اولویت میں اتفاق ہے۔ پس
مذہب حنفیہ کرام رح درباب وتر بہت اوثق اور محتاط ہے۔ **قولہ** بلکہ ابوہریرہ رض
نے مرفوعًا روایت کیا ہی لا توتروا بثلث۔ اوتروا بخمس او سبع۔ لا تشبہوا
بصلوۃ المغرب الی آخر۔ اگر کسینے موقوف کہا ہی۔ تو موقوف آپکے یہاں حجت ہے
اقول اولاً اس روایت میں نفی تثلیث وتر کی ہی۔ اور اثبات پانچ۔ سات کا
وحدۃ رکعت کے اثبات کا اسمیں کچھ ذکر ہی نہیں۔ تاکہ لااقل اس حدیث کا آپ کو
لئی کچھ سود مند ہو۔ ثانیًا اس روایت کی معارض ہے۔ روایت ابوداؤد۔ نسائی وغیرہ
کے جو مرفوعًا مروی ہے۔ ابی ایوب سے **قال قال** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الوتر حق فمن شاء ان یوتر بثلث فلیفعل الحدیث اور نیز اسکے معارض ہی حدیث
ابی بن کعب کی جسکو نسائی وغیرہ نے بیان کیا ہی۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقرء فی الوتر بسبح اسم الی ان قال و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد۔ ولا
یسلم الا فی اخرھن اور نیز اسکے معارض ہے۔ حدیث عائشہ صدیقہ کی جسکو حاکم نے
بیان کیا ہے **وقال** صحیح علی شرط البخاری ومسلم ولم یخرجاہ۔ قالت کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی اخرھن اور انکے سوا بہت
احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ جو کہ سابق میں گزر چکی ہیں۔ اس روایت کے معارض
ہیں **راقم اوراق** کہتا ہے۔ انشاء اللہ تعالی روایت عائشہ صدیقہ رض کی روایت
ابوہریرہ رض سے بوجوہات مرجح اور قوی ہی اخذ بہا۔ ان روایتہا اکثر بخلاف
حدیث ابی ھریرۃ۔ ثانیہا۔ ھذہ روایۃ کثیر المخالطۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
بخلاف روایۃ ابی ھریرۃ۔ ثالثہا۔ ان راویۃ فقیہۃ بلا اتفاق بخلاف روایۃ ابی ھریرۃ
لانہ لم یقبل بفقاھتہ بعض الاصولیین۔ رابعہا۔ ان روایۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا
یوافق الحفاظ۔ بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہم خامسہا۔ ان روایۃ عائشۃ رض علی شرط

ابوہریرہ کے اثر کا جواب

وجوہ ترجیح حدیث عائشہ رض

الشیخین رواہ البخاری ومسلم۔ کما قال الحاکم فی المستدرک سادسہا۔ روایۃ
عائشۃ موقوف بالاتفاق بخلاف روایۃ ابی ھریرۃ۔ فانہ قال بعضھم بالرفع
وقال بعضھم بالوقف۔ سابعہا۔ روایۃ عائشۃ موافق للقیاس کما مر
بخلاف روایتہ رضی اللہ عنہ ثامنہا۔ ان روایۃ عائشۃ یفسر بفعلہ صلی
اللہ علیہ وسلم بخلاف روایۃ رضی اللہ عنہ تاسعہا۔ انہ لم یعمل بروایۃ احد من
الائمۃ لان کلھم اجمعون یقولون بجواز تثلیث الوتر عاشرھا۔ روایۃ
عائشۃ مخرج فی السنن بخلاف روایۃ ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ وغیر ذلک
من وجوہ الترجیح **قال** الفاضل الکھنوی فی التعلیق الممجد۔ ومن المعلوم
ان حدیث عائشۃ فی عدم السلام فی الرکعتین مرجح علی حدیث ابو ھریرۃ
رضی اللہ بوجوہ لا یخفی علی ماھر الفن۔ مع ان حدیث ابی ھریرۃ نفی معارض
بحدیث من احب ان یوتر بثلث فلیفعل۔ المخرج فی السنن وھو من اسباب الترجیح
انتھی **قولہ** عراقی نے کہا۔ عائشہ سے صحیح ہوا۔ آہ **اقول** اولاً۔ روایات
مسبوقۃ الذکر عائشہ وغیرہ کی اس تصحیح کے معارض صریح ہیں۔ **علاوہ** اس کے
اگر صاحب رسالہ اس روایت کو بسند مسلسل بیان فرماتے۔ تو البتہ ہم اسمیں دل کھولکر
کلام کرتے۔ گول بات کا جواب گول پایا جاتا ہے۔ ثانیاً۔ **زرقانی** نے
نقل کیا ہے۔ **روی** ابن ابی شیبۃ مرفوعاً من حدیث ابن عمر بلفظ۔
صلوۃ المغرب وتر النھار فاوتروا اللیل قال العراقی مسندہ صحیح انتھی۔ ذکرہ فی
التعلیق یہ حدیث صریح مرفوع معارض اوس موقوف کا ہے۔ **قولہ** سلیمان بن
یسار سے تین رکعت وتر کا مسئلہ پوچھا گیا آہ **اقول** اولاً۔ سلیمان بن یسار کو سریحہ
احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ کرام بالتخصیص سنت فعلیہ مرویہ بروایات ثقات۔ اور
اعمال صحابہ رضوان اللہ کی نہیں پہونچے۔ کہ ایسا فرمایا۔ ورنہ بعد وصول ان احادیث

جواب سے اعتراض ہوا جواب

تمام باقی بیان مروی کا جواب

اور فعال صحابہ اور سنت فعلیہ علیہ السلام کے نسبے ایسا فرمانا کب متصور تہا۔ ثانیاً۔ جس
طرز وطریق سے صاحب رسالہ بیان فرماتے ہیں۔ مخرج مجہول۔ اور سائل بھی نامعلوم
اثبات مُدعا کے لئے عند المعارضہ یہہ طریق کب قابل تسلیم ہے۔ طحاوی نے
اپنی سند مسلسل سے بیان فرمایا ہے۔ کہ قراء سبعہ (اور سُلیمان بن یسار بھی ایک
اونمیں سے ہی) کا درباب وتر عمل تین رکعت پڑہی تہا۔ وہّو قبل ذلک **قولہ**
آپ لوگوں نے دیکہا کہ ایک رکعت کی نماز شرع میں کیسی ثابت ہی **اقول** اپنی
جسقدر بیان کیا ہے۔ اوسمیں سے کوئی حدیث مرفوع جس سے وحدت رکعۃ کا
ثبوت نصّاً ہو۔ بیان نہیں فرمائی۔ اگر کسی میں وحدت رکعۃ کا ذکر بھی ہی۔ تو
وہ متأوّل ہے۔ جیسے سابق میں گزارش ہوا ہے۔ پہر اس دعوی کو مجرد دعوی
ہی کہنا چاہیئے۔ **قولہ** بلکہ ابن عبّاس سے فرض کے ایک رکعت ہی ثابت ہی۔
اقول نووی نے کہا ہے وقول ابن عبّاس۔ وفی الخوف رکعۃ متاول۔ امام
شافعی اور مالک اور جمہور نے اسکی تاویل کی ہے علی ان المراد بہ رکعۃ مع الامام۔ و
رکعۃ اخری یاتی بھا منفردًا وھذا التاویل لابد منہ للجمع بین الادلۃ انتہی
باختصار۔ پہر جب کہ متاول ہے۔ تو اس سے معارضہ کب قائم ہوسکتا ہے۔ فلا یفیدہ
ذکرہ **قولہ** عینی کا قول کہ ایک رکعت شرعی نماز نہیں ہرگز درست نہوا **اقول**
ابتک ایک رکعت شرعی نماز ہونا کہاں ثابت ہوا ہے۔ کہ عینی کا قول ثابت نہو **قولہ**
فائدہ۔ وتروں میں اصل ثابت یہی ہی۔ علے سبیل الاختلاف الانواع کئی طرح ثابت
ہیں۔ ایک رکعت جیسا گزرا **اقول** اوس گزری پر جو گزرا وہ بہی معلوم ہوا۔
وحدت کا ثبوت نصّاً کہیں ہی نہوا۔ **قولہ** تین رکعت اِلّا اسمیں سبّح اسم
ربّک اور سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص کی تخصیص ہے خلافاً للحنفیہ **اقول**
اگر اس تخصیص سے یہ مراد ہے۔ کہ سوا ان سورتوں کے تین رکعت وتر جائز ہی نہیں ہوتے

یا ان میں اور سورتین مروی نہیں فذلک یردہ **مارواہ اصحاب السنن الاربعۃ** وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک انہ علیہ السلام کان یقرء فی الرکعۃ الاولی بفاتحۃ الکتاب۔ وسبح اسم ربک الاعلی۔ وفی الثانیۃ بقل یایہا الکافرون۔ وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد والمعوذتین **ومارویٰ الطحاوی** بسندہ عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بتسع سُوَر من المفصل فی الرکعۃ الاولی۔ الھٰکم التکاثر وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ واذا زلزلت وفی الثانیۃ والعصر واذا جاء نصر اللہ وانا اعطیناک الکوثر۔ وفی الثالثۃ قل یایھا الکافرون وتبت یدا۔ وقل ھو اللہ احد انتھی۔ وذکر فی عمدۃ الرعایۃ۔ آخرجہ احمد وغیرہ۔ وقد بسط طرق ھذہ الاخبار الحافظ ابن حجر العسقلانی فی تخریج احادیث الاذکار المسمی بنتائج الافکار انتہی **وماقال الترمذی** فی جامعہ قال ابوعیسی **و** روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قرأ فی الوتر۔ فی الرکعۃ الثالثۃ بالمعوذتین۔ وقل ھو اللہ احد انتہی اور اگر اس تخصیص سے یہ مراد ہے کہ اولی اور مسنون یہ ہے کہ وتروں میں یہی تین سُورتیں پڑہی جائیں۔ اتباعًا لفعلہ علیہ السلام فی اکثر الاوقات وغالبہا توخلافًا للحنیفہ کہنا اسے بری عتبار خلاف ہی فی عمدۃ الرعایۃ۔ ویقرأ فی کل رکعۃ منہ رای الوتر) الفاتحۃ وسورۃً ای ای سورۃ شاء۔ والاولی الاتباع بما نقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان یقرء تارۃً فی الرکعۃ الاولی بسبح اسم ربک الاعلی الحدیث **وقال** الحلبی المستخب (ای فی الوتر) قرأۃ سبح اسم ربک فی الاولی۔ وقل یایھا الکافرون فی الثانیۃ۔ وقل ھو اللہ احد فی الثالثۃ انتھی۔ وھکذا فی الدر والبحر وغیرھا

قولہ اور پانچ آہ **اقول** پانچ۔ سات۔ نو۔ کے جواب میں۔ ابن الھمام اور طحاوی

وغیرہما نے لکہا ہے ان ھذا و ما ایشا کلہ کان قبل ان یستقر امر الوتر۔ انتہے

والعبارۃ لابن الہمام۔ اور اسکی تفصیل فتح القدیر۔ اور طحاوی۔ اور مرقاۃ

شرح مشکوۃ وغیرہ سے ملاحظہ کرنی چاہیئے **قولہ** اور یہہ اختلاف الانواع

ہے۔ **اقول**۔ اختلاف رفع یدین عند الرکوع وغیرہ۔ اور اختلاف وضع

الیدین علی الصدر۔ اور تحت السرۃ فی الصلوۃ۔ اور اختلاف التیمم ضربتان

او ضربۃ واحدۃ۔ اور اختلاف جلوس فی التشہد۔ اور وغیرہ وغیرہ اختلاف کو

اختلاف الانواع لکھ دیا۔ اور چھٹی ہوئی۔ یہہ امر تو آفتاب نصف النہار سے بھی روشن

ہے۔ کہ اختلاف الائمہ رضوان اللہ علیہم کا اسی لئے ہوا۔ کہ روایات مختلفہ وارد ہوئیں

ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے قواعد مقررہ کے بموجب احدی الروایتین کو ترجیح دیکر اپنا

معمول قرار دیا۔ تشہد ابن مسعود کو امام علیہ الرحمۃ نے بوجوہات شتی جو کہ مجمل خود

مذکور ہیں۔ اور تشہدوں پر ترجیح دی۔ اور اوسی تشہد کو اپنا معمول ٹھہرایا۔

اور اذان بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ بغیر ترجیع تھے۔ راجح سمجھکر اپنا قرار داد مقرر فرمایا

علی ہذا القیاس۔ اور حج میں من تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا

اثم علیہ تو خود منجانب شارع کے تخییر مرحمت فرمائی۔ اختلاف الانواع کے کیا

معنے ہیں۔ اور کسی سورہ کا نماز میں پڑہنا۔ تو بمقتضائے فاقرؤا ما تیسر من القرآن

کے قاری مخیر قرار دیا گیا۔ پھر اختلاف الانواع کی کیا صورت۔ اور دعا میں بعد تشہد

کے۔ ثم لیتخیر احدکم من الدعاء اعجبہ الیہ فیدعو بہ وارد ہے۔ فکیف

اختلاف الانواع۔ اور وتروں میں اگر من احب ان یوتر الحدیث کا خیال ہو۔ تو بھی امر

بحوث فیہ ہے۔ پھر اسکو اثبات اختلاف الانواع کے لئے پیش کرنا۔ شایبہ مصادرہ

علی المطلوب سے خالی نہیں **قولہ** دوسرا اعتراض حنفیہ کا۔ شامی۔ لا صلوۃ میں

ایک رکعت کو نماز کہنے پر تقریر اعتراض یہہ ہے۔ لا صلوۃ میں نماز کامل مراد ہے اور وہ

پہلے بخاری سے جواب

اختلاف الانواع کا جواب

دوسرے اعتراض کا جواب

دورکعت سے کم ہوتی الخ۔ **اقول** ہدایہ کی عبارت مقام ہذا میں یہ ہے۔ والقراءۃ فی الفرض واجبۃ فی الرکعتین۔ وقال الشافعی رحمہ اللہ فی الرکعات کلہا لقولہ علیہ السلام لا صلوۃ الا بقراءۃ۔ وکل رکعۃ صلوۃ۔ وقال مالک رحمہ اللہ فی ثلث رکعات اقامۃ للاکثر مقام الکل تیسیرا۔ ولنا قولہ تعالی فاقرؤا ما تیسر من القرآن۔ الخ اور شافعی رحمہ اللہ کے جواب میں **صاحب ہدایہ** لکھتے ہیں۔ وا الصلوۃ فیما روی مذکورۃ صریحا۔ فضرف الی الکاملۃ۔ وھی الرکعتان عرفا کمن حلف لا یصلی صلوۃ۔ بخلاف ما اذا حلف لا یصلی انتھی حاصل کلام صاحب ہدایہ کا یہ ہی۔ کہ جب صلوۃ کا لفظ صراحۃً مذکور ہو۔ تو اوسوقت صلوۃ سے عرفًا صلوۃ کاملہ مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ جیسے کہ کوئی حلف میں کہے۔ لا یصلی صلوۃً یعنے صلوۃ کا لفظ صراحۃً ذکر کرے۔ تو بدون دو رکعت پڑہنے کے حانث نہیں ہوتا۔ بخلاف اسکہ حالف کہے۔ لا یصلی یعنے صراحۃً لفظ صلوۃ کا ذکر نکرے۔ اگرچہ ضمن فعل میں ضرورۃ مذکور ہو۔ تو ایک رکعت کاملہ پڑہنے سے حانث ہوتا ہے۔ آسپر صاحب رسالہ جواب دہ ہیں یعنی اعتراض کرتے ہیں **قولہ** اول۔ حسب اقرار آپکے ایک رکعت کا نماز ہونا بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ لا یصلی کا مشتق منہ صلوۃ ہے۔ اگر لا یصلی کہنے والے کی ایک رکعت پڑہنی سی نماز نہوتے وہ حانث نہوتا **اقول** اس اعتراض میں ہدایہ کی عبارت سے تساہل ہے۔ کیونکہ وہ کھتا ہے کہ جب صلوۃ کا لفظ صراحۃً مذکور ہو۔ تو اوسوقت صلوۃ سے صلوۃ کاملہ عرفًا مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعۃ سے کم نہیں ہوتی۔ اور اگر صراحتًا مذکور نہو یعنے ضمن فعل میں مذکور ہو۔ تو اوسوقت اوسکا اطلاق ایک رکعت پر ہوتا ہے۔ مگر وہ صلوۃ کاملہ عرفًا نہیں۔ جیساکہ مسئلہ حلف میں حلف لا یصلی یحنث اذا صلی رکعۃ واحدۃ کاملۃ۔ **ومن** حلف لا یصلی صلوۃ یحنث اذا صلی رکعتین کاملتین الحاصل **صاحب ہدایہ** اسی امر کی نفی نہیں کرتا۔ کہ لا یصلی کے ضمن

میں جو صلوۃ کہ مفہوم ہوتی ہے۔ اسکا اطلاق رکعت واحدہ کاملہ پر نہیں ہوتا۔
نہیں ہوتا ہے۔ یقال صلے رکعۃ۔ بلکہ وہ نفی اس امر کی کرتا ہے۔ کہ جب صلوۃ
بضمن فعل مذکور ہوا۔ اوس سے صلوۃ کاملہ عرفی مراد نہیں ہوتی۔ بخلاف
اسکے صراحۃً مذکور ہو **قال صاحب الکفایۃ** فی حاشیۃ الھدایہ۔ و
الصلوۃ متی ذکرت صریحًا ینصرف الی الرکعتین۔ وان لم تذکر صریحًا
تنصرف الی الواحدۃ۔ والسر فی ذلک علی ما قال ابن الھمام فی الفتح۔ الثابت فی
ضمن الفعل ضروری لا یظھر اثرہ فی غیر تحقیق الفعل بخلاف الصریح فانہ
اختیاری یترتب علیہ حکم المطلق فیوجب الکمال انتہی پس صاحب رسالہ
کا یہ اعتراض کہ حسب قرار آپکے ایکرکعت کا نماز ہونا ثابت ہوا۔ محض مسامحت اور تساہل
ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ خود ثابت کر رہا ہے۔ کہ یُصلی کے ضمن میں جو صلوۃ
مفہوم ہوتی ہے۔ اوسکا اطلاق رکعت واحدہ پر ضرورتًا ہوتا ہے۔ لکن وہ صلوۃ
کاملہ عرفی نہیں۔ اور مبحوث فیہ صلوۃ جو کہ حدیث شریف لاصلوۃ الا بقرأۃ میں
وارد ہے۔ چونکہ وہ صراحتًا نہ بضمن فعل مذکور ہے۔ اس سے مراد صلوۃ کاملہ عرفی
ہے۔ فلا یتم استدلال الشافعی بہ۔ پہر ایک رکعت کا صلوۃ کاملہ عرفی ہونا۔
کہاں سے ثابت ہوا تا کہ اعتراض وارد ہو **قولہ** دوم نکرہ نفی کے نیچے مفید عموم ہے
اقول اوسی عموم کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ کوئی نماز بدون قرأت صحیح نہیں ہوتی **قولہ**
اور تخصیص کمال بطور آپکے نسخ عموم ہے **اقول** (۱) تخصیص اور عموم میں بڑا
فرق ہے کما مر فیما مر مرارًا۔ (۲) یہاں تخصیص ہی کہاں ہے۔ بلکہ لاصلوۃ
کے مفہوم کا بیان ہے۔ یعنے جب لفظ صلوۃ صراحۃً مذکور ہو۔ اوس سے صلوۃ کاملہ
عرفی مراد ہوتی ہے۔ اور وہ دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ پہر یہ تخصیص ہے۔ یا کہ
مفہوم لفظ ہے **قولہ**۔ تیسرا ایمان کا مدار آپکے یہاں عرف پر ہے۔ اور حنفیونکی

عرف ایکرکعت کو کامل نماز کہنے کے خلاف ہے۔ پس اونکے نزدیک لایصلی صلوۃ میں حالف کا ایک رکعت کے پڑہنے سے حانث ہونا اس امر کا مستلزم نہیں۔ کہ فی الواقع بھی ایک رکعت کی نماز کامل نہیں ہوتی **اقول** حنفیونکی عرف خانہ زاد نہیں۔ بلکہ عرف شرعی بھی یہی ہے۔ کہ ایک رکعت کو صلوۃ کاملہ شرعا نہین کھتے کما مر۔ اور فے الواقعہ سے اگر فے الواقع حنفی مراد ہے۔ تو اونکے نزدیک فے الواقع ایکرکعت صلوۃ کاملہ نہیں۔ پھر وہ حالف صلوۃ غیر کاملہ سے حانث ہوگا۔ اور فے الواقع شرعی مراد ہے۔ تو بھی ابتک ایکرکعت کا صلوۃ کاملہ ہونا واقع شرعی میں فی الواقع ثابت نہیں۔ توبھی وہ حالف حانث نہوا۔ اگر کوئی اور فے الواقع ہے تو اوسکا بیاں ہونا چاہیئے **قولہ** اس حالف کا حانث نہ ہونا ممنوع ہے **اقول** مطالب بالسند ہے **قولہ** ۃ لایصلی صلوۃ میں صلوۃ کا لفظ مکرر ہے۔ پس دو رکعت کا لایصلی صلوۃ مین مراد ہونا باعث تکرار لفظ کے ہے الخ **اقول** یہ اعتراض مبنی برعدم ملاحظہ کتب حنفیہ کے ہے **فتح القدیر** وغیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص کھے للہ علے صلوۃ۔ توبھی اوسپر دو رکعت لازم ہوتی ہیں۔ والحال ان اللفظ غیر مکرر۔ پس معلوم ہوا کہ مدار دو رکعت کا تکرار پر نہیں۔ بلکہ صراحت لفظ پر ہے۔ فرضًا اگر کوئی۔ لایصلے صلوۃ۔ صلوۃ کہے توچاہیئے کہ تین رکعت پڑہنے سے حانث ہو۔ والحال انہ لیس کذلک **قولہ** صفت کمال کا ازدیاد ایکی یہاں مشعر اس بات کا ہے۔ ایک رکعت بھی نماز ہوتی ہے **دیکھو** جو لفظ خداج میں آپنے تاویلیں کی ہیں **اقول** (۱) اِسمقام میں ازدیاد صفت کمال کا ہی کھاں بلکہ بیاں مفہوم لفظ کا ہے کما مر (۲) جبکہ ایکرکعت کی نماز کامل عرفی ہونیمیں صراحۃً نفی موجود ہے۔ پہر اوس اشعار کا وجود قائم ہونا چاہیئے لینظر فیہ (۳) خداج میں کونسی ایسی تاویل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایکرکعت بھی نماز کامل عرفی ہے

طمانیت رکوع و سجود کا

بیان فرمائیے ۔ لینظر ویجاب ۔ **قولہ** دیکھو چار رکعت کی نماز بدون قراءۃ فاتحہ یا بہ ترک فاتحہ اُخریین میں **اقول** اس مسئلہ کی گفتگو پہلے ہو چکی ہے ۔ یہ مقام میں محتاج بجواب نہیں ۔ جواب سابق ہی مکتفی ہے ۔ **قولہ** طمانیت رکوع و سجود **اقول** امام صاحبؒ اور امام محمد کے نزدیک طمانینت رکوع و سجود میں منجملہ فرائض کے نہیں ۔ لان الرکوع ہو المطلوب بالنص جزءًا للصلوۃ وکذا السجود لقولہ تعالیٰ ارکعوا واسجدوا ۔ ولا اجمال فیہما لیفتقر الی البیان ۔ وتسمی ھما یتحقق بمجرد الانحناء ووضع بعض الوجہ مما لا یعد سخریۃ مع الاستقبال ۔ والطمانینۃ دوام الفعل لا نفسہ فی غیر المطلوب بہ فوجب ان لا تتوقف الصحۃ علیہا بالخبر الواحد ۔ والا لکان نسخًا لاطلاق القاطع بہ وھو ممنوع عندنا ۔ مع ان الخبر یفید عدم توقف الصحۃ علیہ وھو قولہ علیہ السلام ۔ وما انتقصت من ھذا شیئًا فقد انتقصت من صلوتک **وجہ** الاستدلال بہ انہ علیہ السلام سماھا صلوۃ ۔ والباطلۃ لیست بصلوۃ ۔ ولانہ علیہ السلام وصفہا بالنقص والباطلۃ انما توصف بالانعدام ۔ فعلم انہ علیہ السلام امرہ بالاعادۃ لیوقعہا مع غیر کراھۃ ۔ لا للفساد ۔ ولو لم یکن ھذا لما ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد اول رکعۃ حتی اتم ۔ وتقریرہ صلی اللہ علیہ وسلم من الادلۃ الشرعیۃ ۔ ھذا ھو المستفاد من الفتح **الحاصل** قرآن کریم میں طمانیت کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ۔ اور نہ اوسکا ثبوت کسی آیت سے ہوتا ہے ۔ اور حدیث شریف میں جو مذکور ہے اوسکا مدلول وجوب ہے یا سنت مؤکدہ ۔ تو اسی کے ہم قائل ہیں ۔ لھذا امام صاحب اور امام محمد رح فرماتے ہیں ۔ کہ اوسکے ترک سے سجدہ سہو لازم آتا ہے علی ما ھو المذکور فی الفتح ۔ پس صاحب رسالہ کا یہ اعتراض کہ حسب احادیث جائز نہیں ۔ فائز نہیں ۔ **قولہ** بلکہ بدون لفظ اللہ اکبر **اقول** تخصیص اسے

تخصیص لفظ اللہ اکبر کا جواب

لفظ کی مدلول قرآن کریم کا نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں وربّک فکبّر
ارشاد ہوا ہے۔ فکان المطلوب بلفظ النص التعظیم وھو اعم من خصوص اللہ اکبر
وغیرہ بل بای لسان کان بلکہ حدیث شریف میں بھی وتحریمھا التکبیر
وارد ہوا ہے۔ ومعناہ التعظیم ایضًا ونظیرہ قولہ علیہ السلام امرت أن
اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ فلو اٰمن احد بغیر العربیۃ او بغیر ھذا
اللفظ جاز۔ اجماعًا بین العلماء الاسلامیۃ آسی لیئی اقوال علماء کے تکبیر تحریمہ
میں مختلف ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ افتتاح صلوٰۃ کیوقت
اللہ اکبر۔ یا۔ اللہ الاکبر کہنا ضرور ہے۔ اور امام ابویوسف کے نزدیک
اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ الکبیر اور امام مالک کے نزدیک اللہ اکبر
فقط۔ اور امام صاحب اور امام محمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ مدلول آیت اور حدیث کا
تکبیر ہے۔ اور وہ عام ہے وتفصیلہ فی کتب الفقہ۔ الا ان الثابت بالجنس
اللفظ المخصوص فیجب العمل بہ حتی یکرہ لمن یحسنہ ترکہ وھو مقتضی
المواظبۃ۔ ان لم تقترن بترک یہ خلاصہ فتح القدیر کا ہے۔ اور مولوی عبدالحیّ
صاحب نے اپنے رسالہ اکام النفائس میں لکھا ہے وخلاصۃ المرام فی
المقام انہ لم یقم دلیل قاطع علی اشتراط العربیۃ فی التکبیر لیصح بہ التکبیر
بل ظاہر الآیۃ والاحادیث مطلق لا یفید الا اشتراط الذکر المطلق والاحادیث
الواردۃ فی ھذا الباب القولیۃ والفعلیۃ لا تدل علی اختصاص الذکر بالعربی
بحیث لا یجزئ غیر العربی۔ بل غایۃ ماثبت منہ ان النبی علیہ السلام اکتفی
علیہ ورغب غیرہ الیہ۔ وھو انما یثبت الوجوب او السنیۃ لا انہ لا یجزئ
التکبیر بالفارسیۃ۔ وان کانت الاحادیث دالۃ علی اختصاصہ بالعربی
اختصاصًا بالغًا۔ الوحد لاشتراط۔ فالآیۃ معرّاۃ عن ھذا الاشتراط ولا تصح

الاخبار الاحاد ناسخًا لحکم الکتاب ولا مقیدة لاطلاق ما فی الباب انتہی بعینہ

پس ماذکر سے معلوم ہوا۔ کہ مقتضی آیتہ اور احادیث کا فرضیت تخصیص اسی لفظ کی نہیں۔ بلکہ غایت ما فی الباب احادیث سے وجوب یا سنیت اسی لفظ کی ثابت ہوتی ہے۔ واصحابنا یقولون بذلک پھر صاحب رسالہ کا یہہ فرمانا کہ حسب احادیث صحیحہ وہ جائز نہیں۔ جائز نہیں۔ بلکہ صاحب رسالہ کا فرض منصبی یہہ تھا۔ کہ پہلے اس کی فرضیت قرآن یا احادیث سے ثابت کرتے۔ پھر حنفیہ پر اعتراض کرنے کے قابل ہوتے

قولہ اور بدون سلام **اقول** صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ کہ نماز سے باہر آنا بدون سلام آپکے یہاں جائز ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ نماز بدون لفظ سلام کے جائز نہیں۔ یعنے خروج از نماز بلفظ سلام فرض ہے۔ **الا** صاحب رسالہ نے کوئی ایسی حدیث بیان نہیں فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ سلام کہنا فرض ہے۔ توکہ آپکا مستند معلوم ہوتا۔ ہماری اصحاب حنفیہ فرماتے ہیں۔ کہ بلفظ سلام نماز سے باہر آنا واجب ہے۔ اور عمدًا تارک اوسکا مسی اور گنہگار ہے۔ اور لفظ سلام کہنا منجملہ فرائض کے نہیں۔ اور مستند ہمارا بہت احادیث ہیں **منہا** ما اخرجہ ابوداود بسندہ

عن القسم ابن مخیمرة قال اخذ علقمة بیدی فحدثنی ان عبداللہ بن مسعود اخذ بیدہ۔ وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید عبداللہ تعلیمہ التشہد فی الصلوٰة فذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت ھذا وقضیت ھذا فقد قضیت صلوٰتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت تقعد فاقعد انتہی ص ۱۴۰ **قال** ابن الھمام قال النووی اتفق الحفاظ علی انھا مدرجة والحوان غایة الادراج ھھنا ان تصیر موقوفة والموقوف فی مثلہ لہ حکم الرفع انتہی **ومنھا** ما اخرجہ الطحاوی بسندہ عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رفع المصلی راسہ من اخر صلوتہ وقضی تشہدہ ثم احدث فقد تمت صلوتہ فلا یعود

بدون لفظ سلام کے جائز نماز نہیں ہوتا

لما واخرجه ابو داؤد والترمذی ـ والدارقطنی ـ واسحاق قاله حافظ ابن حجر
فی نصب الرایة **ومنها** ما رواه البیہقی عن عطاء قال کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی آخر صلوته قدر التشہد اقبل علی الناس بوجهه وذلك
قبل ان ینزل التسلیم **ومنها** ما روی عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان اذا فرغ من التشہد اقبل علینا بوجهه ـ وقال من احدث حدثا
بعد ما فرغ من التشہد فقد تمت صلوته ـ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة فی ترجمة
عمرو بن ذر من طریق عن عطاء عنه ـ ورواه من وجه آخر عن عطاء مرسلا
ومنها ما رواه ابن ابی شیبة من طریق الحارث عن علی اذا جلس الامام فی الرابعة
ثم احدث فقد تمت صلوته فلیقم ـ ذکرها الحافظ ابن حجر **ان احادیث**
سے صاف ظاہر ہے ـ کہ نماز سے باہر آنا بلفظ سلام فرض نہیں ـ اگر فرض ہوتا ـ تو
فقد تمت صلوته حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوصف ترک فرض کے کیسے فرماتے ـ
طحاوی علیہ الرحمة نے سلام کے نہ فرض ہونیکے احادیث اور دلائل اسکی سوا اور بیان
فرماتے ہیں ـ خوفا للاطناب ذکر نہیں کئے گئے ـ اگر صاحب رسالہ کو کلام فی الاسناد
ان احادیث کی ہو ـ تو انشاء اللہ تعالی بعد مشاہدہ مستند اونکے جواب
گذارش ہوگا ـ اور نیز بوجوہات ذیل لفظ سلام فرض نہیں (۱) جو احادیث کہ
درباب سلام وارد ہیں اخبار احاد ہیں مثبت فرضیت نہیں ہو سکتیں (۲)
اگر سلام فرض ہوتا تو ہاتھ ران پر رکھنی بھی فرض ہوتے لانه صلی اللہ علیہ وسلم قال
انما یکفی لاحدکم ان یضع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من یمینه وشماله
والتفریق تحکم واللازم باطل فالملزوم مثله (۳) جناب رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم نے نکرنیوالے سلام کو جو اشارہ ہاتھ سے سلام کرتا تھا ـ اعادہ نماز کا حکم نفرمایا
اگر فرض ہوتا تو ضرور اعادہ کا حکم فرماتے (۴) انما یکفی مفید فرضیت کا نہیں ـ

وجوہات کہ لفظ سلام فرض نہیں

بلکہ کفایت مطلقہ پر دال ہے جسکے بعد کمال کیواسطے کچھ احتیاج باقی نہیں **قولہ**
ایکھی ضرب سے تیمم کیا،، **اقول** اخرج الحاکم فی المستدرک والدارقطنی من طریق
عثمان بن محمد الانماطی **حدثنا** حرمی بن عمارۃ عن عروۃ بن ثابت عن
ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربۃ للوجہ وضربۃ
للذراعین الی المرفقین انتھی۔ **قال** الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ **و**
قال الدارقطنی رجالہ **کلھم** ثقات انتھی ذکرہ الزیلعی فی التخریج **و** اخرجہ
البیھقی وقال ھذا اسناد صحیح۔ وقال الذھبی ایضًا اسنادہ صحیح۔ ذکرہ القسطلانی
فی شرح البخاری **و** اخرج الحاکم فی المستدرک من طریق ابراھیم الحربی عن
جابر فقال اصابتنی جنابۃ وانی تمعکت فی التراب فقال اضرب ھکذا و
ضرب بیدیہ الارض فمسح وجھہ ثم ضرب بیدیہ فمسح بھما الی المرفقین انتھی
وقال اسنادہ صحیح انتھی ذکرہ الزیلعی **و** قال محمد وبہ ناخذ والتیمم ضربتان
ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔ وھو قول ابی حنیفۃ انتھی وبہ
قال الثوری۔ واللیث بن سعد۔ والشافعی۔ وابن ابی سلمۃ۔ وغیرھم انہ لا
یجزیہ الا ضربتان۔ ضربۃ للوجہ۔ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔ وبہ قال مالک
الا انہ لا یری البلوغ الی المرفقین فرضًا۔ وممن روی عنہ التیمم الی المرفقین۔
عبداللہ بن عمر۔ والشعبی۔ والحسن البصری۔ وسالم بن عبداللہ بن عمر **و**
قال الاوزاعی ضربتان۔ ضربۃ للوجہ۔ وضربۃ للیدین الی الکوعین۔ و
بہ قال احمد واسحاق وابن راھویہ وداؤد وطبرانی یہ **خلاصہ نووی** اور
تعلیق الممجد کا ہے۔ قال **النووی** قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "انما یکفیک ان
تقول ھکذا۔ وضرب بیدیہ الی الارض فنفض یدیہ فمسح وجھہ وکفیہ"
فیہ دلالۃ لمذھب من یقول یکفی ضربۃ واحدۃ للوجہ والکفین جمیعًا۔ وللآخرین

ان یجیبوا عنه بان المراد بها صورۃ الضرب للتعلیم - ولیس المراد بیان جمیع ما یحصل به التیمم - **وقد اوجب اللہ تعالی** غسل الیدین الی المرفقین فی الوضوء ثم قال تعالی فی التیمم فامسحوا بوجوھکم وایدیکم والظاھر ان الید المطلقۃ ھھنا ھے المقیدۃ فی الوضوء فی اول الاٰیۃ فلا یترک ھذا الظاھر الا بصریح انتھی - ان کے سوا اور بہت احادیث اور آثار - بلکہ دلائل ہیں جنسے تیمم کے لئے دو ضرب کا ہونا ضروری ثابت ہوتا ہے - الا بخوف طوالت کلام ترک کی گئیں - **زیلعی تخریج ہدایہ** اور **طحاوی** طالب حق ملاحظہ کریں **انتباہ** ہم تسلیم کرتے ہیں - کہ بعض احادیث میں ایک ضرب کا ذکر ہی وارد ہے - الا اونکی تاویل کما اولہ النووی ہو سکتی ہے - اور مرجح دو ضرب ہیں - بلکہ اوس سے بھی قطع نظر محتاط اور خروج عن الاختلاف مذہب حنفیہ - **شافعیہ** - مالکیہ - **وغیرہ** میں ہے - کیونکہ دو ضرب سے عدم جواز تیمم کا کوئی قائل نہیں - اور ایکضرب سے عدم جواز کا قائل ایک بڑا حصہ امت **محمدیہ علیہ السلام** کا ہے **مولوی عبد الحی صاحب** نے **تعلیق الممجد** میں لکہا ہے والذے یتحقق بعد غموض الفکر وخوض النظر ترجیح تعدد الضربۃ علی توحدھا انتھی **قولہ** رفع یدین کی وہ سنت بھی ادا کرلے جس کے حق میں صدہا اخبار اور آثار صحیحہ وارد ہو چکے ہیں - **اقول** مبالغہ ہو تو ایسا ہی ہو **صاحب سفر سعادۃ** کے مبالغہ پر ہی لوگ متعجب تھے - کہ اوس نے کہا ہے چہار صد خبر واثر دریں باب صحیح شدہ عشرہ مبشرہ روایت کردہ اند - کہ لا ازاں سنمول بودہ تا از جہان رحلت کردہ وغیر ازیں ثابت نشدہ انتھی الا یہ اوس سے بڑہکر ہے - اُسنے تو چار سو پر حصر کیا - اور صدہا کی کوئی حد ہی نہیں اور طرہ اسپر صحیحہ کا ہی ساتہہ ہے صاحب رسالہ

اللائق بلکہ ضرور تھا کہ دو چار سو اخبار و آثار صحیحہ ذکر کر کے ایسا فرماتے۔ تاکہ مجرد دعوی غیر واقعی اس کلام کو نہ کہا جاتا۔ وانیٰ ذلک۔ اس دعوی کے مجرد دعوی بلا دلیل ہونے۔ اور اس مبالغہ کو صرف مبالغہ شاعرانہ غیر واقعی ظاہر کرنے پر ہم کو خوف طوالت اجازت نہیں دیتا۔ اور طول مقال قلم کو روکتا ہے۔ ورنہ انشاء اللہ تعالی جی کھولکر بنیاد اس دعوی کو کما ینبغی ظاہر کرتے۔ الا یار باقی صحبت باقی۔ فی الحال علامہ محمد ہاشم مدنی علیہ الرحمۃ کی کلام پر جو انہوں نے اپنی کتاب **کشف الرین عن مسئلۃ رفع الیدین** میں لکھی ہے۔ اکتفا کیا جاتا ہے کہ ناظر اور منصف کو یہی بس اور کافی ہے حیث قال هذا الکلام (ای صاحب السفر) مشتمل علی افراط عظیم واجزاء جسیم اذ لا یصح من الاحادیث الدالۃ علی اثبات الرفع اربعمائۃ ولا مایۃ واحدۃ ولا خمسون بل ولا عشرون بل ولا خمسۃ عشرۃ۔ ثم قد حقق الحافظ **الجلال الدین** السیوطی الذی هو اعلم بالحدیث من الفیروزابادی حتی کان ملقبا بخاتمۃ المحدثین۔ ان رفع الیدین مروی عن ثلاثۃ وعشرین صحابیا انتهی۔ لکن لم یحکم بکون احادیثهم صحیحۃ بل الصحیح منها یکون نحو الستۃ او السبعۃ او قریبا من ذلک۔ ومن ادعی الزیادۃ فعلیہ البیان بالبرهان اذ الدعوی بلا دلیل لا تسمع علی ان تلک الاحادیث الستۃ او السبعۃ ایضا لا یخلو عن مقال وکلام للمحدثین فی اسانیدها وبما یتعلق بها کما لا یخفی علی المطلع علی فن الحدیث۔ ومما نقلہ الفیروزابادی من العشرۃ المبشرۃ فی دوام فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم الی وقت وفاتہ فلم یصح فیہ حدیث واحد فضلا عن روایۃ العشرۃ لہ۔ نعم وقع ذلک فی روایۃ واحدۃ عن ابن عمر مذکورۃ فی سنن البیهقی۔ لکن سندہ غیر صحیح ومن ادعی صحتہ او صحۃ غیرہ فی ذلک فعلیہ البیان انتهی کلامہ اور شیخ **عبد الحق** علیہ الرحمۃ نے **شرح سفر السعادت** میں لکھا ہے یعنی

دریںجا سخن بمبالغہ دراز گرد و از حد در گذرانید انتہی **قولہ** جسکا کرنا تا آخر روز رحلت جناب رسالت مآب سے ثابت ہے **اقول** یہ صرف دعوی ہی ہے اس ثابت کا بار ثبوت بسند صحیحہ بذمہ صاحب رسالہ ہے۔ سوا بیہقی کے اور کسی نے اس دوام کو روایت نہیں کیا۔ اور وہ سند ضعیف کیا بلکہ اضعف ہے۔ سند بلاحظہ کرکے ثبوت دوام کا مدعی ہونا چاہیئے **راقم** نے اوس سند کو دیکھا ہے اور **میزان الاعتدال** سے میزان کیا ہے۔ بڑا بھاری ضعف نظر آیا۔ اور نیز عبد اللہ بن مسعود کا

قول اور فعل الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث وحسنہ الترمذی اس دوام کا معارض ہے۔ **قولہ** جسکی راوی ستر اور ستر نہیں بلکہ پچاس تک پہونچ چکے ہیں **اقول** خاتم المحدثین بحر العلوم **امام سیوطی** علیہ الرحمۃ کو باوصف تبع تام اور احاطہ کثیرہ کے یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔ کہ رفعیدین کے راوی پچاس تک ثابت کرتے۔ الا آپ۔ مگر آپکو اب ضرور ہے۔ کہ پچاس صحابہ سے باسناد صحیحہ متصلہ رفعیدین ثابت کریں۔ پھر ہم بھی دیکھ لینگے کہ یہ جزو آپ کی دعوی کی سچی ہے۔ والا خیر۔ ہماری معاصرین بھائیوں کو تو پانچ۔ ثبات کی اسناد میں بھی کلام ہے۔ کہ بلا کلام شرائط منضبطہ مقبولہ محدثین اون میں موجود ہیں یا نہیں **قولہ** جسکی اثبات پر دراسات کے نہایت لطیف فقرے راحت بخش ہیں **اقول** اگر فقط عبارت آرای اور موزونی فقرات ہی راحت بخش ہے۔ تو وہ انشا دلکشا اور فرحت بخش میں بعمدگی موجود ہیں۔ اور اگر اثبات مطلوب۔ مطلوب ہے۔ تو وہ بفضلہ تعالی آپ بھی بخوبی کر رہے ہیں۔ کیا رنگینی عبارت اور موزونی فقرات ہی سند صحیحہ اور ادلہ شرعیہ میں داخل ہے **قولہ** جسکے اثبات میں امیر المومنین امام بخاری نے ایک کتاب لکھی ہے **اقول** امیر المومنین خاتم المحدثین امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ضرور در باب اثبات رفعیدین دو جزو کا رسالہ لکھا ہے **دارقطنی** نے

جہر بسم اللہ میں ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی تھی۔ الا آخرکار نتیجہ وہی نکلا۔ جو نکلا۔
بہت حنفیوں نے درباب اثبات عدم رفع اور اثبات عدم وجوب قراءۃ فاتحہ خلف الامام
رسالہ علیحدہ علیحدہ لکھے ہیں۔ علیحدہ رسالہ لکھنا ہی حجت شرعیہ میں داخل ہے۔
دلیل قوی اور برہان مسلم ہونا چاہیئے بہر طور کہ ہو ہو **قولہ** جسکی معارض کوئی
نہیں۔ **اقول** اگر معارضہ اقامۃ الدلیل علی خلاف ما اقام علیہ الخصم کو کہتے
ہیں۔ تو عبداللہ بن مسعود کی حدیث الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔ رواہ الترمذی۔ قال وفی الباب عن البراء بن
عازب۔ وحدیث ابن مسعود حسن وبہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ۔ موجود ہے
قولہ جسکی نسبت بخاری لکھا ہے لم یثبت عند اهل العلم عن احد من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرفع یدیہ **اقول** بخاری علیہ الرحمۃ کی عبارت
کا مضمون یہ ہے۔ کہ کسی اہل علم کے نزدیک یہ بات ثابت نہیں ہوئی۔ کہ صحابوں
میں سے کسی نے رفع یدین نہ کیا ہو۔ یعنی جملہ اصحاب رفع یدین کرتے تھے۔ عدم رفع کسی
ایک سے بھی ثابت نہیں **ترمذی** لکھتا ہے وبہ (ای بعدم الرفع) یقول غیر
واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین۔ یعنی رفع یدین نہ کرنا
بہت اصحاب اور تابعین کا قول ہے۔ اور مولوی **عبدالحی** صاحب تعلیق الممجد میں لکھتے
ہیں والقدر المحقق فی ھذا الباب ھو ثبوت الرفع وترکہ کلیھما عن الرسول صلی اللہ
علیہ وسلم **اور** دوسرے مقام میں اوسی کتاب کے ہے وھو (ای عدم الرفع) مروی
عن ابن مسعود واصحابہ رض انتھی اور **شاہ ولی اللہ** محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ٢٠٧ میں لکھتے ہیں فعلہ (ای رفع الیدین) مرۃ وترکہ مرۃ
والکل سنۃ واخذ بکل واحد جماعۃ من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم۔ وھذا

فیہ ان عدم الفعل لیس بماخوذ فی مفہوم السنۃ فافھم

احد المواضع التی اختلف فیہا الفریقان اہل الکوفۃ واہل المدینۃ ولکل واحد اصل
اصیل انتہی **ان** عبارات اور امام بخاری رح کی عبارت کا ناظر منصف موازنہ کرلے **قولہ**
جسکی نسبت بخاری نے کہا ہے قال علی المدینی وکان اعلم اہل زمانہ رفع الیدین حق
علی المسلمین بما روی الزہری عن ابیہ **اقول** علی بن عبد اللہ نے تو یہ کہا
اور طحاوی **شرح آثار** میں لکھتا ہے ان ذلک (ای عدم الرفع) ہو الحق الذی لا ینبغی
لاحد خلافہ انتہی **قولہ** جسکی نسبت ابوحمید نے دس صحابیوں میں بیٹھ کر کہا
انا اعلمکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تفصیل کی۔ وقت رکوع
وغیرہ میں رفع یدین کو بیان کیا۔ اور کسی نے انکار نہ کیا **اقول** بلکہ اصل لفظ حدیث
کا یہ ہے فقالوا جمیعاً صدقت کما نقلہ البخاری فی الجزء اس حدیث پر طحاوی
نے **۳** اعتراض کئے ہیں (۱) عبد الحمید بن جعفر اس حدیث میں تکلم فیہ ہے (۲)
فان محمد بن عمرو بن عطا لم یسمع ذلک الحدیث من ابی حمید ولا ممن ذکر معہ
فی ذلک الحدیث - بینہما رجل مجہول - ثم اثبت ذلک **(۳)** لفظ فقالوا جمیعاً
صدقت کا سوا ابی عاصم کے اس حدیث میں اور کسی نے نقل نہیں کیا۔ بلکہ اوروں نے
سوا اس لفظ کے ذکر کیا ہے۔ ثم سرد لاثبات ذلک احادیث متعددۃ **قولہ** جسکا انکار نہ
عاصم بن کلیب سے نفی کا اثر جناب امیر رض کی مرفوع اور مثبت حدیث کا مقابلہ نہیں
ہو سکا **اقول** مقابلہ تو یکطرف بلکہ طحاوی نے کہا ہے وعبارتہ ہذا - فان علیاً
لم یکن لیرے النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترک ہو الرفع بعدہ - الا وقد ثبت عندہ
النسخ انتہی۔ وقال ویضعف ہذہ الروایۃ ایضاً انہ روی من وجہ اٰخر۔ ولیس
فیہ الرفع **ثم** اخرج عن عبد العزیز ابن ابی سلمۃ عن عبد اللہ بن الفضل عن الاعرج
بہ ولم یذکر فیہ الرفع انتہی **انتباہ** راقم اوراق کہتا ہے - حدیث جناب امیر المؤمنین
علی کرم اللہ وجہہ کی بھی طرف صاحب رسالہ اشارہ فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کو صحاح

سنن اربعہ اور امام بخاری علیہ الرحمہ نے جزء القراءۃ میں بیان فرمایا ہے
اور بعض نے اس حدیث کی تصحیح بھی کی ہے۔ الا اسکی سند میں عبد الرحمن بن
ابی الزناد عبد اللہ بن ذکوان المدنی ابو محمد ہے۔ صاحب میزان الاعتدال لکہتا ہے
والعهدة عليه۔ عن ابن معين ضعيف۔ روى عباس عن يحيى ليس بشئ وقال
مرة لا يحتج به۔ وقال ابو حاتم وضعفه النسائي وقال احمد مضطرب الحديث
و وثقه مالك وقال ابن عدى هو ممن تكتب حديثه۔ وروى الميموني عن
احمد بن حنبل ضعيف انتهى باختصار **قولہ** جسکے نہ کرنے پر ابن عمر حصاۃ مارتے
تہے۔ **اقول** ابن عمر اگر حصات مارتے تہے۔ عبد اللہ بن عمار نے رفعیدین
کرنیکے جرم میں اپنے بھائی کو کوڑے مارے کما نقله البخاری فی الجزء اور ابراہیم
نخعی نے جب کہ اون کے پاس علقمہ بن وائل نے رفعیدین کا ذکر کیا فغضب ابراهيم
وقال ما قال۔ ذكره الطحاوى فى شرح الآثار۔ وقال مجاهد صليت خلف ابن عمر
فلم يرفع يديه الا فى التكبيرة الاولى من الصلوة۔ وحمله على السهو سهو۔ من اين
ثبت۔ انه سهوا فعل ذلك۔ بل نقول فعله ابن عمر قبل ان تقوم عنده حجة بنسخه
ثم قامت عنده الحجة بنسخه فتركه و فعل۔ ما ذكره المجاهد كما قاله الطحاوى
ويؤيده ما رواه محمد فى مؤطاه بسنده عن عبد العزيز بن حكيم قال رأيت ابن
عمر يرفع يديه حذاء اذنيه فى اول تكبيرة افتتاح الصلوة ولم يرفعهما فى ما
سوى ذلك انتهى اور **حصین** راوی کے سہو کا ثبوت بہی بالدلیل القوی
ہے۔ اور ابوبکر بن عیاش ثقۃ عابد ذکرہ فی التہذیب فکیف یکون ہذا الحدیث
معلولا به **قولہ** جسکے باعث ابن الزبیر نے کنا اناذب علیہ و نحن غلمان کہکر
عبد اللہ بن عامر کو اپنے مکان پر آنیکی اجازت ندی **اقول** اوّلاً۔ بفضلہ تعالیٰ سرے
سے یہ قصہ ہی ابن زبیر کی نسبت غلط ہے۔ عمر بن عبد العزیز کی نسبت اگر

کہتے تو مضائقہ نہ تہا امام المحدثین بخاری علیہ الرحمۃ کی جزء القراءۃ میں یہہ عبارت ہی حدثنا محمد بن یوسف ثنا عبد الاعلی بن مسہر ثنا عبداللہ بن العلاء ابن زبیر ثنا عمر بن المہاجر قال کان عبداللہ بن عامر سألنی ان استاذن له علی عمر بن عبد العزیز فاستاذنت له علیہ فقال الذی جلداخاہ فی ان رفع یدیہ ان کنا لنؤدب علیہ ونحن غلمان فی المدینۃ فلم یاذن له انتہی آپ فرمائیے کہ یہ قصہ ابن الزبیر کا ہے۔ یا عمر بن عبد العزیز کا۔ ثانیاً عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ چونکہ حاکم وقت تھے۔ اونکا اپنی بارگاہ میں۔ عبداللہ بن عامر کو بار نہ دینا۔ کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ کہ مثبت احکام قرار دیا جائے۔ حکام اگرچہ کیسے ہی ہوں اپنی طبیعت کے مختار و مجاز ہیں۔ کیا خالد بن احمد ذہلی امیر بخارا نے امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ کو اونے امر کیواسطہ جو تعلیم الاطفال تہا سخت مطعون اور مشتبہ کرکے بخارا سے نہ نکالدیا۔ اور نیز جب امام بخاری ؒ ایسی حالت میں نیساپور ہنضت افزا ہوئے۔ تو امیر نیساپور سے بہی ایسی ہی حرکت ناملائم سرزد ہوئی۔ چنانچہ بخاری ؒ نے نیساپور سے بھی مفارقت اختیار فرمائی۔ پہر امراکے ایسے ایسے افعال و اعمال کیا حجۃ شرعیہ ہیں۔ کہ اونکو بوقت مناظرہ ثبوت مدعا میں پیش کئے جاویں **قولہ** میں کہتا ہوں اسیونکا بیج آج درخت ہوگیا۔ والے اللہ المشتکی **اقول** میں کہتا ہوں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔ واللہ المستعان علی ما تصفون **قولہ** جسکی نسبت عاصم کی روایت میں اگرچہ ابن مسعود سے کبر فی الاولی ثم لم یعد مروی ہے الخ **اقول** گو کہ عبداللہ بن ادریس کی کتاب میں ثم لم یعد ہوا یا نہ ہوا۔ الا اس ثم لم یعد کی ایسی شہرت ہوئی۔ کہ اکناف عالم اور اطراف جہان میں اسکا بیج درخت چنار ہوگیا۔ وہ بہی کیسا کہ جسکا سایہ روم و شام و بلخ و بخارا۔ خراسان۔ ترکستان۔ سند۔ و ہند میں پہونچا۔ +

يفعل الله ما يشاء ويحكم ما يريد۔ على انه قد تابع وكيعًا على هذه اللفظة
عبد الله بن المبارك كما رواه النسائی اور یہ لفظ اوروں سے بھی منقول ہے **قوله**
جسکی بارہ میں جابر بن سمرہ کی حدیث سے استدلال پکڑنیوالے کو لاحظ له عن العلم کہا گیا ہے
اقول ادہر سے تو یہہ کہا گیا۔ اور دوسری طرف سے من حمل احدهما على الآخر فقد
اتى باعظم الاشياء واقبح انواع الجہالة بالسنة کہا گیا۔ فهذا مساوله بل ازيد
منه **قوله** سچ ہے اگر ما رفعوا ايديكم كانها اذناب خيل شمس سے استدلال
صحیح تہا۔ تو حنفی تکبیر اولے اور قنوت عیدین وغیرہ میں رفع یدین کرنا درست نہ کہتے
اقول حنفی ایسے بلید نہیں جو کلام مبارک افصح العرب والعجم کو نہ سمجہیں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسكنوا فی الصلوة فرمایا ہے۔ لام لقول آپکے عہد میں اصل کو
تو مشار الیہ اسکے وہی مواضع ہیں۔ جنمیں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکہا کہ وہ
لوگ رفع یدین کرتے تہے۔ اور وہ عند الركوع والرفع عنه وغیرہ تہے۔ پہر عام
کی نفی کیوں سمجہیں۔ اسکی جواب اور بہت ہیں طوالت اجازت نہیں دیتی **قوله**
جسکے حقمیں ابن سیرین کہتا ہے۔ انه من تمام الصلوة **اقول** دوسری طرف میں
انه من المفسدات للصلوة کما هو المروی عن المکحول موجود ہے وكلاهما كما ترے
قوله جسکے ثبوت میں احادیث متواترہ موجود ہیں **اقول** تواتر تو ایکطرف مشہور
ہونا بہی ثابت نہیں ہوتا۔ لان المشهور ما اشتهر فی زمان التابعين كما بين فی
الاصول اور تابعین اس مسئلہ میں ازحد مختلف ہیں فكيف الشهرة اور عدم رفع مذہب
امام صاحب اور محمد اور ابو یوسف اور زفر اور کل اہل کوفہ کا ہے۔ بلکہ صحابہ بہی ۱۲ منہ۔ وبه قال النخعی
والنخعی۔ وابن ابی لیلی۔ وعلقمه بن قيس۔ والاسود بن یزید۔ وعامر الشعبی۔ و
ابو اسحاق السبیعی۔ وخيثمة۔ والمغيرة۔ ووكيع۔ وعاصم بن كليب وهو رواية
عن ابی القاسم عن مالك وهو المشهور من مذهبه۔ والمعمول عند اصحابه **ف**

قال الترمذی وبه یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم والتابعین
وهو قول سفیان واهل الکوفة انتهی ذکره العینی فی شرح البخاری **قوله**
جسکے معارضہ میں امام صاحبؒ کا مناظرہ اور امام اوزاعی سے اجتک متعلق ہے کوئی ادنی سے
سند نہیں کر سکا **اقول** ہمارا بیان ان شاء اللہ تعالی اس دعوی کی گردن پر سیف قاطع
ہے کما مر فیما مر۔ فلینظر ثمہ **قوله** جسکے معارضہ کی نسبت ابن جوزی نے لکھا
ہے ما ابلد من حاول معارضة حدیث الرفعات بما روی من الاحادیث فی عدمها
اقول دوسری طرف میں ما اجهل وابلد من انکر السنة الثابتة عن النبی الامی
الکریم برواة ثقات واخذته الصحابة ومن دونهم رضوان اللہ علیهم
جوابدہ ابن جوزی کے ہے **قوله** قیام کیوقت سینہ پر ہاتھ باندھے جیسے **صحیح ابن**
خزیمہ میں ثابت ہوا ہے۔ اور اسکا مخالف اثر مسند احمد اور بیہقی اور ابوداود میں
بروایت اعرابی الی قوله قابل حجت نہیں **اقول** اولاً اسحدیث امیر المؤمنین علیؓ
کو اگرچہ معنی مرفوع ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ اسکے مقابل میں ہے۔ بلکہ حدیث مرفوع
لفظاً و معناً جس سے وضع الیدین تحت السرة کا ثبوت وافی اور کافی ہے موجود ہے
اخرج ابن شیبة عن وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه
قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت
السرة انتهی۔ وسنده جید۔ ورواته کلهم ثقات۔ فوکیع احد الاعلام۔ وموسی
وثقه ابوحاتم واخرج له النسائی۔ وعلقمة بن وائل بن حجر۔ اخرج له البخاری فی کتاب
رفع الیدین ومسلم والاربعة۔ ووثقه ابن حبان فهو شاهد لحدیث علی کذا فی تخریج
احادیث الاختیار شرح المختار لقاسم بن قطلوبغا۔ والقول بان علقمة لم یسمع عن
ابیه لانه ولد بعد وفات ابیه ضعیف۔ والصحیح ان المولود بعد ابیه اخوه عبد الجبار
واما علقمة فقد حدث عن ابیه وسمع منه کما لا یخفی **ذکره الفاضل** اللکنوی

وضع الیدین تحت السرة

راقم اوراق کہتا ہے قال الترمذی فی جامعہ۔ وعلقمہ بن وائل بن حجر سمع
من ابیہ وھو اکبر من عبد الجبار ابن وائل وعبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ
انتھی ص ۱۸۶ ج ۲ اور ترمذی نے لکھا ہے والعمل علی ھذا من اھل العلم من اصحاب
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی
شمالہ فی الصلوۃ۔ ورای بعضھم ان یضع فوق السرۃ۔ ورای بعضھم تحت السرۃ
وکل ذلک واسع عندھم انتھی وضع علی الصدر کا ذکر ترمذی نے نہیں کیا
کسیکا مذہب ہی کسیکا عمل ہے۔ **قولہ** جیسے پہلے تشہد میں مردوں وعورتوں
کو جلوس علی الیسریٰ اور نصب الیمنیٰ کا حکم ہے۔ اور دوسرے میں تورک **اقول**
اخرج مسلم بسندہ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح
الصلوۃ الی ان قالت وکان رسول اللہ یفترش رجلہ الیسریٰ وینصب رجلہ
الیمنیٰ الحدیث **وروی** النسائی بسندہ عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ
قال من سنۃ الصلوۃ ان ینصب القدم الیمنی واستقبالہ باصابعہ القبلۃ والجلوس
علی الیسریٰ **وروی** البخاری فی صحیحہ بلفظ ان سنۃ الصلوۃ ان تنصب
الیمنی وتثنی الیسریٰ الحدیث **واخرج** الترمذی عن وائل بن حجر قال
قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جلس
یعنی للتشہد افترش رجلہ الیسریٰ ووضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ و
نصب رجلہ الیمنی **و** قال حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم
وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک واھل الکوفۃ انتھی **واخرج**
ابوداؤد واحمد فی حدیث المسیئ صلوتہ انہ قال لہ علیہ السلام فاذا جلست فاجلس
علی فخذک الیسریٰ **وروی** مالک فی صفۃ الصلوۃ قال ابن عمر انما سنۃ الصلوۃ
ان تنصب رجلک الیمنی وتثنی رجلک الیسریٰ الحدیث **وروی** مالک

عن عبد اللہ بن دینار انہ سمع عبد اللہ بن عمر صلی الی جنبہ رجل فلما جلس الرجل
فی اربع تربع وتثنی رجلیہ فلما انصرف عبد اللہ عاب ذلک علیہ فقال الرجل
فانک تفعل ذلک فقال عبد اللہ بن عمر انی اشتکی یعنی میں بیمار ہوں راقم
اوراق کہتا ہے ھذا صریح فی عدم التورک فی الجلوس فی التشہد الاخیر و
اعترف بہ القسطلانی الشافعی فی شرح البخاری حیث قال نعم فی حدیث عبد اللہ
بن دینار المروی فی الموطأ التصریح بان جلوس ابن عمر المذکور کان فی
التشہد الاخیر انتہی **وروی** عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علم التشہد فکان اذا جلس فی وسط التشہد وفی اخرھا جلس
علی ورکہ الیسری الحدیث القاری فی شرح المسند للامام ابی حنیفۃ ج
ص ۲۰۵ ھذا ایضا صریح فی الباب یہ جملہ احادیث باطلاقہ اس پر دال ہیں کہ ہر دو جلوس
برابر ہیں۔ **اور حدیث** ابو حمید کی جسمیں جلسہ اول اور دوم میں تفریق ہے حملوا
اصحابنا علی العذر وعلی بیان الجواز **وضعفہ الطحاوی** باجہ مذکورہ
فی معانی الآثار راقم اوراق کہتا ہے۔ حدیث ابو حمید کو امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے
اپنے رسالہ رفعیدین میں چار طریق سے بیان فرمایا ہے۔ پہلے اور دوسری طریقمیں
عبد الحمید بن جعفر ہے اور وہ متکلم فیہ ہے **میزان الاعتدال** میں لکھا ہے
وقد نقم علیہ الثوری خروجہ مع محمد بن عبد اللہ۔ وقال ابو حاتم لا یحتج بہ۔ و
قیل کان یرمی بالقدر۔ وقال علی المدینی کان یقول بالقدر وکان سفیان
یضعفہ انتہی گو کہ بعض نے توثیق بھی کی ہے۔ الا اوسکی ضعف کے قائل بہت ہیں
اور طریق سوم میں فلیح بن سلیمان ہے۔ یہ بھی متکلم فیہ ہے **میزان الاعتدال**
میں لکھا ہے قد قال ابن معین وابو حاتم والنسائی لیس بالقوی۔ وقال ابو حاتم سمعت
معاویۃ بن صالح۔ سمعت یحیی بن معین یقول۔ فلیح بن سلیمان لیس بثقۃ۔ و

لا انیہ **ورو سے** عثمان بن سعید عن علی ضعیف **ورو سے**
عباس عن یحیی لا یحتج به۔ وقال الساجی لهم وانکان من اهل الصدق۔ وروی
عن ابن معین عن ابی کامل قال کنا نتهمه لانه کان یتناول من اصحاب النبی
صلی الله علیه وسلم۔ وقال ابوداؤد ولا یحتج بعنایہم۔ وقال الدارقطنی ختلفوا
فیه ولا باس به۔ انتهی باختصار اگرچہ بعض نے اِسکی توثیق بھی کی ہے۔ الا اسمیں
کلام کا یہہ حال ہے **اور طریق چہارم میں یُونس بن بُکیر ہے۔** وہ بھی متکلم فیہ ہے
صاحب **میزان الاعتدال** لکھتا ہے قال ابوداؤد ولیس بحجة عندی یاخذ
بکلام ابن اسحاق فیوصله بالحدیث **و** قال النسائی لیس بالقوی۔ وقال العجلی
کان یونس علی المظالم بجعفر بن ابی داؤد بن بکث ضعیف الحدیث۔ وقال العجلی
هو وابنه بکیر بعض الناس یضعفونهما۔ وقال ابن المدینی قد کتبت عنه
ولیس احدث عنه **و** قال محمد بن عثمان بن ابی شیبة۔ قال لی یحیی لا استحل
الروایة عنه انتهی باختصار اگرچہ اسکی توثیق بھی بہت نے کی ہو۔ اور اسحدیث ابو حمید
کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ اوسکی سند میں بھی عبد الحمید بن جعفر ہے۔ اور
اسی حدیث ابو حمید کو **امام الائمہ بخاری** علیہ الرحمتہ نے اپنی صحیح میں دو جگہہ بیان
فرمایا ہے۔ اول افتتاح الصلوٰۃ میں یہاں موصُول نہیں۔ دوم سنتہ الجلوس میں
یہاں موصُول ہے۔ اوسکی سند میں حدثنا خالد عن سعید ہے۔ اور یہہ سعید ابن ہلال
اللیثی المدنی ہے نبہ علیہ القسطلانی فی شرح البخاری۔ قال ابن حزم الظاہری
ضعیف **و** حکی الساجی عن احمد انه اختلط ذکره فی التقریب **واضح ہے** کہ یہہ
اسقدر گفتگو باتباع صاحب رسالہ کے لکھی گئی۔ کہ اُنہوں نے بات پر حنفیہ پر کرام پر اعتراض
کر دیتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ فلاں راوی منکر ہے۔ اور فلاں راوی کا سماع ثابت نہیں
اور فلاں راوی مختلف فیہ ہے اور فلاں متکلم فیہ ہے۔ ورنہ ہم کہاں اور ان لوگونکی شان

بلیغ اور مراتب علیا کُجا۔ الحاصل یہ حدیث ایسی صحیح نہیں۔ کہ کسی کو اسمیں کلام نہو۔ اور عند الاحتیاج پیش کرکے حنفیہ کو الزام ترک سنت ثابتہ کا لگایا جاوے۔ جیسے کہ صاحب رسالہ فرماتے ہیں۔ اور احادیث مذکورہ پر اسکو ترجیح دی جاوے۔ مع ان ذلک معمول کثیر من اهل العلم لا الحنفیه خاصة **وایضًا** یعارضه حدیث ابن عمر المذکور فی الموطا۔ وحدیث ابن مسعود الذی رواه احمد ومر کلاهما قبیل ذلک والله اعلم بالصواب ترہی **تفریق** مردوں اور عورتوں کی سو اسکو **مولوی عبدالحی** صاحب نے سعایہ شرح وقایہ میں بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہئے **قوله** ندیہ۔ کہ ان لا الہ میں اوٹھائیے اور الا اللہ میں کھڑے جیسے بدون دلیل بعض کرتے ہیں۔

اقول قال صاحب مواهب الرحمن فی متنه۔ ووضع یدیه علی فخذیه وبسط اصابعه واشار فی الصحیح۔ ثم المعتمد عندنا ان لا یعقد یمناه الا عند الاشارة لا خلاف الفاظ الحدیث واضافة العبارة۔ وبما اخترنا یحصل الجمع بین الادلة۔ فان بعضها یدل علی ان العقد اولی من وضع الید علی الفخذ۔ وبعضها یشیر الی ان لا عقد اصلا مع الاتفاق علی تحقق الاشارة۔ واختار بعضهم انه لا یعقد ویشیر وبعضهم انه لا یعقد الا عند قصد الاشارة۔ ثم یرجع الی ما کان علیه والصحیح المختار عند جمهور اصحابنا انه یضع کفیه علی فخذیه ثم عند وصوله الی کلمة التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابهام ویشیر بالمسبحة رافعا لها عند النفی۔ وواضعا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانه ثبت العقد عند الاشارة بلا خلاف انتهی **نقله القاری فی تزیین الاشارة** راقم اوراق کہتا ہے نسائی عبدالرزاق وغیرہ کی روایت میں وارد ہے۔ وضع یدیه علی فخذیه ثم اشار باصبعه ظاہر اقتضا ثم کا جو کہ مفید تراخی کا ہے۔ یہ ہے کہ عقلا۔ اور اشارۃ۔ بعد الوضع ہو۔ پس بے سند کہنا مدلل نہیں **قوله** چوتہی رکعت میں قعدہ ہو گیا

اور کہڑا ہو گیا۔ اور پانچویں رکعت پڑہکر سجدہ سہو کال لیا۔ **اقول** اِس باب میں کوئی حدیث نصًا بیان ہونی چاہئے۔ کہ قعدہ اخیرہ ہولکر پانچویں رکعت بھی پڑہ لے تو اوسکی نماز درست اور صحیح ہو جاتی ہے۔ **بخاری وغیرہ** کی یہہ حدیث صلی خمسًا فقیل له الحدیث۔ لیس نصًا فی ذلك بلکہ محتمل وجہیں ہے۔ محتمل ہے کہ یعنے حضرت قیام الی الخامسہ بلا قعدہ اخیرہ کے ہو۔ اور محتمل ہے کہ قیام الی الخامسہ بعد قعود اخیرہ ہو۔ **قال** الشیخ عبد الحق دہلوی رح فی اللمعات شرح المشکوۃ۔ لفظ الحدیث یصدق مع ترك القاعدۃ ومع فعلہا۔ والثانی ارجح واقرب لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یترك القعدۃ الاخیرۃ لکونہا رکنًا فجواز الصلوۃ علی تقدیر ترکہ بعید فہذا الحدیث مخصوص فعل القعدۃ الاخیرۃ انتہی۔ اس دعوی کے اثبات کیلئے صاحب رسالہ مطالب بالدلیل ہیں پہلے کوئی حدیث صحیح جو نص فی الباب ہو تلاش کریں۔ پہر اعتراض کریں **قولہ** یا کسی نمازی نے صبح کی ایکرکعت جسمیں آمین بالجہر کہی تھی **اقول** قال امیر حاج فی الحلیۃ۔ السر ہو السنۃ وبہ قالت المالکیۃ و قال النووی قد ورد فی السنۃ ما یشہد لکل من المذہبین انتہی۔ وترجح مشائخنا السر۔ وقال شیخنا ابن الہمام ولو کان الی شئ لوفقت بان روایۃ الخفض یراد بہا عدم القرع العنیف۔ وروایۃ الجہر بمعنی قولہا فی زبر الصوت وذیلہا انتہی ذکرہ فی التعلیق **قولہ** پہر سورج نکل آیا الخ **اقول** روی الجماعۃ الا البخاری من حدیث موسی بن علی بن رباح عن ابیہ عن عقبہ بن عامر الجہنی قال ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہانا ان نصلی فیہن حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین تقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب انتہی۔ بحذف البعض **وروی** مسلم من حدیث ابی امامۃ عنہ وفیہ فقلت یا رسول اللہ اخبرنی عن الصلوۃ قال

عمرو و ابراہیم وقت طلوع و استوا و غروب + آمین بالجہر +

صل الصبح ثم اقصر عن الصلوٰۃ حین تطلع الشمس حتی ترتفع فانها تطلع بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد لها الکفار الحدیث **وروی** البخاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع حاجب الشمس فاخروا الصلوٰۃ حتی ترتفع الحدیث **و** روی البخاری من حدیث ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادرک احدکم سجدۃ من صلوٰۃ العصر قبل ان تغرب الشمس فلیتم صلوٰتہ - واذا ادرک سجدۃ من صلوٰۃ الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیتم صلوٰتہ انتہی حدیث **اول - دوم - اورسوم** کا مدلول یہ ہے - کہ عند الغروب والطلوع نماز ممنوع اور حرام ہے - اور حدیث چہارم کا مدلول جواز صلوٰۃ ہے فتعارضا - لہذا محتاج بتطبیق ہوئیں - ہماری نزدیک چونکہ عام وخاص ہر دو قطعی مساوی ہیں - پس ہمارے اصحاب نے رفع تعارض میں فرمایا - فقالوا انما وقع التعارض بین ھذا الحدیث (یعنی ابو ہریرۃ) وبین التی وردت فی النہی فی الاوقات الثلثۃ - فرجعنا الی القیاس کما ھو حکم التعارض والقیاس رجح ھذا الحدیث فی صلوٰۃ العصر وحدیث النہی فی صلوٰۃ الفجر - واما سائر الصلوٰۃ فلا یجوز فی الاوقات الثلثۃ لحدیث النہی اذ لا تعارض لحدیث النہی فیہا - واوّل الشافعی رحمہ اللہ بوجہ لاح لہ وعینہ بغیرہ وللطحاوی فیہ مسلک آخر ذکرہ فی معانی الآثار فلینظر ثمہ **قولہ** ہر رکعت میں قراۃ پڑہنے کے دلائل احادیث مرفوعہ سی تمام ہوئی **اقول** کلام وجوب میں تہی - کہ ہر رکعت میں فرض ہے یا نہیں - سو اوسکی فرضیت کا ثبوت جیسا ہو ناظرین پر روشن ہے باقی خیر **قولہ** امام بخاری نے ابو سعید سی روایت کیا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو لنبا کرتے تہے آہ **اقول** اولاً - پہر اس سی کہاں ثابت ہوا کہ مدرک فی الرکوع کی رکعت معدود نہیں ہوتی - ثانیاً - یہ کہاں سی ثابت ہوا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس غرض سے رکعت پہلی کو لنبا فرماتے تہے - بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہہ فعل حضرت

(حاشیہ: نصیر ... [illegible])

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے تعلیم اور تفہیم کے تھا کہ پہلی کو دوسری پر قدرے
کیا جاوی **قولہ** حنفیہ پر اتمام حُجّت کے لئے چند آثار اس مسئلہ کے باب میں پیش
کرتا ہوں الخ **اقول** حُجت کا لفظ یاد رہے) اون آثار کی حُجّة کا حال میں
گزارش کرتا ہوں۔ کہ حجت تمام ہی یا ناقص **قولہ** قال بسندہ عن عبد الرحمن
الاعرج عن ابی هريرة قال اذا ادركت القوم ركوعا لم تعتد بتلك الركعة
اقول بُخاری علیہ الرّحمۃ نے اس جزء القراءت میں بیان فرمایا ہے **صاحب رسالہ**
نے پُوری سند اس اثر کی بیان نہیں فرمائی۔ اور وہ یہ ہے **حدثنا محمود** قال حدثنا البخاری
قال حدثنا معقل بن مالك قال حدثنا ابو عوانة عن محمد بن اسحاق عن
عبد الرحمن الاعرج عن ابی هريرة قال اذا ادركت القوم ركوعا الخ **اب**
گزارش ہے اوّلاً یہ حدیث مرفوع نہیں۔ ابُوہریرہ کا اثر ہے۔ فلا حُجّة فيه
اور وہ جو صاحب رسالہ نے فرمایا ہے کہ صحابی کا قول حنفیہ کے نزدیک حجت ہی علی
الاطلاق صحیح نہیں کما مرّ ایضاً ثانیاً معقل بن مالک جو اس سند میں ہی متکلم فیہ ہی
قال الازدی وغيره منكر الحديث وذكره ابن حبان فی الثقات۔ ذکرہ فی
میزان الاعتدال۔ ثالثاً مُحمد بن اسحاق بھی اسکی سند میں ہی۔ اوسکا حال ما سبق
میں گزارش ہو چکا ہے اور نیز **قسطلانی** علیہ الرحمہ نے **مواہب لدنیہ** کے ص ۱۲۶
میں لکھا ہے وقد تمسك بحديث عبد الله بن ابی عامر هذا من قال بوجوب السواك
عليه صلى الله عليه وسلم لكن فی اسناده محمد بن اسحاق وقد رواه بالعنعنه
وهو مدلس۔ والخصائص لا يثبت الا بدليل صحيح انتهی۔ رابعاً اس اسناد میں
عبد الرحمن الاعرج ہے وہ بھی متکلّم فیہ ہے۔ قال ابن العدی لا يكاد يعرف ذكره
فی الميزان پس اب آپ ہی انصاف فرمائیں۔ کہ باوصف اتنے مقام کے حنفیہ پر اتمام حُجّت کا
ہوا۔ یا کہ حجت ناقص بلکہ انقص ہی ہی۔ اور نیز آپکی شان تحقیقات سے بعید ہے

کہ ایسے متکلم فیہ اثر کو بوقت معارضہ آپ پیش کریں۔ اور اوسکا نام حجت کیا بلکہ تمام الحجۃ رکھیں

قولہ قال قال ابو سعید الخ **اقول** اسکی اصل اسناد میں عوام بن حمزۃ المازنے

ہی اور وہ متکلّم فیہ ہے روی عباس عن یحیی لیس حدیثہ بشیٔ و قال احمد لہ مناکیر

و قال ابن عدی ارجو انہ لا باس بہ انتھی ذکرہ فی المیزان اور بی بی عائشہ رضی اللہ

عنہا کا اثر بے سند ہی لو کان لنظرنا فیہ **قولہ** پس عدم اعتداد رکعت کا جس میں کوئی

نمازی بدون قرأت امام سے رکوع میں ملا جمہور کا مذہب ہوگا **اقول** یہہ مذہب جمہور

کا صرف خیال اور وہم ہے۔ ابن عبد البر نے اپنی شرح استذکار میں لکھا ہے

قال جمہور الفقہاء من ادرک الامام راکعا فکبر و امکن یدیہ من رکبتیہ قبل

ان یرفع الامام راسہ فقد ادرک الرکعۃ و من لم یدرک ذلک فقد فاتتہ الرکعۃ

و من فاتتہ الرکعۃ فقد فاتتہ السجدۃ ای لا یعتد بہا۔ ھذا مذہب مالک و الشافعی

و ابی حنیفۃ و اصحابھم و الثوری و الاوزاعی و ابی ثور و احمد و اسحاق و روی ذلک

عن علی و ابن مسعود و زید و ابن عمر و قد ذکرنا الاسانید عنہم فی التمہید انتھی

جمہور کا مذہب یہہ ہی یا کہ جو آپنے خیال فرمایا **قولہ** اور بعض اہل ظاہر اور ابن خزیمہ

نے تو اس مسئلہ میں صاف فتوی دیا ہی الخ **اقول** بہت اقوال اصحاب ظواہر

کی مخالف اہلسنت و جماعت کے ہیں و انہا صریحۃ البطلان۔ کما مرت الاشارۃ فی

ابتداء الکتاب فلیکن ھذا القول منہا فکیف الاستدلال بہ۔ و النسبۃ الی ابن

خزیمہ مطالبۃ بالدلیل و تصحیح النقل الصریح و لیس فی صحیحہ ما یدل علیہ۔ کذا قالہ

الفاضل اللکھنوی **قولہ** اور عبد الرحمن الاعرج کے مخالف۔ عبد الرحمن بن اسحاق کا اثر

ابو ہریرہ سے اگر کوئی پیش کرنا چاہیے تو یہہ بھی سن رکھنا چاہیئے **اقول** یہہ بھی سن

رکھنا چاہیے کہ بہر حال عبد الرحمن الاعرج کے اثر سے قوی ہے۔ علاوہ براں اسکی مؤید

مذہب جمہور کا ہے پہر یہ راجح ہوا **قولہ** (۱) جواب احدیث میں بشر بن معاذ نے

اقول اس حدیث کا ضُعف مُستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں بل للجمھور
دلائل اخر واضحۃ من ھذا فان لم یثبت ھذا فلا ضرر وقد مرّ فیما مرّ **قولہ**
دوسرا جواب ابوہریرہ کی یہہ حدیث حقیقت میں یہہ حدیث ہے اذا ادرک الی أن
قال اس روایت میں رکوع کی بدلی رکعت کا لفظ ہے **اقول** اس میں نہ سہی
اور احادیث صحیحہ میں رکوع کا لفظ موجود ہے کما مرّ فی اول ھذہ المسئلۃ فلا ضرر بہ
قولہ ۳ جواب جمعہ کی تقیید آپکے تقریب کو تام نہیں ہونے دیتی **اقول** جمعہ اور
باقی نمازوں میں اس باب میں فرق تحکم ہے فان الدلائل عامۃ شاملۃ لھا و
لغیرھا فاجراء ھذا الحکم المستفاد من الحدیث المذکورۃ فی الجمعۃ دون
غیرھا لا یخلو عن خدشۃ **قولہ** راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو آہ
اقول اصول حنفیہ میں یہہ ہے۔ کہ جب عمل راویکا بخلاف روا بعد الروایۃ
ہو تو وہ روایت قابل احتجاج نہیں۔ اور اگر ایسا نہو تو وہ جرح فی الروایۃ نہیں
نور الانوار میں ہے وان عمل الراوی بخلاف روایتہ قبل الروایۃ اولم یعرف
تاریخہ لم یکن جرحًا فی روایتہ انتھی بمضمونہ پس عمل راویکا بعد الروایت آپ
اوّل ثابت کریں۔ پھر حنفیہ یا اونکے اصول پر اعتراض کریں ودونہ خرط القتاد
قولہ فاتحہ کی ضرورت کیوں نہیں مانتے **اقول** لورود النصوص فی ذلک مرفوعًا
وموقوفًا کما سبق فیما سبق فافترقا **قولہ** (۱) جواب میں امام بخاری نے
اس سوال کا نہایت لطیف جواب دیا الی ان قال۔ قال الامام البخاری فلیس لاحد
ان یعود لما نھی النبی عنہ علیہ السلام **اقول**۔ اوّلا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ابی بکرہ رض کو ایسی دوڑ کر بجماعت ملنے اور دون الصف رکوع کر کے بجماعت شامل
ہونیسے منع فرمایا۔ جیسی بخاری کی روایت میں ہے۔ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف الحدیث۔ وفی روایۃ الطحاوی وقد

راوی کے عمل اپنی روایت کے خلاف ہونیکا جواب -

ابی بکرہ کی حدیث +

حضرة النفس **و** قال القسطلانی والمراد لا تعد الی ان تسعی الی الصلوة سعیًا بحیث
یضیق علیک النفس لحدیث الطبرانی انه دخل المسجد وقد اقیمت الصلوة فانطلق
یسعی۔ او المراد لا تعد تمشی و انت راکع الی الصف انتھی لکذا وکذا۔ **دیکھو**
قسطلانی شرح صحیح بخاری اور یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ
وسلم نے نھی اعتداد الرکعت سے فرمائی **ثانیًا** مولوی عبدالحی صاحب نے اس سوال کا
جواب نہایت لطف بیان فرمایا۔ حیث قال قوله الاحتجاج بشئ قد نھی عنه لا
یصح غیر صحیح فان الاحتجاج بامر منھی عنه من حیث انه منھی لاثبات امر
ینافیه غیر صحیح لکنه لیس بموجود ھھنا۔ واما الاحتجاج لنفس تقرر ذلک الشئ
ونفاذه وکفایته بعدم مایدل علیه فان ورود النھی عنه صحیح کما بسط فی کتب
الاصول۔ فان النھی عن شئ لا یستلزم عدم تقرره اصلًا انتھی **قوله (۲)**
جواب کہاں لکھا ہے۔ کہ ابوبکرہ نے بدون القراءة یا قبل القراءة رکوع کیا تھا۔
اقول یہی حدیث بأعلی ندا پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ ابوبکرہ نے بدون قرائت اور
قبل از قرارة رکوع کیا تھا **روی البخاری** عن ابی بکرة انه انتھی الی النبی
صلی اللہ علیه وسلم وھو راکع فرکع دون الصف الحدیث وفی روایة
النسائی انه دخل المسجد فرکع وفی روایة الطحاوی انه قال جئت فرکعت دون
الصف۔ وفی روایة ابی داؤد انه جاء فرکع دون الصف اور اس مدعا کے اثبات
کے لئے شھود عدول موجود ہیں فکیف الانکار والاعراض عنه **روی** ابی ھریرة
مرفوعًا اذا جئتم الی الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئًا ومن ادرک
الرکعة فقد ادرک الصلوة اخرجه ابوداؤد۔ وقال عمر رضی اللہ اذا ادرکت الامام
راکعًا فرکعت قبل ان یرفع رأسه فقد ادرکت وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتک الرکعة
ذکره الحلبی فی غنیة المستملی۔ وقال ھذا نص فی المسئلة **وقد** روی عن جماعة من

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہم رکعوا دون الصف ثم مشوا الی الصف و
اعتدوا بتلک الرکعۃ التی رکعوھا دون الصف **منہا** ما روی الطحاوی عن
زید بن وھب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود فادرکنا الامام وھو راکع
فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوۃ قمت لا قضی
فقال عبد اللہ ادرکت الصلوۃ انتھی اور بہت اخبار شاہد اس مدعا کے اس مسئلہ کی
شروع میں گزارش ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اب ہمکو فاء تعقیبیہ وغیرہ کی کچھہ
ضرورت نہ رہی **قولہ** اگر فرکع کی فاء سے عدم قراءۃ آپ لوگوں نے سمجھا ہے
اقول فا۔ فرکع سے ہمکو سمجھنی کی درصورت موجودگی شھود عدول چنداں ضرورۃ
نہیں **قولہ** نحو کی کتابوں میں فا کی بحث دیکھو **اقول** حسب الارشاد شرح
جامی جو کہ بالفعل موجود ہے دیکھی۔ تو اوسمیں یہہ عبارت لکھی ہے والفاء للترتیب
ای للجمع مع الترتیب بغیر مہلۃ انتھی راقم اوراق لکھتا ہے۔ عرب بولتی ہین
اذا کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود۔ اکل زید فشبع۔ ان دخلت الدار فانت
طالق۔ قام زید فھو۔ قال عز من قائل۔ فوکزہ موسی فقضی علیہ۔ ای مات
لاٰکلون من زقوم۔ فمالئون منھا البطون۔ ونادی نوح ربہ فقال ان ابنی من اھلی
ان جملہ امثلہ میں فا واسطے ترتیب بلا مہلت کے ہے۔ اور اون مثالوں کو جو صاحب رسالہ
نے بیان فرمایا ہے۔ اون میں بھی فا واسطے ترتیب بلا مہلت کے ہے۔ نہ واسطے مہلت
اور فاصلہ کے کما قال صاحب الرسالۃ۔ والسر فی ذلک کما نبہ علیہ فی المسلم وشرحہ
حیث قال۔ الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مہلۃ وتراخ بعدا فی العرف
مھلۃ وتراخیا۔ ولو کان الترتیب فی الذکر منہ وھو ای التعقیب فی کل شئ
بحسبہ کتزوج فولد لہ۔ فیصح اعتبار التعقیب وان کان المدۃ بینھما قریبا من السنۃ
لانہ لا یمکن القرب فیہ عرفا من ھذا فلا یعد ھذا التراخی تراخیا عرفا انتھی اس

مسئلہ کو ہم نے واسطے فائدہ ناظرین کے بیان کیا ہے۔ ورنہ ہمکو اسکی ضرورت نہیں کہ مُدعا اسکے مبرہن اور ثابت ہے۔ کما تلونا علیک **قولہ** ۳ جواب کہاں ثابت ہُوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ یا قضا کا حکم نہیں **اقول** اوّلاً کہاں ثابت ہوا ہے کہ حضرت صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اعادہ او قضا کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ ہی اس اعادہ اور قضا کی نقل قوی نہیں۔ تو ضعیف ہی سہی۔ دکھلا دیجئے۔ ثانیاً۔ حضرت صلعم کا ابوبکرہ کو تنہا لا تعد فرما کر سکوت فرمانا یہہ ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اسکو ثبوت ضرورۃ کہتے ہیں **قولہ** ۴ جواب کہاں ثابت ہوا ہے۔ کہ ابوبکرہ نے قضا نہیں کی **اقول** اوّلاً کہاں ثابت ہوا ہے کہ ابوبکرہ نے قضا کی تھی۔ اس قضا کا ثبوت آپکا فرض ہے۔ ثانیاً۔ جبکہ یہہ ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو اوسوقت اتنا ہی فرمایا لا تعد زادک اللہ حرصًا اور کچھ نفرمایا۔ اور ابوبکرہ نے اوسوقت اور کچھہ نہ پڑہا۔ تو پھر اور کیا ثبوت ہونا چاہیئے **قولہ** کیا عدم النقل نقل العدم ہے ابن الھمام حنفی نے کہا ہے بالجملہ عدم النقل لا ینفی الوجود **اقول** یہاں عدم النقل نہیں۔ بلکہ نقل العدم ہے لان سکوت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد قولہ زادک اللہ حرصًا ثم لا تعد ثابت بلا مریۃ یعنی جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثم لا تعد فرما کر سکوت فرمائی اور اعادہ کا حکم ارشاد نہ فرمایا۔ تو ابوبکرہ نے قضا کیوں کرنی تہی لانہم مامورون بالامر فثبت عن سکوتہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورۃ ان ابابکرۃ لم یقض شیئًا اور اگر عدم قضا کو آپ تسلیم نہیں کرتے تو قضا کا ثبوت آپکا فرض ہے کسی روایت صحیح نہیں تو ضعیف سے ہی ثابت کریں **قولہ** ۵ جواب لزوم فاتحہ کا مسئلہ مشہور اور معلوم تہا الخ **اقول** وجوب فاتحہ کا مسئلہ بحالت اختیار اور انفراد معلوم و مشہور تہا۔ نہ بحالت شمول و اضطرار۔ پس ایسی حالت میں ضرور محتاج بیان تہا۔ سکوت عن وقت الحاجت بیان ہوا۔ پس قیاس بر قول ابن الھمام مع الفارق ہے

قوله ، جواب یہاں تقریر ہی نہیں۔ اِسمقام میں تو رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرہ
پرانکار فرمایا۔ پھر تقریر کہاں رہی **اقول** اُصولیوں نے بیان کیا ہے صنوتح التقریر
ان یسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن انکار قول قیل بین یدیہ او فی عصرہ وعلم بہ
او سکت عن انکار فعل فعل بین یدیہ او فی عصرہ وعلم بہ۔ فان ذلک یدل علی
جوازہ انتھی آور اسمقام میں تقریر درباب اعتداد رکعت ثابت ہے۔ آور انکار درباب
سعی شدید اور دوڑکر شامل ہونے اور رادون الصف رکوع کرکے شامل صف ہونے
کی نسبت وارد ہے۔ نہ بابت اعتداد رکعت کے **روی البخاری** فی الجزء عن الحسن
عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلوۃ الصبح فسمع نفسا شدیدا او بھرا
من خلفہ۔ فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قال لابی بکرۃ انت
صاحب ھذا النفس قال جعلنی اللہ فداک خشیت ان تفوتنی رکعۃ معک
فاسرعت المشی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصا ولا تعد صل
ما ادرکت واقض ما سبق **وفی** روایۃ الطبرانی فلما انصرف علیہ السلام قال
ایکم الذی دخل الصف وھو راکع۔ وللابی داؤد ایکم الذی رکع دون الصف
ثم مشی الی الصف فقال ابوبکرۃ انا۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح
کی نماز میں کسیکا سانس شدید احمد ہانپا سُنا۔ بعد فراغ کے نماز سے فرمایا۔ کہ کون ہے ایسا
ایسا شخص۔ آبوبکرہ نے عرض کی فداک نفسی میں ہوں یارسول اللہ۔ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تیری حرص زیادہ کرے۔ پھر ایسا نکرنا۔ پڑھ لیا کرجو تو پاوے
اور قضا کر لیا کرجو ہو چکی۔ یہ **الفاظ** حدیث شریف کے صاف دال ہیں۔ کہ انکار حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نسبت سعی شدید اور دوڑکر شامل ہو جماعت ہونے اور رادون الصف
رکوع کرکے جماعت میں ملنے کی بابت ہے۔ آور درباب اعتداد رکعت سکوت ہی اوسی
کو اہل اصول تقریر کہتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ جو کچھ صاحب رسالہ فرماتے ہیں مقتضا الفاظ

حدیث کا نہیں۔ **قولہ** ۷۔ جواب ماناکہ سکوت تقریر ہی الا تقریر قول کا معارضہ
نہیں کرتی **اقول** اولاً۔ یہہ مطالب بالدلیل والسند ہی۔ ثانیاً۔ ماناکہ تقریر قول کا
معارضہ نہیں کرتی اگر ہر دو دریک باب ہوں۔ اور اگر در ابواب مختلفہ ہوں تو معارضہ
ہی کہاں وھھنا کذلک کما ثبت قبل ذلک **قولہ** ۸ جواب جواز تاخیر بیان میں
اصولیونکا اختلاف ہی سائل کا مطلق ممنوع کہنا صحیح نہیں **اقول** اصولیونکا
اختلاف تاخیر بیان عن الورود الی وقت الحاجت میں ہی۔ نہ تاخیر بیان عن وقت
الحاجت میں **فی المسلم و شرحہ** مسئلۃ المختار جواز تاخیر تبلیغ الحکم المنزل
الی المکلف الی وقت الحاجۃ۔ وھو وقت تنجیز التکلیف سواء کان موسعاً او مضیقاً
وقال شرذمۃ قلیلۃ لا یجوز۔ واما التاخیر عن وقت الحاجۃ فلا یجوز اتفاقاً
انتہی **وفی** حصول المامول ان تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ وذلک فی الواجبات
الفوریۃ لم یجز۔ ولھذا نقل الباقلانی اجماع ارباب الشرائع علی امتناعہ وتاخیرہ
عن وقت ورود الخطاب الی وقت الحاجۃ الی الفعل الی ان قال فان فی ذلک مذاھب
کذا وکذا۔ انتہی بمضمونہ۔ **وفی** نور الانوار تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ لا یصح
واما عن الخطاب فصحیح انتہی ھکذا فی التوضیح والتلویح **ان** عبارات سی صاف ظاہر
ہی کہ اصولیونکا اختلاف تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ میں نہیں۔ پس سائل کا لا یجوز
تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ کہنا مطلقاً صحیح ہوا کیونکہ اس میں اصولی متفق الکلمہ
ہیں اور کلام سائل کی تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ میں ہے۔ نہ عن وقت الخطاب
میں فافہم **قولہ** ۹۔ جواب بعد فرض وتسلیم تاخیر عن وقت الحاجت ممنوع ہے
نہ الی وقت الحاجۃ اور یہاں ہم کہہ سکتی ہیں۔ کہ سکوۃ الی وقت الحاجت ہو۔ اور یہہ
سکوت جمہور کی نزدیک جائز ہی **اقول** اولاً۔ اس محل میں سکوت الی وقت الحاجۃ
کہنا مطالب بالدلیل ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں۔ ثانیاً۔ ابوبکرہ نی جب

تاخیر بیان عن وقت الحاجت کا بیان

تاخیر بیان الی وقت الحاجۃ کا بیان

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نماز پڑہی باوصف حصول علم اور گفتگو بسیار کے
جو فیما بین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہوئی حضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے اعادہ نماز کا حکم نہ دیا۔ اور سکوت فرمائی۔ یہ سکوت عن وقت الحاجۃ
ہے یا الی وقت الحاجت ؛ بقول شخصے۔ بعد مردن سہراب نوشدارچہ کار۔ بوقت
فساد وبطلان نماز ابو بکر رضے اللہ عنہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت
فرمائی پہر اور وقت حاجت کا کونسا ہونا چاہیئے۔ مع انہ لم یثبت ذلک انہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لہ بعد ذلک ومن ادعا فعلیہ البیان ودونہ خرط القتاد دیکہو۔
کہ اعرابی مسئی فے الصلوات (ای لاعادۃ الصلوۃ ۱۲ منہ) نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نماز پڑہی۔ چونکہ
وہ نماز اوسکی کامل طور پر جائز نہیں ہوئی تھی فے الفور سرور کائنات مفخر موجودات
صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اعادہ نماز کا حکم دیا۔ ابو بکرہ رضے اللہ عنہ کی نماز اگر
ایسی ہوتی تو باوصف سوال وجواب کے لاتعد فرمایا۔ اور اعادہ نماز کا حکم پہر آئندہ کی
واسطے رکھ لیا۔ واللہ عقل کام نہیں کرتی سچ ہے مجادلہ اور مکابرہ کی حد نہیں **قولہ**
۱۰ جواب۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے حدیث طبرانی نے صل ما ادرکت واقض ما
سبقک زیادہ کیا ہے۔ توشیح سیوطی من امام الکلام للمولوی **عبد الحی**
صاحب اور زیادہ ثقہ بلکہ تفرد ثقہ بزیادہ مقبول ہے صرح بہ ابن الہمام پس جہاں
بیان ہوگیا تاخیر نہی **اقول** اولا۔ زیادہ ثقہ کی کہاں سے ثابت ہوئی۔ کیا طبرانی
کا بیان ہی زیادہ ثقہ ہے۔ کیا طبرانی نے التزام کیا ہوا ہے۔ کہ امام الائمہ **بخاری**
علیہ الرحمۃ کے طرح سوا ثقات کی کسی سے روایت نہیں کرونگا۔ کیا آپنے طبرانی کی سند
دیکھی ہے۔ کہ یہ روایت ثقہ کی ہی۔ کیا توشیح میں ہونا مستلزم اسکا ہی کہ یہہ روایت ثقہ کی
ہی۔ سند دیکہو پہر کہو کہ زیادہ بلکہ تفرد ثقہ کا ہے۔ ثانیا۔ اتنا دور جانیکی حاجت ہی
کیا تہی۔ توشیح سیوطی عن امام الکلام للمولوی عبد الحی صاحب بہت نزدیک

کلام زائدہ ازراہ تعصب ہے (+)

ہی تہا۔ امام الائمہ بخاری علیہ الرحمۃ نے جزؤ القرات کے صفحہ ۲۳ میں۔ اس زیادہ کو بیان کیا ہے کما ستا تینا عنقریب اگرچہ اوس اسناد میں بھی عبد اللہ بن عیسی ابو خلف ہے فی التقریب عبد اللہ بن عیسی ابو خلف ضعیف۔ من السادسۃ انتہی وفی میزان الاعتدال قال ابو زرعہ منکر الحدیث۔ قال النسائی لیس بثقۃ انتہی باختصار الا یہہ زیادہ اسمیں موجود ہے۔ ثالثا۔ صل ما ادرکت واقض ما سبقک اس زیادہ کے کیا یہ معنی ہیں۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو فرمایا۔ کہ اس نماز میں جو تو اب میری ساتھ پڑہ چکا ہے۔ اسمیں جو کچہہ قضا ہوا ہے اوسکو تو قضا کرلے یا آئندہ کے لئے آپنے ارشاد فرمایا۔ کہ آیسا نہ کرا کر۔ بلکہ بسکون ووقار اگر نماز میں شامل ہوا کر۔ جو نماز میں سے تجکو ملے اسکو امام کے ساتہہ پڑہ لیا کر۔ اور جو رہ جاوے اوسکو قضا کر لیا کر۔ نہیں بلکہ یہہ مراد ہے یدل علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صل ما ادرکت اب ہم توشیح عن امام الکلام للمولوی عبد الحی صاحب کی عبارت بو بہو نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظر منصف دیکھی۔ کہ اوس عبارت سے کیا مطلب ہے۔ اور صاحب رسالہ کی کلام سے اوسکو کچہہ مس ہی ہے والعبارۃ ھذہ وفی الحواشی صحیح البخاری للسیوطی المسمی بالتوشیح۔ ولا تعد بفتح اولہ وضم العین ای الی ما صنعت من السعی الشدید الی الرکوع دون الصف۔ زاد الطبرانی صل ما ادرکت واقض ما سبقک وحکی بعضہم انہ روی بضم اولہ وکسر العین من الاعادۃ ولا یعرف انتہی اس عبارت کا مضمون یہ ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہ کو بعد مشاہدہ اوس کے حال کے فرمایا۔ کہ اللہ تیری حرص زیادہ کرے آئندہ ایسی سعی شدید جو کہ موجب ہانپنی اور سانس چڑہ جانیکا ہو اور رکوع ما دون الصف کرکے صف نماز میں شامل ہونا نہ کرا کر۔ بلکہ بسکون ووقار جماعت میں شامل ہوا کر۔ جو کہ امام کے ساتہہ ملے اوسکو پڑہ لیا کر۔ اور جو رہ جاوے اوسکو قضا کر لیا کر۔

وشاھدہ ما روی مسلم بسندہ عن یحیی بن ابی کثیر قال اخبرنی عبد اللہ بن ابی

قتادة ان اباه اخبره قال بينما نحن نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع جلبة

فقال ماشانکم قالوا استعجلنا الی الصلوۃ قال فلا تفعلوا۔ اذا اتیتم الصلوۃ

فعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا وما سبقکم فاتموا انتھی ۔ وہ جو صاحب رسالہ

فرماتے ہیں۔ کہ بیان ہوگیا تاخیر نہ ہی۔ بیان اوسکی تعلیم اور تفہیم آئندہ کا ہوگیا۔ یا کہ

عدم اعتداد رکعت کا۔ جو کہ مبحوث فیہ ہے) ہوگیا **الغرض** جسکا بیان ہوگیا وہ

صاحب رسالہ کو مفید نہیں۔ اور جو مبحوث ہی اوسکا بیان نہیں ہوا۔ پس قولہ بیان

ہوگیا تاخیر نہ ہی لا یفیدہ فافہم۔ اللھم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا **قولہ** تاخیر

بیان پر الزام۔ افعال حج کے بیان میں۔ **حج نبوی کا قصہ** دیکھ جاؤ۔ اور اوس

میں جن لوگوں نے رمی اور ذبح اور حلق وغیرہ کی تقدیم وتاخیر ہوگئی۔ اونکی نسبت

حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فتوی افعل ولا حرج۔ افعل ولا حرج ہے **اقول** قال

صلی اللہ علیہ وسلم لا حرج ثم قال عباد اللہ وضع اللہ الضیق والحرج و تعلموا

لمناسککم فانھا من دینکم اس عبارت کو بھی ساتھ فتوے کے شامل کرو۔ تاکہ

خیانت فی الفتوی والنقل متصور نہو **قولہ** پر اپنے وجوب دم کا حکم اسکے متقابلہ میں

لاکر دیکھو۔ اور سوچو کہ تاخیر بیان یا عدم نقل حکم وجوب دم موجود ہے یا نہیں **اقول**

تحقیقاً وتفصیلاً للمقام **افعال یوم النحر** کے چار ہیں۔ رمی جمار۔ ذبح۔ حلق الراس

اور طواف الافاضہ ثم السعی ثم اختلفوا ان ھذا الترتیب سنۃ او واجب فذھب

جماعۃ منھم ابو حنیفہ ومالک رحمہ اللہ الی الوجوب۔ والشافعی واحمد فی روایۃ

ومن معھما ام الی انہ سنۃ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کو اسی ترتیب

سے کیا۔ حجۃ الوداع کے سال میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کے پاس ناقہ پر سوار ہوکر

کھڑی تھی کما وقع فی روایۃ البخاری) کہ ایک شخص نے جسکا نام معلوم نہیں ہوا قال

حافظ ابن حجر لم اقف علی اسمہ بعد البحث الشدید ولا علی اسم احد ممن سال فی ھذا

القصّة لانهم کانوا جماعة من الاعراب کما وقع فی روایة الطحاوی وغیره) پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب نادانی اور جہل افعال حج کے (کما وقع فی روایة البخاری وغیره) لم اشعر میں نے قبل از رمی کی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارم ولا حرج پھر ایک اور نے عرض کی یارسول اللہ میں نے بھی بسبب عدم وقوف اور نادانی کے حلق قبل از ذبح کیا ہے۔ کما وقع فی روایة البخاری لم اشعر فحلقت قبل ان اذبح) خلاصہ کائنات مفخر موجودات نے فرمایا اذبح ولا حرج علی ھذا القیاس بہت لوگ جو کہ ناواقف از افعال حج تھے۔ اس تقدیم و تاخیر کی بابت سوال کرتے رہے آپ مقصود دارین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے افعل ولا حرج۔ افعل ولا حرج فقال الشافعی ومن معه فی ذلك۔ انه لو اخل فی شئ من ذلك لا یلزمه دم استدلالا بقوله صلی اللہ علیه وسلم ولا حرج **وقال جماعة** ومنهم ابوحنیفة ومالك قوله صلی اللہ علیه وسلم لا حرج ای لا اثم علیکم فیما فعلتموه من ھذا لانکم فعلتموه مع الجھل منکم لا علی القصد منکم خلاف السنّة۔ وکانت السنّة خلاف ھذا فالنبی علیه السلام اسقط عنھم الحرج واعذرھم لاجل النسیان وعدم العمل۔ لا انه اباح لھم ذلك حتی ان لھم ان یفعلوا ذلك فی العمد والدلیل علی ذلك ما رواه ابو سعید الخدری قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو بین الجمرتین عن رجل حلق قبل ان یرمی قال لا حرج۔ و عن رجل ذبح قبل ان یرمی قال لا حرج ثم قال عباد اللہ وضع اللہ الضیق والحرج۔ وتعلموا المناسککم فانھا من دینکم فدل ذلك علی ان الحرج الذی رفعه اللہ عنھم انما کان لجھلھم بامر المناسك لا غیر ذلك۔ وذلك لان السائلین کانوا اناسًا اعرابا لا علم لھم بالمناسك فاجابھم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بقوله لا حرج یعنی فیما فعلتم بالجھل لا انه اباح لھم ذلك فیما بعد۔ ونفی الحرج لا یستلزم نفی وجوب القضاء او الفدیة فاذا کان کذلك

فمن فعله فعليه دم انتہی - ہذا خلاصۃ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری **ف**

یؤیدہ ما روی عن ابن عباس بسند لا مطعن فیہ کما رواہ الطحاوی - وقال و ہو احد

ممن روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما سئل یومئذ عن شئ من تقدیم

وتاخیر فی افعال الحج - الا - قال لا حرج - وقال ابن عباس من قدم شیئا من

نسکہ او اخرہ فلیہرق لذلک انتہی - یہہ خلاصہ تقریر افعال یوم النحر - اور تقدیم

وتاخیر میں اختلاف علماء کا ہے - اسپر صاحب رسالہ فرماتے ہیں کہ تقدیم وتاخیر کے بابت

لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا - تو آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جواباً فرمایا - افعل ولا حرج - اور حنفیہ مالکیہ وغیرہ کہتے ہیں - کہ تقدیم تاخیر میں دم لازم

آتا ہے - والحال انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یامرہم بالدم پس تاخیر بیان عن وقت

الحاجت لازم آئی - سو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں - کہ صاحب رسالہ نے مختصر روایت دیکھکر

اعتراض حنفیہ مالکیہ وغیرہ پر جمایا - اور روایت مفصل کا خیال نفرمایا - کہ رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے اون لوگوں کو کہ اعراب اور نادان افعال حج تھے - وضع تضییق

فی الدین - اور - نفی - حرج - فرماکر حکم نافذ فرمایا - کہ دوا نا - اور عمدًا - ایسا کرنا کہ یہہ -

خلاف میری طریق - مسلوک و مسنون کا ہے - بل تعلموا المناسک کی فانہا من دینکم

کما مر من روایۃ ابی سعید عند الطحاوی مفصلاً - پس تاخیر بیان عن وقت الحاجۃ

نہی - بلکہ بیان وقت حاجت پر ہوا - کیونکہ بل تعلموا - آہ کا جملہ - جملہ مناسک حج پر

مبنی اور مشتمل ہے - واحکام الدماء ایضاً منہا - پس صاحب رسالہ کا الزام حنفیہ

مالکیہ وغیرہ پر نہ ہوا - بلکہ تفصیلی روایت نہ دیکھنی اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا

فتوی ناقص و ناتمام بیان کرنیکا الزام صاحب رسالہ پر قائم ہوا **قولہ** اور جس شخص نے

صحابہ میں سے اپنی بی بی کے ساتھہ جماع کرلیا - اور ثمرات عطیہ نبویہ بھی اپنی گھر والونکو

ہی کہلادی - اسکے حقمیں آپکا فتوی ہی کہ کفارہ اور قضا اوس کے ذمہ تہا - حالانکہ

کسی حدیث میں ثابت نہیں ہؤا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسی کفارہ اور قضا کا حکم دیا **اقول** اس محل میں صاحب رسالہ نے ۲ امر ارشاد فرمائے ہیں ۱ یہہ کہ آپکا یعنی حنفیہ کا فتوی ہو۔ سو یہہ مُسلّم صریح ہی۔ کیونکہ یہ فتوی صرف حنفیہ کا ہی نہیں۔ بلکہ کافۂ عُلماء امصار و دیار کا یہی فتوی ہے۔ **نووی شافعی شارح صحیح مُسلم** شرح مُسلم میں لکھتا ہے **فی المجامع** امرأته فی نهار رمضان۔ مذهبنا ومذهب علماء کافة وجوب الکفارة علیه اذا جامع عمداً الخ انتهی **۲** استقرار کفارہ اور قضا کا۔ سو استقرار کفارہ کا اوسکے ذمہ اسی حدیث بُخاری اور مُسلم سے ثابت ہے **نووی شرح مسلم** میں لکھتا ہے اما الحدیث فلیس فیه نفی استقرار الکفارة بل فیه دلیل لاستقرارها لانه اخبر النبی صلی الله علیه وسلم بانه عاجز عن الخصال الثلث ثم اتی النبی صلی الله علیه وسلم بعرق التمر فامره باخراجه فی الکفارة فلو کانت تسقط بالعجز لم یکن علیه شئ۔ ولم یأمره باخراجه فدل علی ثبوتها بذمته وانما اذن له فی اطعام عیاله لانه کان محتاجاً ومضطراً الی الانفاق علی عیاله فی الحال والکفارة علی التراخی۔ فاذن له فی اکله واطعام عیاله وبقیت الکفارة فی ذمته انتهی اور استقرار قضا اور امر بالقضا، وہ بہی اسی حدیث کی روایت سے جو کہ متصل ہے ثابت ہے۔ **قسطلانی شافعی شارح صحیح بخاری** میں لکھتا ہے وقد ورد الامر بالقضاء فی روایة ابی اویس وعبد الجبار۔ وهشام بن سعد کلهم عن الزهری۔ واخرجه البیهقی من طریق ابراهیم بن سعد عن اللیث عن الزهری ووقعت الزیادة ایضاً فی مرسل سعید بن المسیب ونافع بن جبیر۔ والحسن و محمد بن کعب۔ وبمجموع هذه الطرق یعرف ان لهذه الزیادة اصلاً۔ ویؤخذ من قوله صلی الله علیه وسلم صم یوماً عدم اشتراط الفوریة للتنکیر فی قوله یوماً انتهی ومرسل سعید بن المسیب مقبول عند من لم یقبل المرسل وعندنا مقبول مطلقاً انتهی

مافی الفتح بمضمونہ۔ رہا امر بالاداء الکفارہ سو وہ بھی اسی حدیث سے اقتضاءً ثابت ہے
اسلئے کہ جب استقرار کفارہ بذمہ اش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت فرمایا تو ضرور
فراغ ذمہ کا متی تمکن علیہ لازم ہوا۔ علی سبیل التنزل فرضاً اور تسلیماً اگر ہم اس ثبوت
اقتضاء کو نہ تسلیم کریں تو غائتہ مافی الباب۔ تاخیر بیان الی وقت الحاجت لازم
آئی۔ وہو جائز عند جماہیر الاُصولیین کما صرح بہ النووی وغیرہ۔ نہ تاخیر بیان
عن وقت الحاجت۔ وکلامنا فیہ۔ لا الاول۔ الحاصل صاحب رسالہ مختصر نے روایت
حدیث کی ملاحظہ فرماکر حکم جمایا کہ کسی حدیث میں حکم بالقضا ثابت نہیں ہوا۔
حالانکہ اسی حدیث کی مفصل روایت میں ثابت تھا۔ واللہ اعلم بالصواب **قولہ**
پس یا تو تاخیر بیان مانا۔ یا عدم نقل کو نقل عدم لکھا۔ یا یہہ کھو گئے۔ ان لزوم ما
کان ظاہراً او ان وجوبھا کان مشہوراً وغیرہ جو عذر یہاں تراشو وہی ابوبکرہ
کے قصہ میں قرات فاتحہ کیواسطے سمجھ لو **اقول** اولاً۔ سرمایہ تراش و خراش کا
آپکے خزانہ عامرہ کی ودیعت اور بضاعت ہی ہم اوس سے ہرگز دست انداز نہیں
ہوتے۔ اور جرم خیانت فی الامانت سے سخت خائف ہیں۔ علاوہ بریں ہر دو امر
متدعویہ آپکے بلا دست بردی اوس بضاعت کے منفوض و منقوص ہیں ثانیاً
اگر یہاں تاخیر بیان ہی ہم لکھدیں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ یہہ تاخیر بیان
الی وقت الحاجت ہے۔ نہ تاخیر عن وقت الحاجت۔ وقد ثبت فی محلہ ان الافعال
علی التراخی۔ وتاخیر البیان الی وقت الحاجۃ جائز عند جماہیر الاصولیین اور
ابوبکرہ کی نماز میں سکوت تاخیر عن وقت الحاجت ہے وذالک ممنوع بالاتفاق۔
فافترقا۔ **قولہ** جواب لا تعد لفتح تا۔ اور بعضہم عدو سے صحیح روایت میں آیا ہے
اگر آپ لوگوں نے عدو یا اعادہ سے مشتق مانا۔ تو لا تعد محتمل ہوا۔ واذا جاء الاحتمال
بطل الاستدلال **اقول** اولاً۔ وہ حضرت تو شیخ سیوطی عن امام الکلام للمولوی

عبدالحی صاحب بہت جلد ہی ہوگے - وہاں یہہ ہی لکھا ہوا ہے ف
حکی بعضہم انہ روی بضم اوّلہ وکسر العین من الاعادۃ ولا یعرف انتہی جب کہ یہہ
روایت غیر معروف ہی - پہر اس سی تمسّک ہی کیا - اور اسکا خیال ہی کون کرے
اور ہم نے کب کہا ہی کہ عَدو یا اعادہ سے مشتق ہی - بلکہ ہم نے عود سی ہی لیا ہوا ہے ل
ثانیاً) جبکہ خود آپ ہی فرماتے ہیں کہ صحیح روایت لاتعدمن العود ہے - تو صحیح کے
مقابلہ میں غیر صحیح ہوا - پہر وہ کب قابل لحاظ ہے - اور اوسکو کون اخذ کرے فقطل
اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال - ثالثاً - علی سبیل التنزل تسلیماً ہم قبول کرتے
ہیں کہ مشتق از عَدو ہے تو معنی یہہ ہوئے لاتسرع المشی الی الصلوۃ واصبر حتی تصل
الی الصف ثم اشرع فی الصلوۃ اور اگر مشتق از اعادہ ہو - تو معنی یہ ہوئے لاتعد صلوۃ
التی صلیتہا پس یہ جملہ روایات ہمکو مفید ہیں - اور مُثبت مدعی ہماری کے ہیں فثبت
الاستدلال من کل اور احتمال منافی مُدعا سے استدلال باطل ہونا چاہیے نہ مثبت
مُدعا سے لان کلہا لاثبات المدعا بمنزلۃ شیء واحد **قولہ** (۱) جواب یہہ حدیث
منکر ہے اسکا راوی یحیی بن سُلیمان المدنی ہے اور وہ منکر الحدیث ہی
قالہ البخاری الخ **اقول** اس حدیث کی تخریج ابو داؤد نے کی ہی - اور اوس میں
حدثنی یحیی بن ابی سلیمان ہے یحیی بن سلیمان نہیں یحیی بن سلیمان شاید سہو
قلم ہے - صحیح یحیی بن ابی سلیمان ہے - **جزو القراءۃ بخاری** میں بہی یحیی
بن سلیمان ہی لکھا ہوا ہی - غالباً معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ نے وہاں سی نقل
کیا ہے الا وہاں بھی سہو قلم ہے - کیونکہ اصل روایت میں یحیی بن ابی سُلیمان
ہی **تقریب** میں لکھا ہی یحیی بن ابی سلیمان المدنی ابو صالح لین الحدیث من
السادسۃ انتہی اور صاحب **تقریب** لکھتا ہی - المراد بلین الحدیث من لیس لہ
من الحدیث الا القلیل ولم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ انتہی اور **میزان الاعتدال**

میں لکہا ہے یحیی بن ابی سلیمان المدنی۔ قال البخاری منکر الحدیث۔ وذکرہ
ابن حبان فی الثقات انتہی فقط بخاری علیہ الرحمۃ نے اوسکو منکر الحدیث فرمایا۔ اور
صاحب تقریب لین الحدیث لکہتا ہے۔ اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور
ابوداؤد نے اسحدیث کو ذکر کرکے سکوت فرمائی۔ وقال ابوداؤد فی رسالتہ الی
اہل مکۃ حین سألوہ عن الاحادیث التی فی کتاب السنن وھی اصح ما عرفت فی
الباب۔ فاعلموا انہ لیس فی کتاب السنن الذی صنفتہ عن رجل متروک الحدیث
شیٔ۔ واذا کان فیہ حدیث منکر بینتہ انہ منکر۔ ولیس علی نحوہ فی الباب
غیرہ۔ وما کان فی کتابی من حدیث فیہ وھن شدید فقد بینتہ۔ ومنہ ما لا
یصح سندہ۔ وما لم اذکر فیہ شیئا فھو صالح وبعضھا اصح من بعض انتہی و
(ای یحیی بن ابی سلیمان المدنی) خرج حدیثہ ابوداؤد والنسائی والترمذی والبخاری فی الادب المفرد ویشیر
الیہ صاحب التقریب۔ پس ناظر منصف اس بیان سے اسحدیث کا حال دریافت کرلے

قولہ (۲) جواب رکعت کے شرعی اور عرفی معنی چہوڑنے الی قولہ اور شرعی رکعت
مین قیام قراءت رکوع سجود سب کچھ ہی **اقول** بچند وجوہ یہاں رکعت سے مراد رکعت
تامہ نہیں **وجہ اول** اگر من ادرک الرکعۃ۔ تمام رکعت پر محمول ہو۔ تو سجدہ اور رکوع
میں جو مقابلہ کیا ہے۔ اسکی مناسبت نہیں کیونکہ تیسرا واسطہ یہاں باقی رہا۔ اور وہ
ادراک رکوع ہے۔ اوسکا حکم بیان کرنا باقی رہ گیا۔ بلکہ مناسب تقابل ادراک السجود۔
ادراک الرکوع سے ہے **وجہ دوم** اگر رکعت یہاں بمعنی رکوع نہو۔ تو مناسب تہا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح فرماتے اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن فی الرکوع فاركعوا
ولا تعدوہ شیئا اور اس سے عدم محسوبیۃ سجدہ کی بہی بطریق اولی مستفاد تہی کیونکہ
جب باوجود ادراک رکوع کے رکعت محسوب نہوئی۔ تو باوراک سجدہ کے کسطرح محسوب
ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ رکعت سے رکعت تامہ مراد نہیں۔ بلکہ رکوع ہے کما وقع عند مسلم

رکعت عرفی اور شرعی کے معنی چھوڑنے کا جواب

من حدیث البراء بلفظ فوجدت قیامہ فرکعتہ فاعتدالہ فسجدتہ سواءً انتہی

وکما وقع عند البخاری من حدیث رفاعۃ ابن نافع۔ قال کنا نصلی وراء النبی صلی

اللہ علیہ وسلم فلما رفع راسہ من الرکعۃ قال سمع اللہ لمن حمدہ الحدیث **وجہ**

سوم مراد صلوۃ سے اس قول میں من ادرک الرکعۃ فقد ادرک الصلوۃ رکعت ہے

یا تمام صلوۃ۔ یا ثواب جماعت۔ بر تقدیر اول مراد رکعت سے رکوع ہی۔ یا رکعت تامہ

پہلی شق پر ہمارا مدعا ثابت ہے۔ دوسری شق پر یہہ معنی ہوئے من ادرک الرکعۃ

التامۃ فقد ادرک الرکعۃ۔ ولا یخفی سخافتہ کیونکہ مفید معنی کے نہیں **بر تقدیر**

ثانی یہہ معنی ہوئے من ادرک الرکعۃ الواحدۃ فقد ادرک تمام الصلوۃ تو چاہیئے

کہ مسبوق بعد فراغت امام کے نماز سے مافات عن الصلوۃ کا اعادہ نہ کرے وبطلان ھذا

التقدیر مما لا یخفی **بر تقدیر ثالث** اس قول کے معنی یہہ ہوئے من ادرک الرکعۃ

التامۃ فقد ادرک ثواب الجماعۃ پس اس تخصیص کا کچھہ فائدہ نہیں۔ کیونکہ ادراک

ثواب جماعت ادراک سجود اور تشہد اور قومہ اور جلسہ سے بہی حاصل ہے۔ کیونکہ اگر سجود

و تشہد وغیرہ کے ادراک سے ثواب مرتب نہ ہو تو پہر شمول کا کیا فائدہ ہوا۔ وکانت

الطاعۃ لا مر یابی عن ذلک علاوہ برآں یہہ معنی مستلزم حذف کثیر اور ارتکاب مجاز

کثیر کے ہونگے لان المعنی حینئذ فقد ادرک ثواب صلوۃ الجماعۃ وھو خلاف الاصل

وجہ چہارم اطلاق رکعت کا رکوع پر حقیقۃً اور تمام رکعت پر مجازاً من باب اطلاق

الجزء علی الکل سے ہے کما فی قولہ تعالی وارکعوا مع الراکعین اما ادعاء احتمال اشتراک شرعی

پس قول بلا دلیل ہے اور مجرد اطلاق ثبوت کلیہ کا فی نہیں مع ان الاشتراک خلاف

الاصل۔ فالحمل علی الحقیقۃ خیر من حملہ علی المجاز بلا قرینۃ صارفۃ عنہا **وجہ**

پنجم وہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جسکو امام مالک نے روایت کیا ہی ولفظہ

ھذا **عن** ابی ھریرۃ انہ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ الحدیث

مؤید ہمارے مطلوب کے ہے۔ کیونکہ اگر یہاں رکعت سے مراد رکعت تامہ ہی تو یہ معنی ہوئے
من ادرک الرّکعة التامّة (ای القیام والرّکوع والسّجدة والقرآءة) فقد ادرک
السجدة۔ ولا یخفی بطلانہ پس ازیں وجوہات ظاہر ہوا۔ کہ رکعة سے مراد ہر دو حدیث
ابو ہریرہ میں رکوع ہی۔ نہ رکعت تامہ واللہ اعلم بالصواب **قولہ** یہاں فرضیت فاتحہ کی
اور رکعت کی معنی رکوع لینے کے خلاف ہیں الخ **اقول** (اولا) وذلک لا یفید
مالم یبین الدلیل القوی المتفق۔ وما ذکر فیما سبق من الادلة فہو غیر تامة
کما سبق فیما سبق۔ وایضًا لا یقوم بہا الحجة عندنا لانا لا نسلم انہا حجة لاثبات
وجوب الفاتحة (ثانیا) وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة اول مسئلة
مبحوثة فالاستدلال بہا لا یخلو عن المصادرة **قولہ** یہاں رکعت بمقابلہ سجدہ
نہیں بلکہ جملہ بمقابلہ جملہ ہے پس مقابلہ کا قرینہ صارحة عن الحقیقة ہوا **اقول** اولاً
ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ رکعت بمقابلہ سجدہ ہے۔ کما ہو الظاہر۔ علاوہ بریں مقابلہ
جملہ بجملہ ہی ہے رکعت بمقابلہ سجدہ نہیں مطالب بالدلیل المنصوص ہی۔ کہ موجب
اطمینان ہو۔ (ثانیاً) فرضنا ہمنے تسلیم کیا کہ جملہ بمقابلہ جملہ ہی ہے۔ الا کیا یہ تقابل
مستلزم اور مانع اس امر کا ہی کہ یہاں رکعت سے مراد رکوع نہو۔ اس استلزام کی دلیل
بیان ہونی چاہئے۔ بخاری کی روایت میں جو کہ بطریق ابو ہریرہ کے مرفوعا مروی
ہی یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرّکعة۔ ثم یکبر حین یسجد۔ بقول
آپکے ہم کہتے ہیں کہ یہاں تقابل جملہ بجملہ ہے۔ اور صاف ظاہر ہی۔ کہ یہاں مراد
رکعت سے رکوع ہی ہی۔ رکعت نہیں فکیف الاستلزام اور نسائی کی روایت میں
جو کہ بطریق ابو ہریرہ موقوفاً مروی ہے۔ فاذا رفع راسہ من الرکعة قال سمع اللہ لمن
حمدہ۔ ثم یکبر حین یہوی ساجدًا۔ الحدیث بطریق مذکور تقابل جملہ بجملہ ہے۔ اور
رکعت سے مراد بلا ریب رکوع ہی۔ فکیف الامتناع۔ (ثالثا) تقابل جملہ بجملہ مانع تقابل الاجزاء بالاجزاء

یہاں رکعت بمقابلہ سجدہ نہیں کا جواب

کانہیں۔ والمثلتہا غیر خافیۃ ومن ادعی فعلیہ البیان **قولہ** ۵۰؎ جواب اگر یہاں رکعت کی معنی رکوع ہیں۔ توحسب حدیث قیام بقدر طمانیت اور سجود اور تکبیر بھی فرض ہی۔ یا نہیں۔ اگر ہیں توگزارش کہ حدیث میں مذکور نہیں **اقول** تکبیر اور قیام کذائی بوقت ایسی ضرورت کے ایسے ساقط نہیں ہوتے۔ بخلاف قراءۃ کے کہ وہ ایسی ضرورت کیوقت ساقط ہوجاتے ہے کما برھن علیہ الجمہور فافتر قا

قولہ ۵۱؎ جواب۔ اگر رکعت سی مراد رکوع ہی۔ توصلوٰۃ سے خواہ مخواہ آپکو رکعت تمام لینا پڑا۔ کیونکہ بقول آپکے ترجمہ یہ ہوگا۔ جسنی رکوع پایا اوس نے صلوٰۃ پائی **اقول** نہیں۔ بلکہ برین تقدیر ترجمہ یہ ہوا۔ کہ جس نے رکوع پایا اوس نے رکعت تامّہ پائی۔ اور یہ ترجمہ کہ جسنی رکوع پایا اوس نے صلوٰۃ پایی۔ مقتضی اس امر کا ہے کہ مسبوق بعد فراغ امام کے مافات عن الصلوٰۃ کا اتمام نہ کرے وھو کما تری ضعیف۔ **و**

ایضاً ہو خلاف ما قالہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ واقض ما فاتک **قولہ** توآپکو یاد دلا دینگے۔ کہ صحیح حدیث میں آیا ہی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی کوئی پوری رکعت نہیں اوسکی جسنی فاتحہ نہ پڑہی۔ پس ہر رکعت میں فاتحہ فرض ہوگی **اقول** اوّلاً ہم کب کہتے ہیں کہ اطلاق صلوٰۃ کا رکعت تامّہ پر نہیں ہوتا۔ بلکہ بمقتضائی ادلہ اور قرائن کے کبھی ایسا اور کبھی ویسا بھی ہوتا ہے۔ اس محل میں صلوٰۃ سی مراد حسب دلائل اور قرائن کے رکعت تامّہ مراد ہی۔ اور مسئلہ فاتحہ میں ایسا نہیں۔ کما مر فیما سبق۔ ثانیاً) یجوز ان یکون علی ہذا التقریب المراد من الصلوٰۃ ثواب الصلوٰۃ پس قول صاحب رسالہ کا کہ اگر رکعت سی مراد رکوع ہو توصلوٰۃ سی مراد خواہ مخواہ آپکو رکعت تامّہ لینا پڑا۔ کب درست ہوا۔ اور لا بد اور ضرورت رکعۃ تامّہ کی نہی فکیف الالزام بہ **قولہ** ۵۲؎ جواب احادیث ذیل میں دیکھو من ادرک رکعۃ من صلوٰۃ الغداۃ قبل ان تطلع الشمس الخ **اقول** اوّلاً یہ اعتراض

ف ۱۰) جواز اطلاق الصلوٰۃ علی رکعۃ من صلوٰۃ [illegible]

اوس شخص پر لازم اور وارد ہوتا ہے۔ جو قائل اس امر کا ہو کہ رکعت کا اطلاق ہر گز رکعت
تامّہ پر نہیں ہوتا۔ الّا جو شخص قائل اطلاق عام کا ہے اوسپر یہہ اعتراض کیونکر قائم ہوتا
ہے ونحن من الثانی لا من الاول (ثانیاً) اگر کسی شخص نے اول رکعت سی سر اوٹھا
لیا ہنوز سجدہ نہیں کیا تہا۔ کہ سورج نکل آیا۔ یا غروب ہوا۔ تو کیا اوسکی نماز آپکی
نزدیک حسب اسحدیث کے ہوگی یا نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو یہ حدیث نص فی الاستدلال
نرہی۔ اور اگر نہ ہوگی تو مطالب بالدلیل ہے۔ اور ہماری نزدیک یہاں رکعت کا
لفظ عام از رکعت تامّہ اور رکوع سے ہے۔ کیونکہ ہم قائل ہیں کہ اگر رکعت تامّہ اور رکوع
تو یکطرف اگر قبل از غروب آفتاب اسکا تحریمہ ہی ثابت صحیح ہوا۔ تو یہہ نماز اوسکی ادا ہوگی
گو کہ ناقص ہی ہو۔ الّا واجب سی ذمہ اوس قاری کا خلاص ہوا۔ ولا نعنی بالاداء الا
ھذا پس لفظ رکعت کا جو کہ اسحدیث میں ہی۔ ہماری نزدیک نص فی المقصود نہیں

قولہ ۔ ساتوان اخرج الحلبی الخ **اقول** ایک اور عمدہ اثر جو کہ وہ بہی قابل بیان
تہا رہ گیا۔ اوسکا بہی اضافہ کرنا ضرور تہا۔ اور وہ یہ ہی۔ **اخرج** ابن عبد البرّ
عن علیؓ وابن مسعودؓ وزید بن ثابتؓ وابن عمرؓ باسانیدہ الیہم فی التمہید۔ شرح
الموطا انتہی **قولہ** پہلے اثر کی نسبت امام بخاری نے کہا ہی الخ **اقول** ضعف
اسحدیث کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا نہیں۔ لان للجمہور دلائل اخر واضحۃ من
ھذا۔ فان لم یثبت ھذا فلا ضرر۔ وقد بسط الکلام علی ھذا الحدیث الحافظ
ابن حجر العسقلانی فی تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر خوفاً
للاطناب عبارت اوسکی نقل نہیں کیگئی من شاء فلینظرھا **قولہ** اگر زیادتے
مان ہی لیوین تو کہتی ہیں قبل ان یتم الامام صلبہ۔ ایسا ہی جیسا الحج عرفۃ الخ
اقول اوّلاً تحقیقاً للمقام حج کے رکن متفق علیہ تین ہیں۔ احرام۔
وقوف بعرفہ۔ طواف الزیارۃ۔ فی الوقایہ وشرحہ۔ وفرضہ ای الحج الاحرام۔

اگر زیادتی مان ہی لیویں – کا جواب

والوقوف بعرفة - وطواف الزيارة انتهى ظاہر ہو - کہ جبتک ارکان حج کے تمام مہا ادا نہ کئے جاویں - تو حج ادا نہیں ہوگا - لان فوات رکن الشئ یستلزم فوات الشئ - ولا ستر فی ذلک اور الحج عرفة اپنے مدلول میں صریح غیر محتمل للغیر ہے - بخلاف حدیث ابوہریرہ کے من ادرک رکعة من الصلوٰة فقد ادرک قبل ان یقیم الامام صلبه

اخرجه ابن خزیمه مرفوعًا عن ابی هریرة کیونکہ اسمیں احتمال ہو کہ رکعت سے مراد رکعت تامہ ہو کما هو قولکم - وان کان ضعیفا مرجوحًا اور محتمل ہو کہ رکعت سے مراد رکوع ہو وذلک راجح وقوی **لوجهین** احدهما - ان انضمام لفظ قبل ان یقیم الامام صلبه - قرینة واضحة علی ذلک لاخفاء فیه (والثانی) قد حمله علی هذا ابن خزیمه نفسه حیث ترجم الباب بذکر الوقت الذی یکون فیه الماموم مدرکًا للرکعة اذا رکع امامه **وروی** فیه هذا الحدیث - فقیاسه علی ذلک غیر سدید کما لا یخفی - والقول بان مسمی الرکعة جمیع اذکارها وارکانها حقیقة شرعیة وعرفیه وهما متقدمان علی اللغویة - مدفوع - فان ذلک مالم ینظم به صارف وقد وجد ههنا کما مر آنفًا (ثانیًا) قد ثبت فی محله ان اطلاق الجزء علی الکل اذا کان الجزء اعظم الاجزاء شائع ومن ههنا قیل الحج عرفة - والرکوع لیس کذلک فافترقا **قوله** علاوہ بریں - من ادرک الرکعة میں حسب فرمان حنفیہ رکوع مراد لینا - الاحنفیہ سے عرض ہے کہ آپ لاصلوٰة وغیرہ میں صلوٰة کاملہ مراد لیا کرتے ہو - یہاں بھی ادراک کامل لیجئے آہ **اقول** (اولا) کمال نماز کا یہی ہے - کہ نماز کو برعایت فرائض وسنن وواجبات - وآداب کے ادا کیا جاوے - اور منہیات و محرمات سے بچایا جاوے اور رکوع کا کمال یہ ہی ہے کہ رکوع کو حسب الامر شارع کے بعمدگی بجالایا جاوے - اور منہیات سے اجتناب کیا جاوے - الا قراءة فاتحه اور قیام کو کمال رکوع میں کیا مداخلت ہے - لان الرکوع لغة الانحناء مطلقا - وشرعًا الانحناء العرفی الخاص - قراءة فاتحه اور

ثنائی بجواب ابی المکارم ہی پانچ روپیہ ۱۰

قیام کو ساتھہ رکوع لغوی اور شرعی کے کسیطرحکا تعلق نہیں۔ اور نہ یا اوسکی ماہیتہ لغویہ اور شرعیہ میں داخل ہیں۔ پھر ان سے اوسکا کمال کیونکر متصور ہو۔ پس صاحب رسالہ کا یہہ فرمانا۔ اور کہدیں من ادرك الركعة (ای الركوع) آہ لیس علی ما ینبغی فافہم وانصف (ثانیاً) ان اشیای مذکورہ کو کمال نماز کا کہنا تو اسلئے ہے۔ کہ یہ اشیاء نماز شرعی کی ماہیتہ میں داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ رکوع میں یہہ بات نہیں کما مر فافترقا۔ فقیاس احدھما علی الاخر غیر سدید **قولہ** محمد اور طحاوی اور حلبی ملزم الصحت نہیں۔ انکی سندین بیان کرو۔ اور کسی تصحیح کے امام کی تصحیح دکھلاؤ۔ **اقول** (اولا) کیا ترمذی۔ اور نسائی۔ اور احمد ملتزم الصحتہ ہیں۔ **منہج الوصول** میں لکھا ہے۔ حاکم ابو عبداللہ و خطیب بغدادی کتاب ترمذی را جامع صحیح مے نامیدند۔ واین تساہل ست۔ زیراکہ احادیث منکرہ دران بسیار ست۔ و قول حافظ ابن السکن۔ و خطیب بغدادی دربارہ کتاب سنن نسائی کہ انہ صحیح وان لہ شرطا فی الرجال اشد من شرط مسلم منظور فیہ و غیر مسلم ست۔ زیراکہ دران رجال مجہولین اند۔ عینا۔ یا۔ حالاً۔ و رجال مجروحین و احادیث ضعیفہ و معللہ و منکرہ ست کما بیناہ علیہ فی کتاب الاحکام الکبیر و اما قول حافظ ابو موسی محمد بن ابی بکر مدینی درحق مسند امام احمد۔ آنہ صحیح۔ پس قول ضعیف ست۔ چہ دران احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ ست مثل احادیث فضائل مرو۔ و عسقلان۔ و بریت احمر نزد حمص و غیر ذلک چنانچہ طائفہ از حفاظ بران تنبیہ کردہ اند انتہی (ثانیاً) کیا بخاری علیہ الرحمۃ نے **جزء القراءۃ** میں التزام صحت کا کیا ہوا ہے۔ اور وہ اس رسالہ میں ملتزم الصحت ہیں۔ حالانکہ آپنے اپنی رسالہ میں جابجا اوسی رسالہ سے استدلال پکڑا ہے (ثالثا) جو آثار کہ آپنے اپنی رسالے کے ص ۳۶ - ۴۷ میں بیان فرمائے ہیں۔ اون میں کسی امام تصحیح کی۔ تصحیح نقل کی ہے۔ یا کہ کسی کی تصحیح اونپر ہوئی ہے۔ یا کہ ناقل

محمد اور طحاوی ملتزم الصحت نہیں کا جواب

اونکا ملتزم الصحت ہی - اگر ہے تو پیش کیجئے - ورنہ اپنی تصویر آئینہ الزام مین ملاحظہ فرمائیے

رابعًا) روایت ابوہریرہ کی ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جھر فیھا بالقراءۃ فقال ھل قرأ معی احد منکم انفا الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی فقال ھذا حدیث حسن اور ابن حبان نے کہا ہے - کہ یہ حدیث صحیح ہی اور ابوحاتم نے کہا ہے - کہ یہ حدیث مقبول ہے - اور صاحب رسالہ نے اس حدیث کو اپنی رسالہ کے صفحہ ۳۹ و ۴۰ میں لکھا ہی - باوصف صحیح اور حسن اور مقبول ہونیکی صاحب رسالہ اسکے ضعف کے قائل ہیں - پہر مقام ہذا میں طالب تصحیح ہونا لیس لہ فائدۃ معتدۃ

یہاں خامسًا اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین - حدیث مستقیم الاسناد سی بلا دغدغہ استدلال کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ فلان راوی اوسکا قوی ہی - اور فلان ثقہ - اور فلان لا مطعن فیہ ہے - اگر رواۃ کا ثقہ ہونا مکتفی ہوتا - تو استدلال اونکی منظور فیہ اور مخدوش ہوتے والحال انہ لیس کذلک **اخرج الحاکم** عن حبیب المعلم قال قیل للحسن ان ابن عمر کان یسلم فی الرکعتین الاولیین من الوتر - فقال کان عمر افقہ منہ - فکان ینھض فی الثانیۃ بالتکبیر انتہی وسکت عنہ ذکرہ الزیلعی فی تخریج احادیث الھدایہ **وروی الطحاوی** من طریق صحیح عن انس رضی اللہ عنہ انہ صلی الوتر ثلث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن **وروی** الطحاوی ایضًا من طریق سعید بن منصور باسناد صحیح عن انس رضی اللہ قال الوتر ثلث رکعات ذکرہ الحافظ ابن حجر فی نصب الرایہ **واخرج** ابن ابی شیبۃ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ - قال القاسم بن قطلوبغا سندہ جید و رواتہ کلھم ثقات - اما فلان فکذا واما فلان فکذا وتقدم - ونظائرھا کثیرۃ کما لا یخفی علی من یتداول کتب ھذا الفن (سادسًا) ہر مؤلف اور جامع

کے لئے کیا یہ ضروریات سے ہے ۔ کہ وہ ملتزم الصحت ہی ہو ۔ تو اوسکی کلام مقبول اور منظور ہونی چاہیئے ۔ ورنہ اوسکا کلام پایۂ اعتبار و اعتماد سے ساقط اور نامعتبر ہوگا ۔ اگر اس التزام کا ۔ التزام ضرور سمجھا جاوے تو صدہا مؤلفین اور جامعین کی کلام پر اعتبار و اعتماد ہرگز نہ کرنا چاہیئے وھل ھذا الا وھنٌ (رابعاً) ترمذی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے جمیع ما فی ھذا الکتاب من الحدیث ھو معمول بہ و بہ اخذ بعض اھل العلم ما خلا حدیثین (ھذا وان کان منظوراً فیہ عند بعض الاعلام) حدیث ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظھر والعصر الحدیث **وحدیث** النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا شرب الخمر فاجلدوہ الحدیث حالانکہ ترمذی میں احادیث صحیحہ حسنہ ۔ ضعیفہ ۔ غریبہ ۔ منکرہ ۔ معللہ موجود ہیں ۔ باانیمہ پھر معمول بہا ہیں **قولہ** اور امام مالکؒ کے بلاغات کا حال سنئے ۔ سیوطی نے **تدریب** میں کہا ہے ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر **اقول** اوّلاً امام مالک رحمہ کی مؤطا اور بلاغات کا حال بہت لوگوں نے بیان کیا ہے ۔ ہر ایک کا نقل موجب طوالت کلام ہے ۔ لھذا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مرحوم کی کلام پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ طالب حق کے لئے کافی ہے **حجۃ اللہ البالغہ** میں لکھتے ہیں فالطبقۃ الاولی منحصرۃ بالاستقراء فی ثلثۃ کتب ۔ المؤطا ۔ وصحیح البخاری ۔ وصحیح مسلم انتھی اور **مصفی** شرح مؤطا میں لکھتے ہیں ۔ اما التزام پس شافعی گفتہ ما علی ظھر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک نیست برروئے زمین کتابے بعد کتاب اللہ صحیح تر از کتاب مالک و در روایتے ما وضع علی الارض کتاب ھو اقرب الی القرآن من کتاب مالک و در روایتے دیگر ما فی الارض بعد کتاب اللہ اکثر ثواباً من مؤطا مالک گفت حافظ مغلطائی اول من صنف الصحیح مالک اول کسیکہ تصنیف کرد صحیح را مالک است ۔ گفت حافظ ابن حجر کتاب مالک صحیح عندہ وعند من تقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج

امام مالکؒ کے بلاغات کا حال بخوبی معلوم ہوا

بالمرسل والمنقطع وغیرہا کتاب مالک صحیحست نزد مالک ونزد کسی کہ تقلید مالک کردہ
است بر مذہبی کہ اقتضا کردہ ہست او را نظر امام مالک۔ وآن مذہب استدلال بمرسل و
منقطع وغیر آن۔ یعنی علماء مختلف اند در عمل بمرسل ومنقطع۔ پس امام مالک وابوحنیفہ و
اکثر علماء تبع تابعین بصحت عمل بآں رفتہ اند۔ ونزدیک ایشاں قول حضرت عمر
ومانند آن دلیل میتواند شد۔ واتفاق جمعی از تابعین مدینہ دلیل میتواند شد۔ پس
امام مالک بر حسب مقتضای اصل خود رفتہ وایں علل قادح در صحت حدیث نزدیک او
نیستند۔ پس مؤطا ہمہ آں برای مالک وابوحنیفہ وسائر تابعین صحیح باشد وسیوطی
زیادہ کردہ است بر حافظ ابن حجر وگفتہ است کہ مرسل ومنقطع حجت ست نزدیک مالک وسائر
آنانکہ موافق او ند در مسئلہ وہمچنین حجت شد نزد مالک وقتیکہ معتضد باشد بروایت مرفوعہ
یا موقوفہ صحابی و در مؤطا ہیچ مرسل نیست مگر کہ معتضد ست بروایات مرفوعہ بہمان لفظ
یا معنی آں۔ پس صواب آنست کہ گفتہ شود کہ مؤطا صحیح ست نزدیک جمیع۔ فقیر گوئد
اہل کتب ستہ وحاکم در مستدرک سعی ہا کردہ اند در وصل مرسل مالک ورفع موقوف وی گویا
ایشہمہ شرط مؤطا اند و متممات آں۔ وہیچ موقوف واثر تابعی نیست۔ مگر آنرا ماخذی
است از کتاب وسنت۔ چنانچہ دریں شرح خواہی دید۔ وابن عبدالبر کتابی تصنیف
کردہ است در وصل ما فی الموطا من المرسل گفت آنچہ در جمیع موطاست از بلغنہ وعن
الثقة عندہ ومانند آں شصت ویک ست وہمہ آں مسند ست از غیر طریق مالک الا چہار حدیث
کہ مانمی شناسیم ماخذ آں واللہ اعلم بالصواب یکے انی لا انسی ولکن انسی **دوم**
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اری اعمار الناس الحدیث **سوم** قول معاذ آخر ما اوصانی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد وضعت رجلی فی الغرز ان قال حسن خلقک للناس
چہارم اذا انشأت بحریة ثم تشاءمت فتلک عین غدیقة سوالہ کتاب من المجلوہ مجمع
فقیر گوئد وایں احادیث
اگر بایں الفاظ وایں ہیأت ثابت نشدہ۔ پس معناش صحیحست۔ وایں مبحث اگر خدا خواستہ

درجائی خود ندکور گردد انشاء اللہ تعالی انتہی - اس عبارت سے ثابت ہی کہ ابن عبد البر
نے کہا ہے کہ موطا امام مالک میں بلغہ وعن الثقہ اوراوسکی مانند - در کل ہمگی اکسٹھ [۶۱]
حدیثیں ہیں - اور وہ تمامہا مسند بطریق غیر مالک کے ہیں - الا چار حدیثیں فلان
فلان - ان بلاغات کی نسبت جنکا ذکر فیما نحن فیہ میں ہے - لا تعرف نہیں فرمایا -
بلکہ ابن عبد البر نے اون چار احادیث کا حصر کرکے بیان کیا - کہ وہ چار حدیثیں ہیں -
پس صاحب رسالہ کا ومن بلاغاتہ لا تعرف - شاہد واسطے ان بلاغات کی جنکے درپے بیان
ہیں، لانا کمال دانشمندی ہے - ثانیا - ومن بلاغاتہ لا تعرف میں ظاہر ہی - کہ من تبعیضیہ
ہی جسکا مدلول یہہ ہے کہ بعض بلاغات امام مالک کی ایسی ہیں - کہ اونکا مسند ہونا معلوم
نہین ہوا - پہر کہانسی یہہ معلوم ہوا ہے کہ وہ حصہ انہیں بلاغات میں منحصر ہی - کیا عدم
العلم - علم بالعدم ہی - بفرض وتسلیم - اگر وہ بعض غیر معین وغیر مقرر بہی مانا جاوی - تو پھر
اس عبارت کو شاہد واسطے ان بلاغات کی لانا تو دال بر تعیین وتقرر یقینی کے ہی - پہر تعیین
وتقرر یقینی کہاں سی حاصل ہوا - شاید الہامی ثابت ہو - مع ان کلام ابن عبد البر یکذبہ کما مر
من المصنف فافہم وانصف - ثالثا - کلام شاہ صاحب مرحوم کا دال ہے کہ اگرچہ یہ چار حدیثیں
باین الفاظ وباین ہیئت ثابت نہیں - الا انکی معانی صحیح ہیں - پس ثابت ہوا کہ بلاغات امام
مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہمگی درست وصحیح ہیں - کسی میں بھی کلام نہیں - پس ومن بلاغاتہ
لا تعرف عند التفحص بجا و ٹھیک نہیں **قولہ** طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہے
نہ اعتداد رکعت کا **اقول** طارق رض کا اثر صرف شرکت کا مظہر نہیں - بلکہ شرکت کا
مظہر اور اعتداد رکعت کا مشعر ہی - اسلئے کہ طارق کہتا ہی - کہ ہم ابن مسعود کی ساتھ بیٹھے ہوئے
تھے - کہ ندا قد قامت الصلوۃ کے آئے - پہر ہم کہڑے ہوئے - عبد اللہ بن مسعود مسجد میں داخل
ہوئی - اونہوں نے لوگوں کو رکوع میں دیکھا - پس تکبیر کہکر - رکوع کیا - پھر بحالت رکوع کی ہی
چلکر شامل الصف ہوئی - اور ہمنے بھی ایسا ہی کیا - جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کیا - اور

طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہی - کا جواب

زید بن وہب کے اثر سے صاف ثابت ہے۔ کہ ابن وہب کو عبد اللہ بن مسعودؓ نے اعتداد رکعت کا
ایسی حالت میں حکم اور فتوی دیا۔ اور ابن وہب کو روکا۔ اور فرمایا قد ادرکت الصلوۃ۔ عبد اللہ
بن مسعود تو اعتداد رکعت کے قائل ہیں۔ اور طارق کہتا ہے و فعلنا مثل ما فعل (یعنی ابن
مسعود) پھر طارق کا اثر صرف شرکت کا مظہر ہے۔ یا کہ شرکت مع الاعتداد کا مشعر ہے۔
ہٹ دھرمی اور شی ہے، اور احقاق حق اور۔ **اب** ہم ہر دو روایتوں کو نقل کرتے ہیں
تاکہ ناظر منصف ملاحظہ کرے **روی الطحاوی** فی شرح معانی الآثار بسندہ
عن زید بن وہب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود رض فادرکنا الامام وھو
راکع فرکعنا ثم مشینا حتی استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوۃ قمت لاقضی
فقال عبد اللہ قد ادرکت الصلوۃ **وروی الطحاوی** ایضا بسندہ عن طارق
قال کنا مع ابن مسعود رض جلوسا فجاء النداء قد قامت الصلوۃ فقام وقمنا فدخل المسجد
فرای الناس رکوعا فی مقدم المسجد فکبر فرکع ومشی و فعلنا مثل ما فعل انتہی **قولہ**
سوم ابوہریرہ کے اثر میں رکعت سے رکوع مراد لینا ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ شرعی رکعت نہیں **اقول**
سلمنا ذلک الا جبکہ قرینہ صارفہ موجود ہو تو ممنوع نہیں۔ اور اس مقام میں قرینہ صارفہ صحیحہ
موجود ہے۔ اور وہ قبل ان یقیم الامام صلبہ ہے۔ کما مر۔ بلکہ ایسی حالت میں رکعت تامہ مراد لینا
ممنوع ہے لان القرینۃ الصحیحۃ تابی عنہ۔ کما فی قولہ فلما رفع راسہ من الرکعۃ
قال سمع اللہ لمن حمدہ رواہ البخاری ومر تمامہ **قولہ** چہارم بعض ان آثار سے صاف
ظاہر ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے وہی کام کیا جو ابوبکرہ نے کیا آہ **اقول** ابوبکرہ کے لئے بھی رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ کے لئے لا تعد فرمایا۔ عدم اعتداد رکعت کے لئے حکم نبوی اب تک
ثابت نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو آپ ہی بیان فرمائیں۔ بل ثبت انہ لم یامر بالاعادۃ
فثبت انہ اعتد بھا لان السکوت فی معرض الضرورۃ بیان۔ وقد مر الکلام فیہ لا استقصاء
قولہ پس انکے افعال باوجود امکان اختفاء الحکم عنہم کیونکر حجت ہونگے **اقول** الاختفاء

کما قال البخاری فی جزئہ انما اجاز ادراک الرکوع من اصحاب النبی صلعم الذین لم یروا القراءۃ خلف الامام منہم ابن مسعود وزید بن ثابت وابن عمر رضی اللہ عنہم

موھوم واضعافہم یقینیۃ ۔ والیقین لا یرفعہ الوھم ۔ مع ان الظاہر الاطلاع **قولہ** فقیر صغیری اور مالابدمنہ آہ **اقول** جبکہ ادلہ اسکی مجمل خود مصرح اور مبین ہیں ۔ تو صغیری اور مالابدمنہ میں ادلہ کا مذکور نہونا ۔ کیا مستلزم اس امر کا ہی کہ یہ مسئلہ دراصل ہی بے دلیل ہے ۔ یا عدم ذکر ادلہ کا مستلزم ضعف اصل مسئلہ کا ہی ۔ یا کہ ہر مؤلف مختصر نویس کی لئی ضروریات سی ہی کہ وہ ہر مسئلہ میں دلیل بھی ضرور تحریر کری ۔ اکثر متون فقہ ہر مذہب کے اسی چال و داب پر ہیں ۔ ہاں البتہ اصل مسئلہ کا قوی ہونا ضروریات سی ہی سو بفضلہ تعالی اصل مسئلہ کے قوت کا حال مبرہن اور ظاہر ہو چکا ہے ۔ اور نیز جمہور کا مذہب بھی دریافت ہوا کہ یہی ہی جو کچھ کہ صغیری اور مالابدمنہ میں ہی ۔ اور ہٹیک مسئلہ کو جسکی ثبوت کی ادلہ موجود ہوں ۔ ہمارا کہ اللہ کی خلاف کہنا ۔ ذہن رسا کی خوبی ہے ۔ ورنہ آپکے بہت بھائی بندو نئے متون فقہ کے لکھی ہیں ۔ حالانکہ اونکے ادلہ وہاں ذکر نہیں کئے ۔ پہر کیا وہ ہمارا کہ اللہ کی خلاف ہیں وَاللّٰہُ یَعْصِمُنَا عَنْ ھٰذَا **قولہ** ابوہریرہ کا اثر موقوف ہی اور وہ حجت مسلمہ نہیں ۔ **اقول** یہ اثر اور باقی آثار اور مرفوعہ احادیث ملکر بہت بڑی حجت مسلمہ ہی اور وہ بھی کیسی کہ ۔ امام مالک ۔ اور امام شافعی ۔ اور امام ابوحنیفہ ۔ واصحابہم ۔ اور ثوری ۔ اور اوزاعی اور ابی ثور ۔ اور احمد ۔ اور اسحاق ۔ رحمۃ اللہ علیہم ۔ اور حضرت علیؓ اور ابن مسعود ۔ اور زید بن ثابت ۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ۔ جیسی حضرات مان گئی ۔ اور اپنے عمل کا عروۃ الوثقی ٹھرایا ۔ وقد مر تحقیقہ فیما مر **قولہ** بدون قرینہ لینی کے شرع میں کوئی نظیر نہیں **اقول** درست ہی ۔ الا یہاں تو قرینہ موجود ہے ۔ اور وہ فقد ادرک السجدۃ ہی وقد سبق تحقیقہ فیما سبق **قولہ** اگر یہ الفاظ مان لیں جو اپنی لکھے ہیں **اقول** اس فرضی تسلیم کی کیا ضرورت ہے مشکوۃ شریف کی صفحہ ۷۹ میں بھی الفاظ رفاعہ کی حدیث موجود ہی ۔ آپ ملاحظہ فرمائیں **قولہ** مولویصاحب سچ ہی آہ **اقول** مولوی صاحب جیو سچ اور درست تو یہ ہی کہ علم فقہ متفرعہ اور نتیجہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا ہے ۔

ابوہریرہ کا اثر موقوف حکمی مرفوع کا حکم رکھتا ہے

اور ماخوذ مشکوٰۃ نبوت اور سیرت احمدیہ سے ہی۔ اور علم دینی میں کوئی علم۔ علم فقہ سے زیادہ
نہیں۔ اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہے اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالیٰ اور اوسکے رسول کا۔ اور
علم حدیث اگرچہ اسکی اصل ہے لیکن یہ اوس سے ماخوذ ہے۔ اور اوسکا محصل اور نتیجہ ہے۔ اور
علم فقہ کی فضیلت میں فرمایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم "جسکے ساتھ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالے
بہتری کا۔ تو اللہ اوسکو فقیہ کردیتا ہے دین میں" روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے۔ اور
جامع ترمذی میں وارد ہے۔ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فقیہٌ واحدٌ اشدّ
علی الشّیطان من الف عابدٍ" یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے۔ اور فرمایا کہ
دو خصلتیں ہیں کہ نہیں جمع ہوتی ہیں منافق میں ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق۔
اور دوسری فقیہ ہونا دین میں" روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ ہر دین کا ایک ستون ہے۔ اور ستون اس دین کا فقہ ہے **ولنعم ماقیل** اذا ما اعتذ ذو
علم بعلم + فعلم الفقه اولی باعتذار + فکم طیب یفوح ولا کمسک + وکم طیر یطیر ولا کباز +
وقد مدحه الله بتسمیته خیراً **بقوله** ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً
وقد فسّر الحکمة زمرة ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی هو علم الفقه۔ ومن ههنا
قیل **شعر** وخیر علوم علم فقهٍ لانّه + یکون الی کل المعالی توسلا + فانّ فقیهاً
واحداً متورعاً + علی الف ذی زهد تفضل واعتلی + وهما ماخوذان مما قیل للامام محمد **شعر**
تفقه فان الفقه افضل قائد + الی البر والتقوی واعدل قاصد + وکن مستفیداً کل یوم
زیادةً + من الفقه واسبح فی بحور الفوائد + فان فقیهاً واحداً متورعاً + اشدّ علی الشیطان
من الف عابد + هذه خلاصة ماذکره صاحب الدر المختار جبکہ علم فقہ کا ایسا اعلیٰ درجہ کا علم
عام دین سے ہی تو صاحب رسالہ کا ان ہر دو بیت کا ذکر کرنا اس محل میں غیر محل اور نا موضوع ہے
مقتضی تہذیب اخلاق کا نہیں هذا آخر ما اوردناه من جواب الجواب فی اعتداد الرکعة للمدرک
وعدم وجوب فاتحة الکتاب وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین + والصلوٰة علی رسوله

محمد وآله واصحابه اجمعين **فائده** صاحب رساله نے چونکہ بیان فرمایا ہی کہ نماز جنازہ میں
بھی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے - لہذا راقم اوراق بھی اتباعاً اسکے کچھ مختصر حال اس مسئلہ کا
گزارش کرتا ہی - **قوله** نماز جنازہ میں تکبیر اولی کے بعد فاتحہ پڑھنا سنت صحیحہ سے ثابت ہی الی
آخر ما قال فلا ینافی وجوب الفاتحة - حدیث ابن عباس اخرج الترمذی وقال حسن صحیح **اقول**
مستعینًا باللہ ابن ماجہ نے **باب ماجاء فی القرءة علی الجنازہ** کا منعقد کرکے دو حدیثیں
مرفوع بیان فرمائی ہیں ۱؎ حدثنا احمد بن منیع ثنا زید بن الحباب ثنا ابراهیم بن عثمان
عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرء علی الجنازة
بفاتحة الکتاب ۲؎ حدثنا عمرو بن ابی عاصم النبیل وابراهیم بن المستمر قالا حدثنا ابو عاصم
حدثنا حماد بن جعفر العبدی حدثنی شهر بن حوشب حدثتنی ام شریک الانصاریة - قالت امرنا
رسول اللہ ان نقرء علی الجنازة بفاتحة الکتاب انتهی سو یہ ہر دو حدیثیں قابل احتجاج اور مثبت فرضیت
نہیں ہوسکتیں - اسلئے کہ پہلی حدیث کی سند میں ابراهیم بن عثمان ابوشیبة الواسطی ہے **میزان**
الاعتدال میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہی کذبه شعبه - وروی عثمان الدارمی عن ابن معین
لیس بثقة - وقال احمد ضعیف وقال البخاری سکتوا عنه وقال متروک الحدیث انتهی
ملتقطًا - قلت وقال الترمذی منکر الحدیث اور دوسری حدیث کی سند میں ابو عاصم ہی اور یہ ابو عاصم
العبادانی ہی **میزان** میں اوسکے ترجمہ میں لکھا ہی یقال اسمه عبد اللہ بن عبید اللہ وقیل اسمه عبید اللہ
بن عبد اللہ - لیس بحجة یاتی بعجائب - قال العقیلی منکر الحدیث انتهی اور نیز اسکی سند میں حماد
بن جعفر العبدی البصری ہی اور وہ مختلف فیہ ہی **میزان** میں لکھا ہی وثقه ابن معین وابن حبان
وقال ابن عدی منکر الحدیث لم اجد له غیر حدیثین انتهی مختصرًا اور نیز ترمذی نے بھی باب
ماجاء فی القراءة علی الجنازہ بفاتحة الکتاب کا منعقد کرکے فرمایا - اور حدیث ابن عباس
کو بیان کیا وقال اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان النبی صلعم قرأ
علی الجنازة بفاتحة الکتاب وفی الباب عن ام شریک - قال ابو عیسی حدیث ابن عباس حدیث

نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنی ثابت ہے

ليس اسناده بذالك القوي - ابراهيم بن عثمان هو ابو شيبة الواسطي منكر الحديث والصحيح
عن ابن عباس قوله من السنة القراءة على الجنازة بفاتحة الكتاب انتهى **ش** اخرج بسنده
عن طلحة بن عبد الله بن عوف ان ابن عباس صلى على جنازة فقرء بفاتحة الكتاب - فقلت له
فقال انه من السنة او من تمام السنة - قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح والعمل على
هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم يختارون ان يقرأ بفاتحة
الكتاب بعد التكبيرة الاولى وهو قول الشافعي واحمد واسحاق **و** قال بعض اهل العلم
لا يقرأ في الصلوة على الجنازة - انما هو الثناء على الله والصلوة على نبيه ص والدعاء على الميت
و هو قول الثوري وغيره من اهل الكوفة انتهى - بعينه - اور زاد المعاد میں ہے فاذا
اخذ في الصلوة عليه كبر وحمد الله واثنى عليه - وصلى ابن عباس على جنازة فقرأ بعد
التكبيرة الاولى بفاتحة الكتاب جهرًا وقال لتعلموا انها سنة - وكذلك قال ابو امامة
بن سهل ان قراءة الفاتحة في الاولى سنة **و** يذكر عن النبي ص انه امر ان تقرأ على الجنازة
بفاتحة الكتاب ولا يصح اسناده - **قال** شيخنا لا يجب قراءة الفاتحة في صلوة الجنازة
بل هي سنة **و** ذكر ابو امامة بن سهل عن جماعة من الصحابة الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم
في الصلوة على الجنازة **و** روى يحيى بن سعيد المقبري عن ابي هريرة انه سأل عبادة بن الصامت
عن الصلوة على الجنازة فقال انا والله اخبرك تبدأ فتكبر ثم تصلي على النبي ص وتقول اللهم
ان عبدك فلان كان لا يشرك بك وانت اعلم به ان كان محسنًا فزد في احسانه - وان كان
مسيئًا فتجاوز عنه اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده ومقصودنا ان الصلوة على الجنازة
هو الدعاء للميت - وكذلك حفظ عن النبي ص - ونقل عنه ما لم يفعل من قراءة الفاتحة انتهى -

اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ موطا امام مالک کی شرح میں لکھتے ہیں **مسئلہ** صفت
صلوۃ جنازہ موافقست با صفت صلوۃ مطلقہ در نیت وقیام وقراءت وصلوۃ بر آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلام وبغیر ارکان صلوۃ تکبیرست ودعا برای میت نیز منقولست - پس شافعی میل کردہ است

بانکہ چیزی کہ دران با صلوۃ مطلقہ موافق ست بر طریق فرضیت بود۔ بدلیل حمل وی بر صلوۃ
مطلقہ در شروط۔ پس ہمچنین محمول باشد در ارکانی کہ دران موافق افتادہ بخلاف مثل رکوع
وسجود کہ عدم مشروعیۃ آن بتواتر معلوم شد بندہ ضعیف گوید فیہ نظر۔ زیراکہ لفظ
حدیث در قراءۃ فاتحہ من السنۃ ست وعمل ابن عمر ترک آنست وجمع میتوان کرد بہ مستحب بودن
آن۔ وآین دلیل بر عدم فرضیت میتواند شد انتھی۔ اور **فتح القدیر** میں ہی لا یقرأ
الا بنیۃ الثناء ولم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القراءۃ انتھی اور **شیخ دہلوی**
لمعات میں لکھتے ہیں قال علماؤنا لا یقرء الفاتحۃ الا انہ یقرء بنیۃ الثناء۔ ولم یثبت
القراءۃ عن رسول اللہ صلعم انتھی۔ ویظہر من کلام فتح الباری۔ ان مرادہم مشروعیۃ القراءۃ
لا وجوبہا **و** قال الکرمانی والمراد بالسنۃ التی وقع فی کلام ابن عباس فی الترمذی الطریقۃ
المسلوکۃ فی الدین۔ وبہ قال الطیبی اور **عینی شرح بخاری** میں لکھتا ہی قد اختلف فیہ
فنقل عن ابن المنذر عن ابن مسعود والحسن بن علی وابن الزبیر والمسور بن مخرمۃ مشروعیتہا
بہ وبہ قال الشافعی واحمد واسحاق۔ ونقل عن ابی ہریرۃ وابن عمر لیس فیہا قراءۃ وھو
قول مالک والکوفیین **و** قال ابن بطال ممن کان لا یقرء فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔ عمر وعلی
وابن عمر۔ وابو ہریرۃ۔ ومن التابعین عطاء۔ وطاؤس۔ وسعید بن المسیب۔ وابن
سیرین۔ وسعید بن جبیر والشعبی وقال ابن المنذر ومجاہد وحماد بن حماد۔ وبہ قال الثوری
وقال مالک قراءۃ الفاتحۃ لیست معمولا بہا فی بلادنا فی صلوۃ الجنازۃ انتھی اور **موطا**
امام مالک میں ہی مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان لا یقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ۔ مالک
عن سعید بن ابی سعید المقبری عن ابیہ انہ سأل ابا ہریرۃ کیف تصلی علی الجنازۃ۔ فقال
ابو ہریرۃ انا لعمر اللہ اخبرک اتبعہا من اہلہا فاذا وضعت کبرت وحمدت اللہ وصلیت
علی نبیہ ثم اقول اللہم عبدک وابن عبدک وابن امتک کان یشہد ان لا الہ الا انت وان محمدا
عبدک ورسولک وانت اعلم بہ۔ اللہم ان کان محسنا فزد فی احسانہ وان کان مسیئا فتجاوز عنہ

عنه سیاته - اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده انتهی **اور معراج الدرایہ** میں لکھا ہے لا یقرء الفاتحة
وبه قال مالك وهی واجبة عند الشافعی وبه قال احمد - ولنا قول ابن مسعود لم یوقت رسول الله صلعم لنا
فی الصلوة علی الجنازة دعاء ولا قراءة کبر ما کبر الامام واختر من الدعاء اطیبه وهکذا
روی عن عبد الرحمان بن عوف وابن عمر فانهما قالا لیس فیها قراءة وتاویل حدیث جابر انها
تقرء علی سبیل الثناء ولا علی وجه القراءة - ولان هذه لیست بصلوة حقیقة - وانما هی دعاء
واستغفار للمیت - ولهذا لیس فیه ارکان الصلوة انتهی آن عبارات اور احادیث مذکورہ سے چند
فائدہ حاصل ہوئے ۱ جنازہ میں قراءۃ فاتحہ حضرت صلعم سے بطرق صحیحہ نصًّا ثابت نہیں ۲ حضرت
جابر رض کا انه من السنة فرمانا مثبت فرضیت فاتحہ کا نہیں کما من الکرمانی والعینی ۳ عمل اکثر اصحابہ
اور تابعین کا بھی مقتضی فرضیت کا نہیں ۴ ابو ہریرہ جو کہ وجوب قراءۃ فاتحہ فی الصلوۃ میں علم
ہیں صلوۃ جنازہ میں وہی وجوب کے قائل نہیں ۵ محققین احناف قراءۃ فاتحہ کی لا علی سبیل القراءۃ
بل علی وجه الثناء قائل ہیں - **الغرض** صاحب رسالہ کا مدعی یعنی فرضیت فاتحہ کی جنازہ کی نماز
میں اسقدر بیان سے جو کہ صاحب رسالہ نے بیان فرمایا ہے ثابت نہیں ہوتا - ہاں البتہ اگر اور کوئی
دلیل کافی مثبت مدعی بیان فرمائینگے تو ہم انشاء اللہ تعالی توجہ تامہ سے اوسکیطرف کان اور دہان
لگائینگے **علاوہ** بران نسائی کی روایت میں ہے صلیت خلف ابن عباس فی الجنازة
فقرء بفاتحة الکتاب وسورة وجهر حتی اسمعنا الحدیث یہ روایت دال اسپر ہے کہ فاتحہ اور سورہ
جہرًا جنازہ میں پڑہی جاویں وهذا لو کان ثابتًا دالًا - والله اعلم بالصواب **اللهم** ارنا الحق حقًا
والباطل باطلًا وتب علینا انك انت الوهاب الرحیم وصل علی حبیبك خیر خلقك محمد نبینا
الکریم واله وصحبه اجمعین **قوله** فقہ کے ابتدائی متنون میں کیدانی ہے جو کہ ہند و پنجاب
میں مروج ہے اسپر ملا علی قاری نے فرمایا ہے الی اخر ما قال ولو لا حسن الظن به وتاویل کلامه بسببه
لکان کفره صریحًا وارتداده صحیحًا الخ **اقول** صاحب رسالہ عیب جوئی اور خطا بینی کی سخت
مشتاق اور بڑی مشاق ہیں - اور معیوب ہونا اس امر کا محتاج بیان نہیں - حالانکہ باب

تاویل الکلام مفتوح ہی۔ اور جو کلام کہ بالتاویل صحیح اور درست ہو سکتی ہی۔ اوسکو خواہ مخواہ محمل
غیر حسن او غیر شرع پر حمل کرنا کچھہ ضروریات دین سی نہیں۔ ایسی جگھہ سی ہی۔ جبکہ دو حدیثوں
یا آیتوں میں تطبیق بوجہ من وجوہ التطبیق ممکن ہو۔ تو مصیر الی نسخ احدہما۔ اور اہمال احدہما
خارج از مقتضاء قواعد اصول ہی۔ کما بین فی موضعہ۔ اور کید انی کا کلام ماول ہی کما اولہ
بعض الشراح لہ ولا شارۃ کاھل الحدیث کی معنے کاہل المحدوث کی ہیں۔ کیونکہ فعیل بمعنے
مفعول فی کثیر من المواضع مستعمل ہے۔ جیسے قتیل بمعنے مقتول ونظائرہ۔ اور اشارہ کاہل
المحدوث وہ اشارہ ممنوعہ ہے جسکو روایت کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان رجلا کان
یدعو باصبعیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد احد رواہ الترمذی والنسائی والبیہقی
فی الدعوات الکبیر مشکوٰۃ ص قال القاری احد احد بکسر الحاء المشددۃ امر مکرر للتاکید
ای اشر باصبع واحد لان الذی تدعوہ واحد۔ واصلہ واحد قلبت الواو ہمزۃ انتہی اور کلام ملا علی
القاری علیہ الرحمۃ کی بھی مشیر الی التاویل ہے حیث قال لولا حسن الظن بہ وتاویل کلامہ بسببہ یعنی
اگر کیدانی کی کلام کی تاویل نہو سکتی تو ایسا ہوتا۔ پس یہ کلام ظاہر یا بمنزلہ ظاہر کی ہی۔ کہ یہ کلام اوسکا ماول
ہی کیونکہ حسن ظن بالمؤمنین مقتضائی تاویل ہی۔ پھر خواہ مخواہ اوسکی کلام کو خلاف سنتہ اور خلاف
شرع پر حمل کرنا حسن ظن کا مقتضی نہیں۔ بلکہ اسارت اور سوء ظنی ہی فتعین حملہ علیہ آخر لحمل
لکلام عالم عما یشتبہ فیما یمکن من المحامل کما قالہ صاحب الدراسات یعنی ضرور ہوا۔ کہ یہ بات
قرار دیں۔ تو کہ عالم کا کلام حتی الامکان سارت سی نکل جاوے جسمیں عالم کی برائی نکلے۔ اور ثبوت
مسئلہ اشارہ کا بدیہی ہی محتاج بہ بیان نہیں۔ جیسی کہ سنن اربعہ۔ اور صحیح مسلم۔ اور سنن بیہقی
اور مسند احمد۔ اور موطا مالک۔ اور موطا محمد۔ اور شرح معانی الآثار۔ اور معاجم طبرانی۔ اور سنن
سعید بن منصور اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہی کما بسطہ علی القاری
فی رسالۃ تزیین العبارۃ اور نوازل فقیہ ابو اللیث اور ذخیرہ اور قنیہ اور حلیہ اور فتح القدیر۔ اور
بحر الرائق اور نہر الفائق اور خانیہ اور مجتبی شرح المختصر القدوری۔ اور در المختار۔ اور اسکی حواشی

اور مواہب الرحمن۔ اور اوسکی شرح برہان وغیر ذالک میں ہے۔ امام محمد اپنے موطا میں بعد ذکر اشارہ کے فرماتے ہیں قال محمد وبصنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ۔ انتہی **انتباہ** بہت بڑے بڑے حفاظ محدثین اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم سے سہو قلم ظہور میں آنا مقتضائے بشریت ہے۔ عصمت خواص انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ اہل چشم پوشی اور صوابونکو دیکھنا ہی داب صالحین سے ہے۔ **نظیرًا** گزارش ہوتا ہے۔ نواب صدیق الحسن خان صاحب بلوغ السؤل من اقضیۃ الرسول کے ص ۲۴۵ میں قصہ سنگسار ماعز بن مالک میں لکھتے ہیں **و** فی بعضہا انہ امر فحفرت لہ حفیرۃ ذکرہا مسلم وھی غلط من روایۃ بشیر بن المہاجر وان کان مسلم روی لہ فی الصحیح۔ فالثقۃ قد یغلط انتہی یعنی بعض طرق حدیث مین وارد ہے کہ حضرت صلعم نے امر فرمایا کہ واسطے ماعز کے گھڑا کہودا جادے اور یہ غلط ہے۔ روایت بشیر بن مہاجر سے۔ اگرچہ اسکو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ کیونکہ غلطی کبھی ثقہ سے بھی ہوجاتی ہے انتہی۔ اور اسی روایت کو بیہقی نے بھی بیان فرمایا۔ الا بیہقی نے سکوت کیا اس روایت اور روایت عدم حفرہ مین کچھ تطبیق نہیں دی ذکرہ الحافظ الزیلعی فی تخریج احادیث الہدایۃ **واضح** ہو کہ صاحب رسالہ نے درباب ناسخ ومنسوخ عجیب گفتگو اور اپنی رائے اظہار فرمائی ہے۔ راقم الاوراق کا بھی منشا تہا کہ اس باب میں کلام محققین اور مفسرین اور محدثین کی نقل کرتا اور اون کے اقوال معرض بیان میں لاتا۔ الا از انجا کہ حجم ان اوراق کا از بس زیادہ ہوگیا ہے خوفًا للاطناب اس بحث کو علیحدہ رسالہ مرتب کرنا مناسب معلوم ہوا انشاء اللہ تعالی اس رسالہ کے طبع کے بعد اوسکی طبع کا ارادہ کرونگا اگر قضائے مہلت دی وما توفیقی الا باللہ۔ ولیکن ھذا آخر ما اردناہ ونسال اللہ التوفیق الرفیق فی جمیع امور الدنیا والآخرۃ اللھم صل علی حبیبک الرسول الامی وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔ وتب علینا انک انت الغفور الرحیم۔ وکان ذلک فی شہر الصفر من شہور السنۃ الوا[حد] من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

تمت

تقریظ رسالۃ الانیقۃ المسماۃ بنور الملقب بکشف النقاب فی ردّ فصل الخطاب چکیدہ قلم مولوی غلام غوث صاحب عفا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربنا نحمدک علی ما علمتنا من علم الکتاب + کما نحمدک علی ما اسبغت لنا اتباع الرسول المستطاب ونصلی علی نبیک نبی الرحمۃ صاحب الامر والاحتساب + وعلی حبیبک شفیع الامۃ فی یوم الحساب سلام علیہ وعلی آلہ وعترتہ والاصحاب وعلی الائمۃ المجتہدین الذین لھم عند اللہ لحسن مآب **اما بعد** فیقول العبد المنہمک فی الماثم والارتکاب المسکین المستغفر من اللہ العزیز الوھاب الفقیر غلام غوث بن مولینا المولوی **محمد عالم** صدر نبلاء الفنجاب تجاوز اللہ عن سیئاتھما ربنا رب الارباب فقد القی الی الکتاب وما ادریک ما الکتاب **شعر**

کتاب کریم سمو الخطاب خطاب حری فنعم الجواب المسمی بنور الملقب بکشف النقاب فی ردّ فصل الخطاب ولعمری ذلک الکتاب مبارک لیتذکروا اولوا الالباب ولیت شعری انہ ھدی وبشری لاولی الالباب والحق انہ صحیفۃ شریفۃ موشحۃ بآیات الکتاب ورسالۃ مبتکرۃ مرصعۃ بآثار الباب والذی نفسی بیدہ ھو اجل من الارطاب وایم اللہ ھو ازکی واطھر واطیب قال الانشد فی تاریخ تالیف بیتین تذکرۃ للاحباب فی حساب الجمل تنشیطا للطلاب **وھا ھذان** کتاب بارع نور علی نورہ کمصباح الدجی کشف النقاب فقلت مورخا لما اضانا + **وفی نور** علی فصل الخطاب کیف لا ھو من تصنیفات انیل الکتاب + مولینا المولوی **فضل الدین الذی** فی حیلہ عقاب العلامۃ الفہامۃ الذی الیہ خضع الرقاب والامام الہمام الذی الیہ

اليه سبقه الطلاب هو يعسوب فى مطارحات المناظرة والخطاب ولبث فى مطارحات
المحاضرة والجواب **شعر** مى كل راى راى ما اجاب على كل بحث على مزراب كيف
ما قلمه تمر على القرطاس مر السحاب وتنساب لسانه فى الخطاب كالحباب الفه بعد ما التمسوا
منه سلالة من كل صاب وقالوا عجل لنا قطنا قبل يوم الحساب قد افدوا فى ديننا ابتعة
عبد الوهاب فسعوا فى الارض بالبغى والطغيان والانصاب وماهم الا خداع الامة
وخلاب ربنا مسنا الشيطان بنصب وعذاب وهل اتك نبؤ الخصم اذ تسوروا المحراب اذ
دخلوا على الذين قوم من غير الابواب ان كل الامنكرى الائمة فحق عقاب هذا وان
للطاغين لشر ماب + فجزاهم ضرب الرقاب + او ضربا مبرحا من سوط العذاب + فاخذ
فى ردهم بعد ما دعا ربنا انت الوهاب فانصرنا واحفظنا من شر اولئك الاحزاب فقيل له
اتينك الفضل وفصل الخطاب هذا عطاؤنا فامنن او امسك بغير حساب فانسخ نسخة نا
لاسفار الكذاب واطنب عليهم من قريحته جلباب فلله دره بهذا الانتصاب على ذلك
الامر المصاب اجزاه الله جنات من نخيل واعناب ثم جنات عدن مفتحة له الابواب بفاكهة
كثيرة وشراب كما وردان للمتقين لحسن ماب + ثم لا تنس ما فصل الخطاب كتاب مستحدثة
فى الباب حرى بالكذاب عند اولى الالباب ولعصمك عن فاضل اديب ملجا الشيخ والشاب
وحكيم حاذق فى الاخذ والاكتساب بادئيا فى قراءته فلحة الكتاب جازما على المقتدين
بالايجاب فاوجد فيه لتاركيه العقاب وانذر قوما من ارتاب وما هو الا الشئ عجاب فاما
انى فلا استحيى من الحق ولو عزنى فى الخطاب + وما ابرئ نفسى ان النفس لامارة بالسوء والارتكاب
اقول عوض على كتابى النحريرين بالاتياب لا ارسم على اى منهما نقطة الانتخاب فبان لى الترجيح
لكشف النقاب على رشاقة فصل الخطاب + على ما مشى عليه النبى والاصحاب وعلى اسلوب ما
روى فى جمهور المذهب المستطاب فاق ضيائه على سنائه حتى توارت بالحجاب كما تتوارى انارة
النجوم اذا الشمس اطنبت الطناب او كما تخفى عند الالتهاب برقة التمتها فان لم ينجح منجى الذباب بتكسية تكبيت الغراب

فہرس مطالب کشف النقاب عن مسئلۃ فاتحۃ الکتاب المسمیٰ بانوار نعمانیہ

صحت نامہ کتاب ہذا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	قلت	قل
۵	۲۰	پشاور	اور پشاور
۷	۳	عقب	عقل
۸	۲	عدۃ	عدو
〃	۴	منہا	منتہا
〃	۱۵	معاخرین	معاصرین
۹	۴	میرتہ	سیرتہ
۱۰		لم تنزل	لم تنزل
〃	۱۸	ایدہ	یدہ
۱۱	۷	الکروری	الکردری
〃	۲۱	لہم او بالفہم	لہ او بلغہم
۱۲	۱۱	نتارہ	نثارہ
〃	〃	خلیفہ	وظیفہ
〃	۱۸	للخلیفہ	للخلیقہ
〃	۱۹	باغنا اللّٰہ	باغنا اللحن
۱۳	۶	من قبول شہادۃ / قبول شہادۃ کے	منع قبول شہادتین
〃	۷	قستر	قسترہ
〃	۹	ہوتی	نہ ہوتی
۱۴	۱۱	ما اتکم	ما اتکم الرسول
۱۵	۳	ان	ان ہی
〃	۵	نہ یا	یا
〃	۱۸	جو اس	اس
۱۶	۳	اقدام اتدو	اتند اتد
〃	۱۱	لصحیہ	لصحبتہ
۱۷	۷	مدت	مسّت
〃	〃	عن	من
〃	۹	قضا قضا	قضا قضا
〃	۱۵	قضا	قضا
۱۸	۱	قضا	قضا
〃	۹	قال النبی	قال رایت النبی
۱۹	۲	تم میں	تم میں سے
۲۱	۲	دیکھو	دیکھیے
〃	۱۸	نفا	تنا
۲۳	۳	عقی	علی
۲۵	۹	بالحسن	بالحس
〃	۱۲	کقضایا	بقضایا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۱۴	نزا	نزہ
۲۶	۲۱	حرسی	جرسی
۲۷	۵	نہیں	نفیں
〃	۱۴	بغرض	بفرض
۲۸	۱۳	نکتہ	ملکۃ
۳۰	۱	اور شرح غریب	او شرح غریب
〃	۲	اخیار	اخبار
〃	۱۲	مدلس حدیث	مدلس کی حدیث
〃	۲۰	رواۃ	روایۃ
۳۱	۱۰	صحہ	صحتہ
〃	۱۵	الکلی	المکی
۳۲	۲۰	روایۃ	روایۃ و
〃	۲۱	روایۃ	روایتہ
۳۳	۱۸	تعیمن	تعیین
〃	〃	تخصص	تخصیص
۳۴	۲	بنم	لیتم
〃	۱۳	الا دماء	دراء
〃	۲۱	عنہا	تما
۳۵	۱۰	بسبح	بسبیح
〃	۱۵	(نازعنہا)	نازعتہا
۹	۲۱	سمحو	سمعوا
۳۶	۲	قتیتبۃ	قتیبۃ
〃	۴	رحدکم	احدکم
۳۷	۱۸	فقہ	فقیہ
۳۸	۹	او الطحاوی	والطحاوی
۴۰	۲۰	جس طرح	جرح
۴۱	۷	النہایۃ	البنایۃ
〃	۶	عبارت	عبارات
〃	۱۴	الہمدانے	الہمدانی
۴۳	۳	صراحتاً	صراحۃ
〃	۸	علاج نہیں	علاج ہی نہیں
〃	۱۹	فاصنع	فاصبغ
۴۶	۱۲	آیات	اثبات
۴۸	۱۳	الافی	فی
〃	۱۴	ودع	داع
۵۰	۱	فرضیت	فرضیت فاتحہ
〃	۱۴	رواہ	ورواہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳	۱۵	نہم	فہم
۵۵	۵	عمر	عُمَر
〃	۸	صحتا	صحتہا
〃	۱۱	عنسہ	حسنہ
۵۷	۵	بھی	ہی
〃	۱۲	نہیں	ہو
〃	۱۴	الکاملۃ	الکامل
۵۹	۸	النفی	فنفی
۶۰	۱	باہے	ہے
〃	۳	بھی	ہی
〃	۱۴	خاتمہ	فاتحہ
۶۱	۱۰	اُسی	اُس
۶۲	۱۲	باشمول	باشمول
۶۳	۶	اعلم	تکلم
〃	۷	والا تحدیث	والولد تحدیث
〃	۹	والا مخدج	والولد مخدج
〃		الیہ	السید
〃	۱۱	ابو حاور	ابو حاتم
〃	۱۴	السیادیہ	انبیاتیہ
〃	۱۷	اس محاورہ دیکھا (صلوٰۃ فلاح) ہیں	اس محاورہ میں (صلوٰۃ خداج) خداج
۶۵	۹	وعن	عن
〃	۱۰	ثواب	ثواب
〃	۲۱	والا	الّا
۶۶	۱۱	اور اُن سے	اوروں سے
۶۷	۱	کا	کے
۶۸	۱۵	آتی	آتی ہے
۶۹	۱۴	یہ حال	بہرحال
〃	۱۱	بجادرست	بجا و درست
۷۰	۳	ہی	بھی
〃	۴	〃	〃
۷۱	۸	اتفاقاً	انصافاً
۷۲	۵	عریض	عریضہ
۷۳	۳	المشہورہ	المشہورۃ
۷۵	۱	منظور	منصور
〃	۸	واشتراط	اشتراط
۷۸	۱۲	فی النہار	فی نصف النہار

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین آمین

تمت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۲	۳	او	و
〃	۷	واخذ	واحد
〃	۱۱	للاکثر	لاکثر
۱۷۳	۱۹	قرأ	قرأکا
۱۷۴	۱۶	حدیث روایت	حدیث
〃	۲۱	بھی	ہی
۱۷۵	۳	ہے	سے
〃	۸	رحمۃ اللہ علیہ شرح	شرح
۱۷۶	۶	ہاں	وہاں
〃	۱۱	ہنا	نہاد
〃	۲۰	اللفعر	القعقعۃ
۱۷۷	۱۳	کہتے	کہتے
۱۷۸	۴	اخواتنا	اخواننا
۱۷۹	۱۳	یجہران	یجہرون
۱۸۰	۱۲	بہ مختصرًا	یہ مختصر حال
〃	۱۶	نماد	نماز
۱۸۱	۳	سے	بھی
۱۸۲	۱۸	من الحفاظ والحفاظ	من الحفاظ
〃	〃	بعلی	تعلّی
۱۸۳	۳	ذکر	ذاکرًا
۱۸۴	۲	النظر	النضر
۱۸۶	۸	بسارہ	اشارۃ
۱۹۰	۸	فجر	ضحی
۱۹۲	۱۵	مازاد	مع مازاد
۱۹۳	۲۱	التعنوط	التغوط
۱۹۴	۷	الامام	الامام
۱۹۶	۲۱	حاجب	صاحب
۱۹۸	۱۲	النہری	النہری
۲۰۴	۱۶	ہیں	بیّن
〃	۲۱	وہاں بھی	وہاں
۲۰۵	۶	حجر	حجر نے
۲۰۶	۲	البکاء	البکائی
〃	۷	عبداللہ عمر	عبداللہ بن عمر
〃	۱۳	حال جو	جو
۲۰۸	۱۹	ابوشیبہ	ابوحباب
〃	۲۰	نسختہ	نسختۃ
۲۰۹	۱۰	امین	تمین
۲۱۰	۳	اور بہت	بہت
〃	۷	سنہ	سبہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۰	۱۶	تفہموا	ان تفہموا
۲۱۲	۴	ووجوب	وجوب
۲۱۳	۱۱	وما	ما
〃	۱۵	وہدایہ	بدایہ
۲۱۴	۱۲	ہے	کی ہے
۲۱۵	۹	بیشتر	پیشتر
۲۱۶	۴	اجبنا	واجتبنا
〃	۲۰	فانا	فانہ
〃	〃	السقیطفۃ	السقیفۃ
〃	۲۱	فانہم انتہ	فافہم انتہی
۲۱۷	۱	المجتہدین	المجتہدین
〃	۹	لما	مما
〃	۱۰	العبلی	العینی
۲۱۹	۲۱	کیا	کیا
۲۲۱	۷	ان تفہموا	ان تفہموا
〃	〃	تعقلوا	ان تعقلوا
۲۲۲	۱۳	الا	الامام
۲۲۵	۱	ہوتے ہیں	ہونے میں
〃	۱۲	لیست	لیت
۲۲۶	۴	تہذیب	التہذیب
〃	۱۰	میں کے	کی
〃	۱۴	اور کچھ نہیں	ہیں تو یہ ترجیح وجوہ سے اقوال یہ کون کہتا ہے کہ ترجیح عام قرأۃ فاتحہ کا موجب بھی آثار ہیں [illegible]
۲۲۸	۶	منقد آلی	منقذ لی
〃	۸	خوۃ	خوت
۲۲۹	۳	بدکا	کلمہ کا
〃	۱۹	بل	ہل
۲۳۰	۱۹	حدیث آثار	آثار
〃	۲۱	شبر	شبیرہ
۲۳۱	۱۰	پیر	پر
〃	۲۱	بالسنۃ	بالسنۃ کی
۲۳۲	۵	مراجعتہ	مراجعۃ
〃	۸	امام شافعیہ	شافعیہ
۲۳۴	۱۲	ولا یکرہ	لا یکرہ
۲۳۵	۶	روایتہ	روایۃ
۲۳۶	۹	العبید	العبد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۰	۵	کے لئے	گئے
〃	۱۵	النسبات	اسبات
〃	۲۱	ہوچکا	ہوچکی
۲۴۳	۷	فالامور	فالمامور
〃	۲۱	دوان	دونہ
۲۴۶	۳	جی	ہے
۲۴۷	۶	روایت	اصح روایت
〃	۱۷	بنصہ	بنفسہ
۲۵۰	۱۶	فیہ	فتنۃ
۲۵۱	۱۶	فیقرأ	فیقرأ ترک
〃	۱۷	الامامت	الامت
〃	۲۱	اور	اور منجملہ محدثین کے امام المسلمین فخر المحدثین امام بخاری اور مسلم کو بھی شیخین کہتے ہیں اور
۲۵۳	۱۹	خفر	حفر
۲۵۴	۱۰	نحفر	یحفر کہ
〃	۱۴	ارشاد	ارشادًا
۲۵۵	۲	حفرہ	حفرۃ
〃	۱۳	لئے	لئے آؤ
۲۵۸	۲	فاتحہ کا	فاتحہ
〃	۱۶	کنیت	رکنیت
۲۵۹	۱۱	نقصان	انتقصان
۲۶۰	۶	اور اصل	دراصل
۲۶۱	۷	تقرب	یقرب
۲۶۲	۳	اور دلائل	دلائل
〃	۱۳	لفظ	ولفظ
〃	۱۶	اروی	ازدی
۲۶۳	۲۰	کسی	تحقق کسی
۲۶۴	۲	شرح	شرح ہیں
〃	۷	لاتفتتر	ولاتغتر
〃	۱۹	کان	کان کا
۲۶۵	۲	لمواظب	المواظبۃ
〃	۱۳	الیغرا	یغرہ
۲۶۸	۱۳	فلاخیر	فلاضیر
〃	۱۵	کے ماہرین	ماہرین
۲۶۹	۱۲	محول	مقبول محول
〃	۱۵	ولا	الا
۱۷	۱۸	عقلی	تعقلی کا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۳	بعنی صحیح حقیقی	بعنی حقیقی
〃	۵	لیصلح	لیصح
۸۴	۲۱	ابل	من ابل
۸۵	۱۳	کنتم	کتبهم
〃	۱۷	فی	وفی
۸۶	۷	سح	اصح
〃	۱۶	دین	زین
〃	۱۷	راقد	واقد
۸۷	۷	وثقة	ثقة
۸۸	۱۳	کلمہ	حکمہ
〃	۱۷	استبنئی	انبثنی
۸۹	۸	جواب	جواب سوال
〃	۹	نتقول	فنقول
〃	۱۵	ذکر کرنا	کرنا
۹۱	۲	سے	کی
۹۲	۲	حقیقتاً	حقیقة.
〃	۸	سوداو مورد	سواد او موارد
〃	۱۰	ولیؐ	الآنؐ
۹۳	۹	یہی	ہی
〃	۱۱	ہے	ہیں
۹۴	۱۸	کمثل	بمثل
۹۵	۵	اصلیها	صلیها
〃	۱۲	بار	بام
۹۶	۳	فرضیتا	فرضیتها
〃	۱۳	حضرتؑ	حضرتؑ نے
۹۷	۲	لئے	لئے کیا کہ
۹۸	۱۶	امالک	امامک
〃	۱۸	الصلوة	الکلام
〃	۲۰	المانین	المامین
۱۰۰	۷	فعلا	نعلان
۱۰۴	۵	بنیها	ہہنا
۱۰۹	۱	تکلم	تکلم فیہ
۱۱۱	۲۱	یالیس	بالیس
۱۱۲	۱۴	طرق	طلیق
۱۱۳	۸	لاعمر	عمر
〃	۲۱	تغتی	تغت
۱۱۴	۹	وقع	رفع
〃	۱۹	بالفاطمہ	بالقاطمہ
〃	۲۰	لا	الا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵	۱۲	بھی	نے بھی
۱۱۸	۱۲	مطلقا	مُطلقًا
۱۱۹	۷	حدث	حدیث
۱۲۱	۳	محال	محل
〃	۱۸	صحابہ خلفاء	خلفاء
۱۲۲	۷	کے	کا
〃	۹	کرتا	کرنا
۱۲۵	۸	میں سے	میں
۱۲۶	۲	ایسی	ایسی ہی
۱۲۸	۱۷	کل	کی
〃	۲۰	اوہی	اُنھی ہی
〃	۲۱	تو	پھر
〃	〃	سبیل	سیل
۱۲۹	۴	لکھے	کہتے
〃	۶	جواب کا	کا جواب
۱۳۱	۱۵	فیا	وفیما
۱۳۲	۲۱	قال	قال کان
〃	〃	ابن زیادٌ	زیادٌ
۱۳۴	۱۰	خانصاحب نے	خان صاحب لکھتے ہیں
۱۳۶	۱۲	تضع منافیہ	تقع منافیۃ
۱۳۷	۹	صراحتًا	صراحتہ
۱۳۹	۳	زیاده	زیادة
〃	〃	〃	〃
〃	۶	〃	〃
〃	۱۵	نہ ہو	ہو
۱۴۰	۱۸	وہی ہی	وہی
۱۴۱	۵	تعلیمہ	تعلمہ
۱۴۴	۹	ثما قرأ	ثم اقرأ
〃	۱۱	کلاما	کلام
〃	۱۳	مسیرة	میسّرة
〃	۱۸	م یسر	ما تیسر
〃	〃	لشارع	الشارع
〃	۲۰	اعتبار	اختیار
〃	۲۱	قبل	قول
۱۴۵	۱۰	اتیمی	التیمی
〃	۱۳	ہے	بھی ہے
〃	〃	ہے کلام	یہ کلام
۱۴۶	۱۲	سکتی	سکتیں
〃	۱۵	وجد	وجہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶	۱۸	سہو ہو	فترکہ
۱۴۷	۳	ہیں	ہے
〃	۱۴	عن	من
۱۴۹	۱۴	ہندنا	عندنا
〃	۱۶	اُس میں	تو اُس میں
۱۵۱	۵	اول	اُولیٰ
〃	۱۸	علی کل الجزءُ	کلٌ علی الجزءُ
〃	۲۰	قطعہ	قطعیۃ
۱۵۳	۱	ہے اور	اور
〃	۲	تھوئی	تھولے
〃	۱۶	جن	جنس
۱۵۴	۴	بیانہا	ہہنا
۱۵۵	۳	ہیں	ہوں
〃	۵	ہیں	تخروج
〃	۱۰	تحقیقات	تخصیصات
〃	۱۲	〃	〃
〃	۱۹	بڑا بہت	بہت بڑا
۱۵۶	۳	لسعی	لیسعی
〃	۸	فیعطی	فیغطی
۱۵۷	۶	دوباره	دوبار
۱۵۸	۱۹	المسکوت	السکوت
〃	۲۱	المشکوت	السکوت
۱۶۰	۱۳	ضبادت	عبادت
۱۶۱	۱۲	تقال	[illegible]
۱۶۲	۷	صاحب	کلام صاحب
〃	۸	نقر	نضر
۱۶۴	۱۸	انہ من	انہ قال
۱۶۵	۱۳	[illegible]	کی
۱۶۷	۲	فی	نے
〃	۱۲	بھی	ہے
۱۶۸	۱۰	رنگ	زنگ
۱۶۹	۱	من	منع
〃	۷	اور کچھ	کچھ اور
〃	۱۰	نامًا	تامًّا
۱۷۰	۳	واصلا	اصلاً
〃	۶	بکلام	من کلام
〃	۱۱	بجواب	پس جواب
〃	۱۲	[illegible]	[illegible]
۱۷۱	۴	بھی	ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۱	۳	مبتنی	مبتنی	۳۰۲	۱۷	رعایۃ	راویۃ
〃	۹	الذہب	الذہب	۳۰۴	۱	رواہ البخاری	البخاری
۲۷۲	۱۰	مفہوما	مفہوم	〃	۵	بروایۃ	بروایۃ
〃	۲۰	کتاب	کتب	۳۰۸	۶	فصرف	فتصرف
[illegible]	[illegible]	جنکو	بلکہ	〃	۲۱	اسی	اس
۲۷۳	۶	زرمہ	ازتہ	۳۰۹	۳	یعضن	بعضن
〃	۱۳	والنظام	النظام	۳۱۰	۶	اور	اور اگر
۲۷۴	۳	تقیید	تعلیم	〃	۱۸	ہی	ہی ہے
〃	۱۸	سے حدیث	حدیث	۳۱۴	۱۳	فرمائی	فرمائے
۲۷۵	۱۲	التیرار	الشیرازہاری	۳۱۵	۱۵	لایرمی	لایری
۲۷۷	۱۳	الضعیف	الضعف	۳۱۶	۱۸	عشرو	وعشرہ
۲۷۸	۱۰	گیار	من گیار	〃	۱۹	علیٰ سے	وہذا
〃	۱۴	واکتب	وکتب	۳۲۰	۷	اعلمکم	آعلمکم
〃	۲۱	عبادات	عبارات	〃	۲۱	سبکی	جسکی
۲۷۹	۷	ہیں	ہے	۳۲۱	۱۷	بالدلیل	مطالبۃ بالدلیل
〃	۱۶	مطروح	مطروح ہے	۳۲۲	۲۱	کئے جاویں	کیا جاوے
۲۸۰	۹	ما	اول ما	۳۲۳	۱۹	بریہ	بن یزید
۲۸۱	۱۲	فلاورد	فلاورود	۳۲۷	۱	ایۃ	انبہ
۲۸۴	۱۶	واقعہ	واقعی	〃	۲	السامی لہم	الساجی لہم
۲۸۵	۱۰	نبادر	تبادر	۳۲۸	۲۰	عقلًا اوراشارۃً	عقد اور اشارہ
〃	۲۱	منشا	الحاصل منشاء	۳۲۹	۹	فعل	بصورۃ فعل
۲۸۷	۱۲	جیب	حبیب	۳۳۱	۱	قدرے	قدرے زیادہ
۲۸۸	۲۰	سو	سور	〃	۶	اس	اس اثرکو
۲۸۹	۵	السیب	المسیّب	۳۳۳	۱۰	ادا	روایۃ
〃	۷	سلیمان	وسلیمان	۳۳۴	۱	حطر	حفر
〃	۹	دعیت	ما دعیت	۳۳۶	۲	اسکے	بدون اسکے
۲۹۰	۷	النہایۃ	البنایۃ	۳۳۹	۲	ابوبکر	ابوبکرہ
〃	۱۹	حسین	حسنؓ	〃	۴	نوشلار	نوش دارو
۲۹۱	۱۶	بتبیہ	بعینہ	〃	۱۶	زیادہ	زیادۃ
۲۹۲	۵	دفعۃ	رکعتہ	〃	۱۷	بر	بو
۲۹۴	۲	بلغت	بلغتہ	۳۴۰	۱۱	بہوبہو	بہوبہو
〃	۱۸	حاجتہ	حاجۃ	۳۴۲	۳	میں بخر	میں نحر
۲۹۵	۱	ہی	بھی	۳۵۵	۲۱	نقلاہ	نقلدہ
۲۹۷	۱۶	یشعی	لیتفق	۳۵۶	۱۲	شروط	شروع
۲۹۹	۴	نہ ہونا	ہونا	۳۶۱	۱۵	عبادًا	عبادانی
۳۰۱	۱	ذکرہ	ذکرہ فی التعلیق	۳۶۴	۱۶	والّا	والّا
〃	۹	فی آخرہن	الافی آخرہن	۳۶۵	۱۶	وسات	اساءت
۳۰۲	۶	فے النایہ	فے البنایۃ				
〃	۱۶	فے الہنایۃ	فے البنایۃ				

تمت صحت نامہ کتاب انوار نعمانیہ